مقالاتِ حیدری
حصّہ سوم
(اعتقادی مسائل واحکامات)
مُصنّف
ابوالکرم احمد حُسین قاسم الحیدری الرضوی
ناظم مکتبہ حیدریہ
مکتبۂ حیدریہ
بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقالات حیدری

(اعتقادی مسائل واحکامات)

حصہ سوم

مصنّف

ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی
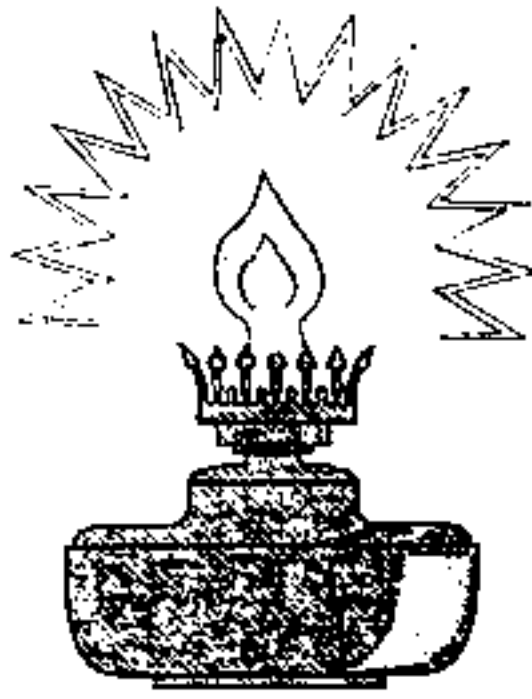
ناظم مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ۔ ضلع کوٹلی (آزاد کشمیر)

☆ نام کتاب ---------- مقالاتِ حیدری (حصہ سوم)

☆ تصنیف ---------- ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی

☆ کمپوزنگ ---------- محمد احمد رضا ہاشمی (پاک سائنس اکیڈمی نارہ)

☆ بار ---------- اوّل

☆ تاریخ اشاعت ----------

☆ ہدیہ ----------

☆ پرنٹرز ----------

☆ ناشر ---------- مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ۔ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

ملنے کے پتہ جات:

☆ مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر۔

☆ نورانی بکڈپو۔ نارہ شہر تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی

☆ مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دارالسلام۔ گوجرانوالہ شہر۔

☆ نیو مکتبہ ضیائیہ۔ ڈی۔ 325 نزد لال حویلی۔ بوہڑ بازار۔ راولپنڈی۔

☆ احمد بک کارپوریشن ۔ عالم بزنس سنٹر۔ اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک۔ راولپنڈی۔

☆ زین بک ڈپو۔ گرلز کالج روڈ کوٹلی آزاد کشمیر۔ ☆ شاہین بکس۔ کوٹلی شہر آزاد کشمیر۔

مقالات حیدری حصہ اوّل کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ اول کے مقالہ جات کے عنوانات کے نام ہدیہء ناظرین کیے جاتے ہیں۔

(۱) عقائد اہل سنت (آیات کی روشنی میں)
(۲) عقائد اہل سنت (احادیث کی روشنی میں)
(۳) فضائل وکرامات اہل سنت
(۴) جماعت حقہ کی پہچان
(۵) اصلی سنی کی پہچان
(۶) اصلی حنفی کی پہچان
(۷) مشرکینِ مکہ کے شرک کی حقیقت
(۸) امت مسلمہ اور شرک
(۹) بدعت حسنہ کا بیان
(۱۰) تعلیماتِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ
(۱۱) تعلیمات شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ
(۱۲) تعلیمات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۳) تعلیمات اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۴) تعلیمات حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ
(۱۵) دیوبندیت علمائے حق کی نظر میں
(۱۶) دیوبندی بریلوی عقائد کا موازنہ
(۱۷) تبلیغی جماعت اور وہابیت
(۱۸) تبلیغی جماعت کا مقصد تبلیغ
(۱۹) آئینہ وہابیت
(۲۰) آئینہ مودودیت
(۲۱) آئینہ طاہریت
(۲۲) مقام صحابہ پر ایک نظر
(۲۳) گستاخان صحابہ کا بُرا انجام
(۲۴) مناقب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
(۲۵) یزید پر ایک نظر
(۲۶) قادیانیوں سے میل جول کی شرعی حیثیت

﴿ اپیل ﴾

اعتقادات وتعلیمات بزرگانِ دین کے بارہ میں مقالات حیدری حصہ اوّل بھی حاصل کریں۔
اور اپنے عقائد کی اصلاح فرمائیں۔

الداعی الی الخیر:

ناظم مکتبہ حیدریہ ۔ بازار سہنسہ ۔ ضلع کوٹلی ۔ آزاد کشمیر

مقالات حیدری حصہ دوم کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ دوم کے مقالہ جات کے عنوانات کے نام ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ومناقب (۲) تقلید شخصی کے وجوب کا ثبوت
(۳) بیعتِ مشائخ کی حقیقت واہمیت (۴) جائز کام کے لئے دن مقرر کرنے کا ثبوت
(۵) ذکر میلاد النبی ﷺ (۶) گیارھویں شریف پر ایک تحقیقی نظر
(۷) مسئلہ نذر ونیاز (۸) مسئلہ تعویذ کی شرعی حیثیت
(۹) مسجد میں عورتوں کے اجتماعات کی اسلامی حیثیت (۱۰) اکابر نقشبندیہ اور ذکر بالجہر
(۱۱) گرمیوں میں نمازِ ظہر کا مسنون وقت (۱۲) صلوٰۃ وسلام قبل از آذان
(۱۳) صلوٰۃ وسلام بعد از آذان (۱۴) آذان میں انگوٹھے چومنے کا مسئلہ
(۱۵) اقامت میں حی علی الفلاح پر اٹھنے کا بیان (۱۶) ننگے سر نماز کا مسئلہ
(۱۷) امام کعبہ کی اقتداء کا مسئلہ (۱۸) نابالغ امام اور تراویح
(۱۹) صلوٰۃ وسلام بعد از نمازِ جمعہ (۲۰) میت کو دوبارہ غسل دینے کا بیان
(۲۱) جنازہ کو قدمی دینے کا بیان (۲۲) نمازِ جنازہ کا سلام ہاتھ کھول کر پھیرنے کا بیان
(۲۳) دعائے جنازہ پر چند شکوک وشبہات کا ازالہ (۲۴) دفن کے وقت صدقہ کی فضیلت
(۲۵) حیلہء اسقاط کا ثبوت (۲۶) مسئلہ توسل بالقرآن
(۲۷) قبر پر آذان دینے کا ثبوت (۲۸) جمعرات تک قبر پر قرآن خوانی کا بیان
(۲۹) قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا بیان (۳۰) بیٹھکوں پر دعا وفاتحہ کا مسئلہ
(۳۱) عہد نامہ قبر میں رکھنے کا بیان (۳۲) غائبانہ نماز جنازہ کی شرعی حیثیت
(۳۳) نماز جنازہ دوبارہ پڑھنے کا مسئلہ (۳۴) عرس کی شرعی حیثیت
(۳۵) قبرستان کو مسجد بنانے کا مسئلہ (۳۶) گنبد خضراء کی شرعی حیثیت

﴿ اپیل ﴾

فقہی مسائل واحکامات کے بارہ میں مقالات حیدری حصہ دوم بھی حاصل کریں اور مسائل دین کو سمجھنے کے بعد اُن پر عمل کریں۔

الداعی الی الخیر: ناظم مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ۔ ضلع کوٹلی۔ آزاد کشمیر

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	دعائیہ کلمات۔	۱
۲	تاثرات۔	۳
۳	نذرانۂ عقیدت بحضور غوث الاغوات سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ۔	۴
۴	نذرانۂ عقیدت بحضور خواجہ خواجگان غریب نواز سید غلام حیدر علی شاہ چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ آستانہ عالیہ جلالپور شریف ضلع جہلم۔	۵
۵	نذرانۂ عقیدت بحضور استاذنا المکرم مولانا محمد شفیع حیدری رحمۃ اللہ علیہ نارہ شہر کہوٹہ	۶
۶	مصنف کا عقیدہ۔	۹
۷	سخن ہائے گفتنی	۱۰
۸	انجمن احباب اہل سنت کا مختصر تعارف۔	۱۴
۹	پہلا مقالہ۔ طلع البدر علینا۔	۱۹
۱۰	دوسرا مقالہ۔ مسئلہ نور پر چند شبہات کا ازالہ۔	۲۵
۱۱	تیسرا مقالہ۔ انوارِ ربیع الاوّل۔	۴۳
۱۲	چوتھا مقالہ۔ مثلیتِ مصطفےٰ کی تشریح۔	۵۹
۱۳	پانچواں مقالہ۔ حیات خیر الانام ﷺ۔	۷۵
۱۴	چھٹا مقالہ۔ قرآن مجید سے سماعِ موتیٰ کا ثبوت۔	۸۹
۱۵	ساتواں مقالہ۔ امام اہل سنت کا ایمان افروز ترجمۂ آیتِ کریمہ۔	۱۰۳
۱۶	آٹھواں مقالہ۔ مسئلہ عصمتِ انبیاء علیہم السلام۔	۱۱۷
۱۷	نواں مقالہ۔ کیا رسول اکرم ﷺ پر جادو اثر انداز ہوا تھا؟ ایک اہم سوال اور اس کا تحقیقی جواب۔	۱۳۵
۱۸	دسواں مقالہ۔ مسئلہ حاضر و ناظر پر ایک تحقیقی نظر۔	۱۵۱

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۹	گیارھواں مقالہ۔ اشتہار ”حاضر و ناظر کون؟“ کا تحقیقی علمی جائزہ۔	۱۶۵
۲۰	بارھواں مقالہ۔ منکرین ختم نبوت کے دلائل کا تحقیقی جائزہ۔	۱۷۹
۲۱	تیرھواں مقالہ۔ نعرۂ رسالت سے گریز کیوں؟	۲۰۷
۲۲	چودھواں مقالہ۔ مسئلہ صلوٰۃ وسلام اکابرین دیوبند کی نظر میں۔	۲۲۱
۲۳	پندرھواں مقالہ۔ تعظیم رسول کا شرعی معیار۔	۲۳۵
۲۴	سولھواں مقالہ۔ دورِ حاضر میں معجزاتِ نبویہ کا ظہور۔	۲۴۵
۲۵	سترھواں مقالہ۔ احسن السبیل لطالبی حکم مسائل التعظیم والتقبیل۔	۲۷۳
۲۶	اٹھارواں مقالہ۔ اہل ادب کے انوکھے انداز۔	۲۸۷
۲۷	انیسواں مقالہ۔ دربارِ رسالت کی حاضری۔	۲۹۹
۲۸	بیسواں مقالہ۔ حدیثِ توسل کی تشریح۔	۳۱۱
۲۹	اکیسواں مقالہ۔ قائلینِ وسیلہ کے پُر مغز دلائل کا بیان۔	۳۲۵
۳۰	بائیسواں مقالہ۔ منکرین وسیلہ کے بعض دلائل کا علمی جواب۔	۳۳۹
۳۱	تیئسواں مقالہ۔ خلفائے ثلاثہ کے طریقِ انتخاب پر ایک نظر۔	۳۵۳
۳۲	چوبیسواں مقالہ۔ ولایتِ خاصہ کا ثبوت۔	۳۷۱
۳۳	پچیسواں مقالہ۔ اولیاء اللہ کی پہچان۔	۳۸۷
۳۴	چھبیسواں مقالہ۔ مسئلہ استعانت بالغیر۔	۳۹۹
۳۵	ستائیسواں مقالہ۔ اعانت واستعانت کی صحیح شرعی حیثیت۔	۴۰۹
۳۶	اٹھائیسواں مقالہ۔ اثباتِ امداد الصالحین۔	۴۲۹
۳۷	انتیسواں مقالہ۔ فیضانِ قبور الصالحین۔	۴۳۷
۳۸	تیسواں مقالہ۔ محبوبانِ خدا کی مشکل کشائی کا مسئلہ۔	۴۴۹
۳۹	اکتیسواں مقالہ۔ قبور الصالحین کو بوسہ دینے کا مسئلہ۔	۴۶۵
۴۰	بتیسواں مقالہ۔ نجاۃ الطالحین بشفاعۃ عباد اللہ الصالحین۔	۴۷۹
۴۱	تینتیسواں مقالہ۔ عملیات کا کاروبار اسلام کی نظر میں۔	۴۹۵

۴۲	چونتیسواں مقالہ۔ اثباتِ ایصالِ ثواب۔	۵۰۹
۴۳	پینتیسواں مقالہ۔ غیرِ خدا کی طرف منسوب شئے کی حلت کا بیان۔	۵۲۳
۴۴	چھتیسواں مقالہ۔ فرقہ بندی کے خاتمہ کا صحیح طریقہ کار۔	۵۳۷
۴۵	سینتیسواں مقالہ۔ تہتر فرقوں والی حدیث کا صحیح مفہوم۔	۵۵۱
۴۶	اڑتیسواں مقالہ۔ قیام پاکستان میں جماعت اسلامی کا کردار۔	۵۶۵

دعائیہ کلمات

(از قلم مخدوم اہل سنت جناب راجہ محمد ازرم حمید سیالوی صاحب سلّمہٗ ربّہٗ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیآء

والمرسلین رحمۃٌ للعالمین و علیٰ الہ واصحابہ اجمعین

اما بعد!

اللہ کا کرم پھر کرم ہی کرم ہے۔ اللہ کا فضل پھر فضل ہی فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ جب اپنا خصوصی رحم کرتا ہے تو اپنے بندوں میں سے کچھ بندوں کی عجیب ڈیوٹی لگا دیتا ہے۔ دنیا میں ایسے اللہ کے بندے بہت کم ہیں جو دین کے لئے ہر وقت وقف ہوتے ہیں۔ بہت ہیں اللہ والے۔ ان میں سے ہی ایک ہیں درویش باصفا حلیم بھی اور فقیر بھی ظاہری زندگی اپنے آقا نبی مختار علیہ السلام کی سیرت پاک کا نمونہ ہے اور باطن میں بھی محسوس یہی ہوتا ہے کہ آقا کا سچا غلام ایسا ہی ہوتا ہے جس کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ وہ ہیں جناب محترم المقام عالی مرتبت فخر اہل سنت یادگار اسلاف حضرت علامہ ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی جلال پوری مدظلہٗ العالی۔ میں عرصہ تقریباً تیس سال سے اس ہستی کو دیکھ رہا ہوں جو اعلیٰ مشن سامنے رکھ کر عجیب انداز میں تبلیغ دین کی خدمت سرانجام دے رہی ہے۔ آپ کے سامنے کوئی سوال آیا تو جواب مکمل کتابچہ کی شکل میں دیا۔ سوال کرنے والا حیران رہ گیا۔ کتاب کا مطالعہ کیا اور راہِ راست پر آ گیا۔ اور بڑے اعلیٰ معیار پر جواب فی سبیل اللہ عطا کیا۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت الشاہ مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا وہ آپ نے تمام مسلمانوں تک پہنچایا اور سمجھایا یعنی اعلیٰ حضرت کا پیغام محبت گھر گھر پہنچایا۔ یہ سارا فیضان ہے اولیائے کرام کا اور یہ نظر عنایت ہے پیر سید محمد فضل شاہ جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اور یہ روحانیت ہے سالک یا اللہ حضرت علامہ مولانا مولوی محمد شفیع فاضل بریلوی کی کہ آپ آج حق ادا کر رہے ہیں سنی بریلوی ہونے کا۔

اور اب جو تحفہ اہل سنت کو عطا کیا ہے اور ایک مجموعہ مقالاتِ حیدری کی تین جلدوں کی شکل میں دیا ہے۔ اس میں کیا تحریر کیا ہے۔ میں کہوں گا کہ اس میں عشقِ مصطفےٰ بھی ہے۔ نظامِ مصطفےٰ بھی ہے اور تحفظِ مقام مصطفےٰ بھی ہے۔ شانِ صحابہ و اہل بیت بھی ہے اور تعلیمات اولیائے کرام بھی ہے اور علمائے حق کی ادا بھی ہے۔ میں حضرت مولانا صاحب کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہم پر قائم رکھے اور یہ سلسلہء تبلیغ چلتا رہے۔ آمین ثم آمین۔

(خادم دین مبین فقیر محمد از رم حمید سیالوی مہتمم جامعہ غوثیہ معصومیہ رجسٹرڈ ڈھلر سیداں راولپنڈی۔ ۱۲ رجب ۱۴۲۵ھ)

تأثرات

(ازقلم مخدوم اہل سنت محب العلم والعلماء جناب حکیم خلیفہ سائیں محمد عارف زاہدی قادری مدّ ظلہ' ۔کوٹلی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ثم الحمد للہ ۔ مقالات حیدری اول اور حصہ دوم کی کامیاب اشاعت و پذیرائی کے بعداب حصہ سوم کا کتابت شدہ موادفقیر کے سامنے موجود ہے۔راقم نے حصہ سوم کے تمام مقالہ جات کو بالاستیعاب پڑھا ہے۔حسبِ دستورِ سابق اس حصہ کے مقالات بھی اختصار و جامعیت کوملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے وسیع ترتحقیق کا نچوڑ ہیں۔حضرت (مصنف کتاب ھذا) کی تحریر کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کا استدلال قرآن پھر حدیث واقوال پھر آثارِ بزرگانِ دین پھرا کابرینِ امت کی تحقیق سے ہوتا ہے۔زیرِنظر مقالات میں سے ہر ایک مقالہ مکمل کتاب کی سی راہنمائی کا حامل ہے۔اور ملتِ اسلامیہ کے لئے ایک سرمایہ ہے۔آزادکشمیر میں اتنے بڑے تحقیقی کام کا سہرا مصنف کتاب ہذا ہی کے سر پرنظر آتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کے درجات کو مزید بلند فرمائے۔آپ اہل سنت کا عظیم سرمایہ ہیں۔

(خادم موہڑہ شریف حکیم محمد عارف زاہدی قادری کوٹلی۔)(۳۱ جولائی ۲۰۰۴ء)

نذرانۂ عقیدت

(بحضور غوث الاغواث سیّدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ)

تعالیٰ اللہ مرے لب پہ ثنائے غوثِ اعظم ہے
مرے قلب و جگر میں بھی ولائے غوثِ اعظم ہے

نہیں محتاج ہوگا وہ زمانے میں کسی کا بھی
اگر کوئی حقیقت میں گدائے غوثِ اعظم ہے

خزانے دین و دُنیا کے ہمیں اِس در سے ملتے ہیں
ہمارے سامنے اک بارگاہ غوثِ اعظم ہے

عیاں ہیں اُس کی نظروں پہ امورِ غیب کی باتیں
نظر میں جس کی بھی خاکِ شفائے غوثِ اعظم ہے

جہاں پہ انتہاء ہوتی ہے غوثوں اور قطبوں کی
تعالیٰ اللہ وہاں سے ابتدائے غوثِ اعظم ہے

معزز کس طرح ہوتے نہ ہم اِس دورِ حاضر میں
ازل کے روز سے ہم پہ نگاہ غوثِ اعظم ہے

زہے یہ مرتبہ عالی جنابِ غوثِ اعظم کا
کہ ہر ذرہ زمیں کا آشنائے غوثِ اعظم ہے

چلے جائیں گے ہم جنت میں حُبِّ غوث کے صدقے
''مرے بردے ہیں سُنّی'' یہ صدائے غوثِ اعظم ہے

سلامی کے لئے جُھکتا ہے ہر ماتھا وہاں قاسم
لگا جس راہگزر پہ نقشِ پائے غوثِ اعظم ہے

﴿ نذرانۂ عقیدت ﴾

(بحضور خواجۂ خواجگاں غریب نواز سیّد غلام حیدر علی شاہ صاحب چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ)

(آستانہ عالیہ جلالپور شریف ضلع جہلم)

ہے مرے دل پہ حکومت پیر حیدر شاہ کی
اللہ اللہ یہ عنایت پیر حیدر شاہ کی

کس طرح محتاج ہوں گے وہ کسی کے دوستو!
بٹ رہی ہے جن میں دولت پیر حیدر شاہ کی

اپنے دامن میں بسائیں گے اُسے محبوبِ حق
جو کرے گا دل سے عزت پیر حیدر شاہ کی

حیدری در سے ملا مجھ کو وقارِ زندگی
کیوں نہ ہو دل میں عقیدت پیر حیدر شاہ کی

ان کے در پہ جو گیا وہ ہو گیا ہے مالا مال
عام ہے اتنی سخاوت پیر حیدر شاہ کی

پیر حیدر شاہ تھے قطبِ جہاں، غوثِ زماں
کون نہ مانے گا عظمت پیر حیدر شاہ کی

لطفِ دیدار نبی ہے حیدری دیدار میں
رؤیتِ حق ہے زیارت پیر حیدر شاہ کی

ذکرِ حیدر شاہ سے گرماؤ اپنی محفلیں
ساتھیو! اپناؤ سیرت پیر حیدر شاہ کی

پیر برکات و فضل، سیّد مظفر کے طفیل
ہم پہ ہے نظرِ عنایت پیر حیدر شاہ کی

ہے دُعا قاسم رہے مجھ پہ زمانے میں سدا
نظرِ فیضان و عنایت پیر حیدر شاہ کی

نذرانۂ عقیدت

(بحضور استاذنا المکرم حضرت مولانا پیر محمد شفیع حیدری رحمۃ اللہ علیہ۔ نارہ۔ کہوٹہ ضلع راولپنڈی)

جامِ حُبِّ مصطفےٰ ہم کو پلایا آپ نے
طالبِ خیر الانام ہم کو بنایا آپ نے
علمِ دینِ مصطفےٰ ہم کو پڑھایا آپ نے
پیرو کارِ دینِ حق ہم کو بنایا آپ نے
آپ نے بیدار کیا غافلانِ دہر کو
غافلوں کو خوابِ غفلت سے جگایا آپ نے
قلب زندہ آپ نے کیے کئی اشخاص کے
محفلِ اہل طریقت کو سجایا آپ نے
آپ تھے علمِ ظاہر، علمِ باطن کے امام
علمِ ظاہر، علمِ باطن ہے سکھایا آپ نے
خیر خواہی کی ہمیشہ آپ نے سب کے لئے
سر پہ سب کے دامنِ شفقت بچھایا آپ نے
آپ کے صدقے ملا ہم کو وقارِ زندگی
ہمارے سر سہرا عزت کا سجایا آپ نے
آپ کے صدقے ملا ہم کو درِ احمد رضا
دیو کے بندوں سے ہم سب کو چھڑایا آپ نے
ظلمتیں چھانے لگی تھیں ہر سمت جب کفر کی
دین و ایماں کا چراغ اُس دم جلایا آپ نے
دم بخود ہو کر رہے سارے مخالف آپ کے
حق کا جھنڈا نارہ میں تھا جب لہرایا آپ نے

اُس جگہ آثارِ رحماتِ خدا پیدا ہُوئے
جس جگہ پہ جم کے ڈیرا ہے لگایا آپ نے
مذہبِ ہر اہلِ باطل سے سدا ٹکرائے آپ
مسلکِ احمدرضا کو بھی پھیلایا آپ نے
جس نے پوچھا آپ سے رستہ خدائے پاک کا
راستہ اُس کو خدا کا بھی بتایا آپ نے
آپ نے دیکھا ہے خوابوں میں نبیء پاک کو
لطفِ دیدارِ خدا بھی خوب پایا آپ نے
منبعِ فیضِ رضا تھے، منبعِ فیضِ فضل
مجمع البحرین کا درجہ یہ پایا آپ نے
اہلِ علم و اولیاء کے آپ تھے روشن چراغ
لوہا اپنے فیض کا سب سے منوایا آپ نے
آپ پہ تھے مہرباں قبلہ امیرِ حزب اللہ
خرقہء شرفِ خلافت جن سے پایا آپ نے
ایک مدّت تک رہے تھے آپ بریلی شہر میں
فیضِ بے حدّ اعلیٰ حضرت کا تھا پایا آپ نے
حُجۃ الاسلام سے بھی آپ ہُوئے تھے خوب سیر
جن کے در پہ جا کے تھا ڈیرا جمایا آپ نے
مفتیء اعظم کی نظرِ پُر عنایت سے بھی ہے
لطفِ ربِّ کبریا رہ کر کمایا آپ نے
سیّدی سردار احمد کی نگاہ لطف سے
فیضِ حق کا وافر حصہ بھی ہے پایا آپ نے

ہم بھی لیتے ہیں اُسی سے اپنا حصّہ آکر
فیضِ غوثِ پاک جو ہر سُو پھیلایا آپ نے
آپ نے جاری کیا ہے جس سے چشتی سلسلہ
اولیآءِ چشت کا وہ فیض پایا آپ نے
عام کی ہے آپ نے تعلیمِ قرآنِ حکیم
علمِ دینِ کبریا بھی ہے پڑھایا آپ نے
اپنے استادوں کا قاسمؔ یہ قصیدہ لکھ کر
اپنی خوش بختی کا تارہ جگمگایا آپ نے

مصنف کا عقیدہ

بندۂ پروردگارم ، امتِ احمد نبی
دوست دارِ چار یارم ، تابعِ اولادِ علی
مذہبِ حنفیہ دارم ، ملتِ حضرت خلیل
خاک پائے غوثِ اعظم زیرِ سایہ ہر ولی

سخن ہائے گفتنی ۔۔۔۔۔۔۔۔مصنف کے قلم سے

(۱) الحمد للہ ۔ راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفر اللہ تعالیٰ لہٗ کی کتاب ''مقالاتِ حیدری'' کا حصہ اوّل اور اس کا حصہ دوم دونوں دیدہ زیب صورت میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر شائقینِ علم کے ہاتھوں تک پہنچ چکے ہیں ۔ثم الحمد للہ علیٰ ذلک ۔

(۲) ''مقالاتِ حیدری'' کے حصہ اوّل میں ''اعتقادات وتعلیمات بزرگانِ دین'' کے متعلق چھبیس مقالہ جات اور اس کے حصہ دوم میں ''فقہی مسائل واحکامات'' کے بارہ میں چھتیس مقالات شامل کیے گئے ہیں ۔ الحمد للہ ۔ یہ دونوں حصے اپنے اپنے موضوع میں جامع ثابت ہوئے ہیں اور علم دوست احباب نے زبانی وتحریری طور پر ان کی تحسین فرمائی ہے ۔
فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزآء فی الدارین ۔

(۳) کتاب ''مقالاتِ حیدری'' کی ترتیب کے آغاز میں راقم نے اس کتاب کو تین حصوں میں مکمل کرنے کا ارادہ کیا تھا ۔ دو حصے شائع ہونے کے بعد جب تیسرے حصہ کی اشاعت کے بارہ میں حضرت قبلہ حکیم سائیں محمد عارف مدّ ظلہ العالی سے مشورہ لیا گیا تو آپ نے اِس کتاب کو دو حصوں ہی تک محدود رکھنے کا عندیہ ظاہر فرمایا ۔ چونکہ اس کتاب کی تکمیل ضروری تھی اس لئے راقم نے اپنے پڑوسی راجہ معروف خان حال مقیم انگلینڈ سے اس کارِ خیر کے سلسلہ میں مشورہ کیا تو انہوں نے بھر پور مالی معاونت کا وعدہ کیا ۔ جب قبلہ سائیں صاحب موصوف کو اس وعدہ کے بارہ میں عرض کیا گیا تو نہ صرف آپ نے اجازت مرحمت فرمائی بلکہ اِس کارِ خیر کی تکمیل کے لئے خصوصی دعاء بھی فرمائی ۔ الحمد للہ ۔ راجہ صاحب موصوف کی مالی معاونت اور سائیں صاحب قبلہ کی خصوصی دعا کے وسیلہ سے ''مقالاتِ حیدری'' کا تیسرا حصہ طبع ہو کر اہل علم و دانش کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ دونوں احباب کو ثوابِ عظیم سے نوازے اور اس دینی خدمت کو ہم سب کے لئے ذریعہ ءِ نجات وصدقہ ء جاریہ بنائے ۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم ۔

(۴) ''مقالاتِ حیدری'' حصہ اول میں چھبیس، حصہ دوم میں چھتیس اور حصہ سوم میں اڑتیس

مقالہ جات شامل کیے گئے ہیں تا کہ ایک سو کا عدد پورا ہو جائے ۔ کیونکہ اس عدد کی برکت اہل علم سے مخفی نہیں ۔ بارک اللہ سعینا ھذا مبارکاً آمین ۔

(۵) مقالات حیدری کے پہلے حصہ میں اعتقادیات سے تعلق رکھنے والی باتوں کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا تھا اور تعلیماتِ بزرگانِ دین کو پیش کرنے سے ہمارا مقصد عقائد اہل سنت کی توثیق و تائید کا حاصل کرنا تھا ۔ ولہذا کتاب کے اس حصہ میں مسلکِ اہل سنت کی فضیلت' کرامت و حقانیت قارئین کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے ۔ تیسرے حصے میں اعتقادی مسائل و احکامات کو مدلّل و مفصل انداز میں پیش کیا گیا ہے اور مخالفین اہل سنت کے پیدا کردہ شکوک وشبہات کے ازالہ میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو باعثِ ہدایت بنائے ۔ آمین ۔

(۶) مقالات حیدری حصہ سوم کے مضامین میں جامعیت قائم کرنے کے لئے انجمن احباب اہل سنت کے شائع کردہ رسائل پر ان تین نئے مقالہ جات کے اضافہ کی ضرورت سمجھی گئی ہے ۔ (۱) منکرین عقیدۂ ختم نبوت کے دلائل کا علمی جائزہ (۲) خلفائے ثلاثہ کے طریقِ انتخاب پر ایک نظر اور (۳) نعرۂ رسالت سے گریز کیوں؟

الحمدللہ ۔ ان نئے مقالہ جات کے اضافہ کی وجہ سے اس حصہ کی افادیت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے ۔ ثم الحمدللہ علیٰ ذلک ۔

(۷) مقالاتِ حیدری کے حصہ سوم میں اس بات کا پورا پورا التزام کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے آقائے کائنات ﷺ اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلقہ مقالہ جات کو ذکر کیا جائے ۔ پھر صحابۂ کرام پھر اولیائے کرام کے بارہ میں مواد لکھا جائے اور آخر میں متفرق مسائل کے رسائل کو شامل کیا جائے تا کہ احترام مراتب کی برکتوں سے وافر حصہ حاصل ہو جائے ۔ رزقنا اللّٰہ تعالیٰ حظاً وافراً من برکاتہ الخاصۃ . آمین ۔

(۸) مقالاتِ حیدری کے حصہ سوم میں بھی یہ کوشش کی گئی ہے کہ ہر مسئلہ کی تحقیق میں ٹھوس اور مسکت دلائل فراہم کیے جائیں تا کہ ہر قسم کے خیال کے قارئین کو حق سمجھنے میں دقت محسوس نہ ہو ۔ علمائے متقدمین اور متاخرین کی تحقیقات سے استفادہ کی بھی پوری سعی کی گئی ہے ۔

(۹) مقالاتِ حیدری حصہ سوم کی پروف ریڈنگ کا کام بھی راقم الحروف نے ہی کیا ہے۔ اپنی طرف سے اغلاط دور کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔اس کے باوجود اگر قارئین کو کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں۔

(۱۰) مقالاتِ حیدری کے تینوں حصوں کو تجارتی مقاصد کے پیشِ نظر شائع نہیں کیا گیا ہے بلکہ اصل مقصد تبلیغ دین ہے۔اسی وجہ سے اس کتاب کے تینوں حصوں کا ہدیہ مناسب رکھا گیا ہے۔علمائے اہل سنت اور مشائخ طریقت سے التجاء ہے کہ اپنے اپنے حلقہء اثر میں اس کتاب کو متعارف کرائیں اور اس کی خریداری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے۔آمین۔

(۱۱) آخر میں ہم مخدوم اہل سنت محب العلم والعلماء حکیم خلیفہ سائیں محمد عارف صاحب مدّ ظلہٗ العالی کا تہء دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے کتاب کے تینوں حصوں کی تیاری میں پورا پورا حصہ لیا ہے۔اور سخنے درمے قدمے ہر طرح سے بھرپور تعاون فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ قبلہ سائیں صاحب کو اس عظیم دینی کام کا پورا پورا اجر دارین میں مرحمت فرمائے۔ان کی زندگی' صحت' اولاد اور کاروبار میں زیادہ سے زیادہ برکتیں فرمائے۔آمین۔

(۱۲) ہمارے محترم عزیز راجہ معروف خان مبارک بادی کے مستحق ہیں کہ ان کی تحریک بلکہ اصرار اور بھرپور مالی معاونت سے مقالات حیدری کا یہ تیسرا حصہ شائقین علم کے ہاتھوں تک پہنچا ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مکمل صحت بخشے' ان کی عمر' اولاد اور کاروبار میں برکت فرمائے۔اور آئندہ اسی قسم کی مزید سعادتیں حاصل کرنے کی توفیق بخشے۔آمین۔

(۱۳) ہم اپنے مخلص دوست راجہ محمد ازرم حمید سیالوی کے بھی احسان مند ہیں کہ آپ نے اپنے دعائیہ کلمات سے مقالات حیدری کے اس حصہ کو متبرک و مشرف بنایا ہے۔ **فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزآء.**

(۱۴) چونکہ مقالات حیدری کے تینوں حصوں کے اکثر مواد کو ''انجمن احباب اہل سنت'' سہنسہ آزاد کشمیر اپنے سلسلہء تبلیغ ''سبیلِ ہدایت'' میں شائع کر چکی ہے۔اس لئے ضروری

سمجھا گیا کہ اس انجمن کا مختصر تعارف بھی شامل کتاب کر دیا جائے۔

(۱۵) جو احباب مقالات حیدری حصہ سوم سے اپنے عقائد و نظریات کی اصلاح لیں ان سے گزارش ہے کہ وہ راقم کے لئے اور اس کے والدین اساتذہ اور مشائخ و احباب کے لئے پرخلوص دعا فرمائیں۔ عین ممکن ہے کہ کسی بندۂ مقبول کی دعائے مستجاب سے ہماری یہ سعی ہم سب کے لئے صدقہ ء جاریہ بن جائے۔

خاتمہ بالخیر کردے رب دوعالم نصیب
دوستو! کرنا کسی دن یہ دُعا میرے لئے

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ علىٰ حبيبه محمد وآله واصحابه وبارك وسلم۔

(یکم رجب المرجب ۱۴۲۵ھ)

''انجمن احبابِ اہل سنت'' کا مختصر تعارف

سُنّی بریلوی مسلک کی دینی تبلیغی تنظیم ''انجمن احبابِ اہل سنت'' سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر کی بنیاد ۲۲ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ بمطابق ۹ نومبر ۱۹۸۲ء بروز منگل بوقت گیارہ بجے دن ''مکتبہ حیدریہ'' بازار سہنسہ میں تین اشخاص پر مشتمل ایک اجلاس میں رکھی گئی۔ انجمن کے قیام کی بنیادی غرض وغایت یہ تھی کہ قدیم سنی بزرگانِ دین کے عقائد حقہ کی تائید اور مخالفین اہل سنت کے نظریات باطلہ کی تردید میں کتابیں شائع کروا کر مسلمانوں میں فی سبیل اللہ تقسیم کی جائیں۔ کیونکہ آج کل اکثر تعلیم یافتہ طبقہ مخالفین کے گمراہ کن لٹریچر کے مطالعہ سے گمراہی اور بے راہروی کا شکار ہو چکا ہے۔ ''انجمن احبابِ اہل سنت'' نے مذکورہ بالا غرض وغایت کے پیش نظر اپنے تبلیغی پروگرام کو چلانے کے لئے اراکینِ انجمن سے ہر ماہ دو روپے چندہ جمع کرنے اور اس چندہ سے کتابیں شائع کروا کر فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کا طریق کار وضع کیا۔ پھر مہنگائی بڑھ جانے کی وجہ سے انجمن کا ماہوار چندہ دو روپے سے بڑھا کر پانچ روپے کر دیا گیا۔ انجمن نے اپنے ماہوار کتابی سلسلہ تبلیغ کا نام ''سبیلِ ہدایت'' تجویز کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے اسم بامسمّٰی بنائے آمین۔

الحمد للہ! ''انجمن احبابِ اہل سنت'' نے اپنے قیام کے ایک سال بعد سے ماہِ رواں (ستمبر ۲۰۰۳ء) تک کی مدت میں ۲۹۳ پیش کشیں کتابچوں کی صورت میں شائع کرا کر فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللھم زد فزد۔

انجمن احبابِ اہل سنت کی شائع کردہ پیش کشوں کے بارہ میں اہل سنت کے مشہور ومعروف درج ذیل ماہناموں ہفت روزوں اور ماہوار تبلیغی مجلّوں میں جاندار تبصرے اور اعلانات شائع ہوتے رہے ہیں۔ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ ماہنامہ فیض عالم بہاولپور، ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال، ماہوار مجلہ ضیائے مصطفےٰ راولپنڈی، ماہنامہ کنز الایمان لاہور، ماہنامہ ماہِ طیبہ سیالکوٹ، ماہنامہ سبیل الرشاد لاہور، ماہنامہ ضیائے اسلام حیدرآباد سندھ، ماہنامہ المعین چیچہ وطنی، ماہنامہ انیس اہل

سنت فیصل آباد، سہ ماہی الحدائق میانوالی اور ہفت روزہ کوٹلی ٹائمز کوٹلی آزاد کشمیر۔

الحمدللہ۔ انجمن احباب اہل سنت کی شائع کردہ پیش کشوں پر مندرجہ بالا رسائل و جرائد میں جو تبصرے اور اعلانات شائع ہوتے رہے ہیں ان کی وجہ سے آزاد کشمیر کے ساتوں اضلاع اور پاکستان کے چاروں صوبوں کے تقریباً ۶۶ اضلاع و علاقہ جات میں انجمن نے اپنی مطبوعات بھیجنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دینی سعی کو شرف مقبولیت بخشے۔ اور انجمن کے ہر فرد کو دارین کا اجر و ثواب عطا فرمائے آمین۔

''انجمن احبابِ اہل سنت'' ہر تین سال کے بعد ''سہ سالہ کارکردگی'' کے نام سے تین سالوں کی اپنی مکمل کارکردگی شائع کروا کر عوام کے ہاتھوں تک پہنچاتی ہے۔

الحمد للہ۔ انجمن نے اپنی تبلیغی زندگی کے اکیس سالوں میں سات سہ سالہ کارکردگیاں شائع کی ہیں۔ ہر سہ سالہ کارکردگی اپنی مدت کی جملہ معلومات پر مشتمل ہے۔

''انجمن احبابِ اہل سنت'' اپنے یوم تاسیس (۹ نومبر کے دن) سالانہ اجتماع کی صورت میں جلسہ کا بھی اہتمام کرتی رہی ہے۔ الحمدللہ۔ اس موقع پر انجمن کے کارکنان، عہدہ داران اراکین اور عامۃ المسلمین ذوق وشوق سے تشریف لاتے اور مہمان علماء کے بیانات سنتے چلے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انجمن کے جملہ متعلقین کو اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

انجمن احبابِ اہل سنت اپنے عہدہ داران کو تاحیات اپنے اپنے عہدہ پر فائز رکھتی ہے۔ ہاں جو عہدہ دار اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں کوتاہی کا خود شکار ہو جائے اُسے مجبوراً عہدہ سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ انجمن کے عہدہ داران اس وقت یہ ہیں۔

(۱) سرپرستِ اعلیٰ۔ پیر طریقت حضرت پیر محمد حبیب الرحمٰن نیروی مدظلہٗ۔ نیریاں شریف ضلع پونچھ۔

(۲) سرپرست۔ پیر طریقت حضرت پیر سلطان محمود شاہ صاحب سہرمنڈی تحصیل سہنسہ

(۳) صدر مجلس مشاورت۔ حضرت خلیفہ حکیم سائیں محمد عارف صاحب زاہدی قادری کوٹلی شہر۔

(۴) ناظمِ اعلیٰ و خازن۔ راقم الحروف ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری۔ سہنسہ۔ بانی انجمن ھذا۔

(۵) مرکزی نائب ناظم۔ حضرت مولانا خلیفہ عبدالمجید ہاشمی کٹھاڑ تحصیل سہنسہ۔

(۶) نائب ناظمین۔ (۱) مولانا غلام رسول عارف القادری ٹھارہ تحصیل ڈڈیال۔ (۲) راجہ محمد ازرم حمید سیالوی کلر سیّداں راولپنڈی۔ (۳) مولانا امتیاز حسین قریشی کوٹلی شہر۔

جنرل سیکرٹری۔ جناب صاحبزادہ ابرار حسین شاہ صاحب۔ چچلاڑ تحصیل سہنسہ۔

انجمن کے تیس عدد خصوصی کارکن بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو اس دینی خدمت کا صلہ دارین میں عطا فرمائے آمین۔

راقم الحروف کی خوش بختی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ''انجمن احباب اہل سنت'' نے راقم کے مرتبہ و مصنفہ ۲۹۳ رسائل شائع کروا کر فی سبیل اللہ تقسیم کیے ہیں۔ انجمن کی مالی آمدنی جات محدود ہونے کی وجہ سے صرف راقم ہی کا لکھا ہوا مختصر سا رسالہ ہر ماہ شائع کرایا جاتا ہے۔ اے کاش۔ اگر ہمارے سنی احباب احساس فرمائیں تو اس کام میں ترقی بھی ہوسکتی ہے۔ بہرحال جو کچھ ہو رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی کا خاص فضل و کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب رکھے۔ آمین۔

انجمن احبابِ اہل سنت کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ عظیم اعزاز بھی ملا ہے کہ اس کے شائع کردہ ۲۴ رسائل مقالات حیدری حصہ اول میں، ۲۶ رسائل مقالات حیدری حصہ دوم میں اور ۳۰ رسائل مقالات حیدری حصہ سوم میں یعنی کل کتاب میں ۸۰ مقالات شامل اشاعت کیے گئے ہیں۔ الحمدللہ! انجمن کے ممبران کو جہاں پیش کشوں کی صورت میں خدمت دین کا اجر ملا ہے وہاں مقالات کی صورت میں بھی صدقہ جاریہ کا ثواب ملا ہے۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم رزقنا اللہ العظیم اجراً عظیماً فی الدنیا والآخرۃ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

مسلکِ حق کا امیں ہے انجمن کا قافلہ — حامیءِ دینِ متیں ہے انجمن کا قافلہ
ِ سنت کے عقائد کی نگہباں یہ جماعت — خیر خواہ مؤمنیں ہے انجمن کا قافلہ
دفعہ ہے بانٹتا یہ دلربا تازہ کتاب — خادمِ دینِ متیں ہے انجمن کا قافلہ
الکِ راہِ امامِ انبیاء و مرسلیں — پیروئے اصحابِ دیں ہے انجمن کا قافلہ
سلکِ احمد رضا خان جس کا مسلک بے شبہ — وہ صداقت کا امیں ہے انجمن کا قافلہ
لیاء و انبیاء کی ہے نظر اِس پہ سدا — ہارنے والا نہیں ہے انجمن کا قافلہ
اتھ قاسم اِس کا دیتے ہیں مسلماں نیک خُو — اِس لئے روشن جبیں ہے انجمن کا قافلہ

رہبرِ راہِ حقیقت بے شبہ ہے انجمن — حامیءِ حق و صداقت بے شبہ ہے انجمن
اصلِ عرفان وحکمت بے شبہ ہے انجمن — حاملِ نورِ ہدایت بے شبہ ہے انجمن
یر خواہِ اہلِ حق ہے بے گماں یہ قافلہ — راہنمائے اہلِ سنت بے شبہ ہے انجمن
اعیءِ پیغامِ حق، فیضانِ مصباحِ ہدیٰ — مصدرِ انوارِ حکمت بے شبہ ہے انجمن
ہلِ دانش کی نظر میں کام اِس کا بے نظیر — خنکِ قلبِ اہلِ دعوت بے شبہ ہے انجمن
ے لذیذ و دلربا ہر ایک اِس کی پیش کش — خیر آور درحقیقت بے شبہ ہے انجمن
لکھتے رہتے ہیں تأثرات اپنے اہلِ ذوق — مرکزِ حب و عقیدت بے شبہ ہے انجمن
ہر قسم کی مدد فرماتے ہیں جس کی ماہ بماہ — ذوق سے اہلِ سعادت، بے شبہ ہے انجمن
ہے دعا قاسم رہے تا دیر اِس کا فیضِ نور — منبعِ انوارِ حکمت بے شبہ ہے انجمن

حق تعالیٰ کی عنایت انجمن کے ساتھ ہے — مصطفیٰ کی بھی حمایت انجمن کے ساتھ ہے
حق تعالیٰ نے عنایت کی یہ اس کو بخشش — سوادِ اعظم اہلِ سنت انجمن کے ساتھ ہے
اولیآء کے فیضِ تعلیماتِ حق کے صدقے — اولیآءِ حق کی نصرت انجمن کے ساتھ ہے
دہر میں پھیلا رہی ہے روشنی ایمان کی — نورِ فیضانِ ہدایت انجمن کے ساتھ ہے
صالحین بندوں کی سب ادعیہءِ مقبولہ سے — اصفیآء کی خیر و برکت انجمن کے ساتھ ہے

حق تعالیٰ دے گا اس کو ہر جگہ اجرِ عظیم جس دلِ مسلم میں رغبت انجمن کے ساتھ ہے
چندہ دیتے ہیں مسلماں ماہ بماہ خود ذوق سے اہلِ ثروت کی رفاقت انجمن کے ساتھ ہے
انجمن کا ساتھ دینا جانیے فرضِ عظیم دین کی نشر و اشاعت انجمن کے ساتھ ہے

ہو رہا ہے کام اللہ کے کرم سے ہر دم
بے ہنر قاسم کی خدمت انجمن کے ساتھ ہے

آخر میں ہم ہر صحیح العقیدہ سُنّی مسلمان کو ''انجمن احبابِ اہل سنت'' کے اس کارِ خیر میں سخنے درہمے قدمے شرکت اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس صدا بصحرا کو زوردار گونج بنا کر ہر مسلکِ اہل سنت کا درد رکھنے کے کانوں تک پہنچائے اور اُسے انجمن کی ہر طرح سے معاونت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ انجمن کے جملہ کارکنوں کو اپنے اپنے مقام میں انجمن کے فرائض سرانجام دیتے رہنے کی سعادت نصیب کرے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(دعا گو۔ فقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری غفر اللہ لہٗ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

پہلا مقالہ

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رَبّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ مُحمّدٍ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین اما بعد!

آفتابِ نبوت کی جلوہ گری

بارہ ربیع الاوّل کی مبارک صُبح صادق میں مطلعِ عالم پر آفتابِ رسالت طلوع ہوا تو تحت الثریٰ سے ثریا تک تمام فضائے کائنات بقعہءِ نور بن گئی اس آفتابِ منور نے اپنی ظلمت سوز ضیا پاشیوں سے وجودِ ظلمت کو مٹایا تو کائنات کے ذرہ ذرہ میں نورانی تابشیں نظر آنے لگیں۔

مبارک ہو امام المرسلیں تشریف لے آئے ۔ جنابِ رحمۃ للعالمیں تشریف لے آئے
وہ جن کے نور کو دیکھا تھا جبرائیل نے برسوں ۔ مبارک ہو وہی نُورِ مبیں تشریف لے آئے
گناہگارو نہ گھبراؤ، خطاکارو نہ شرماؤ ۔ اے بدکارو شفیع المذنبیں تشریف لے آئے
بڑھا ہے رتبہ مکّے کا مراتب ہائے عرشی سے ۔ بصد ہا ناز ختم المرسلیں تشریف لے آئے

اس آفتابِ رسالت کی جلوہ گری کی منظرکشی ایک شاعر نے اپنے اِن اشعار میں کی ہے۔

صبح میلادِ نبی ہے کیا سہانا نُور ہے ۔ آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے
فرش نوری، عرش نوری ذرہ ذرہ نور ہے ۔ نور کا دربار ہے ہر سمت چھایا نور ہے
نور گھر میں نور باہر پتا پتا نور ہے ۔ بلکہ یوں کہیے کہ سب دنیا کی دنیا نور ہے

اِن اشعار کے مضمون کو محض شاعرانہ تخیل قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوہ جلد دوم کی پہلی فصل میں اسی مضمون سے متعلق اپنے درج ذیل اشعار ارشاد فرماتے ہیں۔

شبِ ولادتِ محمد چہ شبے روشن بود ۔ کز در مکہ تا شام منور گردید
مکہ و شامِ چہ مشرق و مغرب نورش ۔ ہمہ گشت محیط و ہمہ جا گردید
ہمہ آفاق ز انوار منور گشتہ ۔ ہمہ اکناف ز اخلاق معطر گردید

ترجمہ:۔ حضرت محمد ﷺ کی پیدائش کی رات کتنی روشن تھی کہ مکہ سے شام تک کا علاقہ منور

ہو گیا۔ مکہ و شام کیا ان کے نور نے ہر جگہ کو گھیرے میں لے لیا تھا اور وہ ہر جگہ پہنچا۔ تمام کائنات آپ کے انوار سے منور ہو گئی اور آپ کے اخلاق سے کائنات کے تمام گوشے معطّر ہو گئے۔ سبحان اللہ العظیم۔

نرالی شان سے آئے زمانے میں مرے آقا اگرچہ اور بھی ہیں انبیآء آئے زمانے میں
(قاسم الحیدری)

قرآن عظیم کی شہادت

وقتِ ولادت اِس ہمہ گیر نور کی جلوہ گری کو قرآن مجید نے اس طرح بیان فرمایا۔
قد جآء کم من اللّٰہ نور و کتاب مبین. (ترجمہ) تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک (کامل مطلق) نور آیا اور ایک روشن کتاب آئی ہے۔ تفسیر جلالین میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔ نور ھوالنبی ﷺ کتاب مبین قرآن مبین یعنی یہاں نور سے مراد نبی ﷺ اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔ (جلالین ص ۹۷)

ایک دیوبندی شہادت

ایک دیوبندی مولوی صاحب نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد نبی ﷺ ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

وَقدجآء کم من اللہ نور کی تحقیق۔ اہلِ سُنت کہلانے والوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ لفظ نور کا اطلاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جائز ہے لیکن اختلاف اس میں ہے کہ مذکورہ آیت میں نور سے مراد نبی کریم کی ذات مطہرہ ہے یا قرآن ہے۔ تفسیروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ نُور سے مراد حضور علیہ السلام ہی ہیں اھ بلفظہٖ (براہین اہلسنت مؤلفہ مولوی دوست محمد قریشی ص ۳۱۵)

ایک اور دیو بندی شہادت

اس بارہ میں ایک اور دیو بندی حوالہ ہدیہء ناظرین کیا جاتا ہے۔ دیو بندیوں کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی نے اسی آیتِ کریمہ کے متعلق لکھا "شاید نور سے خود نبی کریم ﷺ اور کتاب مبین سے قرآن کریم مراد ہو" (حاشیۃ القرآن ص ۱۴۳

شیخ محقق کا عقیدہ

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی حضور ﷺ کے نُورِ ذات کو مبدأ کائنات قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ بداں کہ اوّل مخلوقات و واسطہء صدور کائنات و واسطہء خلق عالم نور محمد است ﷺ چنانکہ در حدیث صحیح وارد شد کہ اوّل ما خلق اللہ نوری وسائر مکنوناتِ علوی و سفلی از آن نور و از آن جوہر پاک پیدا شد از ارواح و اشباح و عرش و کرسی و لوح و قلم و بہشت و دوزخ و ملک و فلک و جن و انس و آسمان و زمین و بحار و جبال و اشجار و سائر مخلوقات۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ سب سے پہلی مخلوق اور کائنات کے صدور اور عالم کی پیدائش کا ذریعہ حضرت محمد ﷺ کا نور ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا اور تمام بالائی و زیریں مخلوقات کو اس نور سے اور اس پاک جوہر سے پیدا کیا۔ ارواح، اجسام، عرش، کرسی، لوح، قلم، بہشت، دوزخ، فرشتے، آسمان، جن، انسان، زمین، دریا، پہاڑ، درخت، اور ساری مخلوقات میں سے (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۲)

حاصل شدہ فوائد

الحمد اللہ محقق علی الاطلاق کی اس عبارت سے چند فوائد معلوم ہوئے۔

(۱) نورِ محمدی کا اول الخلق ہونا۔ (۲) اِسی نور کے واسطہ سے تمام کائنات کا معرضِ وجود

میں آنا۔ (۳) نورِ محمدی کا مخلوق ہونا۔ والحمد للّٰہ علی ذلک

نور مصطفیٰ کے بارہ میں ایک اور حدیث

حضرت سیّدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ مدینہ ﷺ سے سب سے پہلی مخلوق کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ یا جابر ان اللّٰہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہٖ ۔ اے جابر بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ (نشر الطیب مؤلفہ مولوی اشرف علی تھانوی ص ۷)

مولوی اشرف علی تھانوی اس حدیث کو مکمل نقل کرنے کے بعد اپنی طرف سے یہ فائدہ لکھتے ہیں۔ " (ف) اس حدیث سے نور محمدی کا اوّل الخلق ہونا باوّلیت حقیقیہ ثابت ہوا۔ کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اوّلیت کا حکم آیا ہے اِن اشیاء کا نورِ محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔ ؎ لاکھ مدعی پہ بھاری ہے گواہی تیری۔

ایک اور حدیثِ نُور

علامہ جلال الدین سیوطی جامع صغیر میں حدیث متبرک بتصحیح سند روایت فرماتے ہیں کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ " رات امی حین وضعتنی سطح منہا نورا اضاءت لہ قصور بصری " جس وقت میری والدہ نے مجھے جنم دیا تو انہوں نے دیکھا کہ ایک نور اُن سے بلند ہوا جس نے بُصریٰ کے محلات روشن کر دیئے رواہ ابن سعد عن ابی العجفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جامع صغیر ص ۲۰ جلد ۲)

دوسری حدیث شریف

دوسری روایت میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ رأت امی کانہ خرج منہا نوراضاءت قصور الشام . میری والدہ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان کے بطن شریف سے ایک نور

ظاہر ہوا جس نے شام کے محلات تابندہ و درخشاں کر دیئے۔

(رواہ ابن سعد۔ جامع صغیر جلد۲ ص۲۰)

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ نبی پاک ﷺ لباسِ بشریت میں جلوہ گر ہونے کے باوجود سراپا نور تھے۔ بلکہ آپکی بشریت مطہرہ بھی سراپا نور بن گئی تھی گویا آپ کو نور علی نور کے تاجِ عظمت سے تاجور فرمایا گیا۔ والحمد للّٰہ ربّ العالمین

وحرّرہ ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللّٰہ تعالیٰ لہٗ المتوطن بقریۃ بھیائی من مضافات سھنسہ آزاد کشمیر ۲۵ صفر المظفر ۱۳۹۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دوسرا مقالہ

مسئلہ نور پر چند شبہات کا ازالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد

آج کل کتاب " علماء حق پر اعتراضات کا علمی تجزیہ " مؤلفہ قاضی عبدالرزاق خطیب مسجد تعلیم القرآن لائن پارک چکوال ہمارے پیشِ نظر ہے۔ یہ کتاب گزشتہ سال ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی اور ظہور احمد علوی ا۔ادیہ مسجد ۴/ ۶ ایف اسلام آباد کے پتہ سے ملتی ہے۔ چونکہ اس کتاب میں مسئلہ نور کے متعلق بریلوی مسلک کے بارہ میں غلط بیانی کی گئی ہے۔ اس لئے ہم نے یہ مختصر رسالہ " مسئلہ نور پر چند شبہات کا ازالہ " لکھ کر بریلوی مسلک کے صحیح موقف کی وضاحت کی ہے اللہ تعالیٰ اِسے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین

مؤلف کتاب ہذا نے اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۳ پر " دیوبندیوں کا اعلان " کے عنوان سے اہلِ دیوبند کا مسئلہ نور و بشر کے متعلق عقیدہ ان الفاظ میں لکھا ہے۔ " ہمارے نزدیک فخر موجودات حضرت رسالت مآب ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں۔ خلقت کے اعتبار سے آپ بشر، سید البشر خیر البشر، فخر بنی آدم اور محسنِ انسانیت ہیں۔ اور صفت کے اعتبار سے نور ہی نہیں بلکہ مصدر نور، منبع نور، سراج منیر اور نور علی نور ہیں ﷺ باقی رہا کہ ہم جیسے بشر ہیں۔ گو کان ناک، ہاتھ، پاؤں وغیرہ ہماری طرح تھے لیکن صفات ظاہری و باطنی میں سب انسانیت میں فائق ہیں۔"

اور ص ۳۴ پر اس اعلان پر یہ اضافہ کیا۔" جو یہ کہتا ہے آپ نور نہیں ہیں وہ بھی بکواس کرتا ہے اور جو یہ کہتا ہے آپ بشر ہیں نور نہیں ہیں وہ بھی جھوٹ بولتا ہے۔ فخرِ دو عالم ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں "

پھر ص ۳۸ پر اس اعلان پر مزید یہ اضافہ کیا۔" نور و بشر کا جھگڑا نصف صدی سے فرنگی کی ایماء پر جاہل مولویوں نے کھڑا کیا ہے ورنہ دونوں (دیوبندی بریلوی) طرف کے تمام جید علماء کا آپ کی بشریت پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ خلقت کے اعتبار سے بشر، خیر البشر، فخر البشر، ابوالبشر (۱) اور صفت کے اعتبار سے نور، منبع نور، سراج منیر،

(۱) مؤلف کا نبی اکرم ﷺ کو ابوالبشر ماننا اس کی جہالت کا بیّن ثبوت ہے۔

مصدرِ نور، نورٌ علیٰ نور ہیں ۔" مؤلف چونکہ دیوبندی عقیدہ والا ہے اس لئے اُس نے دیو بندیوں کا جو عقیدہ ان عبارات میں پیش کیا ہے وہ دیوبندیوں کے نزدیک درست ہوگا ۔ مگر اسے بریلوی عقیدہ سمجھنے میں غلطی لگی ہے ۔ کیونکہ ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ حضور ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں ۔ لیکن ہمارے نزدیک آپ خلقت کے اعتبار سے نُور اور ولادت کے اعتبار سے بشر ہیں ۔ مؤلف کا یہ دعویٰ کہ حضور کے صفت کے اعتبار سے نور اور خلقت کے اعتبار سے بشر ہونے پر دونوں طرف کے جید علماء کا اتفاق ہے سراسر باطل اور بے بنیاد دعویٰ ہے ۔ چونکہ دیوبندی اُن حدیثوں کے منکر ہیں جن سے حضور ﷺ کا خلقت کے اعتبار سے نور ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ اس لئے وہ آپ کو خلقت کے اعتبار سے بشر مانتے ہیں ۔ لیکن بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہلِ بریلی کا ان حدیثوں پر ایمان ہے اس لئے ہم آپ کو خلقت کے اعتبار سے نور مانتے ہیں ۔ اور یہی عقیدہ زمانہء رسالت مآب ﷺ سے دیوبندی جماعت کے ظہور تک اہلسنّت حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ کثرھم اللّٰہ تعالیٰ کا چلا آرہا ہے ۔ ہم عوام المسلمین کے افادہ کے لئے دس احادیثِ مبارکہ تبرکاً پیش کرتے ہیں ۔ جن سے حضور ﷺ کا آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے خلقت کے اعتبار سے نُور ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ وباللہ التوفیق ۔

حدیث نمبر ۱

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔

کنت اوّل الانبیآء فی الخلق و آخر ھم فی البعث ۔ میں خلقت میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں اور بعثت میں اُن سب سے آخر ہوں ۔ اِس حدیث کو امام قاضی عیاض نے شفا شریف کی جلد اوّل صفحہ نمبر ۲۸ پر ذکر کیا ہے ۔

حدیث نمبر ۲

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِنّ النبی ﷺ کانت روحہ نوراً بین یدی اللّٰہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم بالفی عام یسبح ذلک النور و تسبح الملا ئکة

بتسبیحہ فلمّا خلق اللہ آدم القی ذلک النور فی صلبہ. بلا شبہ نبی ﷺ کی روح آدم کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کے روبرو نور تھی ۔ یہ نُور تسبیح پڑھتا تھا تو اس کی تسبیح کی وجہ سے ملائکہ تسبیح پڑھتے تھے ۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو اُن کی پُشت میں یہ نور ڈالا ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔فاھبطنی اللّٰہ الی الارض فی صلب آدم ۔ پھر اللہ نے مجھے آدم کی پشت میں زمین پر اُتارا ۔ اس حدیث کو امام قاضی عیاض نے شفا شریف کی جلد اوّل کے صفحہ نمبر ۴۸ پر ذکر کیا ۔ اور اس کی صحت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا و یشھد بصحۃ ھٰذا الخبر شعر العباس المشھور فی مدح النبی ﷺ اور اس حدیث کی صحت کی گواہی حضرت عباس کے وہ مشہور شعر دیتے ہیں جو انہوں نے نبی ﷺ کی تعریف میں کہے تھے ۔

حدیث نمبر ۳

حضرت ابو سلمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا ۔ یارسول اللہ متیٰ و جبت لک النبّوۃ ۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی ۔ فرمایا ۔ وآدم بین الروح والجسد . اس وقت جب آدم رُوح اور جسم کے درمیان تھے ۔ اس کو امام قاضی عیاض نے شفا شریف کی جلد اوّل کے صفحہ نمبر ۹۹ پر ذکر کیا ۔ نیز جامع ترمذی کی جلد دوم کے ص ۲۲۴ پر بھی یہ حدیث موجود ہے ۔

دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی اس حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں ۔'' اس کو ترمذی نے روایت کیا ، اور اس حدیث کو حسن کہا ہے ۔ اور ایسے ہی الفاظ میسرہ ضبّی کی روایت میں بھی آئے ہیں ۔ امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اس کو روایت کیا ہے ۔ اور حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے ۔ '' (نشر الطیب ص ۸)

حدیث نمبر ۴

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں ۔ در حدیث صحیح وارد شدکہ اوّل ما خلق اللہ

نُوری ۔صحیح حدیث میں وارد ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ نے سب سے پہلے میرا نُور پیدا کیا۔ (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم پہلی فصل)

حدیث نمبر ۵

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت میسرہ اور حضرت ابن ابی الجدعاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کنت نبیاً و آدم بین الماء والجسد ۔ میں اس وقت نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے ۔امام جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو جامع صغیر میں صحیح قرار دیا ہے۔ (جامع صغیر۔جلد دوم ص ۹۷)

حدیث نمبر ۶

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔" انی عند اللہ مکتوب خاتم النبین و ان آدم لمنجدل فی طینتہ الی آخر الحدیث بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبین ہو چکا تھا۔اور آدم ہنوز اپنے خمیر میں پڑے تھے۔یعنی اُن کا پتلا بھی تیار نہیں ہوا تھا۔"
(مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین ص ۲۰۸ جلد ۲)

دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی اس حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں۔" روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی نے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا اور مشکوٰۃ میں شرح السنہ سے بھی یہ حدیث مذکور ہے۔" (نشر الطیب ص ۷)

حدیث نمبر ۷

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔" احکام ابن القطان میں من جملہ اُن روایات کے جو ابن مرزوق نے ذکر کی ہیں حضرت علی بن الحسین یعنی امام زین العابدین سے روایت ہے۔ وہ اپنے باپ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ ان کے جدِ امجد یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام

کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔"
ف۔ "اس عدد میں کم کی نفی ہے زیادتی کی نہیں۔ پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑے شبہ نہ کیا جاوے۔ رہ گئی تخصیص اس کے ذکر کی سو ممکن ہے کہ کوئی خصوصیت مقامیہ اس کو مقتضی ہو۔" (نشر الطیب ص ۹)

حدیث نمبر ۸

محدث عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضور پُرنور ﷺ نے اُن سے فرمایا یا جابر اِنّ اللّٰہ تعالیٰ خلق قبل الاشیآء نور نبیک من نورہٖ۔ اے جابر بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام عالم سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ ذکرہ الامام القسطلانی فی المواہب وغیرہ من العلماء الکرام (صلوٰۃ الصفا فی نور المصطفیٰ مؤلفہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۵)

اس حدیث کو جلیل القدر محدثین نے اپنی کتب جلیلہ میں نقل فرمایا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔" اس حدیث کو امام مالک کے شاگرد اور امام احمد کے استاد اور امام بخاری اور امام مسلم کے استاد الاستاذ حافظ الحدیث احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی مصنف میں اور امام بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں بنحوہٖ روایت کیا۔ اجلہ ائمہ دین مثل امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور امام ابن حجر مکی افضل القریٰ میں اور علامہ دیاربکری خمیس میں اور شیخ محقق دہلوی مدارج النبوۃ وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل و اعتماد فرماتے ہیں۔ بالجملہ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائی ہوئی ہے تو بلا شبہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے۔ لاجرم عارف باللہ سیّدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہٗ القدسی حدیقۂ ندیہ میں فرماتے ہیں۔ قد خلق کل شئی من نورہ ﷺ (ہر شئے نور محمدی سے پیدا ہوئی ہے) کما وردبہ الحدیث الصحیح (صلاۃ الصفا ص ۳)

اور اسی حدیث کو مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے نشر الطیب کی پہلی فصل

" نورمحمدی کے بیان میں " سب سے پہلے درج کرنے کے بعد لکھا

ف۲۔ "اس حدیث سے نورمحمدی کا اوّل الخلق ہونا باوّلیہ حقیقیہ ثابت ہوا۔ کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے۔ اُن اشیاء کا نورمحمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے " (نشرالطیب ص ۷)

حدیث نمبر ۹

علامہ فاسی مطالع المسرات میں لکھتے ہیں۔ " امام اشعری نے فرمایا ہے کہ بلا شبہ اللہ نُور ہے انوار کی طرح نہیں اور روح نبویہ قدسیہ اس کے نور سے ایک لمعہ ہے اور ملائکہ اُن انوار کے چنگارے ہیں۔ قال ﷺ اوّل ماخلق اللہ نوری و من نوری خلق کل شئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے سب سے پہلے میرا نُور پیدا کیا اور ہر چیز میرے نور سے پیدا کی۔" (صلاۃ الصفاص ۴)

حدیث نمبر ۱۰

شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ آدم اُس وقت روح اور جسد کے درمیان میں تھے کہ مجھ سے میثاق (نبوۃ کا) لیا گیا (کما قال تعالیٰ و اذ اخذ نا من النبیّن میثاقھم و منک و من نوح الایۃ) "روایت کیا اس کو ابن سعد نے جابر جعفی کی روایت سے ابن رجب کے ذکر کے موافق۔" (نشرالطیب مؤلفہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی ص ۸)

وتلک عشرۃ کاملۃ.

الحمد للہ۔ ہم اہل سنت بریلوی کا ان احادیث مبارکہ پر ایمان ہے اس لئے ہمارے عقیدہ میں آنحضرت ﷺ خلقت کے اعتبار سے نور ہیں۔ پھر جب آدم علیہ السلام کا جسم بنایا گیا تو آپ کا یہ نور اُن کی پشت میں ڈالا گیا۔ حضرت آدم ابوالبشر ہیں۔ اُن سے پہلے کوئی بشر نہ تھا اس لئے جب نور محمدی کا تعلق حضرت آدم سے ہوا تو آپ کو وصفِ بشریت ملا

اور بصورت بشر اپنے والدین کے گھر جلوہ افروز ہوئے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بریلوی علماء کی چند عبارتیں بھی نقل کر دی جائیں۔ تاکہ بریلوی عقیدہ کی مزید وضاحت ہو جائے۔ وباللہ التوفیق۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں۔ بداں کہ اوّل مخلوقات و واسطہ صدور کائنات و واسطہ خلق عالم و آدم نورِ محمد ست ﷺ چنانچہ در حدیث صحیح وارد شد کہ اوّل ماخلق اللہ نوری و سائر مکنونات علوی و سفلی از آن نور و از آن جوہر پاک پیدا شد از ارواح و اشباح و عرش و کرسی و لوح و قلم و بہشت و دوزخ و ملک و فلک و انس و جن و آسمان و زمین و بحار و جبال و سائر مخلوقات (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم باب اوّل)

تُو جان کہ مخلوقات میں سب سے پہلی مخلوق اور کائنات کے بننے کا واسطہ اور جہان اور آدم علیہ السلام کی پیدائش کا سبب نور محمد ہے ﷺ جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا کہ اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا اور تمام علوی اور سفلی مخلوقات اس نور سے اور اس پاک جوہر سے پیدا ہوئیں۔ روح، جسم، عرش، کرسی، لوح، قلم، بہشت، دوزخ، فرشتے، فلک، انسان، جن، آسمان، زمین، سمندر، پہاڑ، درخت اور تمام مخلوقات اسی سے پیدا ہوئیں۔

اور امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرّہٗ لکھتے ہے۔ "حضور پُر نور سیّد عالم ﷺ بلا شبہ اللہ عزوجل کے نورِ ذاتی سے پیدا ہوئے ہیں۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا۔ اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ رواہ عبدالرزاق و نحوہ عندالبیہقی"

(صلاۃ الصفا ص ۱۱)۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔ "حدیث من نورہ فرمایا۔ جس کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے کہ اسم ذات ہے من نور محلمہ یا من نور رحمتہ وغیرہ نہ فرمایا کہ نورِ صفات سے تخلیق ہو۔ علامہ زرقانی اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔ من نورہ ای من نور هو ذاته یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اُس نور سے پیدا کیا جو عین ذاتِ الٰہی ہے۔ یعنی اپنی ذات سے بلا

واسطہ پیدا فرمایا۔" (صلاۃ الصفا ص ۱۱)

پھر آگے لکھتے ہیں ۔" عین ذاتِ الٰہی سے پیدا ہونے کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ ذاتِ الٰہی ذاتِ رسالت کے لئے مادہ ہے جیسے انسان مٹی سے پیدا ہوتا ہے ۔ یا عیاذاً باللہ ذاتِ الٰہی کا کوئی حصہ یا کل ذات نبی ہو گیا ۔ اللہ عزوجل حصے اور ٹکڑے اور کسی کے ساتھ متحد ہو جانے یا کسی شئے میں حلول فرمانے سے پاک ومنزہ ہے ۔ حضور سیّد عالم ﷺ خواہ کسی شئے کو جزء ذاتِ الٰہی خواہ کسی مخلوق کو عین ونفس ذاتِ الٰہی ماننا کفر ہے ۔" (صلاۃ الصفاص ۲۲)

پھر لکھتے ہیں ۔" اس تخلیق کے اصل معنی تو اللہ و رسول جانیں ۔ عالم میں ذاتِ رسول کو کوئی نہیں پہچانتا ۔ حدیث میں ہے ۔ یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقۃً غیر ربّی ۔ اے ابو بکر مجھے جیسا میں حقیقت میں ہوں ۔ میرے ربّ کے سوا کسی نے نہ جانا ۔ ذاتِ الٰہی سے پیدا ہونے کی حقیقت کے مفہوم ہو مگر اس میں فہم ظاہر بین کا جتنا حصہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت حق عزوعلا نے تمام جہاں کو حضور پُر نور محبوبِ اکرم ﷺ کے واسطے پیدا فرمایا ۔ حضور ﷺ نہ ہوتے کچھ نہ ہوتا ۔ **لولاک ماخلقت الدنیا** ۔ آدم علیہ السلام سے ارشاد ہوا ۔ **لولا محمد ما خلقتک ولا ارضاً وسماءً** ۔ تو سارا جہاں ذاتِ الٰہی سے بواسطہ حضور صاحب لولاک ﷺ پیدا ہوا ۔ یعنی حضور کے واسطے حضور کے صدقے بخلاف ہمارے حضور عین النور ﷺ کے کہ وہ کسی کے طفیل میں نہیں آپ ربّ کے سوا کسی کے واسطے نہیں تو وہ ذاتِ الٰہی سے بلا واسطہ پیدا ہیں ۔" (صلاۃ الصفاص ۱۳)

اور جید بریلوی عالمِ دین مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ۔" حضور اللہ کا نُور اس طرح ہیں کہ آپ ذاتِ باری سے پہلے فیض پانے والے ہیں اور آپ کے ذریعے سے دوسرے لوگ فیض لینے والے ہیں ۔" (نور العرفان ص ۱۷۴)

اور اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ۔
" اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جس ذاتِ اقدس کو ہستی عنایت کی وہ عربی تاجدار کا نُور پاک تھا ۔ اس نور پاک کو نبوت و رسالت کا منصب جلیل مرحمت کیا ۔ اور ابھی تک آدم علیہ السلام

کی روح جسم سے متعلق بھی نہیں ہوئی۔ ابوالبشر کا پُتلا بھی نہیں بنا"۔ (فتاویٰ صدر الافاضل ص ۱۹۴)

اور اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔" اللہ عزوجل نے حضور کو اپنی ذات کا مظہر بنایا اور حضور کے نُور سے تمام عالم کو منور فرمایا۔ بایں معنی ہر جگہ حضور تشریف فرما ہیں۔ **کالشمس فی وسط السمآء و نورھا یغشی البلاد مشارقاً ومغارباً**۔ مگر کور باطنی کا کیا علاج۔ ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہء آفتاب را چہ گناہ"
(بہارِ شریعت حصہ اول ص ۲۲)

اور مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ ہی کی رُوحِ انور کو پیدا کیا۔ وہی رُوحِ اطہر عالم ارواح میں دوسرے انبیآئے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحوں کی تربیت فرماتی تھی۔ اسی روحانی تربیت کے لحاظ سے تمام انبیآءِ کرام حضور اکرم ﷺ کے خلیفے ہیں"۔ (عقائد اہلِ سنت ص ۲۷)

اور حضرت مولانا محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔" بلاشبہ حضور نبی اکرم ﷺ اللہ کے نور سے ہیں۔ بلا کیف وتقسیم حضور نبی اکرم ﷺ نے خود حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے فرمایا۔ **یا جابر ان اللّٰہ تعالیٰ خلق نور نبیّک من نورہٖ**۔ یعنی اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اور سوال میں کھلم کھلا مخالفت کی گئی۔ سوال میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا نہیں فرمایا۔ بلکہ غیر کے نور سے پیدا فرمایا تو سائل ذرا یہ تو بتائے کہ وہ غیر کون ہے جس کے نور سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔ سوال کرنے والا بے چارہ اس حدیث کو سمجھا ہی نہیں ہے اور خود ایسی بات کر دی ہے جو بے سند ہے۔ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور ذاتی بایں وجہ ہے کہ بغیر وسیلہ کے منسوب ہوئے واجب اور چیزوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ کے وسیلہ سے ہے۔ خلاصہ اس امر کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو بلا تقسیم وکیف اپنے نور سے پیدا فرمایا اور باقی مخلوق کو اپنے نبی کے نور سے پیدا فرمایا جیسا کہ کتب روایت میں اس کی تصریحات ہیں"۔

(انوار شریعت ص ۱۵۵ جلد دوم)

الحمد للہ ۔ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے اہلِ سنت بریلوی کا عقیدہ حقہ' خوب واضح ہوگیا ۔ کہ حضور ﷺ خلقت کے اعتبار سے سب سے پہلا نور ہیں ۔ اور آپ کا نور اللہ کے نور سے ہے ۔ بایں وجہ آپ نور' من نور اللہ ہیں ۔

اب ہم مؤلفِ کتاب '' علمائے حق پر اعتراضات کا علمی تجزیہ '' سے یہ پوچھتے ہیں کہ وہ کون سے جید علمائے کرام ہیں ، جنہوں نے عقیدہ ءنورِ مُصطفیٰ ﷺ میں تمہارے عقیدہ ء دیوبندیہ کی موافقت کی ہے ۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ تم کسی جید بریلوی عالمِ دین کا نام پیش نہیں کرسکو گے اور نہ ہی کسی جید بریلوی عالم دین کی کسی کتاب میں یہ لکھا ہوا دکھا سکو گے کہ حضور ﷺ خلقت کے اعتبار سے بشر اور صفت کے اعتبار سے نور ہیں ۔

ھاتو ابرھانکم ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فا تقوا النار التی و قودھا الناس والحجارۃ اعدّت للکافرین .

(۲) مؤلف کتابِ ھذا کے صفحہ نمبر ۱۴ پر لکھتا ہے ۔

'' اس مقام پر ہم قارئین کو بتاتے ہیں کہ قرآن وحدیث کی رد سے بشر نور سے افضل ہے ۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ کو بشر سے نکال کر نوروں کی صف میں کھڑا کرنا آپ ﷺ کی بہت بڑی توہین ہے '' ۔

اور صفحہ نمبر ۱۸ پر لکھتا ہے ۔ '' بشر نور سے افضل ہے اسی لئے حضور کو صرف نور کہنا اور نوعِ بشریت سے نکال دینا آنحضرت ﷺ کی توہین ہے کیونکہ بشر افضل اور نور مفضول ہے ۔ بشر مسجود اور نور ساجد ۔ بشر مخدوم اور نور خادم ہے'' ۔

اور صفحہ نمبر ۲۹ پر لکھتا ہے ۔'' یہاں یہ بات عرض کرتے چلیں کہ مشرکین مکہ اور آج کے بریلوی مسلمان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بشر نبی نہیں ہوسکتا ۔ نبوت و رسالت صرف نور کا حق ہے ۔ لیکن دونوں میں لطیف فرق ہے ۔ کفار سابقین و مشرکین مکہ انبیآء کو بشر تو مانتے تھے لیکن نبی نہیں مانتے تھے ۔ لیکن بریلوی حضرات انبیاء کو نبی تو مانتے ہیں لیکن بشر نہیں مانتے ، کیونکہ دونوں کے نزدیک نبوت و بشریت ایک دوسرے کے منافی ہیں'' ۔

استغفر اللہ العظیم ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

مؤلف نے بریلوی حضرات کے بارہ میں یہ کتنا جھوٹ بولا ہے کہ" بریلوی حضرات انبیآء کو نبی تو مانتے ہیں لیکن بشر نہیں مانتے" حالانکہ اِس کتاب کے مؤلف نے کتاب ہٰذا کے صفحہ نمبر ۳۴ سے صفحہ نمبر ۳۷ تک علمائے بریلی کی جو عبارات خود نقل کی ہیں اُن سب میں یہ لکھا ہے کہ" نبی اُس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو" مقام غور ہے کہ جب بریلوی حضرات انبیآء کو نبی مانتے ہیں اور نبی کے لئے بشریت کو لازم سمجھتے ہیں تو پھر مؤلف کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ بریلوی لوگ نبیوں کو بشر نہیں مانتے؟ سچ کہا گیا ہے۔ ؎ خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے۔

چونکہ مؤلف نے اہلِ سنت بریلوی کا عقیدہ سمجھا ہی نہیں ہے اس لئے وہ اس بہتان طرازی کا مرتکب ہُوا ہے۔ ہمارے نزدیک حضور علیہ السلام نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ نور و بشریت میں کوئی تضاد نہیں کہ نور ماننے سے بشریت کا انکار لازم آئے۔ جب خود مؤلف نے "دیوبندیوں کا اعلان" میں خود اپنا عقیدہ بھی یہ لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں۔ تو پھر نور و بشر میں تضاد سمجھنا اس کی سمجھ کی غلطی نہیں تو اور کیا ہے؟

مطلقاً بشر کو نور سے افضل ماننا بھی مؤلف کی کم علمی کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔ کاش یہ شخص اپنے گھر کے مولویوں کی کتابیں پڑھ لیتا تو اتنی سنگین غلطیاں نہ کرتا۔ ہم مؤلف کو اُس کے گھر کے مولوی صاحب کی عبارت دکھاتے ہیں جس سے شاید اُسے اپنی منہ زوری کا احساس ہو جائے۔ دیوبندی مولوی دوست محمد قریشی اپنی کتاب براہین اہلِ سنت کے صفحہ نمبر ۲۹۶ پر لکھتا ہے۔" اس کی تفصیل یہ ہے کہ عوام بشر عوام ملائکہ سے افضل ہیں۔ اور خواص بشر عوام و خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور خواص ملائکہ عوام بشر سے افضل ہیں" اس سے یہ معلوم ہُوا کہ مؤلف کا مطلقاً بشر کو نور سے افضل ماننا گمراہی ہے۔ شاید مؤلف کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ بشر کو جو فضیلت ملی اس کا سبب کیا ہے؟ اس لئے ہم بتاتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جو شرف ملا اور آپ اشرف المخلوقات اور مسجود ملائکہ بنے اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کی پشت میں نور مصطفیٰ علیہ السلام تھا۔ اگر اس نور سے آپ کو رشتہ نہ ملتا تو آپ کو یہ شرف حاصل نہ ہوتا۔ افسوس جس نور کی برکت سے بشر کو شرافت ملی آج اُس نور کا انکار ہو رہا ہے۔

والله لا یهدی القوم الظالمین۔

(۳) اور مؤلف کتاب ہذا کے صفحہ نمبر ۲۳ پر لکھتا ہے۔

"ایک اور فریب یہ دیا جاتا ہے کہ آپ ہیں تو نور لیکن بشریت کے لبادہ میں تشریف لائے ہیں۔ یاد رکھیں کہ دوسری چیز کا بھیس اور لبادہ بدلنے سے اوصاف نہیں بدل جاتے۔ نور کھانے پینے، شادی، اولاد اور دوسرے لوازمات انسانی سے مبرا ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن میں حضرت جبرائیل کے متعلق آتا ہے کہ وہ انسانی شکل میں حضرت ابراہیم کے پاس تشریف لائے۔ حضرت ابراہیم نے انہیں اپنا مہمان سمجھ کر گوشت تیار کرایا۔ برتنوں میں ڈال کر جبرائیل کے سامنے رکھ دیا۔ جبرائیل نورانی مخلوق لبادہ بشریت میں آئی تھی کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیم خوفزدہ ہو گئے۔ الیٰ ان قال ہم نورانی مخلوق ہیں جو کھانا نہیں کھاتے۔ اس قرآنی واقعہ سے ثابت ہوا کہ نور جب انسانی شکل میں زمین پر آتا ہے تو وہ کھانا نہیں کھاتا۔ کیونکہ یہ لوازم انسانیت ہے۔ اس سے وہ مبّرا ہیں۔ اب خود فرمائیں کہ تمام انبیآء کرام بمع آنحضرت ﷺ کھاتے پیتے رہے ہیں یا نہیں۔

مؤلف کا یہ کہنا کہ "دوسری چیز کا بھیس اور لبادہ بدلنے سے اوصاف نہیں بدل جاتے" درست نہیں ہے بلکہ قرآن سے ثابت ہے کہ جب ایک شئے بدل کر دوسری شئے بن جاتی ہے تو اس کے پہلے اوصاف دوسری شئے کے اوصاف میں بدل جاتے ہیں چنانچہ مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں "معلوم ہوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سانپ کی شکل اختیار کرتی تھی تو وہ بھی کھا پی لیتی تھی یعنی (جادوگروں کی لاٹھیوں رسیوں کو نگل جاتی تھی) یہ اس شکل کے احکام تھے۔ حضور ﷺ خدا کا نور ہیں اور آپ کا کھانا پینا سونا جاگنا اس بشریت کے ظاہری احکام ہیں۔" (نور العرفان ص ۵۸۸)

اور مؤلف کا کہنا کہ "نور جب انسانی شکل میں زمین پر آتا ہے تو کھانا نہیں کھاتا" یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے ورنہ قرآن ہی سے ثابت ہے کہ ہاروت و ماروت دو نورانی فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے انسانی صورت میں زمین پر اتارا تو وہ کھاتے پیتے جماع کرتے اور قتل کرتے تھے۔ چنانچہ مؤلف کے گھر کے مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔" دوسرے

جادو پھیلا ہاروت و ماروت کی طرف سے دو فرشتے تھے شہر بابل میں بصورت آدمی رہتے تھے۔ ان کو علم سحر معلوم تھا جو کوئی طالب آتا۔ اول اس کو روک دیتے کہ اس میں ایمان جاتا رہے گا''۔ (حاشیہ القرآن ص ۲۶)

اور مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں کہ وذهب كثير من السلف الى انهما كانا ملكين من السماء الى أن قال فاهبطا الى الارض و مثلت لهما الزهرة امرأة من احسن البشر فجآء تهما فسألا ها نفسها فقالت لا والله حتى تكلّما هذه الكلمة من الا شراك فقالا والله لا نشرك بالله شيئاً ابداً فذهبت عنهما ثمّ رجعت بصبى تحمله فسئالاها نفسها فقالت لا والله حتّى تقتلا هذا الصبى فقالت والله لا نقتلهُ ابداً فذهبت ثم رجعت بقدح خمر تحمله فسئالاها نفسها فقالت لا والله حتّى تشربا هذا الخمر فشربافسكرا فوقعاعليهاو قتلاالصبى فلماافاقا قالت المرأة والله ماتركتماشيئًا ابيتاه عليّ الاّقد فعلتماه حين سكرتما فخيّرا بين عذاب الدنيا و عذاب الآخرة فاختارا عذاب الدنيا رواه. الامام احمد بن حنبل عن عبدالله بن عمر رضى الله عنهما.

(تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۷ جلد ۱، ص ۱۳۸ جلد ۱)

اور اکثر سلف صالحین کی رائے یہ ہے کہ ہاروت اور ماروت آسمان کے فرشتے تھے پھر وہ زمین پر اتارے گئے تو زہرا کو ان کے لئے ایک خوبصورت عورت کی صورت میں بنایا گیا۔ جب وہ آئی تو انہوں نے اس سے نفسانی حاجت پوری کرنے کو کہا۔ اُس نے پہلے شرکیہ کلمہ بولنے کو کہا۔ اُنہوں نے انکار کر دیا۔ پھر ایک بچہ لے آئی اور اس کے قتل کے لئے کہا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر وہ شراب کا ایک پیالہ لائی تو انہوں نے اسے ہلکا گناہ سمجھ کر پی لیا جب وہ نشہ میں گئے تو انہوں نے اس سے زنا کیا پھر بچے کو قتل کیا اور شرکیہ کلمہ بھی بول دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس جرم پر انہیں اختیار دیا کہ چاہیں تو وہ دنیا کا عذاب اختیار کریں اور چاہیں تو آخرت کا عذاب قبول کر لیں۔ انہوں نے دنیا کا عذاب قبول کیا۔

اب مؤلف صاحب سے ہمارا مطالبہ ہے کہ اگر کھانا پینا نور کے منافی ہے تو ان دو فرشتوں نے شراب کا پیالہ کیسے پی لیا تھا؟ اس سے معلوم ہوا کہ کھانا پینا، جماع وغیرہ

لوازماتِ بشریہ نُور ہونے کے منافی نہیں ہیں۔ لہٰذا نبی علیہ السلام کے نُور کا اس وجہ سے انکار کرنا کہ آپ لوازماتِ بشریہ پورے فرمایا کرتے تھے درست نہیں۔ رہا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ تو اس میں احتمال یہ ہے کہ اُن فرشتوں کو اس وقت کھانے کی حاجت نہ تھی یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ تھی۔ اس لئے اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۴۔ اور مؤلف کتاب ہٰذا کے صفحہ نمبر ۲۱ پر لکھتا ہے۔

"بعض علمائے سوا اور فریب کار مولوی سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ انبیآء کو بشر تو کافروں نے کہا ہے۔ مسلمانوں کا یہ کام نہیں کہ وہ نبی کو بشر کہیں۔ نبی کو بشر کہنا کافروں کا پرانا دستور ہے۔" پھر آگے صفحہ نمبر ۲۳ پر لکھتا ہے۔" یہ کہاں کا انصاف ہے کہ دشمن اور کافر اگر صحیح بات بھی کریں تو اُس کا انکار کر دیا جائے۔ کیونکہ کافر کہہ رہا ہے۔ اگر کافر خدا کو مانتے ہیں تو ہم انکار کر دیں کیونکہ کافر کہہ رہے ہیں۔ خود انبیآء نے ان کی ٹھیک بات کی تصدیق کی کہ ہم بھی تمہاری طرح انسان اور بشر ہیں۔ لیکن خدا نے اپنی خاص مہربانی سے ہمیں نبوت کے لئے چن لیا ہے۔ اس لئے ہم تم سے افضل ہیں تم کو ہماری اطاعت کرنی چاہیئے"۔ پھر آگے صفحہ نمبر ۲۸ پر لکھتا ہے۔" ان بے چاروں کو اتنی سمجھ نہیں کہ جب آپ کا بشر ہونا باعثِ توہین نہیں تو آپ کو بشر کہنا کیسے موجب توہین ہے۔ کیا اشرف المخلوقات ہونا باعثِ توہین ہے۔ آپ کا پیارا خدا آپ کو بشر کہے۔ آنحضرت خود اپنے آپ کو بشر کہیں۔ ابوبکر عمر و دیگر صحابہ آپ کو بشر کہیں لیکن پھر بھی آپ بشر نہیں۔ کیا اللہ اور صحابہ سے آپ زیادہ مؤدب اور محبّ ہیں"۔

اس کے جواب میں مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں۔ نبی جنس بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں۔ جن یا فرشتہ نہیں ہوتے۔ یہ دنیاوی احکام ہیں ورنہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی کیونکہ وہی ابوالبشر ہیں اور حضور علیہ السلام اس وقت نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام آب و گِل میں تھے۔ خود فرماتے ہیں کنت نبیًا و آدم بین الماء والطین۔ اس وقت حضور نبی تھے بشر نہیں تھے۔ سب کچھ صحیح لیکن ان کو بشر یا انسان کہہ

کر پکارنا یا حضور علیہ السلام کو یا محمد یا اے ابراہیم کے باپ یا اے بھائی باوا وغیرہ برابری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے۔ اور اگر اہانت کی نیت سے پکارا تو کفر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً۔ رسول کے پکارنے کو ایسا نہ ٹھہرالو جیسا کی تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ اگر کوئی اپنی ماں کو باپ کی بیوی یا باپ کو ماں کا شوہر کہے یا اس کا نام لے کر پکارے یا اس کو بھیا وغیرہ کہے تو اگرچہ بات سچی ہے مگر بے ادب گستاخ کہا جائے گا کہ برابری کے کلمات سے کیوں یاد کیا۔ (جاء الحق ص ۱۷۲)

۵۔ اور مؤلف کتاب ہذا کے ص ۳۰ پر لکھتا ہے۔

" بعض ہٹ دھرم مولوی صاحبان آنحضرت ﷺ کو نور من نور اللہ کہتے ہیں۔ اس کے لئے حضرت جابر کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں اول ما خلق اللّٰہ نوری. کل خلائق من نوری وانا من نور اللّٰہ یہ عقیدہ عیسائیوں اور یہودیوں سے مختلف نہیں ہے۔ بلکہ چار دانے اس سے زیادہ ہے۔ عیسائیوں اور یہودیوں نے اپنے نبیوں کو خدا کا بیٹا کہا اور مسلمانوں نے الفاظ بدل کر نور من نور اللہ کہہ دیا''۔

الحمد للہ۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے نور من نور اللہ ہونے کا جو مفہوم ہمارے علمائے بریلی نے بیان کیا ہے اور ہم نے گذشتہ صفحات میں نقل کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس عقیدہ میں شرک کی بُو بھی نہیں پائی جاتی بلکہ یہ موافق توحید عینِ ایمان ہے۔ ہاں اگر کسی کی سمجھ کام نہ کرے تو اس کا علاج نہیں۔

۶۔ مؤلف کتاب ہذا کے اسی صفحہ پر حدیث جابر کے متعلق لکھتا ہے۔

" صحاح ستہ کی کسی کتاب میں یہ حدیث نہیں ہے۔ درجہ چہارم کی کتاب کی حدیث قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ جب یہ حدیث روایت کے اعتبار سے ضعیف اور امام بخاری اور امام مسلم کی متروک بھی ہے۔

مؤلف کا حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضعیف قرار دینا ہٹ دھرمی اور غلط بیانی ہے ورنہ ان کے گھر کے مولوی اشرف علی تھانوی اس حدیث کو نشر الطیب میں ذکر نہ کرتے۔

کیونکہ انہوں نے دیباچہ میں لکھا۔ " یہ گرسنۂ رحمت غفار تشنۂ شفاعت سید الابرار صلے اللہ علیہ وعلی آلہ الاطہار واصحابہ الکبار عاشقانِ نبی مختار ومحبان حبیب پروردگار کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ ایک مدت سے بہت سے احباب کی فرمائش تھی کہ حضور پرنور ﷺ کے کچھ حالات قبل نبوت و بعد نبوت کے صحیح روایات سے تحریر کئے جاویں کہ اگر کوئی متبع سنت بخلاف طریق اہل بدعت بغرض ازدادِ محبت آپ کے ذکر مبارک سے شوق اور رغبت کرے تو وہ اس مجموعہ کو اطمینان سے پڑھ سکے۔" اب مؤلف سے ہم پوچھتے ہیں کہ جس حدیث کو تھانوی صاحب صحیح مان کر نشر الطیب کی پہلی فصل کی ابتداء میں لکھ چکے ہیں۔ اُسے ضعیف قرار دینے کی کیا وجہ ہے؟ واللہ یهدی من یشآء الی صراط مستقیم ۔

(۷) ۔مؤلف کتاب ہذا کے صفحہ نمبر ۲۰ پر لکھتا ہے۔

"اب دیکھیں کہ خدا نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے اعمال کی نقل کریں۔ اگر آپ ہماری جنس یعنی نوع بشریت سے نہیں ہیں تو ہم آپ کی اطاعت پوری طرح کس طرح کر سکتے ہیں۔ اور خدا کا ہمیں اطاعت رسول کا حکم دینا نعوذ باللہ نادانی تصور ہوگا کہ انسان ایک نورانی مخلوق حضرت جبرائیل و دیگر ملائکہ کی اطاعت کر سکتا ہے۔ قطعاً نہیں۔ وہ نورانی مخلوق ہے اور انسان بشر ہے۔ دونوں کی خصوصیات اور صفات مختلف ہیں لہٰذا اطاعت رسول کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہماری جنس سے ہوں۔"

آنحضرت ﷺ اولاد آدم میں ہونے کی وجہ سے ہماری جنس سے ہیں۔ اس لئے یہ مؤلف کی لمبی چوڑی تقریر بے معنی ہے اور مؤلف کی نادانی کا کیا ٹھکانہ کہ وہ اطاعت کے لئے ہم جنس ہونے کو ضروری کہہ رہا ہے۔ مؤلف بتائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا حکم واطیعوا اللہ میں دیا تو کیا پھر خدا بھی ہمارا ہم جنس ہے۔ اگر وہ ہمارا ہم جنس نہیں تو اس کا اپنی اطاعت کا حکم ہمیں دینا نادانی کیوں نہیں تصور ہوگا۔ سچ ہے۔

خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے۔

واللّٰہ یهدی من یشآ الی صراط مستقیم .وھذا آخر ما اردنا ایراده فی هذهٖ المقالة المبارکة النافعة تقبلها اللّٰہ تعالیٰ بمنّه العظیم ورسولهٖ الکریم ﷺ وانا الفقیر ابوالکرم

احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللّٰہ تعالیٰ لہٗ خادم التدریس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس بقریۃ بھیائی من مضافات سھنسہ آزاد کشمیر ۔ (۲۴ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیسرا مقالہ

انوارِ ربیع الاوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین ٥ والصلوٰۃ والسلام علیٰ جمیع الانبیآء والمرسلین ٥ خصوصاً علیٰ سیّد ھم خیر الاولین والآخرین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ و ازواجہ واحبابہ اجمعین. امّابعد اس رسالہ مبارکہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت مقدسہ کے واقعات عجیبہ اختصاراً لکھے گئے ہیں ۔ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

نورِ مصطفیٰ

جاننا چاہیے کہ نورِ محمدی سب سے پہلی مخلوق اور جملہ کائنات کی تخلیق کا واسطہ اور ذریعہ ہے ۔ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں ۔ "در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اول ماخلق اللہ نوری وسائر مکنونات علوی وسفلی از آن نور واز آن جوہر پاک پیدا شدہ از ارواح واشباح وعرش وکرسی ولوح وقلم وبہشت ودوزخ وملک وانس وجن و آسمان وزمین وبحار وجبال واشجار وسائر مخلوقات " یعنی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا " اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو سب سے پہلے پیدا فرمایا اور جملہ علوی وسفلی مخلوقات یعنی ارواح واجسام ،عرش اور کرسی ، لوح اور قلم ، بہشت اور دوزخ ،فرشتے اور افلاک ،انسان اور جن ،سمندر اور پہاڑ ، درخت اور جملہ مخلوق اسی نور اور اسی پاکیزہ جوہر سے پیدا ہوئی ۔ (مدارج النبوۃ جلد۲ ص۲)

نبوتِ مصطفیٰ

پھر اللہ تعالیٰ نے نور مصطفیٰ ﷺ کو خلعتِ نبوت سے نوازا شیخ محدث دہلوی فرماتے ہیں " نبوت آنحضرت ثابت بود در آن عالم چنانکہ فرمود۔ کنت نبیا وادم بین الروح والجسد " یعنی آنحضرت کی نبوت اُس عالم میں ثابت تھی جیسا کہ آپ نے فرمایا " میں نبی تھا اس حال میں کہ آدم روح اور جسم کے مابین تھے ۔ (مدارج النبوۃ جلد۲ ص۳)

تسبیح نور

عالم ارواح میں آپ کا نور رب تعالیٰ کی تسبیح کرتا تھا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں " نبی پاک علیہ السلام کی روح حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کے پاس نور کی صورت میں تھی۔ یسبح ذلک النور و تسبح الملئکة بتسبیحه - یہ نور اللہ کی پاکی بیان کرتا تھا اور فرشتے اس کی تسبیح پر تسبیح کہتے تھے۔ (شفاء شریف جلد ا ص ۴۸)

القائے نور

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اس نور محمدی کو ان کی پیشانی میں رکھ دیا۔ شیخ محقق فرماتے ہیں۔ " پس نہادہ شد نور محمدی در پیشانی آدم ومی درخشید از جبین وے پس سرایت کرد در تمام اعضاء " یعنی پھر نورِ محمدی حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھ دیا گیا اور وہ ان کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ اس کے بعد اس نور نے ان کے تمام اعضاء میں سرایت کی۔ (مدارج النبوۃ جلد۲ ص ۵)

انتقالِ نور

یہ نور حضور علیہ السلام کے آباء و امہات کی پاکیزہ پشتوں اور مقدس ارحام میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ لباسِ بشریت میں حضرت عبداللہ و آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گھر جلوہ افروز ہوا۔ خود نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں فاھبطنی اللّٰہ الی الارض فی صلب آدم و جعلنی فی صلب نوح و قذف بی فی صلب ابراھیم ثم لم یزل اللّٰہ تعالیٰ ینقلنی من الاصلاب الکریمة والارحام الطاھرة حتّٰی اخرجنی من ابوی ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے آدم علیہ السلام کی پشت میں زمین پر اتارا۔ پھر اس نے مجھے نوح علیہ السلام کی پشت میں ڈالا۔ پھر میں ابراہیم کی پشت میں ڈالا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے برگزیدہ پشتوں اور

پاکیزہ رحموں میں منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس نے مجھے میرے والدین سے نکالا۔''
(شفاء شریف جلد ا ص ۴۸)

استقرارِ حمل

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔''جاننا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کا پاکیزہ نطفہ زیادہ صحیح قول کے مطابق ذوالحجہ کے دنوں میں اوسط ایام تشریق میں جمعہ کی رات حضرت آمنہ کے شکم میں ٹھہرا'' (مدارج النبوۃ ص ۱۶ جلد ۲)

رؤیتِ نور

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ''جب حضرت محمد ﷺ میرے شکم میں تھے تو میں نے فی الواقع دیکھا کہ نورے از من جدا گشت کہ جملہ عالم بآں نور منور گشت ودیدم کوشکہائے بصریٰ را۔'' یعنی مجھ سے ایک نور جدا ہوا ہے۔جس سے سارا جہاں منور ہوگیا اور میں نے بصریٰ کے محلات دیکھے۔(مدارج النبوۃ ص ۱۷ جلد ۲)

شبِ استقرار کی عظمت

شیخ محدث دہلوی فرماتے ہیں ''روایات میں آیا ہے کہ استقرار حمل شریف کی رات اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ ساری کائنات کو انوار الٰہی سے منور کریں۔ زمین آسمان کے فرشتے خوشی سے جھوم اُٹھے۔جنت کے داروغہ کو حکم دیا کہ وہ فردوس اعلیٰ کے دروازے کھول دے۔جہاں کو خوشبو سے معطر کرے۔زمین و آسمان کے چپہ چپہ کو یہ بشارت سنائی گئی کہ آج رات نور محمدی نے شکم مادر میں قرار پکڑا ہے۔اور یہ بھی مروی ہے کہ اس شب کی صبح روئے زمین کے بت منہ کے بل گر گئے تھے۔شیاطین کا آسمانوں پر چڑھنا ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت الٹ گئے تھے۔اس رات ہر گھر روشن ہوگیا تھا۔تمام جانور باتیں کرنے لگے تھے۔مشرق کے جانوروں نے

مغرب کے جانوروں کو بشارتیں دی تھیں''۔ (مدارج النبوۃ ص ۱۶ جلد ۲)

قحط سالی کا خاتمہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہے۔'' قریش قحط سالی اور سخت تنگی وعسرت میں مبتلا تھے یہاں تک کہ درخت سوکھ گئے تھے۔ اور چوپائے کمزور ہوگئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے شکمِ مادر میں منتقل ہونے پر بارشیں بھیجیں۔ جن سے درخت سرسبز ہوگئے۔''
(مدارج النبوۃ ص ۱۶ جلد ۲)

خواب میں بشارت

'' حضرت آمنہ فرماتی ہیں " میں اونگھ رہی تھی کہ مجھے کسی نے کہا آپ اس امت کے بہترین شخص کے ساتھ حاملہ ہیں۔ اس دن مجھے معلوم ہوا کہ میں حاملہ ہوں۔'' (مدارج النبوۃ ص ۱۷ جلد ۲)

تلقینِ استعاذہ

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ۔'' جب نبی پاک ﷺ کی ولادت کا وقت آپہنچا تو میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے مجھے یہ الفاظ کہنے کو کہا۔ اعیذہٗ بالواحد من کل شر حاسد ۔ میں اپنے بچے کو ہر حاسد کے شر سے اللہ وحدہٗ کی پناہ میں دیتی ہوں۔ پھر میں ر الفاظ کہا کرتی تھی'' (خصائص کبریٰ ص ۴۲ جلد ۱)

شبِ استقرار کی فضیلت

شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔'' حضرت امام احمد بن حنبل اس شب جمعہ کو کہ جس میں نطفۂ مصطفویہ شکم مادر میں ٹھہرا لیلۃ القدر سے افضل قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ جو برکتیں، خیراتیں اور سعادتیں مومنوں پر اس رات میں نازل ہوئیں وہ قیامت تک بلکہ ابدالآباد تک کسی رات میں نازل نہ ہوں گی اور اگر اسی وجہ سے شب میلاد النبی ﷺ کو

لیلۃ القدر سے افضل قرار دیں تو یہ درست ہے۔ اور اس کی تصریح علمائے کرام نے کر دی ہے۔'' (مدارج النبوۃ ص ۱۶ جلد ۲)

تسمیہ مبارکہ

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔'' جب حضرت آمنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاملہ ہوئیں تو انھیں حکم دیا گیا کہ وہ اُن کا نام احمد رکھیں۔''
(خصائص کبریٰ ۴۲ جلد ۱)

خفّتِ حمل

امام سیوطی فرماتے ہیں " جب آمنہ رسول مقبول ﷺ کے ساتھ حاملہ ہوئیں تو وہ فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے اپنے حاملہ ہونے کا کوئی علم نہ تھا۔ اور نہ میں حمل کا بوجھ دوسری عورتوں کی طرح محسوس کرتی تھی۔ صرف یہ بات ضرور تھی کہ میں حیض بند ہو جانے پر حیران تھی۔ حیض کبھی بند ہو جاتا تھا اور کبھی لوٹ آتا تھا۔ ایک روز میں اونگھ رہی تھی کہ ایک شخص نے آکر پوچھا۔ کیا آپ حمل دار ہیں؟ میں نے کہا۔ مجھے معلوم نہیں۔ اُس نے کہا۔ آپ اس امت کے سردار اور نبی کے ساتھ حاملہ ہیں۔ یہ واقعہ سوموار کے دن کا ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۴۲ جلد ۱)

دروازوں کا کھلنا

امام سیوطی فرماتے ہیں۔'' لوگ نبی کریم علیہ السلام کی ولادت کو متبرک جانتے تھے کیونکہ آپ کی ولادت باعث برکت تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی ولادت کی خاطر آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دیئے تھے۔'' (خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۴۷)

مدّتِ حمل

امام سیوطی فرماتے ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ کے شکم میں پورے نو ماہ

رہے۔ اس دوران ان کے شکم میں کبھی نہ درد ہوا۔ اور نہ بد بودار ہوا پیدا ہوئی اور نہ وہ چیز انھیں عارض ہوئی جو دوسری عورتوں کو عارض ہوا کرتی ہے۔ اُن کے والد عبداللہ اس وقت فوت ہوئے جب آپ والدہ کے شکم میں تھے۔ یہ دیکھ کر فرشتوں نے کہا۔ الٰہی! کیا تیرا نبی یتیم رہے گا؟ اللہ کریم نے فرمایا۔ میں اس کا نگہبان، محافظ اور مددگار رہوں گا۔
(خصائص کبریٰ ص ۴۲ جلد ۱)

نزولِ سکینہ

''حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ "جب مجھے دردِ زہ پیدا ہوا اور میری اس حالت کی خبر کسی کو نہ تھی تو میں نے ایک سخت آواز سنی جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا۔ اُس وقت میں نے دیکھا کہ گویا سفید رنگ کے پرندوں کے پروں نے میرے دل کو چھوا ہے جس سے میرا سب خوف دور ہو گیا۔'' (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸ ج ۱)

نورانی دُودھ

پھر میں نے دیکھا کہ میرے پاس پینے کا سفید دودھ موجود ہے۔ چونکہ میں پیاسی تھی اس لیے میں نے اُسے پیا تو مجھ سے نور پیدا ہو کر بلند ہوا۔ (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸ ج ۱)

بلند قامت خواتین

''پھر میں نے دیکھا کہ اونچی اونچی کھجوروں کی طرح طویل القامت عورتیں میرے پاس موجود ہیں گویا عبد مناف کے خاندان کی عورتیں ہیں۔ انھوں نے مجھے گھیرے میں لے لیا تو مجھے اس بات سے حیرانی ہوئی''۔ (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸ ج ۱)

چاندی کے پیالے

''پھر میں نے دیکھا کہ سفید ریشمی کپڑا آسمان سے زمین تک بچھا ہوا ہے۔ میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اُسے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کرو۔ پھر میں نے فضا میں چند

مرد دیکھے جن کے ہاتھوں میں چاندی کے پیالے تھے۔'' (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸ ج ۱)

نورانی پرندے

''پھر میں نے پرندوں کا ایک گروہ دیکھا جو میرے پاس آئے ہوئے تھے حتیٰ کہ انھوں نے میری گود کو چھپا لیا۔ اُن کی چونچیں زمرد کی اور پر یاقوت کے تھے۔'' (مذکورہ بالا حوالہ)

تین جھنڈے

''پھر میں نے تین نصب شدہ جھنڈے دیکھے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبہ شریف کی چھت پر''۔ (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸ ج ۱)

سجدۂ نیاز

''پھر مجھے دردِ زہ شروع ہوا تو میں نے محمد ﷺ کو جنا۔ جب وہ میرے شکم سے باہر تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ وہ سجدہ ریز ہیں اور عاجزی اور انکساری کرنے والے شخص کی طرح اپنی انگلی اٹھائے ہوئے ہیں۔'' (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸ ج ۱)

زمین کی سیر

''پھر میں نے دیکھا کہ سفید رنگ کے بادل آسمان سے آئے اور انھوں نے انہیں مجھ سے پوشیدہ کر دیا۔ پھر میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ طوفوا بمحمد شرق الارض و غربها وادخلوه البحار ليعرفوه باسمه و نعته و صورته و يعلمون انه سمّي الماحي لا يبقى شئي من الشرک الا محي في زمانه ۔ یعنی محمد ﷺ کو زمین کے شرق و غرب کی سیر کراؤ اور انھیں سمندروں میں لے جاؤ تا کہ اہلِ زمین انھیں ان کے نام اور صفت و صورت سے پہچانیں اور وہ جان لیں کہ ان کا نام ماحی ہے کیونکہ ان کے زمانے میں ہر شرکیہ بات مٹا دی جائے گی۔'' (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸ ج ۱)

تین چابیاں

"پھر تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ آپ سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں ورآپ کے نیچے سبز ریشمی کپڑا ہے اور آپ کے ہاتھ میں سبز موتی کی بنی ہوئی تین چابیاں ہیں۔ اچانک میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ **قبض محمد علیٰ مفاتیح النصرة و مفاتیح لربح ومفاتح النبوة** ۔یعنی محمد ﷺ کے قبضہ میں نصرت کی چابیاں، منافعوں کی چابیاں اور نبوت کی چابیاں چلی آئی ہیں"۔ (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸ ج ۱)

مقاماتِ متبرکہ پر پیشگی

"پھر دوسرا بادل آیا۔ جس میں گھوڑوں کے ہنہنانے اور پروں کے پھڑ پھڑانے کی آوازیں تھیں۔ حتی کہ میں بے ہوش ہوگئی اور محمد علیہ السلام مجھ سے غائب ہوگئے۔ میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔ محمد ﷺ کو شرق وغرب کی سیر کراؤ اور نبیوں کی پیدائش کی جگہوں پر انھیں پیش کرو۔ اور انھیں تمام جنوں، انسانوں اور پرندوں اور حیوانوں پر پیش کرو۔" (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸ ج ۱)

اوصافِ انبیاء کا عطیہ

"اور انھیں آدم علیہ السلام کی ستھرائی، نوح علیہ السلام کی رقت، ابراھیم علیہ السلام کی دوستی، اسمٰعیل علیہ السلام کی بولی، یعقوب علیہ السلام کی بشارت، یوسف علیہ السلام کی خوبصورتی، داؤد علیہ السلام کا صبر، یحیٰی علیہ السلام کا تقوٰی اور عیسیٰ علیہ السلام کی سخاوت عنایت کرو اور انھیں تمام نبیوں کی تمام خوبیوں میں ڈبو دو۔" (مذکورہ بالا حوالہ)

مخلوقِ خدا پر قبضہ

"پھر وہ بادل ہٹا تو میں نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں سبز ریشمی لپٹا ہوا کپڑا ہے۔ اور میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ واہ! واہ! محمد ﷺ نے تمام دنیا پر قبضہ کرلیا ہے۔

زمین کی کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اُن کے قبضہ میں نہ آگئی ہو۔" (مذکورہ بالا حوالہ)

مُہرِ نبوت

پھر میں نے تین شخص دیکھے۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا تھال تھا۔ تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشمی کپڑا تھا۔ اُس نے وہ کپڑا کھولا اور اس سے ایک انگوٹھی نکالی جو دیکھنے والوں کی نظریں چندھیا دینے والی تھی۔ اُس نے اس انگوٹھی کو لوٹے سے سات مرتبہ دھویا اور اس سے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر لگائی اور اُسے ریشمی کپڑے میں لپیٹ دیا۔ پھر اس نے آپ کو اٹھا کر اپنے پروں میں داخل کیا۔ پھر اس نے میرے حوالے کر دیا۔ (خصائص کبریٰ ص ۴۷ جلد ۱)

ظہورِ نُور

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا" میں شبِ ولادت حضرت آمنہ کے پاس تھی۔ میں گھر کی ہر شئے کو منور دیکھتی تھی اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ ستارے بالکل قریب آگئے ہیں۔ حتیٰ کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ پھر جب اُنھوں نے آپ ﷺ کو جنا تو اُن سے ایک نور نکلا۔ جس نے سارا گھر روشن کر دیا۔ یہاں تک کہ مجھے نور کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔"
(خصائص کبریٰ ص ۴۵ جلد ۱)

ستھری پیدائش

"حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے محمد ﷺ کو جنا تو میرے پیٹ سے ایک نور نکلا جس نے شام کے محلات روشن کر دیے۔ میں نے انھیں ستھرا جنا۔ اور آپ کے جسم پر کوئی آلائش نہ تھی۔ وہ زمین پر آئے تو اپنے دونوں ہاتھوں کے بل زمین پر بیٹھ گئے۔"
(خصائص کبریٰ ص ۴۶ جلد ۱)

زمین پر قبضہ

''موسیٰ بن عبیدہ اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تو آپ اپنے ہاتھوں کے بل زمین پر آئے اس حال میں کہ آپ آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اور آپ کے ہاتھ میں چلو بھر مٹی تھی۔'' (خصائص الکبریٰ ص ۴۶۱ جلد ۱)

چھینک مارنا

حضرت شفاء والدۂ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ میرے ہاتھوں میں آئے تو آپ نے چھینک مار کر **الحمد للہ** فرمایا۔ اُس وقت میں نے کسی کو **رحمک اللہ** کہتے ہوئے سنا۔ اور میرے لیے مشرق اور مغرب کا مابین روشن ہو گیا۔ تو میں نے روم کے محلات دیکھے۔ (شرح شفاء للقاری ص ۲۷۶ جلد ۳)

فرشتوں کی آمد

''جب نبی کریم ﷺ کی ولادت کا وقت آ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آسمان اور جنتوں کے دروازے کھول دیں اور آستانہ ءنبوی پر حاضر ہو جائیں۔ پس وہ سب ایک دوسرے کو مبارک بادیاں دیتے ہوئے حاضر ہوئے۔ دنیا کے پہاڑ اور سمندر بلند ہوئے تو ان کے رہنے والوں نے ایک دوسرے کو مبارک بادیاں دیں۔ اور سب فرشتے مکہ معظمہ میں حاضر ہوئے۔'' (خصائص کبریٰ ص ۴۷ جلد ۱)

شیاطین کی گرفتاری

''شیطان کو گرفتار کر کے اُسے ستر طوق پہنائے گئے۔ اور اُسے سبز سمندر کی لہروں میں الٹا گرایا گیا۔ اور باقی شیاطین اور سرکش جنوں کو بھی طوق پہنائے گئے۔'' (خصائص کبریٰ حوالہ مذکورہ بالا)

سورج کی روشنی میں زیادتی

''اُس دن سُورج کو بہت زیادہ روشنائی بخشی گئی اور اُس پر ستر ہزار حوریں فضا میں کھڑی کر دی گئیں کہ وہ محمد ﷺ کی ولادت کا انتظار کریں۔'' (خصائص کبریٰ حوالہ مذکورہ)

نرینہ اولادیں

'' اللہ تعالیٰ نے اُس سال دنیا کی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ محمد ﷺ کی کرامت کے لیے نرینہ اولاد جنیں۔ اور ہر درخت پھلدار ہو گیا۔ اور ہر خوف امن میں تبدیل ہو گیا۔''

خوشخبریاں

'' جب محمد ﷺ پیدا ہوئے تمام دنیا نور سے معمور ہو گئی۔ اور فرشتوں نے ایک دوسرے کو خوشخبریاں دیں۔''

نورانی ستون

ہر آسمان میں زبرجد اور یاقوت کا ایک ایک ستون نصب کیا گیا کہ اُس کی روشنی سے آسمان روشن ہوئے۔ اور وہ آسمانوں میں مشہور و معروف چیز ہیں۔ معراج کی شب جب آپ ﷺ نے انھیں دیکھا تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ ستون آپ کی ولادت کی خوشی میں نصب کیے گئے تھے۔

جنت کی زیبائش

جس رات حضور ﷺ پیدا ہوئے اس رات اللہ تعالیٰ نے کوثر کے کنارے کستوری اور مشک کے ستر ہزار درخت پیدا فرمائے کہ ان کا پھل جنتیوں کے لیے اگربتیاں ہیں۔ اس رات تمام آسمان والوں نے اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی دعائیں مانگیں۔

بتوں کا گرنا

آپ کی ولادت کی شب تمام بت اوندھے ہو گئے۔ لات اور عزیٰ کہہ رہے تھے خرابی ہو قریش کے لیے اب امین آ گیا۔ اب صادق آ گیا۔ قریش نہ جانتے تھے کہ انھیں کیا ہوا۔

کعبہ کی صدا

قریش کعبہ سے کئی دن تک یہ سنتے رہے کہ اب میرا نور مجھے ملے گا۔ اب میری زیارت کرنے والے آئیں گے۔ اب میں جاہلیت کی پلیدی سے پاک ہو جاؤں گا اور کعبہ مسلسل تین دن تک خوشی میں جھومتا رہا۔ اور یہ پہلی نشانی تھی جو قریش نے آپ کی ولادت کے موقع پر دیکھی۔ (خصائص کبریٰ ص ۴۷ جلد ۱)

نورانی جھنڈا

حضرت آمنہ فرماتی ہیں" جب مجھے دردِ زہ شروع ہوا اور میرا معاملہ سخت ہونے لگا تو میں نے ایسی گفتگو سنی جو انسانوں کے کلام سے مشابہت نہ رکھتی تھی۔ میں نے یاقوت کے بانس پر ایک ریشمی جھنڈا دیکھا جو زمین اور آسمان کے مابین نصب کیا گیا تھا۔ میں نے اُس جھنڈے کی چوٹی سے اٹھتا ہوا نور دیکھا جو آسمان تک پہنچ رہا تھا۔ اور میں نے شام کے محلات آگ کا شعلہ بنے ہوئے دیکھے۔ اور میں نے اپنے پاس کونجوں کا ایک گروہ دیکھا جو اس جھنڈے کے سامنے سربسجود پر کھولے ہوئے تھے۔"

شقِ صدر

" پھر میں نے دیکھا کہ ایک بلند قامت نوجوان نے مجھ سے بچہ لے لیا۔ اور اُس نے آپ کے منہ میں تھوکا۔ اُس کے پاس سونے کی ایک کلہاڑی ہے۔ جس سے اُس نے آپ کا پیٹ چاک کیا۔ پھر اُس نے سبز ریشمی کپڑے کی ایک گٹھڑی نکالی اور اُسے

کھولا۔ اُس میں سفید زیرہ جیسی کوئی شئے تھی۔ پھراُس نے اُس چیز سے اُسے بھرا۔ پھر اُس نے سفید ریشم کی ایک گٹھڑی نکالی اور اُسے کھولا۔ اُس میں ایک انگوٹھی تھی۔ اُس نے اُس سے آپ کے دونوں کندھوں کے مابین انڈے کی شکل جیسی مہر لگائی اور آپ کو قمیض پہنا دی۔" (خصائص کبریٰ ص ۴۹ جلد ۱)

نجمِ احمدی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سات آٹھ برس کا تھا جو کچھ دیکھتا یا سنتا تھا اُسے سمجھتا تھا۔ اُس زمانے میں مدینے کے ایک یہودی کو ایک صبح ٹیلوں پر یہ پکارتے ہوئے سنا۔ اے قوم یہود! میرے پاس آؤ۔ انھوں نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟ اس نے کہا۔ آج رات وہ ستارہ طلوع ہوا ہے جس کے ساتھ جناب احمد مجتبیٰ پیدا ہونے والے ہیں۔ (خصائص کبریٰ ص ۴۵ جلد ۱)

کفر پر زلزلے

"مخزوم بن ھانی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ اس رات کسریٰ کے محلات تھرتھرائے اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ اور ساوہ کے سمندر کا پانی خشک ہوگیا اور فارس کی آگ بجھ گئی حالانکہ وہ ایک ہزار سال میں کبھی نہیں بجھتی تھی۔" (الوفا لاحوال المصطفیٰ ص ۹۷ جلد ۱)

مختون

"نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ میرے رب کے پاس میری جو بزرگیاں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں مختون پیدا ہوا ہوں۔ اور کسی نے میری شرمگاہ نہیں دیکھی۔"
(خصائص کبریٰ ص ۵۳ جلد ۱)

ناف بریدہ

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے ہیں۔" (خصائص کبریٰ ص ۵۳ جلد ۱)

زمین کا فخر

روایات میں آیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تو زمین نے آسمان پر یہ کہتے ہوئے فخر کیا۔" قد ولد علی ظهری نبی مبارک نور العرش من نورہ میری پیٹھ پر آج وہ بابرکت نبی پیدا ہوا جس کے نور سے عرش الٰہی کا نور ہے۔" (نزھۃ الناظرین ص ۱۷)

شیطانی منصوبہ

"جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تو ساری زمین روشن ہوگئی۔ ابلیس نے اپنے ساتھیوں سے کہا آج رات ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو ہمارے شیطانی منصوبوں کو ملیامیٹ کردے گا۔ اُس کے ساتھیوں نے کہا کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم اُس کے پاس جاتے اور اُس کی عقل چھین لیتے۔ یہ سُن کر ابلیس نے آپ کے پاس آنے کی کوشش کی مگر جبرائیل امین نے اُسے ایک ٹھوکر مار کر عدن کے علاقہ میں دھکیل دیا۔" (خصائص کبریٰ جلد ۱)

و هذا اخر ما اردنا ايراده فی هذہٖ المقالة المباركة وانا الفقير ابو الكرم احمد حسين قاسم الحيدری غفر الله تعالیٰ لهٗ. (۲۷ ربیع الاول ۱۴۰۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چوتھا مقالہ

مثلّیتِ مصطفےٰ کی تشریح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سائر الانبیآء والمرسلین و علیٰ الھم و اصحابھم اجمعین امابعد.

برادرِ طریقت مولانا محمد محفوظ چشتی سلمہٗ ربہ القوی نے فقیر راقم الحروف کو ارشاد فرمایا کہ ایک رسالہ حضور پُر نور ﷺ کی ذات و صفات کے بیان میں لکھو تو یہ مختصر رسالہ "مثلیتِ مصطفٰے کی تشریح" لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اللہ کریم جل شانہٗ شایانِ شان بیان لکھنے کی توفیق عنایت فرمائے اور اِس دینی خدمت کو ہم سب کے لئے صدقہ ء جاریہ بنائے۔ آمین۔

اہلِ سنّت کا عقیدہ

اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ کوئی بھی فردِ بشر کسی بھی وصف میں ہمارے نبی کریم ﷺ کا مماثل ونظیر نہیں۔ اللہ کریم جل شانہٗ نے آپ کو ہر وصف میں بے مثل بنایا ہے۔ اور کسی بھی انسان کی بشریت کو وہ اوصاف کمال نہ ملے جو ہمارے حضور ﷺ کی بشریتِ مطہرہ کو عنایت ہوئے۔ اِس عقیدہٗ حقہ صادقہ پر متعدد دلائل شرعیہ قائم ہیں۔ یہاں ہم صرف بارہ دلائل قویہ ذکر کریں گے۔ وباللہ التوفیق

آپ کے بے مثل بشر ہونے کی پہلی دلیل

یہ کہ آپ کے جسمِ نور کا سایہ نہ تھا۔ جبکہ ہر فردِ بشر کے جسم کا سایہ ہوتا ہے۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں "اور آنحضرت ﷺ کا سایہ نہ دھوپ میں اور نہ چاندنی میں ہوتا تھا۔ محدث حکیم ترمذی نے اپنی کتاب نوادرالاصول میں یہ بات حضرت ذکوان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے۔ اور تعجب ہے کہ بزرگوں نے چراغ کا ذکر نہیں کیا۔ اور آنحضرت ﷺ کے ناموں میں ایک نام نور ہے۔ اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔" (مدارج النبوۃ ص ۵ جلد ۱)

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی دوسری دلیل

یہ ہے کہ آپ کی آنکھیں سوتی تھیں اور آپ کا دل بیدار رہتا تھا۔ حالانکہ دوسرے انسانوں کا دل بھی سوتا ہے۔ محدث ابن سعد حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلا روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ " میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا " (جامع صغیر ص ۱۳۳ جلد ۱)

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی تیسری دلیل

یہ ہے کہ آپ کے جسم انور کی مٹی کو تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا اور اِسے جنتی نہروں کے چشمہ میں دھو کر صاف ستھرا بنایا گیا۔ جبکہ دوسرے لوگوں کی مٹی سے ایسا نہیں کیا جاتا۔ امام عبدالرحمٰن صفوری اپنی کتاب الدلالات میں لکھتے ہیں۔ " پھر جبریل، جنتی ملائکہ اور رفیق الاعلےٰ کے فرشتے اترے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر کی جگہ سے ایک مٹھی بھر لی۔ اس حال میں کہ وہ مٹی سفید چمکدار تھی۔ پھر اس مٹی کو تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا اور اُسے جنت کی نہروں کے چشمہ میں ڈبویا گیا یہاں تک کہ وہ چمکدار موتی جیسی ہوگئی اور اس میں نور اور بڑی شعاع تھی۔ پھر ملائکہ اِس مٹی کو لے کر عرش و کرسی کے گرد اور آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں اور سمندروں میں گھومے سو فرشتوں اور جملہ مخلوقاتِ الٰہی نے محمد ﷺ اور ان کی فضیلت کو پہچان لیا پہلے اس سے کہ وہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچانتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا تو اِس مٹی کو اُن کی پشت میں رکھ دیا۔ سو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی پیٹھ سے پرندے کی آواز جیسی آواز سنی تو عرض کیا۔ میرے ربّ! یہ کیا آواز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ھٰذا تسبیح نورِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ختم الانبیآء بہ الذی اخرجہٗ من ظھرک ۔ یہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کی تسبیح ہے جن کو میں تیری پیٹھ سے خاتم الانبیآء بنا کر نکالوں گا''

(جواہر البحار ص ۲۲۵ جلد ۱)

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی چوتھی دلیل

یہ ہے کہ آپ کے جسمِ اطہر کے جملہ فضلات (پیشاب، پاخانہ، قے اور خون وغیرہا) پاک خوشبودار اور شفا بخش ہیں۔ بعض صحابہ نے آپ کا پیشاب اور بعض نے آپ کا خون پیا ہے۔ حالانکہ دوسرے انسانوں کے یہ فضلات ناپاک بدبودار اور مضر ہوتے ہیں۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں۔ "اور اِن حدیثوں میں اِس بات پر دلالت موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ کا پیشاب اور خون دونوں پاک ہیں۔ اور آپ کے جسم کے باقی فضلات کو ان دونوں پر قیاس کیا گیا ہے۔ اور امام عینی شارحِ صحیح البخاری جو کہ حنفی المذہب ہیں فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی قول کے قائل ہیں۔ اور شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ متعدد دلائل آنحضرت ﷺ کے فضلات کے پاک ہونے پر موجود ہیں اور ائمہء دین نے آپ کے فضلات کا پاک ہونا آپ کے خصائص سے گنا ہے۔" (مدارج النبوۃ ص ۳۰ جلد ۱)

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی پانچویں دلیل

یہ ہے کہ آپ کے جسمِ اطہر سے ایسی قدرتی خوشبو مہکتی تھی کہ جس سے گلیاں اور راستے معطر و معنبر ہو جاتے تھے۔ اور یہ پتہ چل جاتا تھا کہ آپ کا گزر ہوا ہے۔ حالانکہ دوسرے لوگوں کے جسم سے اِس قسم کی قدرتی خوشبو نہیں نکلتی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے کوئی شئے رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھی اور نہ عنبر اور نہ کستوری۔" سبحان اللہ العظیم (ذکرِ جمیل)

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی چھٹی دلیل

یہ ہے کہ آپ کے جسمِ اطہر میں کبھی جوئیں نہیں پڑیں۔ اور نہ اُس پر کبھی مکھی بیٹھی ہے۔ حالانکہ عام انسانوں کے اجسام ان چیزوں کی آماجگاہ بنے رہتے ہیں۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں۔

"ولیکن مواہب لدنیہ میں فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے کپڑوں اور بدن میں جوئیں ہرگز نہیں پڑتی تھیں۔ اور امام فخر الدین رازی سے منقول ہے کہ آنحضرت پر مکھی نہیں بیٹھی اور نہ مچھر وغیرہ نے آپ کو اذیت پہنچائی ہے۔ لیکن تفلی (جوئیں چننے) کے لیے آپ کے کپڑوں میں کسی موذی جانور کی موجودگی لازم آتی ہے اس لئے آپ کے کپڑوں میں کسی موذی جانور کی موجودگی ماننے سے چارہ نہیں۔ مگر وہ موذی جانور باہر سے آپ کے کپڑوں میں گھستا تھا۔ خود آپ کے بدن میں پیدا نہیں ہوتا تھا۔" (اشعۃ اللمعات ص ۴۹۹ جلد ۴)

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی ساتویں دلیل

یہ ہے کہ آپ مہینہ بھر وصال کا روزہ رکھتے تھے مگر آپ کمزور نہ ہوتے تھے۔ جبکہ دوسرے لوگوں کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں تھا۔ امام بخاری روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو وصال کا روزہ رکھنے سے منع کیا تو ایک مسلمان شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ خود وصال کا روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا۔ وایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی و یسقینی ۔ اور تم میں سے کون میری مثل ہے؟ میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ (بخاری شریف ص ۱۰۱۲)

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا عقیدہ یہی تھا کہ وہ بے مثل بشر ہیں۔ مقام غور ہے کہ جب صحابہ میں سے کوئی آپ کی مثل نہیں تھا تو پھر کون سا بشر آپ کی مثل ہوسکتا ہے؟ اور جب آپ کے اس ارشاد پر کسی صحابی نے اعتراض نہیں کیا تو پتہ چلا کہ صحابہ

کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ ہماری مثل بشر نہیں بلکہ بے مثل انسان ہیں۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں۔

"کیا صحابہ کرام قل انما انا بشر مثلکم کی آیت نہیں پڑھتے تھے؟ اور کیا اُن کو یہ آیت یاد نہ تھی؟ انہوں نے کیوں نہیں کہا کہ حضور ہم سب آپ کی مثل ہیں؟ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام آپ کو بے مثل و بے نظیر مانتے تھے۔ اور وانما انا بشر مثلکم کا وہ مفہوم ان کے نزدیک معتبر نہ تھا جو آج کل کے ہم سری اور برابری کا دعویٰ کرنے والوں نے سمجھ رکھا ہے۔ اہل ایمان کو صحابہ کرام کے عقیدہ جیسا عقیدہ رکھنا چاہیے۔" (ذکر جمیل ص ۲۳۲)

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی آٹھویں دلیل

یہ ہے کہ صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ بے مثل ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب صحابہ کو کوئی حکم دیتے تھے تو ان کی طاقت کے مطابق حکم دیتے تھے۔ انہوں نے کہا۔ انا لسنا کھیئتک یا رسول اللہ ان اللہ قد غفرلک ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ یارسول اللہ۔ ہم آپ جیسے نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دیئے ہیں۔ آپ یہ سن کر ناراض ہوئے اور آپ کے چہرۂ انور پر غصہ کے آثار نمودار ہوئے پھر فرمایا بلا شبہ تم میں سے سب سے زیادہ پرہیز گار اور معرفت خداوندی رکھنے والا میں ہوں۔" (بخاری ص ۷)

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی نویں دلیل

یہ ہے کہ آپ کی بشریت ہر قسم کے عیب سے مبرا ہے۔ حالانکہ دوسرے انسانوں کی بشریت میں بہت سے عیب موجود ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کے صحابی اور درباری شاعر حضرت حسان بن ثابت نے خود آپ کی بارگاہ میں آپ کی شان میں یہ قصیدہ پڑھا۔ شعر

واجمل منک لم ترقط عینی　　واکمل منک لم تلد النسآء

خلقت مبرا من کل عیب   کانک قد خلقت کما تشآء

اور آپ سے زیادہ حسین وجمیل میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا۔ اور آپ سے زیادہ صاحب کمال عورتوں نے نہیں جنا۔ آپ اس حال میں پیدا کیے گئے کہ آپ ہر عیب سے مبرّیٰ تھے۔ گویا کہ آپ کی خلقت آپ کی اپنی منشاء کے مطابق کی گئی۔ (نشر الطیب)

اس سے معلوم ہوا کہ جو آپ کے وجود میں کوئی عیب ثابت کرے وہ بے ایمان ہے۔ اللہ کریم ہدایت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی دسویں دلیل

یہ ہے کہ خواب میں شیطان آپ کی صورت اپنا نہیں سکتا جبکہ وہ دوسرے انسانوں کی صورت کو اپنا سکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ و من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل صورتی۔ اور جس نے مجھے خواب میں دیکھا سو اس نے مجھے دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت نہیں اپناتا۔ (بخاری شریف ص ۹۱۵)

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی گیارہویں دلیل

یہ ہے کہ آپ معراج کی رات لامکان میں دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے حالانکہ اور کسی شخص کو یہ سعادت نصیب نہ ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام طور پر نور خداوندی کی ایک تجلی دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے بقائمی ہوش وحواس اپنے سَر کی آنکھوں سے دیدارِ خداوندی کیا۔ و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم۔

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی بارہویں دلیل

یہ ہے کہ آپ کے اعضائے شریفہ مثلاً ہاتھ پاؤں، منہ، زبان وغیرہا کے وہ معجزات وخصائص ہیں۔ جن کا عشر عشیر کسی بڑے انسان کو نصیب نہ ہوا۔ لعابِ دہن ڈال کر

کھاری پانی کو میٹھا بنانا۔ لعابِ دہن لگا کر سانپ کے کاٹے کا اثر زائل کر دینا اور کٹے ہوئے بازو کو جوڑ دینا۔ نکلی ہوئی آنکھ کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنی جگہ درست کر دینا۔ بیمار کے جسم پر ہاتھ پھیر کر اُسے شفا بخش دینا وغیرہا وہ اعضائے مبارکہ کی برکتیں ہیں کہ جن کی وجہ سے بشریتِ مصطفیٰ میں فوقیت کا پایا جانا لازمی امر ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ شعر

حسن یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

الحمد للہ۔ اِن بارہ دلائل قویہ سے روزِ روشن کی طرح روشن ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ حقیقت میں بے مثل بشر ہیں۔ کوئی بھی فردِ بشر وصفِ بشریت میں آپ کا مماثل و مقابل نہیں۔
الحمد للہ علیٰ ذلک

محمد بشر لا کالبشر یاقوت حجر لا کالحجر

(حضرت محمد ﷺ انسان ہیں۔ انسانوں کی طرح نہیں ہیں اور یاقوت پتھر ہے۔ پتھروں کی طرح نہیں ہے۔) اب ہم اس آیت کریمہ کا صحیح مفہوم عرض کرتے ہیں جس سے وہابی دیوبندی مولوی اپنی کج فہمی کی وجہ سے گمراہی میں پڑتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

آیت کریمہ

قل انما انا بشر مثلکم یو حی الی انما الھکم الہ واحد (پ ۱۶۔۳)

اس آیت کریمہ کا صحیح ترجمہ

تم فرماؤ کہ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ (کنز الایمان)

اس ترجمہ کی صحت کی وجہ: یہ ہے کہ سیّد دو عالم ﷺ کی بشریت کے دو پہلو ہیں۔ (۱) ظاہر صورتِ بشری (۲) حقیقتِ بشریتِ محمدیہ۔ چونکہ حقیقتِ بشریت محمدیہ میں جملہ بنی آدم کا آپ کے مماثل ہونا تو کجا کوئی ایک فردِ بشر بھی آپ کا مقابل و مماثل نہیں۔ جیسا کہ

مذکورہ بالا بارہ دلائل قویہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ اس لئے ظاہر صورت بشری ہی میں آپ کو دوسرے افرادِ بشر جیسا ماننا پڑے گا۔ امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ ''سو انبیاء کے اجسام بشری اوصاف سے متصف ہوتے ہیں اور اُن پر عوارض، بیماریاں، موت، اور دیگر انسانی اوصاف کا ورود ہوتا ہے۔ اور ان کے ارواح اور ان کے اجسام کے باطنی حصے بشری اوصاف سے اعلیٰ اوصاف سے متصف ہوتے ہیں۔ اور ان کا تعلق ملأ الاعلیٰ سے ہوتا ہے۔ اور ان کی صفات صفاتِ ملائکہ جیسی ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تغیر و آفات سے محفوظ، بشری کمزوری سے دور اور انسانی ضعف سے پاک ہوتے ہیں۔ کیونکہ اگر انبیاء کے بواطن اُن کے ظواہر کی طرح خالص بشری اوصاف کے حامل ہوں تو وہ فرشتوں سے فیض حاصل کرنے، انہیں دیکھنے، ان سے گفتگو کرنے اور ان سے میل ملاپ رکھنے کی طاقت نہ رکھیں جس طرح کہ عام انسانوں کو اِن باتوں پر قدرت نہیں ہوتی۔ اور اگر ان کے اجسام اِن کے بواطن کی طرح خالص ملکی اوصاف کے حامل ہوتے اور وہ بشری اوصاف سے متصف نہ ہوتے تو لوگ ان سے کسبِ فیض نہ کر سکتے''۔ (شفاء شریف ص ۸۰ جلد ۲)

اِس آیت کریمہ میں اِس معنی کی طرف اشارہ موجود ہے

پھر مذکورہ بالا آیت کریمہ میں بھی اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ انبیاء کرام کی بشریت عام انسانوں کی بشریت جیسی نہیں ہوتی بلکہ ان کے اجسام میں جو نظافت وحیَ الٰہی کا فیضان حاصل کرنے کے لئے ودیعت کر دی جاتی ہے اس کی وجہ سے اُن کی بشریت بشریتِ عامہ سے بدرجہا اعلیٰ و افضل ہو جاتی ہے۔ اور وہ اشارہ یہ ہے کہ بشر مثلکم جنس اور یوحی الی فصل واقع ہوئے ہیں۔ تو معنی یہ ہوگا کہ اگر انبیاء کرام کے اندر وحیَ الٰہی کا وجود نہ ہوتا تو پھر وہ عام انسانوں کی طرح ہوتے۔ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ ''یعنی میں بشر صاحبِ وحی ہوں۔ جیسے کہا جاوے کہ انسان حیوان ناطق ہے۔ ناطق نے انسان کو تمام جانوروں سے ممتاز کر دیا۔ ایسے ہی وحی نے حضور علیہ السلام کو تمام انسانوں

سے ممتاز کر دیا اور مثلیت صرف بشریت یعنی ظاہری چہرے مہرے میں ہے۔ جیسے جبریل جب شکل بشری میں آتے تھے تو وہ سفید کپڑے اور سیاہ بال رکھتے تھے۔ مگر اس کے باوجود وہ نور تھے۔ ایسے ہی ہمارے حضور کی بشریت ظاہری چہرے مہرے میں ہے۔ اور حقیقت میں نور ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ قد جآء کم من اللہ نور" ۔تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (محمد عربی) تشریف لے آیا"۔ (نور العرفان ص ۴۸۶)

اس معنی کی صحت پر ایک اور دلیل

یہ ہے کہ مثل کا لفظ بہت ابہام رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ مضاف ہونے کی صورت میں بھی اس کا ابہام وخفاء دور نہیں ہوتا۔ اور نہ اس میں تعریف پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نکرہ کی صفت واقع ہوسکتا ہے۔ مثلاً اسی آیت کریمہ میں بشر" نکرہ موصوف ہے مثلکم میں مثل باوجود مضاف ہونے کے اس کی صفت واقع ہوا ہے۔

جب یہ معلوم ہوگیا کہ لفظ مثل میں ابہام بہت زیادہ ہوتا ہے تو پھر جاننا چاہیے کہ اس ابہام کو دور کرنے کے لئے قرینۂ عقلی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور مذکورہ بالا آیت کے اندر عقلی قرینہ یہی ہے کہ حضور ﷺ حقیقتِ بشریت محمدیہ کے اعتبار سے انسانوں جیسے نہیں ہیں اس لئے ماننا پڑے گا کہ آپ صرف ظاہر صورت بشری ہی کے اعتبار سے عام انسانوں جیسے ہیں۔ ؎ گر فرقِ مراتب نکنی زندیقی

امام باقلانی کی تشریح

علمِ بیان کے مشہور و معروف پیشوا امام ابوبکر باقلانی اس آیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی فاخبر انه مثلهم لولا الوحی۔ آپ فرماؤ کہ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اگر وحی نہ ہوتی تو اُس کے محبوب عام انسانوں جیسے ہوتے۔ (اعجاز القرآن

عربی ص ۱۵ جلد ۱)

سبحان اللہ۔ امام موصوف کتنی صراحت سے لکھ گئے کہ دراصل یہ شرطیہ جملہ ہے۔ اور شرط عدم وحی اور مشروط بشر مثلکم ہے۔ چونکہ یہاں شرط مفقود ہے کیونکہ وحی موجود ہے اس لئے مشروط یعنی آپ کا بشر مثلکم ہونا بھی باعتبار حقیقت کے مفقود ہے۔ اللہ کریم حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اعلانِ بشریت تواضع کے لئے تھا

پھر مقام غور یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بشریت ایک ایسی ظاہر حقیقت ہے کہ کفار و منکرین بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کا لباس بشریت میں حضرت عبداللہ کے گھر میں رونق افروز ہونا اور پھر چالیس برس تک بشری تقاضوں کو پورا کرتے رہنا کس سے پوشیدہ تھا؟ لیکن اس کے باوجود آپ کو بشریت کے اعلان کا حکم دیا گیا۔ تو اس اعلان کی حکمت صرف یہ تھی کہ اپنی خاطر تواضع ظاہر فرمائیں۔ مولانا سید صدرالافاضل فرماتے ہیں۔ " بہرحال آپ کی ذات و کمالات میں آپ کا کوئی مثل نہیں۔ اس آیت کریمہ میں آپ کو اپنی ظاہری صورت بشریہ کے بیان کا اظہار اور تواضع کے لئے حکم فرمایا گیا ہے۔ یہی فرمایا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے"۔ (توضیح البیان لخزائن العرفان ص ۱۳۰)

بزرگوں کے تواضع کا لحاظ نہ کرنا بے ادبی ہے

پھر یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ بزرگان دین نے جو کلمات بطور تواضع اپنے لئے استعمال فرمائے ہوں انہیں ان کے حق میں استعمال کرنا بے ادبی ہوتا ہے۔ مثلاً یونس علیہ السلام نے فرمایا۔ انی کنت من الظالمین۔ تو اب اگر کوئی عقل کا دشمن یونس علیہ السلام کو ظالموں میں گننے لگے تو ضرور اس کا یہ فعل بے ادبی قرار پائے گا۔ اسی طرح حضور ﷺ نے اپنے متعلق جو الفاظ از راہ تواضع استعمال فرمائے ہیں اور انا بشر مثلکم فرمایا ہے۔ انہیں

ان کے لئے استعمال کرنا ضرور بے ادبی ہوگا۔ پس ثابت ہوگیا کہ حضور ﷺ کو اپنی مثل بشر کہنے والا گستاخ بے ادب بے ایمان ہے۔ اللہ کریم اپنے محبوبوں کی گستاخی سے بچائے۔آمین۔

تحقیر کا لفظ حقیقت کے اعتبار سے بولنا بھی بے ادبی ہے

پھر یہ بھی جانی پہچانی بات ہے کہ جو لفظ عرف و عادت میں تحقیر کے لئے استعمال ہوتا ہو اُسے حقیقت کی رو سے بولنا بھی بے ادبی قرار پاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنے باپ کو ''اے میری ماں کے خاوند'' کہہ کر پکارے تو وہ ضرور بے ادب قرار دیا جائے گا۔ حالانکہ حقیقت یہی ہے کہ اس کا باپ اس کی ماں کا خاوند ہی ہوتا ہے۔ یونہی بشر کا لفظ حضور ﷺ کے لئے استعمال کرنا بے ادبی قرار پائے گا۔ کیونکہ اگر کسی موحد مولوی صاحب کو کہا جائے کہ ''اے بشر صاحب ادھر آیئے'' تو وہ اس میں ضرور اپنی ہتک محسوس کریں گے۔ پھر مقامِ غور ہے کہ یہ لفظ عام انسان کے لئے بولنا بے ادبی تصور کیا جاتا ہے تو اسے حضور علیہ السلام کے حق میں بولنے میں کونسا ادب اور عشق کا تقاضا ہے۔ اللہ کریم ہدایت نصیب فرمائے۔آمین۔

انبیاء کو اپنی مثل بشر کہنا سخت بے ادبی ہے

جب یہ ثابت ہوگیا کہ کسی نبی کو بشر کہنا خلافِ ادب ہے تو اُسے اپنی مثل بشر کہنا تو اس سے بھی زیادہ سخت بے ادبی ہوگا۔ امام صدر الافاضل فرماتے ہیں۔

''مسئلہ کسی کو جائز نہیں کہ وہ حضور ﷺ کو اپنی مثل بشر کہے۔ کیونکہ جو کلمات اصحاب عزت وعظمت برطریق تواضع فرماتے ہیں ان کا کہنا دوسروں کے لئے روا نہیں ہوتا۔ دوم یہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے فضائل جلیلہ ومراتب رفیعہ عطا فرمائے ہیں اس کے اُن فضائل و مراتب کا ذکر چھوڑ کر ایسے عام وصف میں ذکر کرنا جو ہر کہ ومہ میں پایا جائے ان کے کمالات کے نہ ماننے کا مشعر ہے۔ سوم یہ کہ قرآن کریم میں جا بجا کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے

کہ وہ انبیاء کو اپنی مثل بشر کہتے تھے۔ اور اسی سے وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے۔'' (توضیح البیان ص ۱۳۰)

انبیاء کو اپنی مثل بشر کہنا کفار و مشرکین کا طریقہ ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔قالوآ ان انتم الا بشر "مثلنا ط۔ کفار بولے تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو۔ (پ ۱۳۔۱۴)

''اس سے معلوم ہوا کہ کفر کی جڑ پیغمبروں کو اپنی مثل جاننا ہے۔ شیطان بھی اسی سے کافر ہوا اور دیگر قومیں بھی اسی سے ہلاک ہوئیں۔ جب تک دل میں پیغمبروں کی عظمت نہ ہو اس وقت تک ان کے دین کا وقار ہرگز قائم نہیں ہوسکتا۔'' (نورالعرفان ص ۴۰۸)

کفار جس لفظ کو تحقیراً بولیں اس کا بولنا حرام ہوتا ہے

پھر یہ بھی مسلمہ بات ہے کہ جو لفظ کفار مخالفین دین حقارت و بے ادبی کے طور پر بولیں اس کا بزرگوں کے حق میں بولنا حرام ہوتا ہے۔ دیکھیے راعنا کا لفظ مسلمان بولتے تھے جب اس لفظ کو یہود مدینہ نے تحقیر کے طور پر بولنا شروع کیا تو اللہ کریم جل شانہٗ نے مسلمانوں کو اس کے بولنے سے منع کر دیا اور فرمایا لا تقولوا راعنا و قولوا انظرنا۔ اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور انظرنا کہو۔ جب یہ دو باتیں ثابت ہوگئیں کہ جس لفظ کو دشمنانِ دین تحقیراً بولیں اس کا بزرگوں کے حق میں بولنا ممنوع ہوتا ہے۔ اور کفار بشرٌ مثلنا کے الفاظ تحقیراً بولا کرتے تھے تو پھر ان دونوں کے نتیجہ میں یہ تیسری بات بداھۃً ثابت ہوئی کہ اللہ کے نبیوں کو اپنی مثل بشر کہنا شرعاً ممنوع ہے۔ وھذا ھو المقصود والمطلوب واللہ ولی التوفیق و ھو یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم.

مولانا روم کا درسِ ادب

مولانا رومی فرماتے ہیں۔

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر　　　　ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

این ندانستند ایشاں ازعمٰی ہست فرقے درمیاں بے منتہٰی

ترجمہ: کافر کہتے تھے کہ ہم بھی بشر ہیں اور یہ پیغمبر بھی بشر ہیں۔ ہم اور یہ پیغمبر سونے اور کھانے کے پابند ہیں۔ ان بے عقلوں نے اپنے اندھا پن کی وجہ سے نہ جانا کہ اُن کی بشریت میں اور پیغمبروں کی بشریت میں بے انتہا فرق موجود ہے۔

پھر اس فرق کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ایں خورد گردد پلید ہا جدا واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

یہ کفار کھاتے ہیں تو ان کے جسم سے پلیدی جدا ہوتی ہے۔ اور وہ (پیغمبر) کھاتے ہیں تو ان کا سارا کھانا نورِ خدا بن جاتا ہے۔ سبحان اللہ! کیسے پیارے انداز سے درسِ ادب دیا گیا ہے۔

مولانا روم کا دوسرا درسِ ادب

اور مولانا رومی اسی مسئلہ کو دوسرے مقام پر اس طرح بیان کرتے ہیں۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ۔ گرچہ یکساں در نبشتن شَیر و شِیر

شَیر آں باشد کہ مردم را درد ۔ شِیر آں باشد کہ مردم اُو خورد

ترجمہ: پاکیزہ لوگوں کے کام کو اپنے کام پر قیاس نہ کر۔ کیونکہ لکھنے میں اگرچہ شَیر اور شِیر کے دو لفظ یکساں ہیں لیکن حقیقت کی رو سے ان میں بہت فرق موجود ہے۔ کیونکہ شَیر وہ ہے جو لوگوں کو چیرتا پھاڑتا ہے اور شِیر وہ ہے جسے لوگ کھاتے ہیں۔ اِسی طرح انبیائے کرام کی بشریت اور عوام الناس کی بشریت اگرچہ دیکھنے میں یکساں ہے مگر حقیقت کی رو سے اِن دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

انبیاء کی بشریت نورانی ہوتی ہے

چونکہ انبیاءِ کرام کے ارواحِ طیّبہ نورانی ہوتے ہیں اس لئے ان سے تعلق پکڑنے والے اجسام میں بھی نورانیت آجاتی ہے۔ برعکس اس کے عوام الناس کی بشریت اس

شرف سے محروم ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں۔

سرتا بقدم ہے تنِ سلطان زمن پھول   لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول بدن پھول
دندان ولب وزلف ورُخ شاہ کے فدائی   ہیں دُرِ عدن، لعل یمن مشک ختن پھول

آپ کی نوری دعا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ ان لفظوں میں دعا مانگی "اے اللہ کر میرے دل میں نور اور میری زبان میں نور اور میری آنکھ میں نور اور میرے کان میں نور اور میری دائیں جانب نور اور میری بائیں جانب نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور میرے سامنے نور اور میرے پیچھے نور اور کر میری ذات میں نور میرے لئے اور زیادہ کر نور میرے لئے"۔ (صححہ الجلال السیوطی فی الجامع الصغیر۔ص ۴۰ ج ۱)

ہم مثلی کے دعویٰ داروں سے ایک سوال

ہم یہاں ہم مثلی کے دعویٰ داروں سے یہ سوال کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ آپ کی یہ نورانی دعا اللہ نے قبول فرمائی ہے یا نہیں؟ اور اگر قبول فرمائی ہے تو پھر آپ کی بشریت کے نورانی ہونے میں کیا شبہ باقی رہ گیا ہے؟ کیا تمہاری بشریت کے متعلق بھی اس قسم کی نورانی دعا موجود ہے؟ اگر موجود نہیں تو پھر تمہاری ظلمانی بشریت اور آنحضرت ﷺ کی نورانی بشریت میں وجہِ مثلیت کیا ہے؟ بینوا توجروا و هذا آخر ما اردنا ایراده فی هذه المقالة النافعة تقبلها الله تعالیٰ بمنّه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الحقیر الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر الله تعالیٰ لهٗ . خادم التدریس بالجامعة الحیدریة فضل المدارس ببلدة سهنسه من مضافاتِ آزاد کشمیر.

(۱۰ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پانچواں مقالہ

حیات خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

اما بعد!

فیصل آباد کے بعض احباب نے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کا لکھا ہوا ایک چار ورقی پمفلٹ بعنوان " نبی علیہ السلام اور شہدآء اللہ کے پاس جنت میں زندہ ہیں قبروں میں نہیں " ۔ ہماری طرف بھیجا اور اِس کی تردید لکھنے کی فرمائش کی تو اُن کی اِس فرمائش پر یہ مختصر رسالہ لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے اللہ تعالیٰ اِسے ذریعہء ہدایت بنائے آمین ۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اِس پمفلٹ کے چند ضروری اقتباسات ناظرین پر پیش کر دیئے جائیں تاکہ آئندہ گفتگو سمجھنے میں آسانی ہو ۔ چنانچہ مؤلف لکھتا ہے ۔

"شہدآء عند ربھم اپنے رب کے پاس ہیں اور وہاں رزق پا رہے ہیں ۔ اِن قبروں کے اندر زندہ نہیں ۔ ان کی زندگی برزخی ہے دنیاوی نہیں ۔ " (صفحہ نمبر۱)

اور لکھتا ہے ۔ شہید اپنی دنیاوی قبر میں دنیاوی جسم کے ساتھ نہیں بلکہ نئے برزخی جسم کے ساتھ جنت الفردوس مین زندہ ہے ۔ نبی علیہ السلام اپنی دنیاوی مدینہ والی قبر میں زندہ نہیں بلکہ برزخ میں جنت الفردوس سے بھی بلند و بالا مقام پر زندہ ہیں " ۔ (صفحہ نمبر۴)

اور لکھتا ہے ۔ " وفات کے بعد نبی علیہ السلام عائشہ کے حجرہ والی قبر میں زندہ نہیں ۔ بلکہ جنت کے سب سے اچھے گھر میں زندہ ہیں " ۔ (صفحہ نمبر۵)

اور لکھتا ہے ۔ " اسی طرح قبر پرستی کی بنیاد فراہم کرنے اور نبی علیہ السلام کو مدینہ منورہ کی قبر میں زندہ ثابت کرنے کے لیے قبر نبوی کی زیارت کی فضیلت کی منکر اور موضوع روایتوں کو دلیل میں پیش کیا جاتا ہے " (صفحہ نمبر۶)

اور لکھتا ہے ۔ " قبر میں مردہ کے زندہ ہو جانے کا عقیدہ ہی تو قبر پرستی کی جڑ ہے ۔ پہلے نبی علیہ السلام کو قبر میں زندہ کیا گیا پھر دوسروں کو اور انجام یہ ہوا کہ ہر گلی ہر کوچے میں اللہ کے گھر کی طرح نقلی کعبے بنا لیے گئے ۔ عرس کے نام سے اُن کا حج ہونے لگا اور خلقت اُن پر ٹوٹ پڑی " (صفحہ نمبر۸) والعیاذ باللہ تعالیٰ عنہ ۔ (نقل کفر کفر نباشد)

عقیدۂ حیاۃ الانبیآء علیھم الصلوٰۃ والسلام

پمفلٹ ہذا کے مؤلف نے اِن متفرق عبارات میں حیاۃ الانبیآء فی القبور کا صاف انکار کیا ہے۔ مگر سلف صالحین کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیآء علیھم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں باجسامھم زندہ ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ وباچندیں اختلافات و کثرتِ مذاھب کہ در علماءِ امت است یک کس را درین مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت ﷺ بحقیقتِ حیات بے شائبہء مجاز وتوہم تاویل دائم و باقی است و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مرطالبان حقیقت را ومتوجہانِ آنحضرت را مفیض ومربی است۔

ترجمہ:۔ اور اتنے اختلافات اور علماء کے اندر کثرتِ مذاہب کے باوجود اِس مسئلہ میں کسی ایک شخص کا بھی خلاف (انکار) نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ مجاز کے شائبہ اور تاویل کے شبہ کے بغیر حقیقی زندگی کے ساتھ دائم (ہمیشہ رہنے والے) اور باقی (زندہ) ہیں۔ اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔ اور طالبانِ حقیقت کے لیے اور آنحضرت ﷺ کی طرف توجہ کرنے والوں کے لیے آپ فیض رساں اور تربیت کنندہ ہیں۔

(الرسالۃ الثامنۃ عشر سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل ﷺ۔ مکتوبات شیخ ص ۱۵۵)

(۲) اور ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں۔ فکانت حیاتہٗ رحمۃ و مماتہٗ رحمۃ بل ولیس ھناک موت ولا فوت بل انتقال من حال وارتحال من دار الی دار فان المعتقد المحقق انہٗ حیّ یرزق ۔ سو آپ کی زندگی رحمت ہے اور آپ کی وفات رحمت ہے بلکہ یہاں نہ موت ہے اور نہ وفات ہے بلکہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال ہے اور ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف کوچ کر جانا ہے۔ کیونکہ تحقیق شدہ عقیدہ یہی ہے کہ آپ ﷺ اس حال میں زندہ ہیں کہ آپ کو رزق دیا جاتا ہے۔ (شرح شفاء شریف جلد ا ص ۱۰۲)

(۳) اور امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ حیاۃ النبی ﷺ فی قبرہ ھو و سائر الانبیآء معلومۃ عند نا علمًا قطعیاً لما قام عندنا من الادلۃ فی ذلک و تواترت بہ الاخبار و قدالف

البیھقی جزءاً فی حیاۃ الانبیآء فی قبور ھم ۔ نبی علیہ السلام اور تمام انبیاء کی زندگی اُن کی قبور میں ہمارے نزدیک قطعی علم کے ساتھ ثابت ہے کیونکہ ہماری اِس بات پر دلائل موجود ہیں اور حدیثیں حد تواتر کو پہنچی ہیں ۔ اور امام بیہقی نے انبیاء کی قبور میں اُن کی زندگی کے بارہ میں ایک مستقل کتاب تالیف کی ہے ۔ (الحاوی للفتاوی جلد۲ ص ۱۴۷)

حیاۃ الانبیآء فی القبور حدیثوں سے ثابت ہے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ بزرگان دین نے حیاۃ الانبیآء کے بارہ میں جو مندرجہ بالا عقیدہ لکھا ہے اِس کا ثبوت متعدد احادیثِ معتبرہ مستندہ سے ہوتا ہے ۔ بعض روایاتِ مبارکہ یہاں تبرکاً نقل کی جاتی ہیں ۔ وباللّٰہ التوفیق .

(۱) محدث ابن سعد بکر بن عبداللہ سے مرسلاً روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تمہارے لیے میری زندگی بہتر ہے کہ تم گفتگو کرتے ہو تو تمہارے لئے گفتگو کی جاتی ہے اور جب میں فوت ہو جاؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے بہتر ہوگی . تعرض علی اعمالکم . تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے ۔ پھر اگر میں نیکی دیکھوں گا تو اللہ کی تعریف بیان کروں گا اور برائی دیکھوں گا تو تمہارے لئے معافی مانگوں گا ۔ رواہ خاتمۃالمحدثین فی جامعہ الصغیر ص ۱۵۰ ج ۱ وحسنہٗ و قال شھاب الدین الخفا جی فی نسیم الریاض ص ۱۰۲ ج ۱ و فی الحدیث زیادۃ فی بعض التعالیق و ھی اما حیاتی فابین لکم السنن واشرع لکم الشرائع واما موتی فان اعمالکم تعرض علی فما رأیت منھا حسناً حمدت اللہ وما رائیت منھا سیئاً استغفرت لکم واللّٰہ اعلم.

(۲) امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت بیان کی ہے کہ بلاشبہ نبی علیہ السلام معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے و ھو یصلی فی قبرہ اس حال میں کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھتے تھے ۔ اور محدث ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان لفظوں میں روایت کی ہے کہ بلاشبہ نبی کریم علیہ السلام ان کی قبر کے پاس سے اس حال میں گزرے کہ وہ نماز پڑھتے تھے ۔ (الحاوی للفتاوی ص

۱۴۷ج ۲)

(۳) محدث ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں یوسف بن عطیہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ثابت بنانی کو حضرت حمید الطویل سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کیا آپ تک کوئی حدیث اس بارہ میں پہنچی ہے کہ انبیآء کے سوا کوئی شخص اپنی قبر میں نماز پڑھتا ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔ (یعنی اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ انبیآء اپنی قبور میں نماز پڑھتے ہیں۔)
(الحاوی للفتاوی ص ۱۴۷ج ۲)

(۴) امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ انبیآء چالیس دن کے بعد اپنی قبور میں نہیں چھوڑے جاتے مگر یہ کہ وہ صور پھونکے جانے تک اللہ تعالیٰ کے روبرو نماز پڑھتے ہیں۔ (الحاوی للفتاوی ص ۱۴۷ج ۲)

(۵) ابویعلیٰ نے مسند میں اور بیہقی نے حیاۃ الانبیآء میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ بلاشبہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ الانبیآء احیآء فی قبورھم یصلون۔ تمام نبی اپنی قبور میں اس حال میں زندہ ہیں کہ وہ نماز پڑھتے ہیں۔ رواہ خاتمۃ المحدثین فی الجامع الصغیر ص ۱۲۳ ج ۱ و حسنہ وقال امام تقی الدین السبکی فی شفاء السقام ص ۱۷۹ صنف الحافظ ابو بکر البیہقی رحمۃ اللہ فی ذلک جزأ وروی فیہ احادیث منھا الانبیآء احیآء فی قبورھم یصلون ورواہ ابن عدی فی الکامل وقال الحسن ابن قتیبۃ ھذا احادیث غرائب حسان فارجوانہ لا بأس بہ و ذکرہ ابن ابی حاتم ولم یذکر فیہ جرحاً ولا تعدیلاً و ذکرہ الخطیب فی التاریخ واللہ اعلم.

(۶) محدث ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت سعید بن المسیب کے بارہ میں روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ البتہ میں نے واقعہ حرہ کی راتوں میں اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں میرے سوا کوئی نہ تھا۔ وما یاتی وقت صلوۃ الاسمعت الآذان من القبر. اور نماز کا وقت نہ آتا تھا مگر میں رسول اللہ ﷺ کی قبر سے آذان سنتا تھا۔ (الحاوی للفتاوی ص ۱۴۸ج ۲)

(۷) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود بھیجو کیونکہ یہ دن مشہود ہے یعنی اس میں فرشتے حاضری دیتے ہیں۔ اور کوئی شخص مجھ پر درود نہیں بھیجتا مگر مجھ پر اُس کا درود پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہو جائے۔ میں نے عرض کیا اور موت کے بعد؟ فرمایا۔ ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیآء فنبی اللّٰہ حیّ یرزق ۔ بلاشبہ اللہ نے زمین پر انبیآء کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ کا ہر نبی زندہ ہے اس حال میں کہ وہ رزق دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۲۱ ج ۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبور میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام صرف محفوظ ہی نہیں رہتے بلکہ اُن کو زندہ کیا جاتا ہے۔ اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ اور ان پر بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ وھو المقصود والحمد اللّٰہ علی ذلک

(۸) امام ابوداؤد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ کوئی شخص مجھ پر سلام پیش نہیں کرتا مگر اللہ میرے روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے حتی ارد علیہ السلام یہاں تک کہ میں اُس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (سنن ابی داؤد ص ۲۷۹ جلد ۱)

امام سیوطی اِس حدیث کے مفہوم کی سترہ وجہیں بیان کرنے کے بعد اپنے نزدیک زیادہ صحیح وجہ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ لیس المراد بردّ الروح عودھا بعد المفارقة للبدن و انّما النبی ﷺ مشغول باحوال الملکوت و مستغرق فی مشاھدۃ ربّه کما کان فی الدنیا فی حالة الوحی و فی اوقات اخر فعبّر عن افاقته عن تلک المشاھدۃ وذلک الاستغراق بردّ الروّح . یعنی روح کو لوٹانے سے یہ مراد نہیں ہے کہ بدن سے جدائی کے بعد روح کو اُس میں لوٹایا جاتا ہے۔ بلکہ نبی ﷺ عالمِ برزخ میں ملکوت کے احوال میں مشغول اور اپنے رب کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں جس طرح آپ دنیا میں وحی کی حالت میں اور دوسرے اوقات میں ہوتے تھے۔ سو آپ نے مشاہدہ اور اس استغراق سے ہوش میں آنے کو روح کے لوٹانے سے تعبیر فرمایا ہے۔ (الحاوی للفتاویٰ ص ۱۵۱ جلد ۲)

(۹) حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ عیسیٰ بن مریم منصف اور عادل امام کی حیثیت سے ضرور اُتریں گے اور وہ ضرور حج یا عمرہ کے لیے راہیں طے کریں گے اور ضرور میری قبر پر آئیں گے۔ حتی یسلّم علّی ولا ردّن علیه ، یہاں تک کہ وہ مجھ پر سلام پیش کریں گے تو میں اُن کے سلام کا جواب ضرور دوں گا۔ رواہ الجلال السیوطی فی جامعه الصغیر ص ۱۴۰ جلد ۲ و صححه واخرجه ابو یعلیٰ و فیه ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجیبنهٗ واللّٰه اعلم۔

(۱۰) امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور اصبہانی نے ترغیب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ من صلّی علّی عند قبری سمعتهٗ ومن صلّی علّی نائباً بلغتهٗ ۔ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔ رواہ الجلال السیوطی فی جامعه الصغیر ص ۱۷۵ جلد ۲ و ضعفهٗ۔

(۱۱) بیہقی نے حیاۃ الانبیاء میں اور اصبہانی نے ترغیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات مجھ پر ایک سو مرتبہ درود بھیجے اللہ اس کی سو حاجتیں ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی پوری کرتا ہے۔ ثم وکل اللّٰه بذلک ملکاً یدخلهٗ فی قبری کما یدخل علیکم الھدایا ۔ پھر اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے تو وہ اسے میری قبر میں اس طرح داخل کرتا ہے جس طرح تم پر تحفے پیش کیے جاتے ہیں۔ انّ علمی بعد موتی کعلمی فی الحیاۃ بلا شبہ میری موت کے بعد میرا علم اس طرح ہے جس طرح میرا علم زندگی میں ہے۔ اور بیہقی کی روایت میں اِس طرح ہے یخبرنی من صلّی باسمه و نسبه فاثبتهٗ عندی فی صحیفة بیضآء ۔ وہ (فرشتہ) مجھے اُس شخص کے نام ونسب کی خبر دیتا ہے جس نے مجھ پر درود بھیجا ہوتا ہے تو میں اس کے درود کو اپنے پاس سفید صحیفہ میں محفوظ کر لیتا ہوں۔ (الحاوی للفتاوی ص ۱۴۸ جلد ۲)

(۱۲) امام بخاری تاریخ میں عمار رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے

ارشاد فرمایا۔ ان للّٰہ تعالیٰ ملکاً اعطاہ اسماع الخلائق قائم علی قبری فما من احد یصلی علی صلوٰۃ الا بلغتھا ۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو اُس نے ساری مخلوق کی باتیں سننے کی طاقت دی ہے وہ میری قبر پر کھڑا ہوگا۔ سو مجھ پر کوئی درود نہیں بھیجے گا مگر وہ اُسے مجھ تک پہنچا دے گا۔ (الحاوی للفتاویٰ ص ۱۴۷ جلد۲)

(۱۳) امام ابن القیم الجوزیہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ کوئی صبح ایسی نہیں کہ ستر ہزار فرشتے آسمان سے اتر کر (رسول اللہ ﷺ) کی قبر شریف کو نہ گھیر لیتے ہوں اور اپنے پروں سے اس کو جھاڑ کر شام تک درود پڑھنے میں مشغول نہ رہتے ہوں جب شام ہو جاتی ہے تو وہ آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں اور اُن کی جگہ دوسرے ستر ہزار فرشتے آ کر یہی خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ حتی اذاانشقت عنہ الارض خرج فی سبعین الفاً من الملآئکۃ یزفون ۔ یہاں تک جب آپ پر زمین کھولی جائے گی تو آپ ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں میدان قیامت میں تشریف لائیں گے۔ (جلاء الافہام۔ ص ۷۷)

الحمدللہ۔ اِن احادیث مبارکہ سے اہلِ فہم و فراست پر روز روشن کی طرح روشن ہوگیا کہ انبیآء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبورِ مقدسہ میں اپنے اجسام متبرکہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ امت کے اعمال اُن پر پیش کیے جاتے ہیں اور وہ اللہ کے روبرو نماز پڑھتے ہیں اور درود وسلام کا جواب دیتے ہیں۔ مؤلف بیچارے نے ایک دو آیتوں حدیثوں سے غلط سلط معنی لکھ کو عوام المسلمین کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس کے شر سے ہمارے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

انبیآء و صالحین کی قبور جنت بنا دی جاتی ہیں

مذکورہ بالا پمفلٹ کے مؤلف نے اُن حدیثوں سے مغالطہ کھا کر انبیآء و شہداء کی قبور کی زندگی کا انکار کیا ہے جن میں اُن کی ارواح کا جنت کی سیر کرنے کا ذکر ہے۔ حالانکہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ صالحین کی قبور کو بذاتِ خود جنت بنا دیا جاتا ہے۔

ولہذا ان کی جنت میں زندگی اُن کی قبور میں زندگی کے منافی نہیں ہے۔ ناظرین درج ذیل احادیث کو بغور پڑھیں سمجھیں اور اُن پر اپنا عقیدہ رکھیں۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ثم یفسخ فی قبرہ سبعون ذراعاً فی سبعین ثم ینورلہ فیہ ثم یقال لہ نم فیقولُ ارجع الی اھلی فاخبرھم فیقولان نم کنو مۃ العروس الذی لا یو قظہ الّا احبّ اھلہ الیہ حتی یبعثہ اللّٰہ من مضجعہ ذلک ۔ پھر مومن کی قبر میں ستر مربع گز کشادگی کی جاتی ہے پھر اس کے لئے اُس میں روشنی کر دی جاتی ہے پھر اُسے کہا جاتا ہے۔ سو جا۔ وہ کہتا ہے میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹوں گا اور ان کو اپنے اس حال کی خبر دوں گا۔ وہ دونوں کہتے ہیں اس دلہن کی طرح سو جا جس کو اُس کے گھر کا سب سے زیادہ محبوب شخص ہی جگاتا ہے۔ وہ اِسی حال میں رہے گا یہاں تک کہ اللہ اُسے اُس کی قبر سے نکالے گا۔ (مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۲۳)

(۲) حضرت برآء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر آسمان سے نداء کرنے والا ندآء کرتا ہے بلا شبہ میرے بندے نے سچ کہا ہے۔ فافرشوہ من الجنۃ و البسوہ من الجنۃ و افتحوالہ باباً الی الجنۃ فیفتح فیاتیہ من روحھا و طیبھا و یفسح لہ فیھا مدّ بصرہ ۔ سو اِس کے لئے جنتی بستر بچھاؤ۔ اور اِسے جنتی لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھولو۔ سو وہ کھولا جاتا ہے۔ تو جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں اور اس کے لئے اس کی قبر میں حدّ نظر تک کشادگی کر دی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۲۳)

(۳) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ثم یفرج لہ فرجۃً قبل الجنۃ فینظر الی زھر تھا و مافیھا فیقال لہٗ ھذا مقعدک علی الیقین الذی کنت وعلیہ مت و علیہ تبعث ان شآء اللّٰہ تعالیٰ ۔ پھر جنت کی طرف سے اُس کے لئے کشادگی کھولی جاتی ہے تو وہ اس کی زینت اور اس کے اندر کی اشیاء کو دیکھتا ہے پھر اُسے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے اُس یقین کی وجہ سے جس پر تو تھا اور جس پر تُو مرا اور اِن شآء اللہ جس پر تو اٹھایا جائے گا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۴ جلد ۱)

(۴) خاتمۃ المحدثین امام جلال الملۃ والدین سیوطی لکھتے ہیں بیہقی اور ابن الدنیا نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار ۔ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے اور اس کی مثل حدیث کو ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (بشری الکئیب ص ۶۷)

(۵) امام ابن مندہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا المؤمن فی قبره فی روضة خضرآء یرحب قبره سبعین ذراعاً و ینوّرله کالقمر لیلة البدر ۔ مومن قبر میں سرسبز باغ میں ہوتا ہے۔ اُس کی قبر ستر گنا کشادہ کی جاتی ہے اور چودھویں رات کے چاند کی طرح منور کر دی جاتی ہے۔ (شرح الصدور ص ۶۳ بشری الکئیب ص ۶۸)

(۶) حضرت عبداللہ بن زید مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة ۔ میرے گھر اور میرے منبر کا درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (رواہ احمد والشیخان والنسائی وصححہ الجلال السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۴۴ جلد ۲)

الحمد للہ۔ اِن چھ حدیثوں سے روزِ روشن کی طرح روشن ہوگیا کہ انبیآء و صالحین کی قبور کشادہ منور اور جنت کا باغ بنا دی جاتی ہیں۔ اپنی قبور کے اندر کی جنتوں میں اہلِ قبور اپنے خاکی اجسام اور ارواح کے ساتھ سبز پرندوں کو اپنی سواریاں بنا کر سیر و تفریح کرتے ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

قبورِ صالحین فی الواقع جنت ہوتی ہیں

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ و قولهٗ ﷺ فی القبر انه روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار محمول عندنا على الحقيقة لا على المجاز وان القبر يملأ على المؤمن خضراً و هو العشب من النبات و قد عينهٗ ابن عمر و فی حديث انه الريحان

و ذھب بعض العلمآء الی حملہ علی المجاز الی ان قال قال القرطبی والاوّل اصحّ. قبر کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمانا کہ وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے ہمارے نزدیک حقیقت پر نہ کہ مجاز پر محمول ہے اور بلا شبہ قبر مومن پر سرسبزی سے بھر دی جاتی ہے۔ اور اِس چیز کا معاینہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا ہے اور ان کی حدیث میں ہے کہ بلا شبہ قبر ریحان ہے۔ اور بعض علماء اِس ارشاد کو مجاز پر محمول کرنے کی طرف گئے ہیں۔ امام قرطبی نے فرمایا۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

(شرح الصدور ص ۶۳)

مقام غور ہے کہ جب مؤلف کے نزدیک انبیآء و شہداء جنتوں میں زندہ ہیں اور مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہُوا کہ اِن مقبولانِ بارگاہ الٰہی کی قبور بذاتہا جنت ہوتی ہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ محبوبانِ خدا اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور ماننے کی توفیق بخشے آمین۔

مؤلف کا ایک اور مغالطہ

مؤلف نے اپنے اس پمفلٹ کے صفحہ نمبر ۳ پر مسلم شریف کی جو حدیث نقل کی ہے اس کے الفاظ ارواحھم فی جوف طیر خضر سے مغالطہ کھا کر یہ سمجھا ہے کہ انبیآء و شہداء کو جنت میں ایک نیا جسم دے دیا جاتا ہے جو اُن کے خاکی جسم کا غیر ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ معنی اِس حدیث کا ہے ہی نہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ انبیآء و شہداء کی ارواح بمعہ اپنے اجسام دنیوی سبز پرندوں کے پیٹوں میں بیٹھ کر جنت کی سیر کرتی ہیں۔ یعنی سبز جنتی پرندے اُسی طرح جنتیوں کے لیے سواریاں بنتے ہیں جس طرح ہوائی جہاز انسانوں کے لیے سواری بنتا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق اِس جملہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔ گفتہ اند کہ ایداع ارواح شہداء در جوف طیور در رنگ وضع درر و جواہرات در صنادیق بجہت تکریم و تعظیم و تشریف بقصد درآوردن ایشان در بہشت بایں صورت نہ متعلق بایں ابدان و مدبر در آن ہمچو تدابیر ارواح در ابدان چنانکہ در ابدان دنیا و یہ بُود۔ یعنی جنتیوں کو جنت میں تشریف و تکریم و تعظیم کی جہت

سے اِن پرندوں کے پیٹوں میں بٹھا کر لایا جاتا ہے کہ جنتی اِن پرندوں کے پیٹوں میں اُسی طرح ہوتے ہیں جس طرح لعل و جواہر صندوقوں میں ہوتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ اُن کی روحوں کے لئے جنتی پرندے بدن بن جاتے ہیں اور وہ اُن میں حلول کر جاتی ہیں۔
سبحان اللہ حضرت شیخ کی اِس عبارت نے مؤلف کی غلط فہمی کو کس طرح واضح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ حق جاننے اور ماننے کی توفیق بخشے آمین۔

مسلمانوں پر مؤلف کا ایک گندا الزام

مؤلف اپنے اس پمفلٹ کے آخر میں لکھتا ہے۔ "قبر میں مُردہ کے زندہ ہو جانے کا عقیدہ ہی تو قبر پرستی کی جڑ ہے۔ پہلے نبی ﷺ کو قبر میں زندہ کیا گیا" یہ مسلمانوں پر سخت قسم کا گندا بہتان ہے کیونکہ کوئی مسلمان قبر کی پوجا نہیں کرتا اِس لئے قبور صالحین کی زیارت کو قبر پرستی کا نام دینا مؤلف کی جہالت کا بیّن ثبوت ہے۔ پھر اُس کا یہ کہنا کہ پہلے نبی ﷺ کو قبر میں زندہ کیا گیا۔ بارگاہِ رسالت میں سخت قسم کی گستاخی ہے۔ یہ جاہل اتنا نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ کو اُن کی قبر میں اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا ہے کسی غیر خدا نے زندہ نہیں کیا ہے۔ لہذا اس کا اس احیاء کا اسناد بندوں کی طرف کرنا سخت قسم کی توہین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے۔ آمین۔

احادیث زیارت قبور منکر و موضوع نہیں بلکہ حسن یا صحیح ہیں

مؤلف کا یہ دعویٰ کہ " اسی طرح قبر پرستی کی بنیاد فراہم کرنے اور نبی ﷺ کو مدینہ منورہ کی قبر میں زندہ ثابت کرنے کے لئے قبر نبوی کی زیارت کی فضیلت کی منکر اور موضوع روایتوں کو دلیل میں پیش کیا جاتا ہے" باطل ہے کیونکہ یہ رویتیں منکر یا موضوع نہیں بلکہ اُن میں سے اکثر صحیح یا حسن ہیں اور بعض ضعیف ہیں۔ مگر اِن کے طرق کی کثرت سے ان کا ضعف بھی دور ہو گیا ہے چنانچہ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ یعنی زیارت کا لفظ جن احادیث میں صراحۃً واقع ہوا ہے۔ وہ یہ حدیثیں ہیں جو ثقہ

راویوں سے متعدد طرق سے مروی ہیں ۔ اِن میں سے بعض حدیثیں صحت کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں اور اکثر حدیثیں مرتبہ ءحسن پر فائز ہیں ۔ (جذب القلوب فارسی ص ۱۴۲)

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ " دربارِ رسالت کی حاضری " ملاحظہ فرمائیں ۔وھذاآخر مااردنا ایراده فی هذه المقالة المبارکة تقبلهاالله تعالیٰ بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ (۱۰ رجب ۱۴۱۴ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھٹا مقالہ

قرآن مجید سے

سماعِ موتیٰ کا ثبوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین امّابعد

روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی بابت ۲۲ دسمبر ۱۹۹۵ء کے ملی ایڈیشن میں محمد انور طالب نامی ایک شخص کا مضمون بعنوان " سماعِ موتیٰ قرآن کی روشنی میں " شائع ہوا۔ اس مضمون میں اس مضمون نگار نے چند مؤول آیاتِ قرآنی کو دلیل بنا کر سماعِ موتیٰ کی نفی قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ بدیں وجہ ہم نے اس مختصر رسالہ میں قرآن مجید ہی سے سماعِ موتیٰ کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرفِ مقبولیت بخشے اور عامۃ المسلمین کے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

اقتباسات

قارئین کی آسانی کے لئے اس مضمون کے چیدہ چیدہ اقتباسات درج کیے جاتے ہیں۔
چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

(۱) " اور جب مسلمانوں نے شمشیر و سنان کو چھوڑ کر طاؤس و رباب کو اختیار کر لیا تو دین ہاتھ سے جاتا رہا اور نئے نئے رسم و رواج اور بدعات و خرافات کو اپنا لیا۔ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کے گرد اپنی عبادت کا تانا بانا تیار کر لیا۔ بالخصوص پختہ و آراستہ قبروں کو ان عبادات و رسومات کا محور بنایا۔ نتیجۃً جو مجاہدین تھے وہ مجاورین بن گئے۔ اور اِسی دینِ مجاوری یا دینِ خانقاہی کو زندہ و قائم رکھنے کے لیے سماعِ موتیٰ کے عقیدہ کی اشد ضرورت پڑی کیونکہ مزاروں میں جب تک اصحابِ قبور کو زندہ نہیں باور کرایا جائے گا انہیں حاجت روائی، داتائی، دستگیری، مشکل کشائی اور فریاد رسی کے قابل کون سمجھے گا؟ اور جب صاحبِ قبر کو زندہ سمجھ اور سمجھا لیا جائے تو دینِ قبور کی تمام رنگینیاں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔"

(۲) " دوسری طرف قرآنی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد روح کو فرشتے مکمل

طور پر اپنے قبضے میں لے کر اُسے اپنی اصلی قبر (برزخ) میں لے کر رکھتے ہیں جہاں اُسے برزخی جسم دیا جاتا ہے جو رنج و راحت کی کیفیات سے گزرتا ہے دوسری طرف جسمِ انسانی خاک میں مل کر خاک ہو جاتا ہے اور ہڈیوں کا پنجر رہ جاتا ہے۔ قرآن میں یہ بھی ہے کہ زمین انسان کے جسم کو کھا لیتی ہے قرآنِ مجید میں بہت سارے مقامات میں اعادہ تخلیق یعنی انسان کے از سر نو پیدا کیے جانے کے بارے میں آیات موجود ہیں۔

(۳) " سماعِ موتیٰ کا قائل گویا کہ مردے کو اللہ تعالیٰ کا درجہ دیتا ہے۔ کیونکہ ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات تو فقط اللہ کی ہے اور بودے عقیدے کا قائل گویا قرآن مجید کا انکار کرتا ہے تین مقامات پر واضح طور پر اور صریحاً کہا گیا ہے کہ اے نبی آپ مردوں کو نہیں سُنا سکتے۔ آپ قبر میں مدفون لوگوں کو نہیں سنا سکتے۔ مقامِ افسوس تو یہ ہے کہ ایک طرف تو اللہ کا نبی بھی ایک کام نہیں کر سکتا اور دوسری طرف عام مسلمان وہی کام سر انجام دینے کا دعویدار ہے "۔

(۴) " الغرض والقصہ سماعِ موتیٰ کا عقیدہ ہر لحاظ سے قرآن کا انکار اسلام سے انحراف اور آواگون کا اقرار ہے "

(۵) "لہذا میں قارئین مضمون ہذا سے یہ ہمدردانہ گزارش بھی کیے دیتا ہوں کہ وہ یہ مضمون پڑھنے کے بعد اپنے فرقے کے مولوی صاحب کی طرف دوڑنے اور تصدیق یا تردید کرانے کی بجائے قرآن عظیم کی طرف لپکیں اور اُسے سینے سے لگا کر مشعلِ راہ بنا کر زندگی کا سفر طے کریں۔ قبر میں پہنچنے کے بعد آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ آپ خود کتنا ایک سنتے ہیں۔

(۶) " اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی مردے کو کچھ سنوانا چاہے تو سنوا سکتا ہے لیکن کسی انسان میں یہ قدرت نہیں کہ وہ مردے میں قوتِ سماعت پیدا کر سکے اور نہ ہی مردے میں اس قسم کی کوئی قوت ہے کیونکہ موت نے اس کے تمام قویٰ کا خاتمہ کر دیا ہے وہ مردہ ہے۔ نہیں سُن سکتا تا قیامت۔

(۷) " اس کے ساتھ میری یہ گزارش ہے کہ جس طرح راقم الحروف نے سماع کی نفی قرآن سے کی اول تو کسی مسلم اور مومن کا دل تردید قرآن کے تصور ہی سے لرز جانا چاہیے۔

لیکن اگر کوئی صاحبِ علم میرے مضمون کی مخالفت میں لکھنا چاہیں تو عرض یہ ہے کہ سماعِ موتی کا اثبات قرآن ہی سے کیا جائے۔ جس طرح میں سے سماعِ موتی کے خلاف قرآن پیش کیا ہے۔ اسی طرح مخالفت میں لکھنے والے بھی صرف قرآن ہی پیش کریں کیونکہ **القرآن حجة لک اوعلیک** قرآن تیرے لئے حجت ہے یا تجھ پر حجت ہے۔

دلیل میں مضمون نگار کی پیش کردہ قرآنی آیات

اِس مضمون نگار نے سماعِ موتی کی نفی میں جو آیاتِ قرآنی پیش کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) اور وہ ہستیاں جنہیں لوگ اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں بلکہ خود مخلوق ہیں مردہ ہیں نہ کہ زندہ ان کو کچھ معلوم نہیں کہ انہیں کب دوبارہ زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا۔ (النحل ۲۰۔۲۱)

(۲) اس کے بعد تم نے مرنا ہے پھر قیامت کے روز تم اٹھائے جاؤ گے۔ (المومنون: ۱۶)

(۳) اے نبی تم ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔ (الفاطر: ۲۲)

(۴) اے نبی تمہیں مرنا ہے اور ان لوگوں کو بھی مرنا ہے۔ (الزمر: ۳۰)

(۵) پھر اُس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روحیں قبض کریں گے اور ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے انہیں لے جائیں گے (عالم برزخ میں) (محمد: ۲۷)

(۶) اور کیا ہو جاتا اگر کوئی قرآن اتار دیا جاتا جس کے زور سے پہاڑ چلنے لگتے یا زمین شق ہو جاتی یا مردے قبروں سے نکل کر بولنے لگتے (الرعد: ۳۱)

(۷) تحقیق اے نبی تم مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ (النمل: ۸۰)

(۸) ایک مقام پر ارشاد ہے جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تمہاری پکار سے بے خبر ہیں۔ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں۔ (الفاطر: ۱۴)

اِن آیاتِ کریمہ کا صحیح مفہوم و مطلب

مضمون نگار کی پیش کردہ مندرجہ بالا آٹھ آیات میں سے صرف آیت نمبر ۳ اور نمبر ۷ کا تعلق مسئلہ سماعِ موتیٰ سے ہے۔ باقی آیات کو سماعِ موتیٰ کی دلیل بنانا مضمون نگار کا نرا خبط ہے کیونکہ ان میں موتیٰ کے سننے نہ سننے کا کوئی ذکر ہی موجود نہیں ہے۔ اور آیت نمبر ۳ اور آیت نمبر ۷ میں اگرچہ بظاہر اسماعِ موتیٰ کی نفی کی گئی ہے لیکن اگر اِن دونوں آیتوں کا سیاق و سباق دیکھا جائے تو ماننا پڑے گا کہ یہاں موتیٰ اور من فی القبور کو ان کے حقیقی معنوں میں استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ دونوں لفظ کفارِ مکہ پر بولے گئے ہیں جو نبی پاک صاحبِ لولاک ﷺ کے مواعظِ حسنہ کو سن کر ان کی تکذیب کرتے تھے اور ان سے کوئی نفع نہ اٹھاتے تھے۔ کسی کلام کا مرادی معنے جاننے کے لئے اُس کے سیاق و سباق کا لحاظ ضروری ہوتا ہے۔ لیکن اس مضمون نگار کو تو صرف اپنا عقیدۂ فاسدہ (سماعِ موتیٰ کی نفی) ثابت کرنے سے غرض ہے اس لئے اس نے سیاق و سباق پر غور کرنے کی زحمت نہیں اٹھائی ہے اللہ تعالیٰ اپنی کلام صحیح سمجھنے اور اپنی مراد ماننے کی توفیق بخشے۔ آمین

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ آیت نمبر ۳ اور آیت نمبر ۷ کا صحیح مفہوم بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

جواب اول: آیت کا صریح منطوق نفی اسماع ہے نہ نفی سماع پھر اُسے محلِ نزاع سے کیا علاقہ۔ نظیر اُس کی آیت کریمہ انک لا تھدی من احببت ہے اسی لئے جس طرح وہاں فرمایا ولکن اللہ یھدی من یشآء یعنی لوگوں کا ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے یونہی یہاں بھی ارشاد ہوا ہے۔ ان اللہ یسمع من یشآء. وہی حاصل ہوا کہ اہلِ قبور کا سننا تمہاری طرف سے نہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے الآیۃ من قبیل انک [illegible] احببت و لکن یھدی من یشآء (یعنی یہ آیت

انک لا تھدی کے قبیل سے ہے۔)

جواب دوم: نفی سماع ہی مانو تو یہاں سماع قطعاً بمعنی سماعِ قبول و انتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار کہتا ہے وہ میری نہیں سنتا کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی بلکہ صاف یہی مقصود کہ سنتا تو ہے مانتا نہیں اور سننے سے اُسے نفع نہیں ہوتا۔ آیتِ کریمہ میں اِسی معنی کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفاء ہے نہ اصل سماع کا۔ خود اسی آیت کریمہ انک لا تسمع الموتیٰ کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے۔ ان تسمع الا من یؤمن بآیا تنا فھم مسلمون ۔تم نہیں سناتے مگرانہیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں اور ظاہر کہ پند و نصیحت سے نفع حاصل کرنے کا وقت یہی زندگی دنیا ہے۔ مرنے کے بعد کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل۔ قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے پھر اس سے کیا کام۔الان و قد عصیت قبل ۔تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھایئے نہیں مانتے۔ علامہ حلبی نے سیرت انسان العیون میں فرمایا السماع المنفیٰ فی الآیۃ بمعنی السماع النافع و قد اشار الیٰ ذلک الحافظ الجلال السیوطی بقولہ سماع موتیٰ کلام الخلق حق و قد جآء ت بہ عند نا الآثار فی الکتب ۔ و آیۃ النفی معنا ھا سماع ھدیٰ ۔ لا یقبلون و لایضعون الادب (آیت کریمہ میں سماعِ نافع کی نفی کی گئی ہے اور اسی طرف امام جلال الدین کے وہ دو شعر اشارہ کرتے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے " مخلوق کی کلام کو مردوں کا سننا حق ہے اور اس بارہ میں ہمارے نزدیک کتابوں میں دلائل موجود ہیں اور آیت میں جس سماع کی نفی کی گئی ہے وہ ہدایت کا سننا اور اس کو قبول کرنا ہے۔)

امام ابوالبرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیر آیت سورۂ فاطر فرمایا شبہ الکفار بالموتیٰ حیث لا ینتفعون بمسمو عھم ۔ (اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو مردوں سے تشبیہ دی کیونکہ وہ اپنی سنی ہوئی بات سے نفع نہیں اٹھاتے)

مولانا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا النفی منتصب علی نفی النفع لا علی

مطلق السمع (یعنی آیت میں جو سماع کی نفی کی گئی ہے وہ سماع نافع کی ہے نہ کہ مطلق سماع کی)

جواب سوم: مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے؟ موتی سے۔ موتی کون ہیں؟ ابدان کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ اہلِ سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے۔ ہاں۔ کس سے نفی فرمائی؟ من فی القبور سے یعنی جو قبر میں ہے۔ قبر میں کون ہے؟ جسم کہ روحیں تو علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زم زم وغیرھا مقاماتِ عزّ و اکرام میں ہیں۔ جس طرح ارواحِ کفار سجین یا نار یا چاہ وادی برہوت مقاماتِ ذلت و آلام میں۔ امام علامہ سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی و ھو الروح (یعنی ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ موصوف بالموت (یعنی میت کا جسم) موصوف بالسماع ہے بلکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ موت کے بعد سماع زندہ چیز کے لیے ہے اور وہ میت کا روح ہے۔ شاہ عبدالقادر صاحب برادر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں زیرِ آیت کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو۔ وہ سنتے ہیں۔ بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا دھڑ وہ نہیں سُن سکتا ہے۔ یہ تینوں جواب بتوفیق الوھاب قبل مطالعہء کلام علماء ذہن فقیر میں آئے تھے پھر ان کی تصریحیں کلماتِ علماء میں دیکھیں کما سمعت و للہ الحمد۔ اور ابھی علماء کے جواب اور بھی ہیں۔ وفی ما ذکرنا کفایۃ لمن القی السمع وھو شھید ان اللّٰہ یسمع من یشآء ویھدی الیٰ صراط الحمید۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۲۵۱)

حاصل کلام

یہ ہوا کہ ان دو آیتوں میں موتی اور من فی القبور سے مراد وہ کفارِ مکہ ہیں جو نفع بخش سماع سے معذور ہیں ان پر یہ دو لفظ مجازاً بولے گئے اور وجہِ مجاز نفع بخش سماع کا نہ سننا ہے یا ان دونوں سے مراد میت کا جسم ہے نہ کہ اُس کا روح ورنہ اس کی روح سنتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

قرآن سے سماعِ موتیٰ کا ثبوت

علماءِ دین نے سماعِ موتیٰ کا ثبوت قرآن مجید کے چند مقامات سے پیش کیا ہے قارئین کے اضافہءعلمی کے لئے ہم اُن مقامات کو یہاں بیان کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی ہلاک شدہ قوم سے گفتگو فرمائی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **فتولیٰ عنھم و قال یا قوم لقد ابلغتکم رسالة ربی و نصحت لکم ولکن لا تحبون الناصحین** ۔تو صالح نے اُن سے منہ پھیرا۔ اور کہا۔ اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچادی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرضی ہی نہیں۔ (پ ۸ رکوع ۱۷)

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں۔ " ان کی ہلاکت کے بعد یعنی حضرت صالح علیہ السلام مع مومنوں کے اِس بستی سے نکل کر جنگل میں چلے گئے پھر ان کی ہلاکت کے بعد وہاں سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت اُن کی لاشوں پر سے گزرے تو ان لاشوں سے خطاب کر کے بولے۔ اس سے پتہ چلا کہ مُردے سنتے ہیں۔ کیونکہ صالح علیہ السلام نے ان کی موت کے بعد یہ کلام اور خطاب فرمایا اللہ کے خاص بندے تو بعد وفات دور سے بھی سُن لیتے ہیں۔ اسی لئے ہر نمازی حضور علیہ کو التحیات میں سلام پیش کرتا ہے۔ حالانکہ جو سلام نہ سن سکے اُسے سلام کرنا منع ہے جیسے سویا ہوا یا بے ہوش ایسے ہی جو سلام کا جواب نہ دے سکے اُسے بھی سلام کرنا منع ہے۔ جیسے نماز میں قضائے حاجت میں مشغول " (نور العرفان ص ۲۵۴، ص ۲۵۵)

مولوی شبیر احمد عثمانی نے اِس آیت کے ماتحت لکھا " کہتے ہیں کہ صالح علیہ السلام قوم کی ہلاکت کے بعد مکہ معظمہ یا ملک شام کی طرف چلے گئے اور جاتے ہوئے ان کی لاشوں کے انبار دیکھ کر خطاب فرمایا تو اسی طرح آنحضرت علیہ نے مقتولین بدر کو فرمایا تھا۔

(حاشیۃ القرآن ص ۲۸۰)

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد اُن سے گفتگو فرمائی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔فتولی عنهم و قال یاقوم لقد ابلغتکم رسالات ربی و نصحت لکم فکیف اسی علی قوم کفرین ۔تو شعیب علیہ السلام نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم! میں تمہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچا چکا اور تمہارے بھلے کو نصیحت کی تو کیونکر غم کروں کافروں پر (پ ۹ رکوع ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ مردے سنتے ہیں کیونکہ شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے ان کی ہلاکت کے بعد ان کی لاشوں پر کھڑے ہو کر کلام کیا۔ (نور العرفان ص ۲۵۸)

نبی پاک علیہ السلام کو حکم ہوا کہ گزرے ہوئے رسولوں سے پوچھیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الهة یعبدون ۔ (پ ۲۵ رکوع ۱۰)

اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے ۔کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور خدا ٹھہرائے جن کو پوجا ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعد وفات صالحین سنتے ہیں بلکہ جواب بھی دیتے ہیں کیونکہ حضور سے فرمایا گیا کہ آپ اپنے سے پہلے انبیاء سے یہ پوچھیں اور پوچھا اُسی سے جاتا ہے جو سنے اور جواب دے ۔اس لئے قبرستان میں سلام کرنا مسنون ہے حالانکہ جو سلام سنتا نہ ہو یا جواب نہ دے سکے اُسے سلام کرنا منع ہے جیسے سونے والا یا نماز پڑھنے والا ۔انک لا تسمع الموتی' میں دل کے مردے یعنی کفار مراد ہیں اور سنانے سے مراد نفع والا سنانا ہے ۔ (نور العرفان ص ۷۸۵)

مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں ۔ "اور یہ ارشاد کہ پوچھ دیکھو یعنی جس وقت ان سے ملاقات ہو جیسے شب معراج میں ہوئی یا اُن کے احوال کتابوں سے تحقیق کرو" (حاشیۃ القرآن ص ۶۴۲)

نفخہء ثانیہ تمام ہلاک ہونے والی چیزیں سنیں گی

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ موت کے بعد میت کی تمام قوتیں زائل ہو جاتی ہیں۔ نہ وہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے تو پھر قیامت اور حشر نشر کا انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ عقیدہ یہ ہے کہ اسرافیل علیہ السلام جب دوسری بار صور پھونکیں گے تو تمام ہلاک ہونے والی چیزیں اس کی آواز کو سن کر زندہ ہو جائیں گی۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ وہ سن ہی نہیں سکیں گی تو پھر زندہ کیسے ہو کر اپنی قبروں سے باہر نکلیں گی اس لئے ماننا پڑے گا کہ میت کی روح سنتی ہے اور اس کی سماعت کا انکار بلاشبہ قیامت کا انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ونفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الّا من شآء اللّٰہ ط ثم نفخ فیہ اخری فاذاھم قیام ینظرون ۔ اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں مگر جسے اللہ چاہے پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔ (پ۲۴ رکوع ۴)

اس سے مراد صور کا پہلا نفخہ ہے جو ہلاک کرنے اور بے ہوش کرنے کے لئے ہوگا۔ دوسرا نفخہ چالیس سال کے بعد ہوگا زندہ کرنے اور ہوشیار کرنے کے لئے۔ (نورالعرفان ص ۷۴۳)

اس سے معلوم ہوا کہ صور کے پہلے نفخہ کو جس طرح زندہ چیزیں سن کر مر جائیں گی اسی طرح دوسرے نفخہ کو سن کر وہ اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہو جائیں گی۔ سبحان اللہ۔ سماعِ موتیٰ کے ثبوت کے لئے قرآن مجید کی یہ ایک ہی آیت کافی ہے۔ ہاں نہ ماننے والوں کی ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مردہ پرندوں کو اپنا حکم سنایا تو وہ سن کر دوڑتے ہوئے آئے

سماعِ موتیٰ کا ثبوت قرآن مجید میں مذکور ایک واقعہ سے بھی ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی عرض کیا۔ رب ارنی کیف تحی الموتیٰ اے میرے رب مجھے دکھا دے کیونکر تو مردے جلائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا۔ اولم تؤمن ۔کیا تجھے یقین نہیں ۔عرض کیا۔ بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی ۔ یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فخذ اربعةً من الطیر فصرھن الیک ثم اجعل علیٰ کل جبل منھن جزءً ثم ادعھن یأتینک سعیاً ۔تو چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لے پھر اِن کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بُلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے۔ (پ۳ رکوع ۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ حکم الٰہی پانے کے بعد چار پرندے مور، مرغ، کبوتر اور کوّا کو پالا۔ پھر انہیں ذبح کر کے قیمہ بنایا ان کے اجزاء ایک دوسرے سے ملائے اور چار پہاڑوں پر رکھ دیے اور ان کے سر اپنے پاس رکھے پھر انہیں آواز دی ان کے سر بحکم الٰہی اڑے اور ایک دوسرے سے ممتاز ہوئے۔ ہوا میں اُن کے اجسام تیار ہوئے اور پھر اپنے سروں سے مل کر زندہ ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بے جان جانوروں کو پکارنا جائز ہے فیض دینے کے لیے تو گزشتہ نبیوں ولیوں کو پکارنا بھی جائز ہے فیض لینے کے لیے۔"
(نور العرفان ص ٦٨)

مقامِ غور ہے کہ اس واقعہ سے ایک مسئلہ تو یہ ثابت ہوا کہ مردوں کو پکارنا شرک نہیں بلکہ جائز ہے اگر شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم نہ دیتا کہ ان چار مردہ پرندوں کو پکاریں۔ مسلمان مشکل ومصیبت کے وقت وفات یافتہ انبیاء واولیاء کو پکارتے ہیں انہیں مظاہر عون الٰہی جان کر نہ کہ اللہ تعالیٰ کا مقابل وشریک سمجھ کر اس لیے یہ پکارنا جائز ہے۔ اسے خواہ مخواہ شرک قرار دینا مسلمانوں سے بدظنی اور اُن کی نیتوں پہ

بے جا حملہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ سمجھ نصیب فرمائے ۔ آمین ۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ مردوں کی روحیں سنتی ہیں اگرچہ مردہ پرندوں کی ہوں اور بحکم الٰہی پکارنے والے کی پکار سُن کر پکارنے والے کے پاس بحکم الٰہی چلی آتی ہیں خواہ جسم کے ساتھ آئیں یا صرف روح کے ساتھ ۔ اِس سے سماعِ موتیٰ کا محکم ثبوت ملتا ہے ہاں نہ ماننے والوں کی ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں ۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اُسے ماننے کی توفیق بخشے آمین ۔

الحمد للہ ۔ ہم نے یہاں تک جو کچھ درج کیا ہے اس سے روزِ روشن کی طرح قرآن مجید سے روشن ہو گیا ہے کہ موت کے بعد روحیں سنتی ہیں ۔ اس لئے سماعِ موتیٰ کا انکار سراسر گمراہی اور بے دینی بلکہ قرآن کا انکار ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے ۔ آمین ۔

سماعِ موتیٰ کے ثبوت کی عقلی دلیل

مضمون نگار نے اپنے اس مضمون کی ابتداء میں سماعِ موتیٰ کی نفی پر چند عقلی (۱) دلائل پیش کیے ہیں اس کے مقابلے میں ہم سماعِ موتیٰ کے ثبوت پر ایک عقلی دلیل پیش کرتے ہیں ۔ باللہ التوفیق ۔

---

(۱) چنانچہ وہ لکھتا ہے ۔ " سماعِ موتیٰ یعنی مردوں کے سننے کو زیر بحث لانے سے پہلے ضروری ہے کہ سماعِ احیاء (زندوں کے سننے) کے اصول کا سرسری جائزہ لیا جائے کیونکہ ہر چیز کی پہچان اور اُس کا عرفان اس کی ضد سے ہوتا ہے ۔ تاریکی کی تعریف روشنی کے حوالے سے ہوگی ۔ تو اس کا مکمل فہم حاصل ہوگا لہذا سماعِ موتیٰ کو سماعِ احیاء کے تناظر میں زیرِ بحث لائیں گے ۔ موت کیا ہے؟ مادے اور روح کے انفصال (علیحدگی) کا نام ہے ۔ نہایت سادہ سے الفاظ اور روزمرہ کی چند مثالوں سے بات سمجھیں گے ۔ بجلی سے چلنے والی کوئی بھی مشین تصور میں لایئے جونہی بجلی بند ہوئی مشین بھی بند ۔ اب مشین کی لاکھ منت سماجت کریں حرکت دیں جھٹکے لگائیں لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوگی ۔ اور بجلی آنے پر خود بخود چلنا شروع کر دے گی ۔ یعنی مشین میں برقی لہر اس کی زندگی ہے اور برقی لہر کی واپسی اس کی موت ہے ۔ اسی طرح انسان اگر زندہ ہے تو اس میں قوتِ سماعت بھی ہوگی وہ مردہ ہی کیا جو باتیں سن لے ۔ مردہ بے چارہ تو ہوتا ہی ہے زندگی سے خالی الیٰ آخرہ ۔

عالمِ برزخ کو عالمِ دنیا پر قیاس کرنا غلط ہے بلکہ اسے عالمِ خواب پر قیاس کیا جائے گا۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے خواب کو موت کا بھائی قرار دیا ہے چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں ۔النوم اخو الموت ولا یموت اھل الجنة رواہ البیھقی. فی شعب الایمان عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه ورواہ السیوطی فی جامعه الصغیر ص ۱۸۹ جلد ۲

سونا موت کا بھائی ہے اور جنتی لوگ نہیں مریں گے یعنی نہیں سوئیں گے اور خود قرآن مجید سے ثابت ہے کہ جب انسان پر نیند طاری ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی روح قبض کر لیتا ہے پھر اگر اُس کی دنیاوی زندگی باقی ہو تو اُس کو زندہ فرما کر جگا دیتا ہے ورنہ روک لیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے والتی لم تمت فی منامھا ۔ الحاصل موت نیند کی ہم جنس ہے اس لئے موت کے بعد کے عالم کو نیند کے عالم کا مماثل ماننا پڑے گا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ جب انسان سو جاتا ہے تو اُس کی روح کا تعلق اگر چہ اس کے جسم خاکی سے ہوتا ہے لیکن وہ اپنے مثالی جسم کے ساتھ دیکھتا سنتا چلتا اور کھاتا پیتا ہے۔ گویا عالم بیداری میں ہونے والے ایک انسان کی طرح سب کام کرتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ موت کے بعد اگر چہ روح کا تعلق خاکی بدن سے بھی ہوتا ہے لیکن وہ اپنے مثالی جسم کے ساتھ دیکھنے سننے چلنے پھرنے کھانے پینے کے کام بھی کرتا ہے سماعِ موتیٰ کے منکرین نے بھی خواب میں اپنے روح کو صدہا کام کرتے لوگوں سے بولتے ۔ لوگوں کی باتیں سنتے قسم قسم کے کھانے کھاتے اور جگہ جگہ کی سیر کرتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ اس کے باوجود اگر وہ یہی کہیں کہ موت سے انسان کا جسم اور روح بالکل ختم ہو جاتے ہیں تو یہ ان کی ہٹ دھرمی کے سوا اور کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اُسے ماننے کی توفیق بخشے آمین ۔وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالة المبارکة تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنّه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری غفراللہ تعالیٰ لهٗ (۱۳ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ساتواں مقالہ

امامِ اہلسنت کا ایمان افروز ترجمہ آیتِ کریمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد

روز نامہ نوائے وقت راولپنڈی کے ملی ایڈیشن بابت ۲۰ فروری ۱۹۹۸ء میں حافظ عبدالوحید الحنفی کا ایک مضمون بعنوان " عقیدۂ عصمت انبیآء علیہم السلام " شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں سورۂ والضحیٰ کی آیت کریمہ ووجدک ضآ لاً فھدی کے ترجمہ میں اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت حضرت مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرّہٗ نے جو موقف اختیار فرمایا ہے اس پر مضمون نگار نے بے بنیاد اعتراضات کیے ہیں اور معاذ اللہ اس ترجمہ پر تفسیر بالرائے ہونے کا فتویٰ لگایا ہے بدیں وجہ ہم نے حقیقتِ حال کو بیان کرنے کے لیے یہ مختصر رسالہ ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اِسے ذریعہ ہدایت بنائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

حافظ عبدالوحید کے مضمون کے ضروری اقتباسات

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حافظ عبدالوحید کے اس مضمون کے ضروری اقتباسات پہلے ہدیہء ناظرین کیے جائیں تاکہ ہماری گفتگو سمجھنے میں آسانی ہو۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

(۱) " عقیدہ عصمت انبیآء علیہم السلام " کے سلسلہ میں ایک بحث چل رہی ہے کہ قرآنی لفظ " ضال اور لفظ " ذنب " کا ترجمہ کس مترجم کا صحیح ہے۔ ایک مفسر نے دوسو سالہ ترجموں کو ایک طرف کرکے اپنا جدید ترجمہ لکھتے ہوئے ضالاً کا ترجمہ۔: اور تمہیں محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" (ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی) کو صحیح قرار دینے کے ساتھ ساتھ دوسرے تراجم جو دو دو سو سال پرانے اور سو سو سال قدیم ہیں پر تنقیدی نشتر چلائے ہیں۔"

(۲) ترجمہ قرآن مجید کرتے ہوئے دیانتداری یہ ہونی چاہیے کہ اس میں لفظی ترجمہ ایسا ہو کہ اس ترجمہ کی جب دوبارہ عربی بنائی جائے تو اس میں کسی لفظ کی کمی بیشی نہ ہو لیکن مولانا احمد رضا خان صاحب نے یہ ترجمہ نہیں بلکہ تفسیر بالرائے کی ہے اور لفظ ترجمہ کا دے دیا جو

کہ فاضل مضمون نگار ترجمہ سمجھتے ہوئے اس کے خلاف ترجموں کو دل سوز قرار دے رہے ہیں ۔شاید ایسے ہی موقع پر کسی نے کہا تھا۔

؎ خود بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں

(۳) جمہور اہل سنت کے نزدیک قرآن مجید کے کسی لفظ کی تفسیر بالرائے جائز نہیں بلکہ یہاں تفسیر و ترجمہ ایسا کیا گیا ہے کہ جب اس کی عربی بنائی جائے تو عربی الفاظ کچھ کے کچھ بن جائیں گے۔

(۴) امام المعصومین کے لئے لفظ ذنب اور ضلال کے استعمال کا جواب حضور کے متعلق جو فرمایا ہے ۔ووجدک ضآلاً فھدی . اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی ۔(ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی) یہ ترجمہ دوسو سال پرانا ہے اس کی تفسیر میں شاہ عبدالقادر صاحب نے ہی لکھا ہے۔ جب حضرت جوان ہوئے قوم کی راہ و رسم سے بیزار تھے اور اپنے پاس کوئی رسم وراہ نہ تھی ۔ اللہ نے دین حق نازل کیا (موضح القرآن)

(۵) " اور اللہ تعالٰی نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو (آپ کو شریعت کا) راستہ بتادیا (مولانا اشرف علی تھانوی) یہ ترجمہ بھی سو سال پہلے کا ہے ۔ مذکورہ دونوں بزرگوں نے لفظی ترجمہ کیا اور خود ساختہ جدت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی ۔

(۶) " لفظ ضلال کے معنی ۔ظلم ،ضلالت اور ذنب عربی زبان میں مشترک الفاظ ہیں ۔ جن کے مختلف معنی آتے ہیں ۔عربی زبان میں لفظ ضلال (ضل یضلّ) مختلف معنی میں مستعمل ہوتا ہے ۔زیر بحث آیت یعنی ووجدک ضالاً میں ضال کا وہ معنی لیا جائے جو لفظی بھی ہو اور ترجمہ بالرائے بھی نہ ہو اس لیے ضال کا معنی سورۃ والضحیٰ میں ناواقف اور بے خبر بھی صحیح ہیں ۔حضور پاک وحی آنے سے پہلے شریعت کی تفصیلات سے واقف نہ تھے ۔بعض واقعات پیش آنے سے پہلے بے خبر تھے ۔مثلاً واقعہ افک کی حقیقت اسی نوعیت کے دیگر واقعات کہ حضور وحی کے انتظار میں بے تاب رہتے تھے اور وحی سے خبر پاکر ان واقعات کی خبر پاتے تھے اور اصل راستہ سے واقف ہو جاتے تھے پھر وحی کے مطابق صراط مستقیم امت کو بتاتے تھے۔

(۷) قرآن کا ترجمہ عین الفاظ قرآن کے مطابق کرنا ہوتا ہے۔ اگر ہر مفسر اپنی پسند کا ترجمہ شروع کردے تو پھر متن قرآن کے ترجمہ کی جب اسی عبارت کا عربی میں ترجمہ کیا جائے گا تو کیا سے کیا متن بن جائے گا۔ اور یہی تفسیر بالرائے ہوتی ہے۔ جو کہ گناہ ہے یعنی اللہ کے کلام کا غلط ترجمہ کرنا خود جرم ہے اس لیے سابقہ دو دو سو سال اور ایک ایک سو سال کے مترجمین ڈرتے تھے کہ اللہ کے کلام کا ترجمہ ہم سے الٹ نہ ہو جائے۔ آج خوف خدا تو رہا نہیں کبھی اپنے مسلک کے خلاف جو آیت نظر آئی اس کا مرضی کے مطابق ترجمہ کر دیا"

(۸) " یہ بات صحیح نہیں ہے کہ جمہور اہل سنت انبیآء کرام سے عمداً صدور صغائر کے قائل ہیں بلکہ محققین جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء کرام عمداً صدور صغائر سے بھی مثل کبائر کے معصوم ہیں۔ (علمی محاسبہ از مولانا قاضی مظہر حسین چکوالی)"

فنقول و بتوفیق اللہ نجول۔

سورۂ والضحیٰ میں لفظ ضال کے معنی میں متعدد اقوال ہیں

آیت کریمہ ووجدک ضالاً کے معنی میں بزرگان دین کے متعدد اقوال منقول ہیں۔ چنانچہ پہلا قول (۱) یہ ہے کہ اس نے آپ کو شریعت سے خالی پایا تو اُسے آپ پر اتارنے کے سبب سے آپ کو راہ دی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ضلال سے مراد غفلت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وان کنت من قبلہ لمن الغافلین اور یہ پہلے قول کے قریب ہے یعنی آپ کو شریعت سے غافل یعنی خالی پایا تو اس کے اتارنے کے سبب سے آپ کو راہ دی۔ اور تیسرا قول یہ ہے ووجد ضالاً ای فی قوم ضلال فھد اھم اللّٰہ تعالیٰ بک اور اس نے آپ کو گمراہی والی قوم میں پایا تو اسے آپ کے سبب سے ہدایت بخشی۔ اور چوتھا قول یہ ہے ووجدک ضالاً عن الھجرۃ فھداک الیھا۔ اور اس نے آپ کو ہجرت سے ناواقف پایا تو

---

(۱) والمراد بضلالہ کونہ من غیر شریعۃ ولیس المراد بہ الانحراف عن الحق لکونہ مستحیلا علیہ قبل النبوۃ و بعدھا فھذا کقولہ تعالیٰ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان (صاوی ص ۲۷۸ جلد۴)

آپ کو اس کی طرف راہ دی۔

اور پانچواں قول یہ ہے ووجدک ضالاً ای ناسیاً شأن الاستثناء حین سئل عن اصحاب الکهف و ذی القرنین والروح فذکرک ۔ اور آپ کو انشاء اللہ کہنے سے بھولنے والا پایا جبکہ آپ سے اصحاب کہف اور ذوالقرنین اور روح کے متعلق سوالات کیے گئے تو اس نے آپ کو یاد دلایا۔

اور چھٹا قول یہ ہے کہ ووجدک طالباً للقبلة فهداک الیها۔ اور اس نے آپ کو قبلہ کی تبدیلی چاہنے والا پایا تو اس کی طرف راہ دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کے چہرہ کا آسمان کی طرف ہم نے پھرنا دیکھا آخر آیت تک پس اس صورت میں ضلال طلب اور حب کے معنی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ انک لفی ضلالک القدیم ای محبتک بے شک آپ قدیم محبت میں ہیں۔

اور ساتواں قول یہ ہے کہ جب حلیمہ سعدیہ آپ کو حضرت عبدالمطلب پر لوٹانے کے لیے آپ کو مکہ میں لائیں تو آپ گم ہو گئے تھے۔ پھر مل گئے تو اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے بطور امتنان اس آیت میں ذکر فرمایا ہے۔

اور آٹھواں قول ہے کہ آپ کے گم ہو جانے کا واقعہ ابو طالب کے ساتھ پیش آیا تھا۔ جبکہ وہ آپ کو لے کر تجارت کے لیے ملک شام کی طرف گئے تھے۔ تو اس واقعہ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ (کلها من تفسیرات الصاوی علی الجلالین ص ۲۷۸ جلد ۴ و ص ۲۷۹ جلد ۴)

اعلیٰ حضرت نے چھٹے قول کے مطابق ترجمہ کیا ہے

الحمد للہ۔ امام صاوی کے بیان کردہ مندرجہ بالا آٹھ قولوں میں سے چھٹے قول کے مطابق اعلیٰ حضرت نے ترجمہ فرمایا ہے۔ اس لیے حافظ عبدالوحید کا یہ لکھنا کہ مفسر نے دوسو سالہ ترجموں کو ایک طرف کر کے اپنا جدید ترجمہ لکھتے ہوئے ضالا کا ترجمہ لکھا اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ (ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی) " اس کی

گمراہی اور کم علمی کا بین ثبوت ہے۔ واللہ تعالیٰ لا یھدی القوم الفاسقین۔

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ تفسیر مظہری کے موافق ہے

الحمد للہ۔ تفسیر صاوی کی عبارت نے حافظ عبدالوحید دیوبندی کے کذب و دروغ کی قلعی کھول دی۔ مزید اتمام حجت کے لیے عرض ہے کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ تفسیر مظہری کی بیان کردہ تفسیر کے بھی موافق ہے۔ چنانچہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری سے ناقل قال بعض الصوفیه معناه وجدک محبا عاشقا مفرطا فی الحب والعشق فھداک الی وصل محبوبک حتی کنت قاب قوسین او ادنیٰ۔ یعنی بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت اور اپنے عشق میں از حد بڑھا ہوا پایا تو آپ کو اپنے محبوب کے وصال کی طرف راہنمائی کی یہاں تک کہ آپ قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پر فائز ہوئے۔ (تفسیر ضیاء القرآن حصہ پنجم ص ۵۹۰)

شبیر احمد عثمانی دیوبندی کی تائید

اعلیٰ حضرت فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کی تائید دیوبندی مولوی شبیر احمد عثمانی کے حاشیہ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے "اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ بے قرار اور سرگرداں پھرتے اور غاروں اور پہاڑوں میں جاکر مالک کو یاد کرتے اور محبوب حقیقی کو پکارتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے غار حرا میں فرشتہ کو وحی دے کر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ پر کھول دیں یعنی دین حق نازل فرمایا"۔

تنبیہ: یہاں ضالاً کے معنی کرتے وقت سورۂ یوسف کی آیات قالوا تاللّٰہ انک لفی ضلالک القدیم کو پیش نظر رکھنا چاہیئے (حاشیہ القرآن للعثمانی ص ۱۰۲۶)

الحمد للہ۔ اعلیٰ حضرت نے یہی تو کیا کہ ترجمہ کرتے وقت سورۂ یوسف کی اس آیت کو پیش نظر رکھا اور تفسیر صاوی نے جو آیت میں ضلال بمعنی فرط محبت فرمایا اسی کے مطابق ترجمہ فرمایا۔ اب دیوبندی مولویوں کو اعلیٰ حضرت کے ترجمہ پر اعتراض کا کیا حق پہنچتا ہے۔

تفسیر حسینی سے ترجمہ اعلیٰ حضرت کی تائید

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی صحت تفسیر حسینی کی اس عبارت سے بھی واضح ہوتی ہے۔
در حقائق سلمی مذکور است کہ ترا یافت درستی مستغرق در بحرِ معرفت و محبت بر تو منت نہاد و بمقام قرب رسانید۔ حقائق سلمی میں مذکور ہے کہ اس نے تجھے محبت اور معرفت کے سمندر میں غرق پایا تو تجھ پر احسان فرمایا اور اپنے قرب کے مقام تک پہنچایا۔
(تفسیر حسینی ص ۴۶۶)

الحمد للہ۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ تفسیر صاوی، تفسیر مظہری، تفسیر حسینی اور تفسیر قرطبی میں مذکور قول کے مطابق ثابت ہوا لہٰذا اس کی صحت میں اب شک نہ کرے گا مگر وہی جس کے دل میں حق کی مخالفت جم چکی ہے اور وہ گمراہی میں پختہ ہو چکا ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔

تفسیر عزیزی سے ترجمہ اعلیٰ حضرت کی تائید

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اپنی فارسی تفسیر میں اس آیت کی متعدد تفسیریں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔" وبعضے گفتہ اند کہ مراد از ضلال محبت و مرتبہ عشق است چنانچہ پسران حضرت یعقوب فرط عشق ایشان با حضرت یوسف بایں لفظ تعبیر کردہ اند کہ انک لفی ضلالک القدیم و مراد از ہدایت آن ست کہ طریق وصول محبوب را بتونشان دادیم بالجملہ ازیں قماش است سخناں اہل تفسیر دریں جا۔ این بالیقیں باید دانست کہ انبیاء قبل از بعثت نیز از ضلال و کفر اصلی و طبعی معصوم و محفوظ اند بلکہ از معاصی نیز بہ تعمد چنانچہ در حدیث شریف ست کہ من ہیچ گاہ قصد نکردہ ام کہ کارے از آن کارہا کہ اہل جاہلیت می نمودند بعمل آرم مگر دو بار و در ہر دو بار لطفِ الٰہی این کار کردن نداو عصمت او تعالیٰ درمیان من و درمیان آن کار حائل شد (تفسیر عزیزی ص ۲۲۱)

ترجمہ: اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں ضلال سے مراد محبت اور مرتبہ عشق ہے جیسا کہ یعقوب کے بیٹوں نے ان کی یوسف سے محبت کو اس لفظ (ضلال) سے تعبیر

کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی خود وارفتگی میں ہیں" (کنزالایمان ص ۳۹۲) اور (اس آیت میں) ہدایت سے مراد محبوبِ حقیقی کے وصال کا راستہ بتاتا ہے۔ بالجملہ اس قدر اہل تفسیر کے اقوال ہیں اور اس مقام پر یہ بات یقین کے ساتھ جاننی چاہیے کہ انبیآء بعثت سے پہلے بھی اصلی اور طبعی ضلال وکفر سے معصوم ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا" میں نے اہل جاہلیت کے کاموں میں سے کسی کام کے ارتکاب کا قصد نہیں کیا مگر دو بار مگر ہر بار میں عنایت خداوندی نے مجھے یہ کام کرنے نہیں دیا اور میرے اور ان کاموں کے درمیان عصمت الٰہی حائل ہوگئی۔

تنبیہ: نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور عصمت انبیآء کے یہ معنٰی ہیں کہ ان کے لیے حفظ الٰہی کا وعدہ ہولیا۔ جس کے سبب ان سے صدورِ گناہ شرعاً محال ہے۔ انبیآء کرام شرک اور کفر اور ہر ایسے فعل سے جو خلق کے لیے باعث نفرت ہو جیسے کذب و خیانت وجہل وغیرہ صفاتِ ذمیمہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں۔ قبل نبوت اور نبوت کے بعد بالاجماع معصوم ہیں۔ اور کبائر سے مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمداً صغائر سے بھی قبل نبوت اور نبوت کے بعد معصوم ہیں۔ (بہار شریعت حصہ اول ص ۱۳)

تفسیر قرطبی سے ترجمہ اعلیٰ حضرت کی تائید

سید بادشاہ تبسم بخاری اپنے مضمون " سورۂ الضحیٰ کا ایمان سوز ترجمہ " میں لکھتے ہیں الجامع الکلام للبیان للقرطبی میں ہے۔ **وقیل ووجدک محباً للھدایۃ فھداک الیھا ویکون الضلال بمعنی المحبۃ ومنہ قولہ تعالیٰ انک لفی ضلالک القدیم** ۔ آپ کو اپنی محبت کی تلاش کرنے میں وارفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی یہاں ضلال بمعنی محبت ہے جیسا کہ آیت کریمہ **انک لفی ضلالک القدیم** میں ضلال بمعنی محبت ہے (تسکین الجنان ص ۳۲۰) اسی لئے سورہ والضحیٰ کے حاشیہ میں جناب شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔ یہاں ضالاً کے معنی کرتے وقت سورہ یوسف کی آیت **قالوا تاللہ انک لفی ضلالک القدیم** کو پیش نظر

رکھنا چاہیے۔ صاحب تفسیر عثانی یہی اشارہ کر رہے ہیں کہ ضلال یا ضالاً کے معنی بھٹکنے اور بے راہ ہونے یا ناواقف راہ اور بے خبری کے نہیں بلکہ محبت کے ہیں جیسا کہ حضرت یعقوب کو ان کے بیٹوں نے انہیں حضرت یوسف کی قمیض کی خوشبو آنے پر کہا۔ انک لفی ضلالک القدیم آپ تو اپنے بیٹے یوسف کی اسی پرانی محبت میں وارفتہ ہیں۔ جبھی تو عثانی صاحب نے ضالاً کی تشریح میں لکھا ہے۔ " اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ بے قرار اور سرگرداں پھرتے الی آخرہ نوائے وقت راولپنڈی بابت ۶ فروری ۱۹۹۸ء

حافظ عبدالوحید کا من گھڑت قاعدۂ کلیہ

حافظ عبدالوحید کا لکھنا کہ ترجمہ قرآن کرتے ہوئے دیانتداری یہ ہونی چاہیے کہ اس میں لفظی ترجمہ ایسا ہو کہ اس ترجمہ کی جب دوبارہ عربی بنائی جائے تو اس میں کسی لفظ کی کمی بیشی نہ ہو۔ یہ اس کا من گھڑت قاعدہ کلیہ ہے۔ قرآن مجید کا ترجمہ دو طرح کیا جاتا ہے۔ لفظی ترجمہ اور با محاورہ ترجمہ۔ لفظی ترجمہ میں تو یہ رعایت رکھی جائے گی لیکن با محاورہ ترجمہ میں اس کی رعایت ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ با محاورہ ترجمہ میں اللہ تعالیٰ کے مرادی معنی کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے نہ کہ ہر لفظ کا ترجمہ کرنا چونکہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ با محاورہ ہے اس لیے اس میں لفظی ترجمہ کی شرط کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے مرادی معنی کو بیان کرنے کا لحاظ فرمایا گیا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزآء عنا و عن سائر المسلمن آمین۔ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی اسی خوبی کے بارہ میں ملک شیر محمد خان اعوان لکھتے ہیں۔ " اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی برصغیر کے وہ عظیم ترین مترجم ہیں جنہوں نے انتہائی کدوکاوش سے قرآن حکیم کا ایسا ترجمہ کیا ہے اور با محاورہ بھی اس طرح گویا کہ لفظ اور محاورہ کا حسین ترین امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے۔ پھر انہوں نے ترجمہ کے سلسلے میں بالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہو اور الفاظ کے متعدد معانی میں ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق و سباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہوں۔ اس ترجمہ سے قرآنی حقائق و معارف کے وہ اسرار و

معارف منکشف ہوتے ہیں جو عام طور پر دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے۔ یہ ترجمہ سلیس، شگفتہ اور رواں ہونے کے ساتھ ساتھ روحِ قرآن اور عربیت کے بہت قریب ہے۔ ان کے ترجمہ کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر مقام پر انبیاء کے ادب و احترام اور عزت و عصمت کو بطور خاص ملحوظ رکھا۔ (محاسن کنز الایمان ص ۲۷)

دوسو سال پرانے ترجمہ کو ایک طرف کرنے کی وجہ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز نے شاہ عبد القادر دہلوی کے دوسو سال پرانے ترجمہ کو ایک طرف کر کے اپنا ترجمہ پیش فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پرانے ترجمہ سے عصمت مصطفیٰ پر زد پڑتی ہے اور یہ ترجمہ آیت ماضل صاحبکم وماغوی' کے ارشاد ربانی کے خلاف بھی ہے۔

چنانچہ ملک شیر محمد خان اعوان رقم طراز ہیں

"البتہ سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کیوں ہم یہاں گمراہ کے معنی نہ لیں اور کیوں محبت میں محو اور خود رفتہ کے معنی لینے کے لیے ہم مجبور ہیں اس کی وجہ اور دلیل یہ ہے کہ جس کتاب نے حضور سید الکونین کے متعلق یہ اعلان کیا ہو کہ ما ضل صاحبکم و ماغوی '۔تمہارا صاحب نہ بھکے نہ بے راہ چلے پھر وہی کتاب یہ کس طرح کہہ سکتی ہے کہ تجھ کو بھٹکتا پایا لہذا یہ معنی قطعاً غلط ہیں۔ امام رازی، امام راغب اصفہانی، علامہ سلیمان جمل، علامہ صاوی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ ضلالت کا استعمال محبت کے لیے بھی ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے آیت زیر بحث کے ترجمہ میں اپنی بے مثال لغت دانی اور حب رسول کا عظیم ترین ثبوت دیا ہے۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی'' (محاسن کنز الایمان ص ٦٦)

دیوبندی ترجمہ کی صحت کا دعویٰ غلط ہے

حافظ عبدالوحید دیوبندی کا کہنا کہ شاہ عبدالقادر دہلوی کا ترجمہ (۱) اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجھائی بھی صحیح ہے درست نہیں کیونکہ سورۂ والنجم کی آیت ما ضل صاحبکم و ما غوی سے اس ترجمہ کی غلطی ثابت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مفسر قرآن مفتی احمد یار خان نعیمی رقمطراز ہیں۔ " ضلال اور غوی یعنی حضور کا قلب برے خیالات سے اور آپ کا قالب ناپسندیدہ افعال سے ہمیشہ محفوظ رہا ایک آن کے لیے بھی برے خیال گناہ صغیرہ یا کبیرہ نے حضور تک راہ نہ پائی جو ایک ساعت کے لیے حضور سے گمراہی یا کوئی ناپسندیدہ افعال کا صدور مانے وہ اس آیت کا منکر ہے۔ رب فرماتا ہے۔ ووجدک ضالاً فھدیٰ۔ یعنی ہم نے آپ کو عظیم الشان نشان ہدایت پایا تو آپ کے وسیلہ سے سب کو ہدایت دی۔ لہذا یہ آیت اس آیت کے خلاف نہیں" (نور العرفان ص ۸۳۹)

اور مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی کی یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو " بہکا نہیں تمہارا رفیق اور نہ بے راہ چلا " انبیاء آسمان نبوت کے ستارے ہیں جن کی روشنی اور رفتار سے دنیا کی راہنمائی ہوتی ہے اور جس طرح تمام ستاروں کے غائب ہونے کے بعد آفتاب درخشاں طلوع ہوتا ہے ایسے ہی تمام انبیاء کی تشریف آوری کے بعد آفتاب محمدی مطلع عرب سے طلوع ہوا۔ پس اگر قدرت نے ان ظاہری ستاروں کا نظام اس قدر محکم بنایا ہے

---

(۱) یہی ترجمہ مولوی محمود الحسن دیوبندی نے بھی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ القرآن للعثمانی ص ۱۰۲۶۔

اور مودودی ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں " اور تمہیں ناواقف پایا اور پھر ہدایت بخشی " (تفہیم القرآن ص ۳۷۲ جلد ۶)

اور شاہ رفیع الدین کے ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں۔ " اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی (ترجمہ شاہ رفیع الدین ص ۶۲۸) اور شاہ ولی اللہ صاحب کے فارسی ترجمہ کے لفظ یہ ہیں۔ دریافت ترا راہ گم کردہ پس راہ نمود ص ۶۲۸۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کہ اس میں کسی طرح کے تزلزل اور اختلال کی گنجائش نہیں تو ظاہر ہے کہ ان باطنی ستاروں اور روحانی آفتاب و ماہتاب کا نظام کس قدر مضبوط و محکم ہونا چاہیے۔ جن سے ایک عالم کی ہدایت و سعادت وابستہ ہے۔ (حاشیہ القرآن ص ۱۹۹)

الحمد للہ۔ دو سو سال پرانے دیوبندیوں کے مقبول ترجمہ کا غلط ہونا اس سے روز روشن سے زیادہ روشن ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

دیوبندی اس آیت کے ترجمہ میں مرزائیوں سے بھی گئے گزرے ہیں

سورہ والضحیٰ کی مبحوث عنہا آیت کریمہ کے ترجمہ میں دیوبندی مرزائیوں سے بھی گئے گزرے ہیں کیونکہ مرزائیوں نے اس آیت کریمہ کا ترجمہ اِن لفظوں میں کیا ہے "اور جب اس نے تجھے اپنی قوم کی محبت میں سرشار دیکھا تو ان کی طرف کا صحیح راستہ تجھے بتا دیا" (تفسیر صغیر مؤلفہ مرزا بشیر الدین ص ۱۳۱)

مقام غور ہے کہ مرزائیوں نے دیوبندیوں کے ترجمہ "اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی" (ترجمہ محمود الحسن ص ۱۰۲۶) سے بہتر ترجمہ کیا ہے ہاں اعلیٰ حضرت کا ترجمہ "اور اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" مرزائیوں کے ترجمہ سے بھی اعلیٰ ترجمہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک سرکار محبت الٰہی میں خود رفتہ ہیں اور مرزائیوں کے نزدیک اپنی قوم کی محبت میں سرشار۔ اور ان دو قولوں کا فرق عقل مند پر ظاہر ہے۔

اعلیٰ حضرت کا مسلک جمہور امت کا مسلک ہے

سابقہ مفسرین کے متعدد اقوال میں سے ایک قول کی بناء پر کیا ہے۔ لہٰذا آپ کی ذات پر حافظ عبد الوحید کا اعلیٰ حضرت کے ترجمہ پر بایں الفاظ طعن و تشنیع کرنا کہ "سابقہ دو دو سو سال اور ایک ایک سو سال کے مترجمین ڈرتے تھے کہ اللہ کے کلام کا ترجمہ ہم سے الٹ نہ ہو جائے۔ آج خوفِ خدا تو رہا نہیں۔ کبھی اپنے مسلک کے خلاف جو آیت نظر آئی اس کا مرضی کے مطابق ترجمہ کر دیا۔ الحمد للہ اعلیٰ حضرت کا مسلک عین علماء حق کا مسلک ہے۔ اس لیے اعلیٰ حضرت نے مسلکِ حق کے مطابق اس آیت کا ترجمہ فرمایا ہے۔ اور وہ بھی

سابقہ مفسرین کے متعدد اقوال میں سے ایک قول کی بناء پر کیا ہے ۔ لہٰذا آپ کی ذات پر بے خوفی کا حکم لگانا خود اپنی بے خوفی ظاہر کرنا ہے ۔والـلّٰـہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم . و ھذا آخر ماوردنا ایراده فی ھذه المقالة النافعة تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنّہ العظیم و رسولہ الکریم وانا الفقیر الحقیر فی عباداللّٰہ القدیر ابوالکرم احمد حسین قاسمؔ الحیدری الرضوی القریشی الھاشمی غفراللّٰہ تعالیٰ لہٗ خادم التدریس والتصنیف بالجامعة الحیدریة فضل المدارس بھیائی من مضافات سہنسہ آزاد کشمیر ۔ (۲۲ ذوالقعدۃ ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲۲ مارچ ۱۹۹۸ء بعد صلوٰۃ العشاء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آٹھواں مقالہ

مسئلہ عصمتِ انبیآء

علیھم السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین اما بعد

روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی کے ملی ایڈیشن بابت ۲۰ فروری ۱۹۹۸ء میں حافظ عبدالوحید الحنفی کا ایک مضمون بعنوان "عقیدہ عصمت انبیآء علیہم السلام" شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں سورہ والضحیٰ کی آیت ووجدک ضالا فھدی اور سورۃ الفتح کی آیت انافتحنا لک فتحا مبینا لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وماتاخر کا جو ترجمہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی نے لکھا اس پر مضمون نگار نے بے بنیاد اعتراضات کیے ہیں۔ اور معاذ اللہ ان ترجموں پر تفسیر بالرائے ہونے کا فتویٰ عائد کیا ہے۔ بدیں وجہ ہم نے سورۃ والضحیٰ کی آیت کے ترجمہ اعلیٰ حضرت کی صحت ودرستگی میں رسالہ " امام اہل سنت کا ایمان افروز ترجمہ آیت کریمہ'' اور سورۃ الفتح کے ترجمہ اعلیٰ حضرت کی صحت وخوبی میں یہ رسالہ "مسئلہ عصمتِ انبیآء علیہم السلام" لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں رسالوں کو شرفِ مقبولیت بخشے اور ذریعہ ہدایت بنائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ عبدالوحید کے مضمون کی چیدہ چیدہ عبارات

پہلے یہاں درج کی جاتی ہیں پھر اپنی معروضات عرض کی جائیں گی۔ وباللہ التوفیق۔ چنانچہ اس نے سورۃ فتح کی آیت کے ترجمہ اعلیٰ حضرت کے بارہ میں لکھا ہے کہ

(۱) " عصمت انبیاء علیہم السلام کے عنوان کے تحت نوائے وقت کے ایک مضمون نگار محمد ضیاء الحق چوہان۔ ۱۲ فروری کی اشاعت ملی ایڈیشن میں لکھتے ہیں۔ کہ برصغیر پاک وہند میں عقیدۂ عصمت انبیاء علیہم السلام کو داغدار کرنے میں قرآن مجید کے بعض اردو تراجم کا بھی ہاتھ ہے۔ جن آیات کے غیرمحتاط تراجم سے عوام الناس میں عقیدۂ عصمت انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں ابہام پیدا ہوا ان میں سے بغرض اختصار صرف ایک مثال پیش کرنا چاہتا ہوں۔ سورۃ الفتح آیت نمبر ایک دو کے تراجم ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور پیچھے رہے۔ (شاہ عبد القادر دہلوی)

۲۔ بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تاکہ آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے۔ (اشرف علی تھانوی)

مضمون نگار نے آخر میں لکھا ہے کہ یہ سب تراجم ظاہر کرتے ہیں کہ معاذ اللہ حضور ﷺ سے صلح حدیبیہ سے قبل بھی گناہ سرزد ہوتے رہے اور بعد میں بھی امکان ہے۔ اور پھر روح قرآن کے مطابق اپنا پسندیدہ ترجمہ یہ لکھتے ہیں۔ بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے (کنز الایمان) اور لکھتے ہیں کہ یہ ترجمہ شانِ رسالت کے عین مطابق ہے۔ جو مولانا احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے۔

تفسیر میں تو یہ عبارت لکھی جا سکتی ہے لیکن قرآن کا ترجمہ عین الفاظ قرآن کے مطابق کرنا ہوتا ہے۔ اگر ہر مفسر اپنی پسند کا ترجمہ شروع کر دے تو پھر متن قرآن کے ترجمہ کی جب اسی اردو عبارت کا عربی ترجمہ کیا جائے گا تو کیا سے کیا متن بن جائے گا۔ اور یہی تفسیر بالرائے ہوتی ہے جو گناہ ہے یعنی اللہ کے کلام کا غلط ترجمہ کرنا خود جرم ہے۔ اس لئے سابقہ دو دو سو سال اور ایک ایک سو سال کے مترجمین ڈرتے تھے کہ اللہ کے کلام کا ترجمہ ہم سے الٹ نہ ہو جائے۔ آج خوفِ خدا تو رہا نہیں۔ کبھی اپنے مسلک کے خلاف جو آیت نظر آئی اس کا مرضی کے مطابق ترجمہ کر دیا۔

(۲) یہاں حضرت شاہ عبد القادر دہلوی اور شاہ رفیع الدین دہلوی نے آج سے دو سو سال پہلے قرآن مجید کے لفظی ترجمہ میں ذنب کا ترجمہ جو گناہ لکھا ہے تو وہ مجازاً اور صورۃً ہے نہ کہ حقیقۃً کیونکہ محکمہ آیات سے امام المعصومین ﷺ کا مطلقاً معصوم ہونا ثابت ہے۔ اسی طرح مولانا اشرف علی تھانوی نے آج سے سو سال پہلے اپنے ترجمہ میں ذنب کا معنی جو خطائیں کیا ہے وہ بھی لفظی ترجمہ کے تحت مجازاً اور صورۃً خطا ہے نہ کہ حقیقۃً۔

(۳) شیخ الہند مولانا محمود الحسن کا ترجمہ یہ ہے۔ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے

تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔ اس کی تفسیر بھی ان کے شاگرد رشید مولانا شبیر احمد عثمانی نے یہ کی۔ خداوند قدوس نے اس فتح مبین کے صلے میں آپ کو چار چیزوں سے سرفراز فرمایا۔ جن میں پہلی چیز غفران الذنوب ہے۔ ہمیشہ سے ہمیشہ تک کی سب کوتاہیاں جو آپ کے مرتبہ رفیع کے اعتبار سے کوتاہی سمجھی جائیں بالکلیہ معاف ہیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے اور کسی بندے کے لئے نہیں فرمائی (تفسیر عثمانی)

(۴) مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔ ان آیات میں ان فتوحات سے جو فوائد ظاہر ہوئے ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ چار باتیں بیان فرمائیں۔ اے نبی اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادے۔ میرے نزدیک اس کا مطلب ہے کہ معافی ظاہر کردے اور ایسا محاورہ خصوصی شرعیہ میں بہت مستعمل ہوا ہے۔ جیسا کہ ناظر اور ماہر پر مخفی نہیں۔ اور مفسرین نے بھی اس آیت کو ظاہر سے پھیرا ہے بایں وجہ کہ آنحضرت سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ پھر معافی کے کیا معنی اور اگر اس سے وہ خلاف اولیٰ باتیں یا وہ قصور جو حق تعالیٰ کی عبادت میں آپ سے سرزد ہوئے مراد لئے جائیں تو معافی کے معنی تو درست ہو جائیں گے لیکن اس فتح سے اس کو کیا تعلق اور ہمارے مطلب کا تعلق تو اس فتح سے یوں ہے کہ اس فتح کے ظاہر ہونے سے آنحضرت کا نبی برحق ہونا سب پر کھل گیا اور جب نبی ہونا آپ کا کھل گیا تو آپ کا مغفور الذنوب ہونا بھی کھل گیا کیونکہ نبی معصوم اور مغفور ہوتے ہیں۔ (تفسیر مرزا حیرت دہلوی)

(۵) اب لفظی ترجمہ کی تشریح سے بات صاف ہوگئی۔ ذنب کے لفظی ترجمہ کو بدلنا ایک مفسر کا کام نہیں اس کے پوشیدہ پہلو کو واضح کرنا مفسر کا کام ہے جو کہ ان حضرات نے کردیا۔ ۵۱

کلامہ بحسب الحاجۃ.

الجواب بتوفیق اللّٰہ الوھاب عزوجلّ

عقیدہ عصمتِ انبیآء علیھم السلام

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ والانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کلّھم منزھون عن الصغائر و الکبائر والکفر والقبائح و قد کانت منھم زلات و خطایا۔ سارے انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام چھوٹے گناہوں بڑے گناہوں، کفر اور قبیح افعال سے

منزہ و معصوم ہیں اور ان میں سے بعض سے کبھی کبار لغزشیں اور خطائیں سرزد ہوئی ہیں۔ (الفقہ الاکبر)

اس کی شرح میں امام علی قاری لکھتے ہیں۔ والانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کلھم ای جمیعھم الشامل لرسلھم و مشاھیر ھم و غیر ھم اولھم آدم علیہ السلام منزھون ای معصومون عن* الصغائر والکبائر ای من جمیع المعاصی والکفر والقبائح و فی نسخۃ والفواحش و قد کانت منھم ای من بعض الانبیاء قبل ظھور مراتب النبوۃ او بعد ثبوت مناقب الرسالۃ زلات ای تقصیرات و خطئات ای عثرات بالنسبۃ الی مالھم من اعلی المقامات واسنی الحالات۔ یعنی تمام انبیاء رسل سمیت خواہ مشہور ہوئے یا نہ ہوئے اور پہلے نبی آدم علیہ السلام ہیں چھوٹے بڑے گناہوں یعنی تمام گناہوں سے معصوم و منزہ ہیں۔ اور اسی طرح وہ کفر اور برے افعال سے بھی پاک ہیں۔ اور بعض انبیاء سے مراتب نبوت اور مناقب رسالت ثابت و ظاہر ہونے سے پہلے لغزشیں اور تقصیریں واقع ہوئیں۔ جو ان کے اعلیٰ مقامات اور بہترین حالات کے لحاظ سے لغزشیں اور تقصیریں مانی گئی ہیں۔ (شرح فقہ الاکبر ص ۶۷) *

اور شیخ ابو المنتھیٰ احمد بن محمد مغنیساوی حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔ والانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام کلھم منزھون عن الصغائر والکبائر والکفر والقبائح یعنی قبل النبوۃ و بعدھا وقد کانت منھم زلات و خطایا۔ اور سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام چھوٹے بڑے گناہوں اور کفر و قبائح سے نبوت کے ظہور سے پہلے اور بعد پاک و معصوم ہیں اور ان میں سے بعض سے لغزشیں اور تقصیریں واقع ہوئی ہیں۔ (شرح فقہ الاکبر۔ ص ۲۰)

اور امام صدر الشریعہ لکھتے ہیں۔ نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ اور اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لئے حفظ الٰہی کا وعدہ ہولیا جس کے سبب سے ان سے صدور گناہ شرعاً محال ہے۔ انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعث نفرت ہو جیسے کذب و خیانت و جہل وغیرھا صفات ذمیمہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً

معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد اصغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔ (بہار شریعت حصہ اول ص ۱۳)

الحمد للہ۔ ان عبارات سے جملہ انبیاء کرام کا جملہ صغائر و کبائر سے پاک و معصوم ہونا نبوت کے ظہور سے پہلے اور اس کے بعد معلوم ہوا بدیں وجہ جن آیات سے اس عقیدہ پر اشکال وارد ہوتا ہے۔ علماء نے ان کی تاویلات کی ہیں۔ چنانچہ سورہ فتح کی پہلی دو آیتوں کے بارہ میں تفسیر جلالین میں فرمایا۔ **و هو ماؤل لعصمة الانبياء عليهم الصلوة والسلام بالدليل العقلى القاطع من الذنوب** ۔ اور یہ آیتیں اس بناء پر ماؤل ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام عقلی دلیل کی وجہ سے گناہوں سے معصوم ہیں۔ اور امام صاویؒ اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔ (قولہٗ ھو مؤول) **اى ان اسناد الذنب له** ﷺ **مؤول اما بان المراد ذنوب امته او هو من باب حسنات الابرار سئيات المقربين او بان المراد بالغفران الاحالة بينه وبين الذنوب فلا تصدر منه لا ن الغفر هو الستر والستر اما بين العبد و الذنب او بين الذنب و عذابه فالا ئق بالانبياء الاول وبالامم الثانى.**

ترجمہ: ذنب کا اسناد نبی ﷺ کے لئے مؤول ہے۔ اور اس کی تین تاویلیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) ذنوب سے مراد آپ کی امت کے گناہ ہیں۔ (۲) یہ نیکوں کی اچھائیاں مقربین کی برائیاں ہوتی ہیں کے باب سے ہے۔ (۳) غفران سے مراد رسول اللہ ﷺ اور گناہوں کے درمیان رکاوٹ حائل کر دینا ہے۔ پس آپ سے گناہ صادر نہیں ہوتے۔ کیونکہ غفران کا معنی چھپانا ہے۔ اور غفران کی دو صورتیں ہیں بندے اور گناہوں کے درمیان پردہ حائل کر دینا کہ بندہ گناہ نہ کرے اور دوسری صورت یہ ہے کہ گناہ اور عذاب کے درمیان پردہ حائل کر دیا جائے پس پہلا معنی انبیاء اور دوسرا امتوں کے لائق ہے۔ (تفسیر صاوی ص ۸۰ ج ۴)

اور تفسیر خازن میں ہے۔ **و معنى الاية ليغفرلک الله جميع ما فرط منک ما**

تقدم من ذنبک یعنی قبل النبوۃ و ما تا خر یعنی بعد ھا و ھذا علی قول من جوز الصغائر علی الانبیآء و قال عطاء الخراسانی ما تقدم من ذنبک یعنی من ذنب ابو یک آدم و حواء ببر کتک و ما تاخر من ذنوب امتک بدعاء ک لھم و قیل المراد ما کان من سھو و غفلۃ و تأو ل لان النبی ﷺ لم یکن لہ ذنب کذنوب غیر ہ فالمراد بذکر الذنب ھنا ما عسی ان یکون و قع عنہ عن سھو و نحو ذلک لا ن حسنات الابرار سئیات المقربین فسماہ ذنبا فماکان من ھذا القبیل و غیرہ فھو مغفور لہ فاعلمہ اللّٰہ عزو جل بذلک ۔

اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ آپ کی تمام زیادتیاں جو نبوت کے ظہور سے پہلے اور اس کے بعد واقع ہوئیں معاف فرمادے اور یہ معنی ان علماء کے قول پر ہے جو انبیاء کرام سے صغیرہ گناہوں کا صدرور جائز مانتے ہیں ۔ اور عطاء الخراسانی نے فرمایا۔ ما تقدم من ذنبک سے مراد حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی خطاء ہے اور ما تاخر سے آپ کی امت کے گناہ کیونکہ آپ کی دعا کی برکت سے یہ معاف ہوئے اور تیسرا قول یہ ہے کہ آپ سے جو خلاف اولیٰ کام سہو غفلت اور تاویل کی بناء پر صادر ہوئے وہ مراد ہیں ۔ کیونکہ نبی ﷺ کا کوئی گناہ دوسروں کے گناہوں جیسا نہیں تھا ۔ پس اس جگہ ذنب کے ذکر سے مراد وہ کام ہیں جو سہو وغیرہ سے صادر ہوئے کیونکہ ابرار کی نیکیاں مقربین کی برائیوں جیسی ہوتی ہیں ۔ پس وہ کام اس قسم کے ہوں وہ بخشے ہوئے ہوتے ہیں ۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی بخشش کی خبر دی ۔ (خازن ص ۱۸۸ ج ۶)

صحیح محتاط ترجمہ

عقیدہ عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر سورۃ الفتح کی پہلی دو آیات کا صحیح اور باادب ترجمہ وہی ہے جو امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے بدیں الفاظ کیا ۔ " بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے ۔ (کنز الایمان ص ۸۱۵)

اور اس ترجمہ کی خوبی کے بارہ میں مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں ۔ " سورہ محمد

میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہاں حضور کے گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں جن کی شفاعت حضور علیہ کے ذمہ ہے۔ جیسے وکیل مقدمہ کہتا ہے کہ یہ میرا مقدمہ ہے یعنی جس کی پیروی میں کر رہا ہوں۔ اسی لئے یہاں لک فرمایا۔ یعنی تمہارے طفیل تمہارے وسیلہ سے۔" (نور العرفان ص ۸۱۵)

اور سورہ محمد کی آیت کریمہ واستغفر لذنبک۔ (اور محبوب اپنے خاصوں کے گناہوں کی معافی مانگو) کے ماتحت یہی بزرگ لکھتے ہیں۔ " یہاں اس گناہ کو حضور علیہ کے دامن شفاعت کی طرف نسبت دی گئی ہے جو حضور کے خاص خدام سے سرزد ہو جاوے۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ وکیل کہتا ہے کہ یہ میرا مقدمہ ہے ورنہ پیغمبر گناہ کا ارادہ بھی نہیں فرماتے۔ نیز انبیاء کے نفس امارہ نہیں ہوتے جب وہ شیطان اور نفس امارہ سے محفوظ ہیں تو ان سے گناہ کون کرائے۔" (نور العرفان ص ۸۱۲)

صحیح ترجمہ کو تفسیر بالرائے کہنا غلط ہے

مضمون نگار کا ترجمہ اعلیٰ حضرت کو معاذ اللہ تفسیر بالرائے میں شامل کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ وہ خود خوف خدا سے محروم ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ان آیتوں کا ترجمہ یا تفسیر اپنی رائے سے نہیں کی بلکہ عطاء الخراسانی وغیرہ مفسرین متقدمین کے بیان کردہ قول کی بناء پر یہ ترجمہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

غیر محتاط ترجمے

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں کیڑے نکالنے والے مضمون نگار نے جن لوگوں کے ترجموں کو سراہا ہے وہ سب عقیدہ عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر محتاط بلکہ صریح غلط ترجمے ہیں۔ لفظ ذنب عربی کا لفظ ہے جو کئی معنوں میں مشترک ہے جبکہ گناہ اردو کا لفظ ہے اور یہ مشترک لفظ نہیں ہے بلکہ صغیرہ یا کبیرہ گناہ کے لئے ہی بولا جاتا ہے۔ اب عربی کے مشترک لفظ کا ترجمہ اردو کے ایسے لفظ سے کرنا جو عقیدہ عصمت کے

سراسر خلاف ہے ضرور غلط غیر محتاط ترجمہ ہے۔ نبی کے کسی فعل کو گناہ نہیں کہہ سکتے بلکہ خطاء یا لغزش کہیں گے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب — بے ادب محروم ماند از فضل ربّ

مخالفین کے ترجموں میں ایک اور غلطی

یہ ہے کہ انہوں نے آیت کریمہ میں واقع لک کے لفظ کا ترجمہ بالکل حذف کر دیا ہے۔ چنانچہ دیوبندی مولوی احمد علی لاہوری کے ترجمہ کے لفظ یہ ہیں۔ " تاکہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے۔" (ترجمۃ القرآن ص ۸۱۵)

اور شاہ ولی اللہ صاحب کے فارسی ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں۔ " عاقبت فتح آن است کہ بیامرزد ترا خدا آنچہ کہ سابق گذشت از گناہ تو وآنچہ پس ماندہ (ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب ص ۵۳۲)

اور محمود الحسن دیوبندی کا ترجمہ اس طرح ہے۔ " تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔ (ترجمہ محمود الحسن ص ۸۷۳)

ان سب ترجموں میں لک کا ترجمہ حذف کر دیا گیا ہے۔ اور محمود الحسن کے ترجمہ میں جو تجھ کو لکھا ہے یہ لک کا ترجمہ نہیں بلکہ من ذنبک سے جو معنی مفہوم ہوتا ہے اس کی ترجمانی ہے۔ جبکہ اس کے برعکس اعلیٰ حضرت کے ترجمہ " تمہارے سبب " اس لفظ کا صاف صریح ترجمہ ہے۔ اس لک کے مفہوم کو نظر انداز کر دینے کی وجہ سے یہ لوگ غلط ترجمہ کرنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

مضمون نگار کا من گھڑت قاعدہ کلیہ

مضمون نگار کا یہ لکھنا کہ " تفسیر میں تو یہ عبارت لکھی جا سکتی ہے۔ لیکن قرآن کا ترجمہ عین الفاظ قرآن کے مطابق کرنا ہوتا ہے۔ اور اگر ہر مفسر اپنی پسند کا ترجمہ شروع کر دے تو پھر متن قرآن کے ترجمہ کی جب اسی اردو عبارت کا عربی ترجمہ کیا جائے گا تو

کیا سے کیا متن بن جائے گا۔ اور یہی تفسیر بالرائے ہوتی ہے جو گناہ ہے۔ یعنی اللہ کے کلام کا غلط ترجمہ کرنا خود جرم ہے۔" تفسیر بالرائے کے مفہوم سے اس کی ناواقفیت کی دلیل ہے۔ تفسیر بالرائے اس کو نہیں کہتے کہ اردو ترجمہ کی عربی عبارت دوبارہ بنائیں تو عین متن قرآن نہ بن سکے بلکہ تفسیر بالرائے اس کا نام ہے کہ علماء تفسیر نے جو جو تفسیریں کسی قرآنی لفظ کی لکھی ہوں ان کو چھوڑ کو کوئی اور قول اختراع کیا جائے۔ الحمد للہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کا یہ حال نہیں بلکہ یہ ترجمہ امام عطاء الخراسانی وغیرہ مفسرین کے قول کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ بے جا تعصب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

صورۃً گناہ کا انتساب بے ادبی ہے

اور مضمون نگار کا یہ لکھنا کہ " یہاں حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی اور شاہ رفیع الدین دہلوی نے آج سے دو سو سال پہلے قرآن کے لفظی ترجمہ میں ذنب کا ترجمہ جو گناہ لکھا ہے تو وہ مجازاً اور صورۃً ہے نہ کہ حقیقۃً کیونکہ محکم آیات سے امام المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلقاً معصوم ہونا ثابت ہے۔ اسی طرح اشرف علی تھانوی نے آج سے ایک سو سال پہلے اپنے ترجمہ میں ذنب کا معنی جو خطائیں کیا ہے وہ بھی لفظی ترجمہ کے تحت مجازاً اور صورۃً خطاء ہے نہ کہ حقیقۃً بجا سہی لیکن گناہ کا لفظ کسی بھی حیثیت سے امام المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کی طرف منسوب کرنا بے ادبی سے خالی نہیں ہے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت نے بے ادبی سے پاک ترجمہ لکھ کر عقیدہ عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو داغدار بننے سے بچایا فجزاہ اللہ تعالی خیر الجزآء۔ مگر عقل و دانش کے دشمن اسی پر بے جا لغو اعتراضات کر رہے ہیں۔ فسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

کوتاہیوں کا انتساب بھی بے ادبی ہے

مضمون نگار کا لکھنا کہ " خداوند قدوس نے اس فتح مبین کے صلہ میں آپ کو چار چیزوں سے سرفراز فرمایا جن میں پہلی چیز غفران الذنوب ہے۔ ہمیشہ سے ہمیشہ تک کی سب

کوتاہیاں جو آپ کے مرتبہ رفیع کے اعتبار سے کوتاہیاں سمجھی جائیں بالکلیہ معاف ہیں۔"
شان رسالت مآب ﷺ کے خلاف ہے۔ کیونکہ جس طرح لفظ گناہ کا کسی بھی حیثیت سے آپ کی ذات سے انتساب بے ادبی ہے اسی طرح لفظ کوتاہی کا کسی بھی معنی میں آپ ﷺ کی ذات سے انتساب ادب کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ با ادب بنائے۔ انبیاء کرام سے لغزشیں صادر ہوتی رہی ہیں مگر ان کو کوتاہیاں قرار دینا اُن کے مرتبہ رفیع کے لائق نہیں ہے۔ بہر حال لغزش و خطائیں اور کوتاہی میں جو فرق ہے وہ اہل عقل و علم پر روشن ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے آمین۔

حضور ﷺ کے اگلوں پچھلوں کے گناہوں کی معافی کا فتح سے تعلق کی نوعیت

مضمون نگار نے مرزا حیرت دہلوی کی تفسیر سے جو یہ نقل کیا ہے کہ " اور اگر اس سے وہ خلاف اولی باتیں یا وہ قصور جو حق تعالیٰ کی عبادت میں آپ سے سرزد ہوئے مراد لیے جائیں تو معافی کے معنی تو درست ہو جائیں گے۔ لیکن اس کا فتح سے کیا تعلق؟ اور ہمارے مطلب کا تعلق تو اس فتح سے یوں ہے کہ اس فتح کے ظاہر ہونے سے آنحضرت ﷺ کا نبی برحق ہونا سب پر کھل گیا اور جب نبی ہونا آپ کا کھل گیا تو آپ کا مغفور الذنوب ہونا بھی کھل گیا کیونکہ نبی معصوم اور مغفور ہوتے ہیں۔'' اس میں یہ جملہ ''یا وہ قصور جو حق تعالیٰ کی عبادت میں آپ سے سرزد ہوئے مراد لیے جائیں'' سراسر شان مصطفےٰ ﷺ کے خلاف ہے۔ سرکار ابد قرار ﷺ اللہ تعالیٰ کے عبد خاص ہیں۔ آپ کی عمر کا ہر ہر لحہ عبادت خداوندی میں گزرا پھر عبادت میں قصور واقع ہونے کا قول کیسے صحیح ہوگا؟ حضور کے اگلوں پچھلوں کے گناہوں کی معافی بلاشبہ ان فوائد میں داخل ہے جو اس فتح سے ظاہر ہوئے اس لیے اس ترجمہ کا فتح سے بے تعلق ماننا کسی طرح درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق دے۔

آیت ھذا کی ایک اور توجیہ

مرزا بشیر الدین قادیانی اس آیت کریمہ کا ترجمہ ان لفظوں میں لکھتا ہے۔ " جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اللہ تیرے متعلق کیے گئے وہ گناہ بھی جو پہلے گزر چکے ہیں ڈھانک دے گا اور جو اب تک ہوئے نہیں (لیکن آئندہ ہونے کا امکان ہے) ان کو بھی ڈھانک دے گا۔" (تفسیر صغیر ص ۶۷۷)

اور اسی کتاب میں اسی مقام پر اس کی تشریح میں وہ لکھتا ہے۔ " یہ صلح حدیبیہ کے متعلق ہے' اور اس میں کہا گیا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ایک اور فتح آنے والی ہے یعنی صلح حدیبیہ جس میں عرب کے قبیلے رسول کریم ﷺ سے معاہدہ کریں گے۔ محمد ﷺ کو چاہیے کہ اس وقت عفو سے کام لیں اور جو خطائیں عرب پہلے کر چکے ہیں۔ ان کے لئے بھی مغفرت چاہیں اور ان کے لئے بھی جو صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان میں ہونے والی ہیں۔ ورنہ یہ مراد نہیں کہ رسول کریم ﷺ نے کوئی گناہ کیا تھا چنانچہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جہاں بھی ذنب کا ذکر آتا ہے فتح کے موقع پر آتا ہے پس ذنب سے مراد آپ کا کیا ہوا گناہ نہیں بلکہ آپ کے متعلق کیا ہوا عرب قبائل یا کفار کا گناہ ہے۔"

مگر یہ توجیہ سراسر باطل ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ کا کفار یا عرب قبائل کے گناہوں کی معافی سے کیا تعلق۔ تعلق تو اپنے متعلقین سے صادر ہونے والے گناہوں سے ہے اس لئے ان کی معافی اس فتح سے ظاہر ہونے والے فوائد میں سے ایک تھی۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

ایک اور توجیہ

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور میں ایک مضمون بعنوان " ذنب کی تفسیر " شائع ہوا ہے۔ جس میں مضمون نگار لکھتے ہیں۔ " بظاہر اس آیت کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ عفو و غفران کا مژدہ بجا لیکن

اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ سے گناہوں کا صدور پہلے بھی ہوتا رہا اور بعد میں بھی ہوتا رہے گا (العیاذ باللہ تعالیٰ منہ) حالانکہ اس عقیدہ پر امت کا اجماع ہے کہ ہر نبی خصوصاً نبی الانبیاء سید الرسل ﷺ معصوم ہیں۔ حضور ﷺ کے دامن عصمت پر گناہ کا کوئی داغ نہیں ہے۔ اس شبہ کو دور کرنے کے لئے علمائے تفسیر نے متعدد جواب دیئے ہیں۔ یہ سارے جوابات اپنی اپنی جگہ نہایت اہم ہیں لیکن کلام کے سیاق و سباق کو پیشِ نظر رکھا جائے تو ان میں سے کوئی مفہوم یہاں چسپاں نہیں ہوتا۔ فتح مبین کی غرض و غایت یا اس کا نتیجہ اور انجام مغفرت بتایا گیا ہے۔ لیکن فتح اور مغفرت میں کوئی مناسبت نہیں اس لئے اس آیت میں مزید غور و خوض کی ضرورت ہے تاکہ آیات کا باہمی ربط بھی واضح ہو جائے اور عصمت نبوت پر بھی کسی کو انگشت نمائی کا موقع نہ ملے۔

ذنب کے لفظ پر غور کیا جائے تو یہ مشکل آسان ہو جائے گی۔ ذنب کا معنی عام طور پر گناہ کیا جاتا ہے۔ گناہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کو لیکن اہل لغت لفظ ذنب کو الزام کے معنی میں بھی استعمال کرتے رہتے ہیں اور الزام میں یہ ضروری نہیں کہ وہ فعل اس سے سرزد بھی ہوا ہو۔ بلکہ بسا اوقات بلا وجہ اس فعل کی نسبت اس شخص کی طرف کر دی جاتی ہے۔

ان آیات کے سیاق و سباق کو مدنظر رکھا جائے تو یہی معنی (الزام) یہاں موزوں اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ غفر کا معنی چھپا دینا۔ دور کر دینا۔ ماتقدم سے مراد ہجرت سے پہلے اور ماتاخر سے مراد ہجرت کے بعد ہے۔ یعنی اے حبیب جو الزامات کفار آپ پر ہجرت سے پہلے عائد کیا کرتے تھے۔ اور جو الزامات ہجرت کے بعد اب تک وہ لگاتے رہے ہیں اس فتح مبین سے وہ سارے کے سارے نیست و نابود ہو جائیں گے اور ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔" (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت اگست ۱۹۹۰ء ص ۲۷)

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو نظر انداز کر دیا گیا

مذکورہ بالا مضمون نگار نے اپنے اس مضمون میں مفسرین کے درج ذیل اقوال کو

تو ذکر فرمایا۔

(۱) یہاں گناہ سے مراد گناہ صغیرہ ہے۔

(۲) یہاں گناہ سے مراد خلاف اولیٰ ہے اور حسنات الابرار سیئات المقربین کے قاعدے کے مطابق خلاف اولیٰ کو گناہ کہا گیا ہے۔

(۳) وہ فعل اگرچہ نہ گناہ صغیرہ ہے نہ خلاف اولیٰ لیکن حضور ﷺ کی نگاہ عالی میں وہ نہیں جچتا اس لئے حضور ﷺ کے مقام رفیع کے باعث اسے ذنب (گناہ) کہا گیا ہے۔

(۴) بعض علماء نے غفر کا معنی بچالینا اور محفوظ کر لینا کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ و معصوم رکھا ہے۔ اس حفاظت ربانی کے باعث نہ پہلے آپ سے کوئی گناہ سرزد ہوا اور نہ آئندہ کبھی کوئی گناہ سرزد ہوگا۔

(۵) بعض علماء نے یہ توجیہ کی ہے کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ مغفرت عامہ کی بشارت دے کر حضور ﷺ کے قلب مبارک کو مطمئن کر دیا جائے یعنی پہلے تو آپ سے کوئی غلطی سرزد ہی نہیں ہوئی بالفرض اگر کوئی سہواً سرزد ہوگئی ہو تو بھی اس سے عفو درگزر کا مژدہ سنایا جاتا ہے تاکہ کسی قسم کی خلش یا مواخذہ کا اندیشہ نہ رہے۔"

لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جس قول کو پیش نظر رکھ کر ان آیات کا ترجمہ لکھا ہے۔ اسے نظر انداز کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ ترجمہ سیاق و سباق اور ربط آیات کے لحاظ سے بالکل موزوں اور مناسب ہے۔ چنانچہ مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ " (قولہ کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے) یعنی فتح مکہ کے سبب سارے مکہ والے اسلام قبول کر کے تمہارے امتی بن جاویں اور اسلام کی برکت سے تمہارے توسل سے ان کے گناہ معاف ہوں۔ لہذا صلح ان کے اسلام کا ذریعہ ہے اور اسلام مغفرت کا ذریعہ "۔ (نور العرفان ص ۸۱۵)

اس توجیہ کی خامیاں

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے ہٹ کر ذنب بمعنی الزام مراد لینے سے پہلی خامی تو یہ

لازم آتی ہے کہ یہ تفسیر پہلے مفسرین میں سے کسی کا قول نہیں ہے۔ حالانکہ وہ آج کل کے علماء سے زیادہ قرآن فہمی رکھتے تھے۔ اور دوسری یہ کہ اس ترجمہ سے آیت میں واقع لفظ لک کا مفہوم ہی سرے سے فوت ہو جاتا ہے۔ جبکہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں یہ مفہوم بالکلیہ موجود ہے۔ اور تیسری یہ کہ لغت میں ذنب کا لفظ الزام کے معنی میں نہیں آتا۔ منجد میں ہے۔ الذنب۔ گناہ قصور جرم۔ ج ذنوب وجج ذنوبات، الذنب من الحیوان۔ دم۔ ج اذناب الناس گھٹیا نیچے طبقہ کے لوگ۔ ذنب العقرب، بچھو کا ڈنگ۔ ذنب السوط۔ کوڑے کا سر۔ (منجد ص ۴۱۷) چونکہ مضمون نگار نے ذَنْب اور ذَنَب میں فرق نہیں سمجھا اس لئے وہ ان دونوں کو مترادف مان کر لکھتے ہیں۔

ذنب کے لفظ پر غور کیا جائے تو یہ مشکل آسان ہو جائے گی۔ ذنب کا معنی عام طور پر گناہ کیا جاتا ہے۔ گناہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کو۔ لیکن اہل لغت لفظ ذنب کو الزام کے معنی میں بھی استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اور الزام میں یہ ضروری نہیں کہ وہ فعل اس سے سرزد بھی ہوا ہو۔ بلکہ بسا اوقات بلا وجہ اس فعل کی نسبت اس شخص کی طرف کر دی جاتی ہے۔ اسی مادہ کے دو لفظ ہیں ذنب اور ذنوب۔ ذَنَب کا معنی دم ہے جو جانور کے جسم کے آخر میں چمٹی ہوتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ اس کے جسم کا حصہ نہیں بلکہ باہر سے اس کے ساتھ چمٹا دی گئی ہے۔ اور پانی نکالنے والے ڈول کو ذنوب کہتے ہیں۔ جو رسی کے ایک سرے سے بندھا رہتا ہے۔ اسی مناسب سے ذنب کا اطلاق الزام پر بھی ہو سکتا ہے جس کسی شخص کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ خواہ اس نے اس کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ قرآن کریم میں بھی ذنب کا لفظ الزام کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ایک روز موسیٰ نے ایک اسرائیلی اور قبطی کو باہم لڑتے دیکھا۔ قبطی اسرائیلی کو زدوکوب کر رہا تھا۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو دیکھا تو انہیں مدد کے لیے پکارا۔ آپ نے قبطی کو پہلے منع کیا کہ غریب اسرائیلی پر ظلم و زیادتی نہ کرے جب وہ باز نہ آیا تو آپ نے اسے ایک مکا دے مارا جو اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوا۔ اپنے زیر دست ساتھی کی مدد کرنا۔ اس کے بچاؤ اور اپنے دفاع کے لیے حملہ آور کو مکا مارنا نہ شرعاً کوئی جرم ہے نہ عرف میں یہ فعل قبیح ہے۔ لیکن فرعون

چونکہ آپ کا دشمن تھا اور انہیں حکومت کا باغی تصور کرتا تھا اس نے آپ پر قتل کا الزام رکھا تھا اور اگر اس کا بس چلتا تو وہ آپ کو وہی سزا دیتا جو قتل عمد کی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اسے دعوت حق دو تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی و لھم علی ذنب فاخاف ان یقتلون (ترجمہ) انہوں نے مجھ پر الزام قتل لگا رکھا ہے۔ پس صحیح اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

اس آیت میں ذنب سے مراد گناہ نہیں بلکہ الزام ہے کیونکہ آپ نے اپنے امتی کے بچاؤ کے لیے یہ اقدام کیا تھا۔ آپ کا ارادہ قتل کرنے کا ہرگز نہ تھا اور نہ عام طور پر مکا لگنے سے موت واقع ہوتی ہے۔"

بہر حال اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا یہ ترجمہ ہر لحاظ سے صحیح اور مقام رسالت مآب ﷺ کے شایانِ شان ہے۔ اس ترجمہ کے ہوتے ہوئے کوئی اور ترجمہ تلاش کرنا بے سود کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ علمائے اہل سنت کی پیروی نصیب فرمائے آمین۔

ایک اور توجیہ

شیخ ابوبکر واعظ سندھی کتاب انیس الواعظین میں لکھتے ہیں۔ "اگرچہ بظاہر مخاطب حضور ﷺ ہیں لیکن درحقیقت اہل ایمان امت محمدیہ سے خطاب ہو رہا ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ تو مبعوث ہی اثبات توحید اور اعلائے وحدانیت کے لیے ہوئے ہیں ان کی تصدیق کی کیا حاجت۔ واستغفر لذنبک۔ اور اپنے گناہوں کے لیے استغفار کرو حالانکہ حضور ﷺ کے کل گناہ ماتقدم و ما تاخر مغفور ہیں اور نیز یہ کہ حضور ﷺ خود ہی معصوم ہیں ان سے صدور گناہ ذنب محال بلکہ غیر ممکن ہے اور پھر یہ کہ مکرر شق صدر ہو کر ابلیس کا حصہ نکال لیا ہوا ہے اب اس کو کہاں مجال لیکن یہ صرف شان جباری کا اظہار ہے تاکہ گناہ گار لوگ اس سے اپنا انجام سمجھ سکیں اور اولیائے کاملین جو باوجود ریاضت عبادت اور حصول بلندی مراتب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بکثرت توبہ و استغفار کرتے رہتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا بال بال گناہگار ہے۔ انبیاء کی مقبولیت اور ابلیس کی باوصف چالیس ہزار سالہ عبادت

کے مردودیت کو نہ بھولیں۔ (خورشید الواعظین ص ۳۵۸)

و هذا آخر ماأردنا ايراده فی هذه المقالة المباركة تقبلها اللّٰه تعالىٰ بمنه العظيم ورسوله الكريم ﷺ وانا الفقير ابو الكرم احمد حسين قاسم الحيدری غفر اللّٰه تعالىٰ لهٗ المدرس بالجامعة الحيدرية فضل المدارس سهنسه آزادكشمير (۱۱ ذوالحجه ۱۴۱۸ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نواں مقالہ

کیا رسول اکرم ﷺ پر جادو اثر انداز ہوا تھا؟

ایک اہم سوال اور اس کا تحقیقی جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد

آج سے تقریباً چار پانچ ماہ قبل قاضی عبدالدائم دائم صاحب سجادہ نشین خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ ہری پور ہزارہ کا لکھا ہوا ایک رسالہ (کیا جان دو عالم ﷺ پر جادو اثر انداز ہوا تھا حقیقت یا افسانہ؟) شائع کردہ بزم صدریہ اسلام آباد پاکستان جو جون ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفراللہ تعالیٰ لہٗ کو ملا اور ساتھ ہی محقق و مرتب صاحب کی طرف سے یہ حکم نامہ بھی موصول ہوا کہ (محترم مکرم جناب علامہ حیدری صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔ ایک کاوش ناتمام ارسال خدمت ہے ۔ براہ کرم اس کا دقت نظر بلکہ تنقیدی نظر سے مطالعہ فرما کر اپنی رائے گرامی سے آگاہ فرمائیں اور اس ہیچ مداں سے جو غلطیاں سرزد ہوئی ہوں ان سے مطلع فرمائیں ۔)

راقم الحروف نے دائم صاحب کے اس رسالہ کا سرسری نظر سے مطالعہ کیا تو اس کے بارہ میں کچھ لکھنا بے فائدہ سمجھا ۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جس شخص نے امام المحدثین حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری اور قاضی القضاۃ حضرت امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما جیسے بزرگانِ دین کی روایتوں اور تاویلوں میں کیڑے نکالنے کی کوشش کی ہے اگر اس کی کسی غلطی پر اسے آگاہ کیا جائے تو وہ اپنی غلطی کو کب تسلیم کرے گا ۔ لیکن اسی دوران ریٹائرڈ کرنل محمد انور مدنی صاحب لاہور والوں کے ایک رسالہ (رسول اکرم ﷺ جادو زدہ نہ تھے) کا اشتہار ان کی ایک کتاب میں پڑھا تو اس مسئلہ کی نزاکت کا احساس ہوا ۔ جب مدنی صاحب کا یہ رسالہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ دائم صاحب اور مدنی صاحب دونوں نے اس مسئلہ میں تقریباً ایک جیسی باتیں لکھی ہیں ۔ دائم صاحب کے عقیدہ کا مجھے علم نہیں تھا لیکن مدنی صاحب کے متعلق میں سمجھتا تھا کہ وہ صحیح العقیدہ سنی شخص ہیں ۔ لیکن ان کے اس رسالہ کی وجہ سے مجھے سخت صدمہ ہوا اور پتہ چلا کہ مدنی صاحب اس مسئلہ میں مسلک اہل سنت سے کوسوں دور چلے گئے ہیں ۔ چونکہ سنی احباب مدنی صاحب کو اپنا ہم عقیدہ سمجھتے ہیں اس لیے وہ ان کی کتابیں دھڑا دھڑ منگوا رہے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں سنی عوام کے

گمراہ ہونے کا اندیشہ تھا اس لیے مسلمانوں کی خیرخواہی کی نیت سے ہم نے یہ مختصر رسالہ لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے اللہ تعالیٰ اسے ذریعہء ہدایت ونجات بنائے آمین بجاہ النبی ﷺ

رسول اکرم ﷺ پر جادو کیا جانا صحیح حدیث سے ثابت ہے

(۱) حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ **سحر رسول ﷺ حتی انه يخيل اليه انهٗ فعل الشئى وما فعله حتى اذا كان ذات يوم و هو عندى دعا الله و دعاه ثم قال اشعرت يا عائشة ان اللّٰه قد افتاني في ما استفتيته فيه قلت و ما ذاك يا رسول اللّٰه قال جآء ني رجلان فجلس احدهما عند رأسي والآخر عند رجلي ثم قال احد هما لصاحبه ما وجع الرجل قال مطبوب قال ومن طبهٗ قال لبيد بن الاعصم اليهودى من بنى زريق قال فى ماذا قال فى مشط و مشاطة وجب طلعة ذكر قال فاين هو قال في بئر ذى اروان فذهب النبى ﷺ فى الناس من اصحابه الى البئر فنظر اليها و عليها نخل ثم رجع الى عائشة فقال واللّٰه لكان مآء ها نقاعة الحناء ولكان نخلها رؤوس الشياطين قلت يارسول اللّٰه افاخرجتهٗ قال لا اما انا فقد عافاني اللّٰه و شفاني و خشيت ان اثور على الناس منه شرا و امربها فد فنت.**

(صحیح بخاری مطبوعہ اصح المطابع ۔ جلد دوم کتاب الطب ۔ باب السحر ۔ ص ۸۵۸)

(۲) امام بخاری کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں ۔

كان رسول ﷺ سحر حتى كان يرى انه ياتي النسآء ولا ياتيهن فانتبه من نومه ذات يوم فقال يا عائشة اعلمت ان اللّٰه قد افتاني في مااستفتيته فيه اتاني رجلان فقعد احد هما عندرأسي والآخر عند رجلي فقال الذى عند راسى للآخرمابال الرجل قال مطبوب قال ومن طبه قال لبيد بن الاعصم رجل من بنى زريق حليف ليهود كان منافقاً قال و فيم قال فى مشط و مشاطة قال فاين قال فى جف طلعة ذكر تحت رعوفة فى بئر ذى اروان قال فاتى البئر حتى استخر جه فقال هذه البئر التى رايتها وكان مآء ها نقاعة الحناء و كان نخلها رؤوس الشياطين قال فاستخرج قالت فقلت افلا تنشرت فقال اما اللّٰه قد شفانى

واکرہ ان اثیر علی احد من الناس شراً۔ (صحیح البخاری . باب ھل یستخرج السحر . کتاب الطب ۲/ ۸۵۸)

(۳) امام بخاری کی تیسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

ان رسول اللہ ﷺ طب حتیٰ انہ لیخیل الیہ انہ قد صنع الشئی وما صنعہٗ وانہ دعا ربہٗ ثم قال اشعرت ان اللہ افتانی فی مااستفتیتہ فیہ جآء نی رجلان فجلس احد ھما عند رأسی والآخر عند رجلی فقال احد ھما لصاحبہ ما وجع الرجل قال مطبوب قال من طبہ قال لبید بن الاعصم قال فی ماذا قال فی مشط و مشاطۃ وجف طلعۃ قال فاین ھو قال فی ذی اروان بئر فی بنی زریق فاتا ھا رسول اللہ ﷺ ثم رجع الی عائشۃ فقال واللہ لکان مآء ھا نقاعۃ الحناء ولکان نخلھا رؤوس الشیاطین قالت فاتی رسول اللہ ﷺ فاخبر ھا عن البئر فقلت یا رسول اللہ فھلا اخرجتہ قال اما انا فقد شفانی اللہ و کرھت ان اثیر علی الناس شراً قالت سحر النبی ﷺ فدعا و دعا وساق الحدیث (صحیح بخاری جلد دوم ۹۴۵ تفسیر خازن و معالم ج ۴، ص ۳۲۲)

(۴) اور امام بخاری کی چوتھی روایت کے الفاظ یہ ہیں

عن ابن شھاب قال بلغنا ان رسول اللہ ﷺ قد صنع لہ ذلک فلم یقتل من صنعہ و کان من اھل الکتاب (صحیح البخاری کتاب الجھاد باب یعفیٰ عن الذمی اذاسحر. ج ۱، ص ۴۵۰)

(۵) اور امام بخاری کی پانچویں روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

عن عائشہ رضی اللہ عنھا ان النبی ﷺ سحر حتی کان یخیل الیہ انہ صنع شیئاً ولم یصنعہ (صحیح البخاری کتاب الجھاد باب مذکورہ بالا ج ۱، ص ۴۵۰)

(۶) اور امام بخاری کی چھٹی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

سحر النبی ﷺ حتی کان یخیل الیہ انہ یفعل الشئی وما یفعلہ حتی کان ذات یوم دعا و دعا ثم قال اشعرت ان اللہ افتانی فی ما فیہ شفائی اتانی رجلان فقعد احد ھما عند رأسی والآخر عند رجلی فقال احد ھما للآخر ما وجع الرجل قال مطبوب قال و من طبہ قال

لبید بن الاعصم قال فی ماذا قال فی مشط و مشاطة و جف طلعة ذکر قال فاین ھو قال فی بئر ذروان فخرج الیھا النبی ﷺ ثم رجع فقال لعائشة حین رجع نخلھا رؤوس الشیاطین فقلت استخرجته فقال لا اما انا فقد شفانی اللّٰہ وخشیت ان یثیر ذلک علی الناس شراً ثم دفنت البئر (صحیح البخاری ۔ کتاب بدء الخلق باب صفة ابلیس وجنودہ جلد ۱، ص ۴۶۲)

آخری حدیث کا ترجمہ

نبی اکرم ﷺ پر جادو کیے جانے کے بارہ میں بخاری شریف کی یہ چھ روایتیں ہیں چونکہ یہ سب ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں، اور ان کا مضمون بھی ایک ہی ہے اس لئے اختصار کے پیش نظر صرف آخری روایت کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ ''نبی کریم ﷺ پر جادو کیا گیا۔ اور آپ کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ کوئی کام کرتے ہیں حالانکہ وہ نہیں کرتے ہیں۔ حتی کہ ایک روز آپ ﷺ نے دعا کی پھر دعا کی پھر فرمایا۔ اے عائشہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ شئے بتا دی ہے جس میں میری شفاء ہے؟ میرے پاس دو آدمی آئے ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھا۔ ان میں سے ایک نے کہا اس مرد کو کیا بیماری ہے؟ دوسرے نے کہا ان کو جادو کیا گیا ہے۔ اس نے کہا۔ کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا۔ لبید بن اعصم نے جادو کیا ہے۔ اس نے کہا۔ کس شئے میں جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا۔ کنگھی اور روئی کے گالے میں اور کھجور کی کلی کے اوپر والے چھلکے میں۔ اس نے کہا۔ وہ کہاں ہے۔؟ دوسرے نے کہا۔ ذروان کے کنوئیں میں۔ نبی کریم ﷺ وہاں تشریف لے گئے۔ پھر واپس آئے تو ام المومنین سے فرمایا جبکہ آپ کی واپسی ہوئی۔ اس کنوئیں کی کھجوریں شیطانوں کے سروں کی طرح ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ آپ نے اس کو باہر نکالا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ نہیں بہرکیف اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی ہے اور یہ ڈر ہے کہ یہ بات لوگوں میں شرارت پھیلائے گی۔ پھر وہ کنواں بند کرا دیا۔ (تفہیم البخاری شرح صحیح البخاری مؤلفہ شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی جلد پنجم ص ۸۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہوا تھا

دائم صاحب اور ان کے ہم خیال لوگوں کے نزدیک بخاری شریف کی ان چھ روایات میں بعض امور میں اختلاف ہے۔ یہ ان کا کہنا بجا سہی۔ لیکن یہ چھ روایات اس بارہ میں متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا اور جادو نے آپ پر کسی نہ کسی حد تک اثر بھی کیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے بتانے سے آپ کو سبب شفا کا علم ہوا تو آپ کو شفا ہو گئی تھی۔ لہٰذا ان باتوں کا انکار کسی صورت میں درست نہیں۔

جادو کے اثر کی کیفیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو جادو کیا گیا اس کے اثر کی کیفیت بیان کرتے ہوئے امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ محدث عبدالرزاق نے یہ حدیث اس طرح روایت کی ہے کہ بنی زریق کے یہودیوں نے آپ پر جادو کیا تو اسے ایک کنوئیں میں رکھا یہاں تک کہ قریب تھا کہ آپ کی نظر بند ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا تو آپ نے اسے کنویں سے نکلوایا اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاص حضرت عائشہ سے ایک سال تک روکے گئے یہاں تک کہ قریب تھا کہ آپ کی نظر بند ہو جائے اور محدث محمد بن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ عورتوں سے اور کھانے پینے سے روک دیئے گئے پھر دو فرشتے اترے آخر قصہ تک فقد استبان لک من مضمون هذه الروايات ان السحر انما تسلط على ظاهره وجوارحه لا على قلبه و اعتقاده وعقله وانه انما اثر فى بصره و حبسه عن وطئى نسآءه و طعامه واضعف جسمه و امرضه۔ ان سب روایات کے مضمون سے تیرے لئے یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ جادو نے آپ کے ظاہر جسم اور اعضاء پر غلبہ کیا تھا نہ کہ آپ کے دل، اعتقاد اور عقل پر اور ظاہر اعضاء پر اس کے اثر کی کیفیت صرف یہ ہوئی کہ آپ کی نظر میں اثر ظاہر ہوا اور آپ اپنی بیویوں سے صحبت کرنے اور کھانے سے روک دیئے گئے جس کے نتیجہ میں آپ

کا جسم کمزور ہو گیا اور آپ بیمار ہو گئے۔ (شفاء شریف جلد ۲، ص ۱۶۱)

امام قاضی عیاض کی اس تاویل کو جلیل القدر علماء نے حق کہا ہے

دائم صاحب نے امام قاضی عیاض کی اس تاویل کو حق نہیں مانا چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ "اس توجیہہ کو قاضی صاحب نے اگرچہ بہت عمدہ قرار دیا ہے مگر ایک عام عربی دان بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کس قدر بعید اور دور از کار تعبیر ہے۔ قاضی صاحب کے عشقِ رسول ﷺ پر ان کی یہی کتاب الشفاء شاہد ہے اور ہم ان کی عظمت کے تہ دل سے قائل ہیں مگر روایات سحر کے لیے محمل کی تلاش میں وہ اتنے دور نکل گئے ہیں کہ ہم ان کا ساتھ نہیں دے سکتے" (دائم صاحب کا پمفلٹ ص ۳۴)

لیکن دائم صاحب سے زیادہ علمی جلالت اور عشق رسالت رکھنے والے علمائے امت نے امام قاضی عیاض کی اس تاویل کو حق سمجھ کر قبول کیا ہے اور اپنی جاندار عبارات سے اس کی تائید بھی کی ہے چنانچہ امام نووی شافعی لکھتے ہیں۔ **قال القاضی عیاض و قد جآءت روایات ھذا الحدیث مبینة بان السحر انما تسلط علی جسدہ و ظاھر جوارحہ لا علیٰ قلبہ و عقلہ و اعتقادہ**۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی روایات اس معنی کو واضح طور پر بیان کرتی ہیں کہ جادو کا اثر صرف آپ کے جسم اور ظاہری اعضاء پر ہوا تھا۔ نہ کہ آپ کے دل اور عقل اور اعتقاد پر۔ (شرح مسلم شریف ص ۲۲۹، جلد ۲)

(۲) اور صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں۔ **قال القاضی وقد جآء فی بعض روایات ھذا الحدیث مبینة ان السحر انما تسلط علی بدنہ و ظاھر جوارحہ لا علی قلبہ و عقلہ و اعتقادہ**۔

(تفسیر خازن ص ۳۲۴، جلد ۷)

(۳) اور مفسر احمد صاوی لکھتے ہیں۔ **وعن ابن عباس انہ مرض و حبس عن النساء والطعام والشراب ففی ذلک دلیل علی ان السحر انما تسلط علیٰ ظاھر جسدہ لا علی عقلہ**

(تفسیرات صاوی ص ۳۱۶، جلد ۴)

(۴) اور امام شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں۔ فقد استبان لک من مضمون هذه الروايات ان السحر الذی سحر به رسول الله ﷺ انما تسلط علی ظاهره ای ظاهر بدنه الشريف و جوارحه و اعضائه دون باطنه لا علی قلبه و اعتقاده و عقله اذلم یر فيه نقص اصلاً الخ. (نسیم الریاض ص ۲۵۳ جلد ۴)

(۵) اور حضرت امام علی قاری لکھتے ہیں۔ فقد استبان لک من مضمون هذه الروايات ان السحر انما تسلط علی ظهره و جوارحه ای من جهة منع جماعه و نقصان اكله و شربه لا علی قلبه و عتقاده و عقله و كذاسلم منه آلة لسانه الخ (شرح شفاء ص ۲۵۳ جلد ۴)

الحمد للہ۔ ان پانچ جلیل القدر علماء امت کی ان عبارات متبرکہ سے روزِ روشن سے روشن ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کا اثر صرف اس حد تک ہوا تھا کہ آپ کا ظاہر جسم اور ظاہری اعضاء متاثر ہوئے تھے اور اس کا اثر آپ کے عقل و قلب و اعتقاد پر نہیں ہوا تھا ولہذا دائم صاحب کا امام قاضی عیاض کی اس تاویل کو بعید اور دوراز کار کہنا سراسر غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

خود روایات بخاری شاہد کہ آپ کے عقل پر جادو کا اثر نہیں ہوا تھا

جو صاحب انصاف بخاری شریف کی متذکرہ بالا چھ روایتوں میں غور و فکر سے کام لے تو وہ جان سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عقل، قلب اور اعتقاد پر جادو کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ چند شواہد ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت عائشہ فرماتی ہیں. حتی اذا كان ذات يوم و هو عندی دعاالله ودعاه . یہاں تک کہ ایک دن آپ میری باری کے دن میرے پاس تھے تو آپ نے اللہ سے دعا کی اور دعا کی۔ یہ کلمات اس بارہ میں روز روشن سے زیادہ روشن ہیں کہ حالت سحر میں بھی آپ نے اپنی ازواج مطہرات کی باریاں مقرر فرما رکھی تھیں اور آپ نے اپنی اس بیماری کی دوری کے لیے بار بار دعائیں کی تھیں۔ اب دائم صاحب اور ان کے ہم خیال لوگ ہی بتائیں کہ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ جادو کا اثر آپ کے عقل اور ہوش و حواس پر نہیں ہوا

تھا۔ کیونکہ عقل مارا شخص نہ بیوی کی باریاں نبھانے کا خیال رکھ سکتا ہے اور نہ ہی بیماری دور ہونے کے لیے بار بار دعائیں کرسکتا ہے۔

(۲) اور آپ فرماتی ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ اشعرت یا عائشة ان اللّٰہ قد افتانی فی ما استفتیته فیه ۔ اے عائشہ کیا تجھے پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے میں نے جو سوال پوچھا تھا اس نے مجھے اس کا جواب دے دیا ہے۔ دائم صاحب بتائیں کیا یہ بات وہ شخص کہہ سکتا ہے جس کے عقل پر جادو مسلط ہوگیا ہو۔ ہرگز نہیں۔

(۳) خواب میں فرشتوں کا آنا، جادو کے بارہ میں تفصیل بتانا، پھر آپ کا جاگ کر اسے من وعن بیان فرمادینا کیا عقل مارے شخص کا کام ہے۔ ہرگز نہیں۔

(۴) حضور اپنے صحابہ کو کنویں پر لے گئے اور واپس آکر فرمایا۔ واللّٰہ لکان ماء ھا نقاعة الحناء ولکان نخلها رؤوس الشیاطین ۔ اللہ کی قسم اس کنویں کا پانی مہندی کے نچوڑ جیسا ہے اور گویا اس کی کھجوریں شیاطین کے سر ہیں۔ کیا اس قسم کی بات وہ شخص کہہ سکتا ہے جس کے عقل پر جادو مسلط ہوگیا ہو۔ ہرگز نہیں۔

الحمد للہ۔ حدیث بخاری کی یہ چار باتیں اس بات پر روشن دلیل ہیں کہ جادو نے آپ کے عقل پر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔ واللّٰہ یهدی من یشآء الی صراط مستقیم.

ایک اشکال کا جواب !

بخاری شریف کی روایات میں جو اس قسم کے الفاظ آتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے فرمایا حتیٰ انه یخیل الیه انه فعل الشئی وما فعله ۔ اور آپ کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ کوئی کام کیا ہے حالانکہ وہ نہ کیا ہوتا تھا۔ اس سے دائم صاحب اور ان کے ہم خیال لوگ دلیل پکڑتے ہیں کہ بخاری شریف کی روایت میں بیان کردہ جادو آپ ﷺ کے عقل پر معاذ اللہ مسلط ہوگیا تھا۔ حالانکہ علماء فرماتے ہیں کہ خیال شریف کی اس قسم کی تبدیلی کا اصل سبب آپ کے عقل پر جادو کا مسلط ہو جانا نہیں تھا بلکہ آپ کی بینائی کی کمزوری تھی۔ چنانچہ امام نووی کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔ وکل ماجآء فی الروایات من انه یخیل الیه فعل شئی ولم

يفعله و نحوه فمحمول على التخيل بالبصر لا لخلل تطرق الى العقل ۔ اور روایات میں جو یہ آتا ہے کہ آپ نہ کیے ہوئے کام کے بارہ میں خیال فرماتے تھے کہ کر دیا ہے اس قسم کے دوسرے الفاظ ان سب کو آنکھ سے پیدا ہونے والے تخیل پر محمول کیا گیا ہے نہ اس پر کہ آپ کے عقل شریف میں معاذ اللہ کوئی خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ (شرح مسلم شریف ص ۲۲۹ جلد ۲)

الحمد للہ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے آپ پر جادو کیا جانا اور اس جادو کا آپ پر اثر انداز ہونا اور اس کے اثر کا آپ کے ظاہری اعضاء تک محدود ہونا ثابت ہوگیا۔ اب ہم امام ابو بکر جصاص حنفی نے اپنی تفسیر میں اس بارہ میں جو کچھ لکھا ہے اس کا جواب عرض کرتے ہیں۔ وباللّٰہ التوفیق۔

امام جصاص کے حدیث سحر کے انکار کا رد کیا گیا ہے

امام ابو بکر جصاص نے اپنی تفسیر میں حدیث سحر کا جو انکار کیا ہے علمائے امت نے اس کا رد کیا ہے۔ چنانچہ بعض جید علمائے امت کی عبارات ملاحظہ ہوں امام نووی امام مازری رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل عبارت نقل فرماتے ہیں۔ وقد انكر بعض المبتدعة هذا لحديث بسبب آخر فرعم انه يحط منصب النبوة و يشكك فيها وانّ تجويزه يمنع الثقة بالشرع و هذا دعوى هولاء المبتدعة باطل لانّ الدلائل القطعية قد قامت على صدقه و صحته و عصمته فى مايتعلق بالتبليغ و المعجزة شاهدة بذلك و تجويز ما قام الدليل بخلافه باطل ۔ یعنی بعض بدعتی لوگوں نے اس حدیث سحر کا انکار اس بناء پر کیا ہے کہ ان کے خیال میں نبی پر جادو کا مؤثر ہونا ان کے منصب نبوت کے منافی ہے اور وہ نبوت کے احکام میں شک پیدا کرتا اور شرع پر اعتبار ختم کرتا ہے مگر ان بعض بدعتیوں کا یہ کہنا باطل ہے کیونکہ نبی کی صداقت، صحت اور عصمت پر قطعی دلائل موجود ہیں۔ انہیں اس درجہ کی بیماری نہیں لگ سکتی جس کی وجہ سے ان کے تبلیغی امور میں کمی آئے اور معجزہ اس دعویٰ کا شاہد ہے۔ پس جس چیز پر دلائل قائم ہو چکے ہوں اس کا خلاف باطل ہوتا ہے۔

(شرح مسلم شریف ص ۲۲۹ ج ۲)

(۲) مفسر خازن نے بھی اپنی تفسیر خازن جلد ہفتم کے صفحہ نمبر ۳۲۳ پر یہی عبارت من وعن پیش فرمائی ہے۔

(۳) مفسر احمد صاوی لکھتے ہیں وانکر بعض المبتدعة حدیث السحرزا عمین انه یحط منصب النبوة و یشکک فیها وما ادی لذلک فهو باطل و زعموا ایضاً ان تجویز السحر علی الآنبیاء یؤدی لعدم الثقة بما اتو ابه من الشرائع اذیحمتل ان یخیل الیه ان یری جبریل یکلمه ولیس هو ثم هذا کله مردود لقیام الدلیل علی ثبوت السحر با جماع الصحابة وعصمته ﷺ وجمیع الانبیاء و صدقهم فی ما یبلغونه' عن اللّٰه اور بعض بدعتی لوگوں نے حدیث سحر کا انکار کیا ہے یہ خیال کرتے ہوئے کہ جادو منصب نبوت کے منافی ہے اور وہ نبوت میں شک پیدا کرتا ہے اور جس شئے کی حیثیت اس قسم کی ہو وہ باطل ہے اور انہوں نے یہ بھی خیال کیا ہے کہ انبیاء پر جادو کا جائز ماننا ان کی شریعتوں پر عدم اعتماد کو لازم کرتا ہے مگر یہ سب خیال مردود ہیں کیونکہ صحابہ کے اجماع کی وجہ سے یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ پر جادو اثر انداز ہوا تھا اور آپ کی عصمت اور تمام انبیاء کی عصمت پر بھی دلائل قائم ہیں کہ آپ نے جو کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہنچایا ہے وہ حق ہے۔ (تفسیرات صاویہ ص ۳۱۶ جلد ۴)

الحمدللہ۔ اس آخری عبارت نے تو صاف صاف بتادیا کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کے اثر انداز ہونے پر صحابہ کا اجماع موجود ہے اب جو اس کا انکار کرتا ہے وہ ضرور بدعتی ملحد اور گمراہ ہے۔

(۴) امام قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں فاعلم وفقنا اللّٰه و ایاک ان هذالحدیث صحیح متفق علیه و قد طعنت فیه الملحدة پس تو جان۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تجھے توفیق بخشے کہ یہ حدیث سحر صحیح متفق علیہ حدیث ہے اور اس میں بے دینوں نے طعنہ زدی کی ہے۔ (الشفاء ص ۱۶۰ جلد ۲)

(۵) امام خفاجی لکھتے ہیں۔فان قلت قدجاء ت الاخبار کما فی حدیث رواه البخاری انه

ﷺ سحر و هذا مما طعن به بعض الملحدين فی عصمته ﷺ من الناس ۔ پس اگر تو کہے کہ روایتوں میں آیا ہے جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ پر جادو کیا گیا اور یہ بات وہ ہے جس کے ساتھ بعض بے دینوں نے نبی ﷺ کی عصمت پر طعنہ زنی کی ہے ۔ (نسیم الریاض ص ۲۴۸ جلد ۴)

(۶) اور امام علی قاری لکھتے ہیں فان قلت فقد جاءت الاخبار الصحیحة و الآثار الصریحة انه علیه الصلوٰة والسلام سحرا ی اثر علیه السحر فاعلم و فقنا اللّٰه وایاک ان هذا الحدیث اسند نا ه الی عائشة صحیح متفق علیه لاشبهة فیه و قد طعنت فیه الملاحدة ای الطائفة الملاحدة الزائغة بالعقیدة الفاسدة ۔ پس اگر تو کہے کہ صحیح حدیثوں اور صریح روایتوں میں آیا ہے کہ نبی ﷺ پر جادو نے اثر کیا تھا تو تو جان اللہ ہمیں اور تجھے توفیق بخشے کہ یہ حدیث عائشہ صحیح متفق علیہ ہے اور اس پر بے دینوں یعنی بد مذھبوں نے طعنہ زنی کی ہے (شرح شفاء شریف ص ۲۴۸ جلد ۴)

حدیث عائشہ فی البخاری در بارہ سحر النبی ﷺ پر طعنہ زنی کرنے والے دائم صاحب مدنی صاحب اور ان کے ہم خیال لوگ سوچیں کہ جن امام جصاص کو آپ لوگوں نے مقام رسالت کا چوتھی صدی میں دفاع کرنے والا کہا ہے اور جن کی تفسیر کی عبارات کو آپ بڑے اہتمام سے پیش کرتے ہیں ان کے بارہ میں یہ جلیل القدر علمائے امت کیا فتویٰ صادر فرما رہے ہیں ۔ مبتدع ، ملحد ، صحیح متفق علیہ حدیث کا منکر اور صحیح عقیدہ سے ہٹنے والا شخص گمراہ نہ ہوگا تو پھر اور کون گمراہ ہوگا ؟ اور جس شخص کے بارہ میں علماء امت یہ فتویٰ دیں اس کی راہ چلنے سے ہدایت ملے گی یا گمراہی ؟ واللّٰه یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

کوئی بھی قرآنی آیت حدیث سحر کے معارض نہیں

امام ابوبکر جصاص نے حدیث سحرؐ انکار اس وجہ سے کیا ہے کہ ان کے خیال میں یہ حدیث قرآن مجید کی دو آیتوں کے معارض ہے ۔ ایک اللہ تعالیٰ کا ارشاد ولا یفلح الساحر حیث اتی اور دوسری وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلاً مسحورً ۔ جیسا کہ ان کی

تفسیر احکام القرآن کی جلد اول کے صفحہ نمبر ۴۹ سے معلوم ہوتا ہے اور دائم صاحب اور مدنی صاحب نے اس مقام کی بعض عبارات پر بڑھ چڑھ کر حاشیہ آرائی بھی کی ہے۔ لیکن امام جصاص کا یہ خیال درست نہیں ہے اس لئے کہ امت کے باقی صد ہا جید علماء ائمہ وفقہاء گزرے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی ان آیات کو اس حدیث سحر کے معارض نہیں کہا ہے۔ ولہذا جمہور کا سمجھنا حق ہے اور ایک عالم کا سمجھنا ضرور غلطی ہے۔ مزید تشریح کے لیے عرض ہے کہ

آیت الا رجلاً مسحوراً کا صحیح معنی

آیت **وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلاً مسحوراً** اور ظالموں نے کہا۔ تم نہیں پیروی کرتے مگر جادو زدہ شخص کی۔ سورہ فرقان کی آیت ہے۔ یہ سورہ مکیہ ہے۔ خود اس آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کفار مکہ کا قول ہے اور اس وقت کا قول ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ پر جادو نہیں ہوا تھا لہذا اس وقت آپ کو مسحور کہنا سراسر ظلم تھا

ثانیاً اہل مکہ آپ کو اس وقت مسحور بمعنی مجنون یا بمعنی ساحر کہتے تھے امام واعظ کاشفی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں وگفتند ظالماں پیروی نمی کنید شما مگر مردے جادوئی کردہ شدہ را یعنی کسے کہ او را سحر کردہ عقلش پوشیدہ شدہ باشد در تفسیر ماوردی مسحور را بمعنی ساحر می داند یعنی متابعت جادوئی می کنید کہ شمارا بسخن می فرماید۔ اور ظالموں نے کہا کہ تم پیروی نہیں کرتے ہو مگر اس شخص کی جس پر جادو کیا گیا اور اس کی عقل پوشیدہ ہوگئی اور تفسیر ماوردی میں ہے کہ مسحور کو ساحر کے معنی میں جانا گیا ہے یعنی تم ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جو اپنی گفتگو سے تم پر جادو کرتا ہے۔ (تفسیر حسینی ۱۰۹)

اور مفسر احمد صاوی لکھتے ہیں۔ (**قوله مسحوراً مخدوعاً مغلوبا علی عقله**) **ای فالمراد بالسحر الا ختلال فی العقل من اطلاق الملزوم وارادة اللازم**. یعنی اس آیت میں مسحور کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ مجازی معنی مراد ہے اور وہ یہ کہ یہاں سحر سے مراد عقل میں خلل ہے تو یہ ملزوم بول کر لازم مراد لینے کے قبیل سے ہے (تفسیر صاوی ص ۱۲۶ ج ۳)

الحمد للہ ۔ ان عبارات تفسیر یہ نے صاف صاف بتا دیا کہ کفار آپ کو مسحور بمعنی مجنون یا ساحر کہتے تھے اس معنی میں نہیں کہتے تھے کہ آپ میں سحر اثر انداز ہوا ہے لہٰذا اس آیت کا مسئلہ سحر سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے چہ جائے کہ یہ آیت حدیث سحر کے معارض ہو ۔ واللّٰہ یھدی من یشاء ای صراط مستقیم ۔ نیز کفار مکہ آپ کو شاعر بھی کہتے تھے تو ان کے اس کہنے سے یہ لازم نہیں ہو جاتا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ شعر سے بھی بالکل بے خبر مانیں ۔ وھکذافی مانحن فیہ فافھم واغتنم فانہ من الفیوضات الالھیۃ علی ھذاالفقیر الحقیر غفراللہ تعالیٰ لہٗ

آیت "ولایفلح الساحر" بھی حدیث سحر کے معارض نہیں

آیت کریمہ ولا یفلح الساحر حیث اتی کا معنی یہ کرنا کہ جادوگر جس جگہ بھی جائے وہ کامیاب نہیں ہوتا بالکل غلط ہے بلکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ جادوگر جہاں بھی ہو وہ امن میں نہیں ہوتا بلکہ واجب القتل ہوتا ہے ۔ چنانچہ مفسر قرآن حبر امت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر ان لفظوں میں فرماتے ہیں ۔

ولا یفلح ای لا یا من ولا ینجو من عذاب اللہ ولا یفوز الساحر حیث اتی اینما کان ۔ یعنی جادوگر جہاں بھی ہو وہ امان میں نہیں ہوتا اور نہ ہی اللہ کے عذاب سے نجات یافتہ اور کامیاب (تفسیر ابن عباس ۱۴۹)

اور مفسر خازن لکھتے ہیں ولا یفلح الساحر حیث اتی ای فی الارض وقال ابن عباس لایسعد حیث کان ۔ جادوگر زمین کی جس جگہ میں بھی ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا اور حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ جہاں بھی ہو سعادتمند نہیں ہوتا ۔

(خازن ص ۲۷۴ جلد ۴)

اور امام بغوی شافعی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ولا یفلح الساحر حیث اتی من الارض قال ابن عباس لا یسعد حیث کان وقیل معناہ حیث احتال ۔ اور جادوگر جس بھی زمین کے خطہ میں ہو کامیاب نہیں ہوتا ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جہاں بھی

ہو سعادتمند نہیں ہوتا۔ اور ضعیف قول یہ بھی ہے کہ حیث اتی کا معنی ہے حیث احتال جہاں بھی وہ حیلہ سازی کرے کامیاب نہیں ہوتا (معالم التنزیل ص ۲۷۴ جلد ۴)

الحمد للہ۔ امام بغوی نے صاف صاف بتا دیا کہ دائم صاحب اور ان کے پیشوا امام جصاص نے حیث اتی کا جو معنی احتال سمجھا ہے یہ ضعیف ہے اور صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان کردہ معنی ہی ہے۔

اور مفسر ابن کثیر اپنی تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں یہ حدیث لائے ہیں۔ عن الحسن عن جندب بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ اذا اخذتم یعنی الساحر فاقتلوه ثم قرأ ولا یفلح الساحر حیث اتی قال لا یا من حیث وجد اه وقدروی اصله الترمذی موقوفاً و مرفوعاً۔ حضرت حسن جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم جادوگر کو پکڑو تو اسے قتل کردو۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی و لا یفلح الساحر حیث اتی اور اس آیت کی تفسیر میں خود فرمایا جادوگر امن میں نہیں ہوتا وہ جہاں بھی ہو۔ مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں کہ جادوگر کے قتل کیے جانے کی سزا میں جو حدیث ہے اسے ترمذی نے موقوف اور مرفوع دو طریق سے روایت کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۵۸ جلد ۳)

(تنبیہ) مفسر ابن کثیر نے ترمذی شریف کا جو حوالہ دیا ہے اس کے مطابق ترمذی شریف میں یہ حدیث موجود ہے عن الحسن عن جندب قال قال رسول اللہ ﷺ حد الساحر ضربة السیف جادوگر کی سزا تلوار کی مار ہے۔ (ترمذی ص ۲۱۱ ج ۱)

الحمد للہ۔ اس حدیث شریف نے خود آیت کریمہ ولا یفلح الساحر حیث اتی کا مرادی معنی بتا دیا ہے۔ اب اس مرادی معنی کو چھوڑ کر یہ معنی مراد لینا کہ جادوگر جہاں بھی ہو وہ اپنے جادو کے عمل میں کامیاب نہیں ہوتا۔ صرف اس حدیث کے خلاف ہی نہیں بلکہ عقلاً بھی غلط ہے۔ کیونکہ اگر جادوگر کا عمل کہیں بھی کامیاب نہیں ہوتا تو پھر اس کو قتل کی سزا کیوں دی جائے گی؟ الحمد للہ معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی کوئی ایک آیت بھی حدیث سحر کے معارض نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھے اور اسے قبول کرنے کی توفیق بخشے۔

بہر حال دائم صاحب اور مدنی صاحب دونوں پر حجت قائم کرنے کے لیے ہم نے یہ رسالہ لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دینی کاوش کو شرفِ مقبولیت بخشے اور اسے ذریعہ ہدایت بنائے۔ مسلمانوں سے ہماری التجاء ہے کہ دائم صاحب اور مدنی صاحب جیسے نام نہاد عاشقانِ رسول ﷺ سے بچیں اور سوادِ اعظم اہل سنت کے عقائد کے مطابق عقیدہ رکھ کر کامیاب و کامران ہوں۔ کارِ ما نصیحت بود کردیم

وھذا آخر ما اردنا ایراده فی ھذه المقالة المباركة تقبلها الله تعالىٰ بمنه العظيم ورسوله الكريم ﷺ وانا الفقير ابوالكرم احمد حسين قاسم الحيدرى الرضوى غفرالله تعالىٰ لهٗ المدرس بالجامعة الحيدرية فضل المدارس بهيائى من مضافات سهنسه آزادكشمير (۲۹ رمضان المبارك ۱۴۱۹ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دسواں مقالہ

مسئلہ حاضر و ناظر

پر ایک تحقیقی نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین

امّابعد!

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ حدیث ان اللّٰہ تعالیٰ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الیٰ یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ صحیح ہے یا ضعیف اور اگر ضعیف ہے تو مسئلہ حاضر و ناظر کے ثبوت کے لئے حجت بن سکتی ہے یا نہیں؟ بینّوا توجروا

الجواب بتوفیق الملک الوھاب عزوجل

حدیث ان اللّٰہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ ۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا اٹھائی تو میں اس کی طرف اور قیامت تک جو کچھ اس میں ہونے والا ہے اس کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح اپنی اس ہتھیلی کی طرف ۔ مقتدر علمائے حدیث وشارحین حدیث کی کتب جلیلہ عظیمہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے موجود ہے ۔ چونکہ اس حدیث پاک سے سید لولاک علیہ السلام کی عظیم شان بصارت ثابت ہوتی ہے اور آپ کے علم وسیع محیط مسلسل کا ثبوت ملتا ہے ۔ اس لیے وہابیہ زمانہ خذلھم اللہ تعالیٰ اس کا انکار کرتے ہیں ۔ کیونکہ انہیں سرکار ابدقرار علیہ السلام کے فضائل عظیمہ سے پکی ازلی ابدی ازلی دشمنی ہے ۔ ان لوگوں کو ہزار سمجھاؤ کچھ سمجھنے کو تیار نہیں ہوتے ۔ بلکہ اپنی کج بحثیوں سے سینوں کے ایمان برباد کرنے اور انہیں اپنا ہم عقیدہ بنانے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان شاطروں سے اہل ایمان کو محفوظ رکھے ۔ آمین ۔ اہل ایمان سنی مسلمانوں کے اطمینان قلب کے لیے ہم یہاں قدرے تفصیل عرض کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس تحریر کو ذریعہ ہدایت بنائے ۔ آمین ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور فرشتوں کو حاضر و ناظر بنایا

جس قرآن کو وہابیہ دن رات پڑھتے ہیں۔ اور جس قرآن سے دلیل پیش کرنے کا یہ لوگ ہمیشہ مطالبہ کرتے ہیں اس کے پہلے پارہ میں یہ واقعہ بالتصریح موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تا قیام قیامت کی جملہ مکنونات ارضی و سماوی پر جملہ ملائکہ کرام اور آدم علیہ السلام کو حاضر و ناظر بنایا۔ تمام فرشتے اور آدم علیہ السلام تا قیام قیامت کی ہر شئے کو ملاحظہ فرما رہے تھے اور یہ تمام اشیاء ان کے حضور میں موجود تھیں۔ تو ماننا پڑے گا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور تمام ملائکہ حاضر و ناظر تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **وعلم ادم الاسمآء کلها ثم عرضهم علی الملائکة فقال انبؤنی باسمآءِ هؤلآء ان کنتم صادقین ۔ قالوا سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا ط انک انت العلیم الحکیم۔ قال یآدم انبئهم باسمآئهم الآیة** ۔ اور سکھلا دیے۔ اللہ نے آدم کو نام سب چیزوں کے پھر سامنے کیا ان سب چیزوں کو فرشتوں کے پھر فرمایا بتاؤ مجھ کو نام ان کے اگر تم سچے ہو۔ بولے پاک ہے تو ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے ہم سکھا دیا۔ بے شک تو ہی اصل جاننے والا حکمت والا ہے۔ فرمایا اے آدم بتا دے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام۔ (پ ۱ رکوع ۴) (ترجمہ محمود الحسن دیوبندی)

دیوبندی مولوی شبیر احمد عثمانی حاشیہ القرآن میں لکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو ہر ایک چیز کا نام مع اس کی حقیقت اور خاصیت کے اور نفع اور نقصان کے تعلیم فرما دیا۔ اور یہ علم ان کے دل میں بلا واسطہ القاء کر دیا۔ الی ان قال " اس کے بعد حضرت آدم سے جو تمام اشیائے عالم کی نسبت سوال ہوا تو فرفر سب امور ملائکہ کو بتا دیئے کہ سب دنگ رہ گئے اور حضرت آدم کے احاطہ علمی پر عش عش کر گئے۔''

(حاشیہ القرآن ص ۹)

شیخ علامہ عارف باللہ تعالیٰ احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر لکھتے ہیں۔

فالحاصل ان اللہ اطلع آدم علی المسمیات جمیعاً و علمه اسمآء ها و اطلع الملائکة

علیٰ المسمیات ولم یعلمهم اسمآء ها فاشترک آدم مع الملائکة فی معرفة المسمیات واختص آدم بمعرفة الاسمآء بجمیع اللغات وتلک اللغات تفرقت فی الاولاد ۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جملہ مسمیات پر اطلاع بخشی اور اسے ان کے نام سکھائے اور فرشتوں کو مسمیات پر اطلاع بخشی اور ان کے نام نہ سکھائے سو آدم علیہ السلام مسمیات کے جاننے میں فرشتوں کے شریک تھے ۔ مگر تمام لغات میں ان کے ناموں کے جاننے میں ممتاز تھے ۔ یہ لغتیں ان کی اولاد میں بکھر گئیں ۔

(تفسیر صاوی علی الجلالین ص ۲۰)

ناظرین ! غور فرمائیں کہ خود دیوبندیوں کے ترجمہ اور تفسیر سے جب آدم علیہ السلام اور فرشتوں کا جملہ مکنونات عالم پر حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے تو پھر سرکار ابد قرار ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے ۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے جملہ مخلوقات کے جملہ اوصاف کے ساتھ نوازا ہے ﷺ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو حاضر و ناظر بنایا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔ وکذٰلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض ولیکون من الموقنین ۔ اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے ۔ (پ ۷، ۱۵)

اس کی تفسیر میں مولانا احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں ۔ " یعنی ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عین الیقین حاصل ہو جائے ۔ چنانچہ آپ کو ایک پتھر کی چٹان پر کھڑا کیا گیا اور فرمایا کہ اوپر دیکھو ۔ دیکھا تو عرش وکرسی لوح وقلم غرضیکہ تمام آسمانی چیزیں حتی کہ جنت میں اپنا مقام سب کچھ دکھا دیا گیا ۔ پھر فرمایا کہ نیچے دیکھو ۔ دیکھا تو زمین تحت الثریٰ تک اور اس کے اندر کی تمام چیزیں دکھائی گئیں ۔ مگر ہمارے حضور کو آسمانوں کی سیر بھی کرائی گئی اور تمام چیزیں بھی دکھائی گئیں ۔ (نور العرفان ص ۲۱۷)

امام صاوی لکھتے ہیں ۔ وللصوفیة فرق بین الملک و الملکوت فالملک

ماظهر لنا والملكوت ماخفي عنا كالسموات ومافيها اذا علمت ذلک فالاولیٰ ابقآئه علی ظاهره لما ورد انّه اقيم علیٰ صخرة وكشف له عن السموات حتی رأی العرش والكرسي وما في السموات من العجائب و حتی رأ ی مكانه في الجنة فذلک قوله تعالیٰ واتيناه اجره في الدنيا وكشف له عن الارض حتی نظر الی اسفل الارضين و رأی مافيها من العجائب و هذا يفيد ان الرؤية بصرية لا علمية. (تفسیر صاوی ص۲۳ جلد۲)

اس عبارت کا مفہوم وہی ہے جو مولانا احمد یار خان نعیمی صاحب کی عبارت میں گزرا ہاں اس میں بالتصریح لکھ دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو کچھ دکھایا گیا وہ رؤیت کے ساتھ تھا۔ محض علم کی حد تک نہیں تھا اور حاضر و ناظر اسی کا نام ہے۔ ثم الحمدالله علیٰ ذلک

نبی علیہ السلام پر جملہ اشیاء روشن کی گئیں

صحیح حدیث میں ہے جسے امام ترمذی وغیرہ نے دس صحابہ سے روایت کیا کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم صبح کو نماز فجر کے لیے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور حضور کی تشریف آوری میں دیر ہوئی۔ قریب تھا کہ آفتاب طلوع کر آئے۔ اتنے میں حضور تشریف فرما ہوئے اور نماز پڑھائی پھر صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم جانتے ہو کیوں دیر ہوئی؟ سب نے عرض کیا اللہ اور رسول خوب جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ میرا رب سب سے اچھی تجلی میں میرے پاس تشریف لایا۔ یعنی میں ایک دوسری نماز میں مشغول تھا اس نماز میں عبد درگاہ معبود میں حاضر ہوتا ہے۔ اور وہاں خود ہی معبود کی عبد پر تجلی ہوتی ہے۔ فرمایا۔ یا محمد فيما يختصم الملاء الاعلیٰ۔ اے محمد یہ فرشتے کس بات میں مخاصمہ اور مباہات کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ میں بے تیرے بتائے کیا جانوں۔ فوضع كفه بين كتفي فوجدت بردا نا مله بين ثديي فتجلي لی كل شئی فعرفت ۔ تو رب العزۃ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اور اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی اور میرے سامنے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔ صرف اسی پر اکتفا نہ فرمایا

کہ کسی وہابی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ کل شئی سے مراد ہر شئے متعلق بشرائع ہے بلکہ ایک روایت میں فرمایا۔ما فی السماء والارض ۔میں نے جان لیا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اور دوسری روایت میں فرمایا فعلمت ما بین المشرق والمغرب اور میں نے جان لیا جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے۔ ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔اور روشن ہونے کے ساتھ پہچان لینا اس لئے فرمایا کہ کبھی شئے معروف ہوتی ہے۔پیش نظر نہیں اور کبھی پیش نظر ہوتی ہے اور معروف نہیں جیسے ہزار آدمیوں کی مجلس کو چھت پر سے دیکھو وہ سب تمہارے پیش نظر ہوں گے مگر ان میں بہت کو پہچانتے نہ ہو گے اس لئے ارشاد فرمایا کہ تمام اشیائے عالم ہمارے پیش نظر بھی ہوگئیں اور ہم نے پہچان بھی لیں کہ ان میں نہ کوئی ہماری نگاہ سے باہر رہی نہ علم سے خارج ۔الحمدللہ رب العالمین (ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۱ جلد ۱)

ساری دنیا جملہ انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام کے سامنے رکھ دی گئی ہے

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کو سرکار مدینہ ﷺ کے سامنے رکھ دیا اور آپ ہر شئے کا علم بھی رکھتے ہیں۔اسی معنی میں وہ حدیث پاک ہے۔ جسے امام طبرانی ونعیم بن حماد استاذ امام بخاری وغیرھما نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول ﷺ فرماتے ہیں ان اللّٰہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ ۔بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے تو میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔(ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۳۲ جلد ۱)

اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس اللہ سرہٗ اس حدیث کو اپنے فتویٰ مبارکہ میں پوری تفصیل سے ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں۔طبرانی کبیر میں اور نعیم بن حماد کتاب الفتن میں اور ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ ان اللہ تعالیٰ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی

یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ جلیانا من اللہ جلاہ لنبیہ کما جلاہ للنبیین من قبلہ ۔
بلا شبہ اللہ عز وجل نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے اور میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کچھ کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کو دیکھ رہا ہوں اس روشنی کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے روشن فرمائی جیسے محمد ﷺ سے پہلے انبیاء کے لئے روشن کی تھی ۔ (فتویٰ مبارکہ مطبوعہ حزب الاحناف لاہور)

اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرّہ العزیز اس مفصل حدیث کو اپنی تصنیف لطیف انباء المصطفیٰ بحال سر واخفی میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ۔ " اس حدیث سے روشن ہوا کہ جو کچھ سموات وارض میں ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا اس سب کا علم اگلے انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام کو بھی عطا ہوا اور حضرت عز جلالہ نے اس تمام ماکان و مایکون کو اپنے محبوبوں کے پیش نظر فرما دیا ۔ مثلاً مشرق سے مغرب تک سماک سے سمک تک ، ارض سے فلک تک اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے سیدنا ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہزار ہا سال پہلے اس سب کو ایسا دیکھ رہے تھے گویا اس وقت ہر جگہ موجود ہیں ۔ ایمانی نگاہ میں یہ قدرت الٰہی پر نہ دشوار اور نہ عزت و وجاہت انبیاء کے مقابل بسیار ۔ مگر وہابی بے چارے جن کے یہاں خدائی کی حقیقت اتنی ہو کہ ایک پیڑ کے پتے گن دے وہ آپ ہی ان حدیثوں کو شرک اکبر کہنا چاہیں اور جو ائمہ کرام وعلمائے اعلام ان سے سند لائے انہیں مقبول و مسلم رکھتے آئے انہیں مشرک نہ کہیں تو اپنی توحید کیونکر بنائیں والعیاذ باللہ رب العالمین ۔
(انباء المصطفیٰ بحال سر واخفی ص ۱۴)

حدیث رفع الدنیا کو بڑے بڑے علماء نے معتبر مانا ہے

ایک طرف وہابی دیوبندی مودودی لوگ ہیں جو علم مصطفیٰ اور شان انبیاء کو گھٹانے کی غرض سے حدیث رفع الدنیا کو ضعیف لکھ رہے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کے جلیل القدر علماء اور ائمہ ہیں جو اسی حدیث کو قابل اعتبار جانتے ہیں اور اس سے انبیاء کرام کا حاضر و ناظر ہونا مانتے ہیں ۔ بعض جلیل القدر بزرگان دین کے اسماء گرامی پیش

کیے جاتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی کتب جلیلہ میں اس حدیث رفع الدنیا کو ذکر فرمایا اور انبیاء کرام کے حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کیا ہے۔ (۱) امام خاتمہ المحدثین جلال الملۃ والدین سیوطی مصنف الخصائص الکبریٰ (۲) امام شہاب احمد محمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ، (۳) امام ابوالفضل شہاب ابن حجر مکی ہیتمی شارح الھمزیۃ (۴) علامہ شہاب احمد محمد مصری خفاجی صاحب نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض (۵) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح مواہب لدنیہ وغیرھم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین (انباء المصطفیٰ ص ۱۴) (۶) امام مفسر احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیرات صاوی واللہ اعلم بالصواب۔

وہابیہ نے حدیث رفع الدنیا کو ضعیف لکھا ہے

مولوی غلام خان آف راولپنڈی لکھتا ہے۔ "یہ روایت طبرانی کی ہے۔ سند کے اعتبار سے بھی ضعیف ہے چنانچہ علامہ علی متقی نے اس کے بارے میں لکھا ہے۔ سندہ ضعیف (کنزالاعمال ص ۹۰ جلد ۶) اس کی سند کمزور ہے۔ اور یہ ایک طے شدہ مسلمہ اصول ہے کہ ضعیف حدیث سے عقیدہ ثابت نہیں ہوسکتا" (توحیدی پاکٹ بک حصہ اول ص ۳۷۵)

اور دیوبندی وہابی مولوی دوست محمد قریشی لکھتا ہے۔ " گیارہواں مغالطہ اور اس کا جواب: قال النبی ﷺ ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ ۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ بلاشبہ خداتعالیٰ نے میرے لئے دنیا اٹھادی۔ پس میں دیکھ رہا ہوں اسے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ گویا کہ میں اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ (کنزالعمال ص ۹۰)

جواب: جہاں کنزالعمال میں اس حدیث کو نقل کیا گیا ہے۔ وہاں ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ سندہ ضعیف یعنی یہ حدیث ضعیف ہے۔ پس اس قسم کے دلائل سے کبھی بھی عقائد ثابت نہیں کیے جاسکتے اور اگر صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو بھی اثبات عقائد کے باب میں حجت نہیں ہے۔" (براہین اہل سنت ص ۱۷۹)

وہابیہ کے اس اعتراض کا پہلا جواب

تو یہ ہے کہ عقیدہ حاضر و ناظر باب فضیلت سے تعلق رکھتا ہے اور باب الفضائل میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہوتی ہے ۔ حضرت مولانا سید محمد مدنی اشرفی کچھوچھوی اختر مصباحی مبارک پور اعظم گڑھ (بھارت) لکھتے ہیں ۔ اب یہ جان لینا ضروری ہے ۔ کہ عقیدہ حاضر و ناظر باب فضائل سے متعلق ہے ۔ جہاں حدیث ضعیف بھی معتبر ہے ۔ کما تقرر فی موضعہ ۔ ولہٰذا کوئی مخالف کسی حدیث کو ضعیف کہہ کر عقیدہ حاضر و ناظر سے دامن بچا نہیں سکتا ۔ یہ اصولی بات ہے ۔ اس کا ذہن میں رہنا نہایت ضروری ہے اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ عقیدہ حاضر و ناظر کا باب عقائد میں وہ درجہ نہیں جو عقیدہ صوم و صلوٰۃ کا ہے کہ اس کا منکر کافر ہو جائے اور نہ وہ حیثیت ہے جو عقیدہ تفضیل الشیخین کی ہے کہ اس کا نہ ماننے والا گمراہ کہلائے ہاں اس کو مشرکانہ عقیدہ کہنا ضرور گمراہی اور دین و دیانت کو خیر باد کہنا ہے ۔" (ماہنامہ رضوان لاہور بابت ضروری ۱۹۶۱ء)

وہابیہ کے اس اعتراض کا دوسرا جواب

یہ کہ حدیث صحیح ہے کیونکہ امام جلال الدین سیوطی نے خصائص الکبریٰ میں ، امام شہاب الدین خفاجی نے نسیم الریاض میں ، امام شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں ، امام محمد بن عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں ، امام ابوالفضل ابن حجر ہیتمی نے شرح ہمزیہ میں اور صاحب کنز العمال نے کنز العمال میں اور امام احمد صاوی نے حاشیہ جلالین شریف میں اس حدیث کو اپنی کتب جلیلہ عظیمہ میں نقل فرمایا اور اس سے خاص مسئلہ حاضر و ناظر ثابت کیا تو اِن زعمائے دین کا اس حدیث کو اس مسئلہ کی سند بنانا اس کی صحت کی دلیل بین ہے کیونکہ خود وہابیہ نے یہ اصول بتایا ہے کہ عقائد کا ثبوت ضعیف حدیث سے نہیں ہو سکتا اور مسئلہ حاضر و ناظر کو بھی خود انہوں نے اسی باب کے عقائد میں داخل مانا ہے تو ظاہر ہو گیا کہ اس عقیدہ کے ثبوت میں اس حدیث سے ان جلیل القدر محدثین و شارحین

حدیث کا استدلال اس کی صحت کا واضح ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ وہابیہ کو سمجھ دے تا کہ وہ حقیقت حال کو سمجھ کر اپنے عقیدے درست کر سکیں۔ ولکن الوھابیة قوم لا یعقلون.

وہابیہ کے اِس اعتراض کا تیسرا جواب۔

یہ ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانی کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند کی صحت کی تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد عنایت اللہ قادری خطیب سانگلہ ہل کتاب تفریح الخاطر میں لکھتے ہیں۔ "تمام دنیا حضور ﷺ کے سامنے ہاتھ کی ایک ہتھیلی کی طرح ہے۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ قد رفع لی الدنیا وانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی ھذہ رواہ الطبرانی والشیخ ابو نعیم فی الحلیة بسند صحیح ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کے بعد کو دور کر دیا ہے۔ تو میں تمام دنیا کو نظر رحمت سے دیکھتا ہوں اور جو کچھ واقعات اور معاملات وغیرہ اس میں قیامت تک ہونے والے ہیں سب کو آنکھ سے دیکھتا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی دیکھتا ہوں۔ (تفریح الخاطر ص ۹۳)

وہابیہ کے اس اعتراض کا چوتھا جواب

یہ ہے کہ اس حدیث کی ہم معنی دوسری حدیثیں بھی مروی ہیں جن کی صحت میں کسی کو کلام نہیں مثلاً حدیث فتجلی لی کل شئی و عرفت صحیح حدیث ہے۔ جیسا کہ ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ہم نقل کر چکے ہیں۔ ولہذا اس حدیث کا ضعف بالفرض ہو بھی تو مضر نہیں۔ امام احمد صاوی حاشیہ جلالین شریف میں لکھتے ہیں۔ والذی یجب الایمان بہ ان رسول اللہ ﷺ لم ینتقل من الدنیا حتیٰ اعلمہ اللہ بجمیع المغیبات التی تحصل فی الدنیا والآخرة فھو یعلمھا کما ھی عین یقین لما ورد رفعت لی الدنیا فانا انظر فیھا کما انظر الی کفی ھذہ وروی انہ اطلع علی الجنة وما فیھا والنارو ما فیھا و غیر ذلک مما تو اترت بہ الاخبار ولکن امر بکتمان البعض۔

اور وہ بات جس پر ایمان رکھنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک دنیا سے نہیں گئے جب تک اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ سب غیوب نہ سکھائے جو دنیا و آخرت میں حاصل ہونے والے تھے۔ آپ ان تمام غیوب کا علم رکھتے ہیں جیسا کہ عین الیقن ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ دنیا میرے لئے اٹھالی گئی تو میں اس کے اندر دیکھتا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کی طرف دیکھتا ہوں۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ کو جنت اور اس کے مافیہا پر اور دوزخ اور اس کے مافیہا پر اطلاع دی گئی اور اس کے علاوہ بہت سی احادیث مبارکہ بھی اس بارہ میں آئی ہیں جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ ہاں آپ ﷺ کو بعض غیوب پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (تفسیر صاوی جلد دوم ص ۹۷)

الحمد للہ۔ امام احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے تو یہاں تک ثابت ہوا کہ حدیث رفع الدنیا کی بعض ہم معنی احادیث مبارکہ تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔ جب حقیقت حال یہ ہے تو پھر اس حدیث میں وہابیہ کے بزعم ضعف ہو بھی تو وہ کیا ضرر دے گا۔ **الحمد لله علىٰ ذلک و هو یهدی من یشآء الی صراط مستقیم۔**

حدیث رفع الدنیا کے فوائد جلیلہ

اس حدیث مبارکہ سے درج ذیل فوائد عظیمہ جلیلہ حاصل ہوئے۔

(۱) ہمارے نبی کریم ﷺ بجسمہ الشریف حیات ہیں۔ اس سے ان بدمذہبوں کا رد ہوا جو معاذ اللہ حیات ہونے کے قائل نہیں ہیں کیونکہ دیکھنا زندہ کا کام ہے مردے کا کام نہیں ہے۔

(۲) ہمارے نبی کریم ﷺ تمام دنیا کے ذرہ ذرہ کا علم دلوں کے خطرات نیات ارادات، مخلوق کی حرکات سکنات افعال اقوال اعمال کا علم ہر وقت رکھتے ہیں۔

(۳) ہمارے حضور ﷺ کا یہ علم اور دیکھنا ہمیشہ ہے۔ اس میں انقطاع نہیں ہے بلکہ پے در پے لگاتار دیکھتے رہے ہیں اور دیکھتے رہیں گے۔

(۴) حضور علیہ ہم لوگوں کو ہر وقت دیکھتے ہیں ہمارا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں کیونکہ بعد ہماری طرف سے ہے سرکار علیہ کی طرف سے بعد نہیں ہے۔

(۵) میرے حضور علیہ کی شان اعجازی ہے کہ وہاں قرب وبعد ہے ہی نہیں بلکہ وہاں عرش لوح قلم کرسی ساتوں آسمان ساتوں زمینیں ایسے ہی قریب ہیں جیسا کہ حضور علیہ کا دست رحمت قریب ہے۔ حضور علیہ بعد سے پاک ہیں وہاں سب دنیا یکساں ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے۔

(۶) حضور علیہ غلاموں کی فریاد کو سنتے ہیں کیونکہ حجاب ہماری طرف سے ہے۔ اس طرف سے اصلاً حجاب نہیں۔

(۷) ہمارے نبی کریم علیہ ہر جگہ موجود اور حاضر و ناظر ہیں ہاتھ کی ہتھیلی کے سامنے ہاتھ والا حاضر و ناظر ہوتا ہے۔ اور جب ساری دنیا و مافیہا حضور علیہ کے سامنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے تو یقیناً حضور علیہ سب دنیا کے سامنے ہر جگہ موجود حاضر و ناظر ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں ایمان ہے ان کے لیے حضور علیہ کے یہ کمالات عالیہ دل کی ٹھنڈک ہیں۔ بلکہ اس سے بھی ہزار درجہ بڑھ کر کمالات حضور علیہ کے ہیں **لایعلمها الا اللہ تعالیٰ** (تفریح الخاطر ص ۹۴)

مخالفین کا عقیدہ حاضر و ناظر کو عقیدہ شرکیہ کہنا باطل ہے

سیدنا غوث اعظم فرماتے ہیں۔ **السعدآء والا شقیآء یعرضون علی وان عینی فی اللوح المحفوظ**۔ بلا شبہ تمام نیک بخت اور بد بخت مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اور بلا شبہ میری آنکھیں لوح محفوظ میں ہیں۔ اور سیدنا غوث اعظم فرماتے ہیں **نظرت الی بلاد اللہ جمعاً کخردلة علیٰ حکم اتصال**۔ میں اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو مسلسل رائی کے دانے کی طرح دیکھتا ہوں۔ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ لکھتے ہیں۔ کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ نے فرمایا۔ مرد وہ ہے کہ تمام روئے زمین اس کے سامنے کف دست کی مانند ہو اور فرماتے ہیں کہ

میں کہتا ہوں کہ مردوہ ہے کہ تمام روئے زمین اس کے سامنے انگوٹھے کے ناخن کے برابر ہو۔ اور ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص تنہا مکان میں جائے تو کہے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

اور اس کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ **لان روح النبی** ﷺ حاضرۃ **فی بیوت اھل الاسلام** کیونکہ نبی ﷺ کی روح مسلمانوں کے گھروں میں موجود ہوتی ہے۔ (شرح شفا ص ۴۶۴ جلد ۳)

اور حضرت محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی قدس سرہ العزیز نے جا بجا تصریح فرمائی ہے کہ حضور ﷺ ہر چیز پر ناظر و حاضر ہیں۔ جو شخص ایسے مسئلہ کو جو قرآن عظیم و حدیث صحیح وارشادات علماء دین سے ثابت ہے کفر کہے وہ خود اپنے اسلام کی خبر لے۔ **ھم للکفر یومئذٍ اقرب منھم للایمان واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ و ھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المبارکۃ تقبلھا اللّٰہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم** ﷺ **وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللّٰہ تعالیٰ لہ المدرس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس بھیانی من مضافات سھنسہ آزاد کشمیر۔** (۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گیارھواں مقالہ

اشتہار "حاضر و ناظر کون؟"
کا تحقیقی علمی جائزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد
ان دنوں موضع بھرنڈ بھٹہ تحصیل سہنسہ کے ایک دوست نے دیوبندی وہابیوں سے ایک اشتہار (۱) حاصل کر کے ہمیں بھیجا ۔ اور اس کے جواب پر اصرار کیا تو اس فرمائش پر ہم نے یہ رسالہ ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی ہے ۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعہء ہدایت بنائے آمین ۔

مسئلہ حاضر و ناظر میں مشتہر صاحب کی پیش کردہ آیت کریمہ

مشتہر صاحب نے مسئلہ حاضر و ناظر میں اپنے مؤقف کی تائید میں سورہ مائدہ کی آیات نمبر ۱۱۶، ۱۱۷ پیش کی ہیں ۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں ۔ " قرآن حکیم کی سورہ مائدہ میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ روز محشر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھیں گے کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ سے سوا معبود بنا لو ۔ تو عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے اے اللہ تو پاک ہے جو بات کہنے کا مجھے حق ہی نہیں تھا وہ میں کیسے کہہ سکتا تھا ۔ اگر میں نے کہا ہوتا تو اے پروردگار تیرے علم میں ہوتا اور مزید فرمائیں گے ۔ میں اس وقت تک ان کا نگران تھا جب تک ان کے درمیان موجود تھا ۔ پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو اس کے بعد تو ہی ان کا نگران تھا ۔ " اھ بلفظہ

مشتہر صاحب کا پیش کردہ آیات سے نکالا ہوا مفہوم

مشتہر صاحب نے آیات مذکورہ بالا لکھ کر ان سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ان آیات سے بالکل واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ اس وقت دنیا میں موجود نہیں ہیں ۔ اور نہ انہیں اپنے امتیوں کی کسی بات کی خبر ہے ۔

---

(۱) اشتہار کا عنوان " حاضر و ناظر کون ؟ قرآن و حدیث کا دوٹوک فیصلہ " اور اس کے ملنے کا پتہ یہ ہے صوفی محمد حسین موہڑہ گھیڑاں ڈاک خانہ ڈماس تحصیل وضلع کوٹلی آزاد کشمیر ۔

مشتہر صاحب نے آیات کریمہ کا ترجمہ درست لکھا لیکن غلط مفہوم اخذ کیا ہے

مشتہر صاحب نے آیات مذکورہ بالا کا ترجمہ تو صحیح لکھا ہے مگر ان سے جو مفہوم سمجھا ہے وہ غلط ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی بارگاہ میں زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد اپنی امت کے نگران ہونے کی نفی تو کریں گے مگر ان کے حالات سے باخبر ہونے کی نفی نہیں کریں گے۔ نگران ہونے کا معنی بالکل واضح ہے اور وہ یہ کہ ماتحت کے اچھے برے اعمال کی دیکھ بھال رکھنا۔ پیغمبر جب تک زمین پر اپنی امت میں دنیاوی حیات کی قید میں رہتے ہیں وہ اپنی امت کے اچھے برے اعمال کے نگران ہوتے ہیں۔ پھر جب فوت ہو جاتے ہیں یا آسمان پر اٹھا لیے جاتے ہیں تو امت کے کسی عمل کی نگرانی ان پر عائد نہیں ہوتی۔ نگرانی اور دیکھ بھال کے ختم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ امت کو ملاحظہ فرمانے اور اس سے باخبر رہنے سے بھی قاصر ہو جاتے ہوں۔ الحمد للہ اس بیان سے آیت کریمہ کا صحیح مفہوم واضح ہو گیا۔ اور مشتہر صاحب کی سمجھ کی غلطی کی وضاحت ہو گئی۔

مشتہر صاحب نے تفسیریں دیکھے بغیر آیت کا غلط مفہوم لکھ دیا ہے

اگر مشتہر صاحب ان آیات کا مفہوم لکھنے سے پہلے معتبر تفسیرات مبارکہ کا مطالعہ کر لیتے تو وہ اتنی بڑی سنگین غلطی کا ارتکاب نہ کرتے۔ ہم قارئین کے ملاحظہ کے لئے چند تفاسیر مبارکہ کی عبارات پیش کرتے ہیں جن سے آیات کا صحیح مفہوم سمجھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ امام خاتمۃ المحدثین جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ **(وکنت علیهم شهیداً)** ای **رقیباً امنعهم مما یقولون (ما دمت فیهم فلما توفیتنی)** **قبضتنی بالرفع الی السمآء (کنت انت الرقیب علیهم الحفیظ لا عما لهم**۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے اور میں ان کا نگران تھا

انہیں برے اقوال کہنے سے روکتے ہوئے جب تک کہ میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے آسمان کی طرف اٹھایا تو تو ہی ان کے اعمال کا نگہبان تھا۔ (تفسیر جلالین ص ۱۱۱) یہ وہ تفسیر ہے جس کے بارے میں امام احمد صاوی لکھتے ہیں۔ وکان کتاب الجلالین من اجل کتب التفسیر واجمع علی الاعتناء به الجم الغفیر من اهل البصائر والتنویر ۔کتاب تفسیر جلالین تفسیر کی بہت بڑی جلیل القدر کتابوں میں داخل تھی اور اس کے پڑھنے پڑھانے کا اہتمام اہل بصیرت اور روشن ضمیر لوگوں کے جم غفیر نے کیا تھا۔ (حاشیہ جلالین ص ۲ جلد اول)

(۲) اور امام ابوالبرکات نسفی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔(و کنت علیهم شهیداً) رقیباً(فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم)الحفیظ ۔اور میں ان پر نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان کا محافظ تھا۔ (مدارک التنزیل ص ۳۱۰ جلد اول)

(۳) مفسر قرآن مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ " مطلب یہ ہے کہ میں اپنی زندگی میں ان کا ذمہ دار تھا کہ انہیں تبلیغ کروں۔ اٹھائے جانے کے بعد میری تبلیغ کی ذمہ داری ختم ہوگئی اور ان کا معاملہ تیرے سپرد ہوگیا " (نور العرفان حاشیہ کنز الایمان ص ۲۰۲)

(۴) اور دیوبندی مولوی شبیر احمد عثمانی کے حاشیہ القرآن میں ہے۔ " نہ صرف یہ کہ میں نے مخلوق کو تیری توحید اور عبودیت کی طرف دعوت دی بلکہ جب تک میں ان کے اندر قیام پذیر رہا برابر ان کے احوال کی نگرانی اور خبر گیری کرتا رہا کہ کوئی غلط عقیدہ یا بے موقع خیال قائم نہ کرلیں۔ البتہ ان کے اندر قیام کرنے کی جو مدت آپ کے علم میں مقدر تھی جب وہ پوری کرکے آپ نے مجھ کو ان میں سے اٹھالیا تو صرف آپ ہی ان کے احوال کے نگران ہو سکتے تھے۔ میں اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کرسکتا۔ " (حاشیہ القرآن ص ۲۲۴)

(۵) اور جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی نے اس معنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس آیت کا ترجمہ ان لفظوں میں لکھا " میں اسی وقت تک ان کا نگران تھا جب تک کہ میں ان کے درمیان تھا۔ جب آپ نے مجھے واپس بلالیا تو آپ ان پر نگران تھے اور آپ ساری ہی چیزوں پر نگران ہیں " (تفہیم القرآن جلد اول ص ۵۱۶)

الحمد للہ۔ ان پانچ کتابوں کی ان تفسیری عبارات سے آیت کریمہ کا صحیح مفہوم بالکل واضح ہوگیا۔ اور یہ ثابت ہوگیا کہ اس کا تعلق نہ مسئلہ حاضر و ناظر سے ہے اور نہ مسئلہ علم غیب سے بلکہ امت کے اندر رہ کر تبلیغ کرنے اور اسے برائی سے روکنے اور نیکی کی ترغیب دینے کی ذمہ داری سے ہے۔ مشتہر صاحب بے چارے انبیاء کرام کے علم وسیع کو گھٹانے کے ایسے درپے ہوگئے ہیں کہ نہ آؤ دیکھتے ہیں اور نہ تاؤ۔ قرآن کی آیتوں کی اپنی ناقص فاسد رائے سے تفسیر لکھ کر جہنم جانے کا ٹکٹ کٹا چکے ہیں۔ اور اشتہار چھاپ کر دوسروں کو بھی جہنم کی طرف جانے والی اپنی گاڑی میں سوار ہونے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھولے بھالے سیوں کو ایسے شاطروں کی دھوکہ بازی اور فریب کاری سے بچائے۔ آمین ثم آمین۔

انبیاء بعد وفات امت کے احوال سے باخبر ہوتے ہیں

آیت کریمہ کا صحیح مفہوم بیان کرنے کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ اس بات پر بھی روشنی ڈال دیں کہ پیغمبر فوت ہوجائیں تو پھر بھی وہ امت کے احوال و اعمال سے باخبر ہوتے ہیں۔ تاکہ مشتہر صاحب کے نکالے ہوئے نتیجہ اور پیش کیے ہوئے مفہوم کی غلطی مزید واضح ہوجائے۔ **وباللہ التوفیق**۔

انبیاء کرام پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں

حضرت خاتمۃ المحدثین امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ **اخرج الحارث فی مسنده وابن سعد والقاضی اسمعیل عن بکر بن عبداللہ المزنی قال قال رسول اللہ ﷺ حیاتی خیر لکم و موتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیه وما کان من سیء استغفرت لکم و اخرج البزار بسند صحیح من حدیث بن مسعود مثله**۔ حضرت بکر بن عبد اللہ مزنی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے۔ مجھ پر تمہارے

اعمال پیش کیے جائیں گے تو جو نیک عمل ہوگا اس پر میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جو برا عمل ہوگا اس کے بارہ میں میں تمہارے لیے معافی مانگوں گا۔ (الخصائص الکبریٰ ص ۲۸۱)

اور یہی امام اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (الجامع الصغیر جلد ا ص ۱۵۰)

(۲) اور محدث ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی کتاب الوفاء باحوال المصطفیٰ میں لکھتے ہیں۔ **عن بکر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ ﷺ حیاتی خیر لکم تحدثون و یحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی خیراً لکم تعرض علی اعمالکم فان رایت خیراً حمدت اللہ وان رایت شراً استغفرت لکم.** رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے۔ تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لیے باتیں کی جاتی ہیں۔ پھر جب میں فوت ہو جاؤں گا تو تمہارے لئے میری وفات بہتر ہوگی۔ مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جائیں گے تو اگر میں نیکی دیکھوں گا تو اللہ کی تعریف کروں گا اور اگر برائی دیکھوں گا تو تمہارے لئے معافی مانگوں گا۔ (الوفاء)

(۳) **وعن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ حیاتی خیر لکم ینزل علی الوحی من السمآء فاخبرکم بما یحل لکم وما یحرم علیکم و موتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم کل خمیس فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ وما کان من ذنب استوھب اللہ ذنوبکم۔** اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے۔ مجھ پر آسمان سے وحی اترتی ہے تو میں تمہیں حلال وحرام کی خبر دیتا ہوں۔ اور میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے۔ تمہارے اعمال مجھ پر ہر جمعرات کے دن پیش کیے جائیں گے سو جو نیک عمل ہوگا اس پر اللہ کی تعریف کروں گا اور جو گناہ ہوگا تمہارے لئے اللہ سے اس کی معافی طلب کروں گا۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ۸۰۹)

(۴) اور امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ **واخرج الحکیم الترمذی فی نو ادرہ من**

حدیث عبد الغفور بن عبدالعزیز عن ابیه عن جده قال قال رسول اللهﷺ تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللہ و تعرض علی الانبیاء وعلیٰ الاباء والامھات یوم الجمعة فیفرحون بحسناتھم و تزداد وجوھھم بیاضاً فاتقوا اللہ ولا تؤذوا موتاکم ۔
رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا۔ سوموار اور جمعرات کے دن اعمال اللہ پر پیش کیے جاتے ہیں اور جمعہ کے دن انبیاء اور آباء و امہات پر پیش کیے جاتے ہیں تو ان کی نیکیوں کی وجہ سے وہ خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہرے اور زیادہ سفید اور چمک دار ہو جاتے ہیں تو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے اموات کو اذیت نہ دو۔ (شرح الصدور عربی ص ۱۱۰)
مسلمان ان احادیث مبارکہ کو بغور پڑھیں اور مشتہر کی جہالت و ضلالت کا اندازہ کریں کہ جن ہستیوں پر ہر ہفتہ اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ ان کے بارے میں وہ لکھتا ہے کہ " وہ اپنے امتیوں کے اعمال سے کسی عمل کی کوئی خبر نہیں رکھتے " ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

مشتہر صاحب کی پیش کردہ حدیث شریف

جس طرح مشتہر صاحب نے آیات کریمہ لکھ کر ان کا غلط مفہوم بیان کیا ہے۔ اسی طرح اس نے حدیث شریف کا مفہوم بھی غلط لکھا ہے۔ چنانچہ ہم پہلے اس کی لکھی ہوئی عبارت نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے " حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ لوگو تم اللہ کے سامنے ننگے پاؤں اور ننگے بدن اور بے ختنہ جمع کیے جاؤ گے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی کما بدأنا اول خلق نعیده وعد أعلینا انا کنا فاعلین ۔ پھر فرمایا سن لو قیامت کے دن ساری خلقت میں پہلے ابراھیم کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ اور میری امت کے کچھ لوگ حاضر کیے جائیں گے اور ان کو بائیں (دوزخ کی) طرف لے چلیں گے۔ میں عرض کروں گا۔ پروردگار! یہ تو میرے ساتھ والے ہیں۔ جواب ملے گا تم نہیں جانتے تمہارے بعد انہوں نے نئی نئی باتیں (بدعتیں) نکالیں۔ اس وقت میں وہی کہوں گا جو اللہ کے نیک بندے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا۔ میں جب تک ان لوگوں میں

رہا ان کا حال دیکھتا رہا جب تو نے مجھے اٹھالیا اس کے بعد تجھی کو ان کی خبر ہے۔ جواب ملے گا۔ جب سے تم ان سے جدا ہوئے اسی وقت سے یہ لوگ ایڑیوں کے بل اسلام سے پھر گئے۔ (بخاری شریف جلد ۴ باب تفسیر حدیث نمبر ۱۷۳۷/۱۰۷ ۶) حدیث نمبر ۱۷۳۸/۱۱ ۶۰۹) بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔

مشتہر صاحب کا اس حدیث سے نکالا ہوا مفہوم

مشتہر صاحب نے اس حدیث سے جو مفہوم اخذ کیا ہے وہ ان کے الفاظ میں یہ ہے "ان حدیثوں اور قرآن کی مذکورہ آیات سے بالکل واضح ہے کہ حضور کو بھی عیسیٰ کی طرح اپنی امت کے احوال واعمال کی کوئی خبر نہیں ہے۔ اور حضور ﷺ اس وقت حاضر و ناظر نہیں ہیں۔ اور حاضر و ناظر صرف خدا کی ذات ہے اور انبیاء کو حاضر و ناظر سمجھنا شرکیہ عقیدہ ہے۔ جس کی قرآن و حدیث بھر پور نفی کرتے ہیں۔''

حضور ﷺ قیامت کے دن امت کے اعمال سے باخبر ہوں گے

عرض اعمال کی جو حدیثیں ہم پیچھے پیش کر آئے ہیں ان سے بالتصریح ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ پر ان کی امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ آپ امت کی نیکیاں ملاحظہ فرما کر خوش ہوتے ہیں اور اس کی برائیاں دیکھ کر ان کے لئے معافی مانگتے ہیں۔ ان صحیح حدیثوں کے صریح خلاف محض اپنے فاسد قیاس سے مشتہر صاحب کا یہ مفہوم بیان کرنا کہ آپ کو اس وقت اپنی امت کے احوال واعمال کی کوئی خبر نہیں ہے۔ اسکی جہالت وضلالت کی واضح دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے۔

قیامت کے دن حضور ﷺ پر امت کے اعمال پیش کیے جائیں گے

اگرچہ عالم برزخ میں آنحضرت ﷺ پر ان کی امت کے جملہ احوال واعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ ان سے باخبر ہیں مگر قیامت کے دن دوبارہ آپ پر آپ کی ساری امت کے اعمال پیش کیے جائیں گے۔ چنانچہ امام عبدالرحمٰن بن الجوزی لکھتے ہیں۔ سبق فی

حدیث اوس عن النبی ﷺ انه قال ان اعمالکم تعرض علی یوم القیامۃ.

حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گزر چکا ہے کہ قیامت کے دن مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جائیں گے۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ۸۰۹)

اس حدیث پر غور فرمائیں اور سوچیں کی جس نبی پر قیامت کے روز پوری امت کے پورے اعمال پیش کیے جائیں گے کیا وہ اپنے کسی امتی کے کسی بھی عمل سے بے خبر ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔

مشتہر صاحب کی پیش کردہ اس حدیث سے علم مصطفیٰ کا بین ثبوت ملتا ہے

مشتہر صاحب نے یہ حدیث لکھ کر اپنے نقصان عقل کی وجہ سے علم مصطفیٰ ﷺ کی کمی سمجھی ہے۔ حالانکہ یہی حدیث علم مصطفیٰ کے ثبوت میں بین دلیل ہے۔ اس حدیث کے آخری الفاظ " جواب ملے گا۔ جب تم ان سے جدا ہوئے اسی وقت سے یہ لوگ ایڑیوں کے بل اسلام سے پھر گئے۔ " ظاہر کرتے ہیں کہ یہ لوگ وہ ہوں گے جو پہلے امت میں داخل تھے پھر ارتداد اختیار کرنے کی وجہ سے خارج از امت ہو گئے تھے۔ ظاہر بات ہے کہ اہل ایمان کی ظاہری نشانی وضو کے اعضاء کا چمکنا وغیرہ ان مرتدین میں موجود نہ ہوگی۔ بلکہ ان کے چہرے کافروں کی طرح سیاہ ہوں گے اور ان کے بائیں ہاتھوں میں نامہ اعمال ہوں گے۔ اس حالت کے باوجود رسول اللہ کا ان کے بارے میں یہ جاننا کہ یہ لوگ پہلے میری امت میں داخل تھے۔ اور اس جاننے کی وجہ سے انہیں اپنا امتی فرمانا۔ یہ واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے جملہ اعمال سے واقف ہوں گے اگر واقف نہیں ہوں گے تو انہیں اپنا امتی یا اپنا صحابی ہونا کیسے فرما سکیں گے۔ سبحان اللہ۔ وہابیہ کی سمجھ کا قصور ہے۔ ورنہ یہ حدیث علم مصطفیٰ کا اعلانیہ ثبوت پیش کر رہی ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم.

مسلم شریف کی روایت کو مشتہر صاحب نے نظر انداز کر کے غلط مفہوم لکھ دیا ہے

مشتہر صاحب کی کمال عیاری ملاحظہ ہو کہ انہوں نے یہ حدیث بخاری شریف سے نقل کر دی۔ مگر دوسری کتب مبارکہ میں اس حدیث کے جو الفاظ مروی ہیں ان کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ چنانچہ ہم حقائق سے پردہ اٹھاتے ہیں و باللہ التوفیق۔

صحیح مسلم شریف میں امام ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

وقالت اسماء بنت ابی بکر قال رسول اللہ ﷺ انی علی الحوض حتی انظر من یرد علی منکم و سیؤخذ اناس دونی فاقول یا رب منی ومن امتی فیقال اما شعرت ما عملوا بعدک و اللہ ما برحوا یرجعون علیٰ اعقابھم ۔ اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ میں حوض کوثر پر ہوں یہاں تک کہ میں ان لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو میرے پاس آئیں گے اور عنقریب کچھ لوگ مجھ سے دور کیے جانے لگیں گے تو میں کہوں گا اے میرے پروردگار یہ مجھ سے ہیں اور میری امت سے ہیں۔ تو کہا جائے گا۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیے تھے؟ اللہ کی قسم۔ آپ کے بعد یہ لوگ ایڑیوں کے بل پھرتے تھے۔ (مسلم شریف ص ۲۵۷ جلد ثانی باب اثبات حوض کوثر)

الحمد للہ۔ اس حدیث مسلم نے حدیث بخاری شریف کی وضاحت کر دی کہ یہ کلام استفہام انکاری کے لئے ہوگا آپ کے علم شریف کی نفی کے لئے نہیں۔ بلکہ آپ کے علم کے اثبات کے لئے ہوگا۔ الغرض ہمزہ استفہام انکاری جب اس روایت مسلم شریف میں لفظاً موجود ہے تو جن جن روایتوں میں لفظاً موجود نہیں وہاں حذفاً موجود ماننا پڑے گا۔ الحمد للہ اس بیان سے بالکل واضح ہوگیا کہ وہابیہ جس حدیث سے علم مصطفیٰ ﷺ کی نفی ثابت کر رہے تھے وہی علم مصطفیٰ ﷺ کا اثبات کرتی ہے۔ حضرت مولانا سید صدر الافاضل نعیم الدین مراد

آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سنیے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔ وہ فرماتے ہیں۔ " علاوہ بریں جائز ہے کہ انک لاتدری میں ہمزہ استفہام مقدر ہو جیسا کہ و تلک نعمة تمنها الایة اور ھذا ربی میں مقدر ہے۔ اور اس تقریر پر صحیح مسلم شریف کی حدیث جو اسی مضمون میں بدیں الفاظ وارد ہے قرینہ قویہ ہے فاقول یا رب منی ومن امتی فیقال اماشعرت ماعملوا بعدک یعنی پس میں کہوں گا۔ اے پروردگار یہ میرے ہیں اور میرے امتی ہیں۔ پس فرمایا جائے گا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ " (الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفیٰ ص ۱۵۵)

حضرت صدر الافاضل نے ہمزہ استفہام مقدر ہونے کی دو مثالیں پیش فرمائی ہیں۔ ایک وہ آیت کریمہ ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا۔ اور یہ نعمت ہے جس کا تو احسان جتلاتا ہے۔ اور مطلب یہ تھا کہ یہ کوئی نعمت نہیں جس کا تو احسان جتلاتا ہے۔ اور دوسری مثال میں ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول پیش کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ھذا ربی یہ میرا رب ہے۔ یہاں ہمزہ مقدر ہے تو معنے یہ ہوا کہ یہ میرا رب نہیں ہے۔

الغرض استفہام (۱) انکاری سے مثبت کلام منفی اور منفی کلام مثبت بن جاتی ہے۔ پس جب انک لاتدری میں ہمزہ استفہام مقدر ہے تو یہ نفی اثبات میں بدل جائے گی اور معنی یہ ہوگا کہ بلاشبہ آپ ان کی بداعمالیاں جانتے ہیں اور اس جاننے کے باوجود انہیں اپنا امتی فرمارہے ہیں۔ یہ آپ کے علم کے تقاضا کے مناسب نہیں ہے۔

الحمدللہ۔ اس تحریر سے حدیث شریف کا صحیح مفہوم واضح ہوگیا۔ ہاں جو شخص علم مصطفیٰ کے گھٹانے ہی کے درپے ہے اس کا کوئی علاج نہیں۔ ورنہ اہل ایمان کے لئے تو علم مصطفیٰ کا بڑھنا ہی سرور قلب و جان ہے۔

---

(۱) ولو حابیۃ جوابان آخران اشار العلامۃ الخفاجی فی نسیم الریاض ص ۱۵۷۶ / جلد ۴ بقوله وھذا غیر مناف لما ورد من انه ﷺ تعرض علیه اعمال امته فی البرزخ لانه قد ینسی او یراد اظهار ماعملوا علی رؤوس الاشهاد ونحو ذلک اھ کلامه الشریف بلفظه.

انبیاء کرام حاضر و ناظر ہیں

مشتہر صاحب کا یہ لکھنا " انبیاء کو حاضر و ناظر سمجھنا شرکیہ عقیدہ ہے جس کی قرآن و حدیث بھرپور نفی کرتے ہیں " بھی سراسر غلط ہے کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ جملہ انبیاء پر جملہ کائنات پیش کی گئی ہے وہ ان کے قریب ہے اور وہ اسے دیکھتے ہیں ۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں ۔'' مسلمان دیکھیں نصوص میں بلاضرورت تاویل و تخصیص باطل و نامسموع ہے ۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہر چیز کا روشن بیان کر دینے کو یہ کتاب ہم نے اتاری ۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ۔ " ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی " ۔تو بلاشبہ یہ روایت و معرفت جمیع مکنونات قلم،ومکتوبات لوح کو شامل ہے ۔جس میں سب ماکان وما یکون من الیوم الاول الیٰ یوم الاخر وجملہ ضمائر و خواطر سب کچھ داخل ۔ ولہٰذا طبرانی ونعیم بن حماد استاد امام بخاری وغیرھما نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں ۔ ان اللّٰہ تعالیٰ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والیٰ ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظرالی کفی ھذہ ۔ بے شک اللہ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے تو میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو ۔ " (ملفوظات ص ۳۲ جلد ۱)

اور یہی امام اپنی دوسری تصنیف لطیف میں اسی مسئلہ کو بدیں الفاظ بیان فرماتے ہیں ۔طبرانی (۱) معجم کبیر میں اور نعیم بن حماد کتاب الفتن میں اور ابونعیم حلیہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں ۔ ان اللّٰہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الیٰ یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ جلیاناً من اللّٰہ جلاہ لنبیہ کما جلاہ للنبین من قبلہ ۔ بے شک اللہ عزوجل نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے اور میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا اس سب کچھ کو ایسا

---

(۱) رواہ ابونعیم فی الحلیۃ بسند صحیح کذا فی کتاب تفریح الخاطر ص ۹۳ لمولانا عنایت اللہ القادری الرضوی خطیب المسجد الجامع سانگلہ ہل ناقلاً عن کتاب العلامۃ نورالدین الحلبیؒ ۔

دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں اس روشنی کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے روشن فرمائی جیسے محمد سے پہلے انبیآء کے لئے روشن کی تھی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث سے روشن ہے کہ جو کچھ سموات وارض میں ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا اس سب کا علم اگلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی عطا ہوا اور حضرت عزت جلالہ نے اس تمام ماکان و مایکون کو اپنے محبوبوں کے پیش نظر فرما دیا مثلاً مشرق سے مغرب تک‘ سماک سے سمک تک، ارض سے فلک تک اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہزار ہا برس پہلے اس سب کو ایسا دیکھ رہے تھے گویا اس وقت ہر جگہ موجود ہیں۔ ایمانی نگاہ میں یہ قدرت الٰہی پر نہ دشوار اور نہ عزت و وجاہت انبیاء کے مقابل بسیار۔ مگر وہابی بے چارے جن کے یہاں خدائی کی حقیقت اتنی ہو کہ ایک پیڑ کے پتے گن دے وہ آپ ہی ان حدیثوں کو شرک اکبر کہنا چاہیں اور جو آئمہ کرام علمائے اعلام ان سے سند لائے انہیں مقبول و مسلم رکھتے آئے مثلاً امام خاتمۃ المحدثین جلال الملۃ والدین سیوطی مصنف الخصائص الکبریٰ و امام شہاب احمد محمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ، اور امام ابوالفضل شہاب ابن حجر مکی ہیتمی شارح ہمزیہ و علامہ شہاب احمد محمد مصری خفاجی صاحب نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض مالکی و علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح مواہب وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم انہیں مشرک نہ کہیں تو اپنی چہرتو حید کیونکر بنائیں .والعیاذ باللہ رب العالمین. " (کتاب انبآء المصطفیٰ بحال سر و اخفیٰ ص ۱۴)

الحمد للہ۔ ان عبارات متبرکہ سے روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جملہ انبیاء کو اپنی جملہ کائنات پر حاضر و ناظر بنایا ہے۔ مشتہر بے چارہ کچھ دیکھے سمجھے بغیر حاضر و ناظر کے عقیدہ کو عقیدۂ شرکیہ کہہ رہا ہے۔ خود اتنا ہی بتائے کہ اگر عقیدہ حاضر و ناظر شرکیہ عقیدہ ہے تو پھر جلیل القدر محدثین ابونعیم، طبرانی، نعیم ابن حماد وغیرھم اور عظیم المرتبت علمائے اسلام جن کے اسماء اعلیٰ حضرت کی عبارات میں ابھی گزرے مشرک بلکہ مشرک ساز ہوں گے یا نہیں؟ اگر کہو کہ یہ مشرک ساز تھے تو پھر تم ایمان والے بزرگ کہاں سے لاؤ

گے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے۔ آمین۔

وھذا آخر ماوردنا ایراده فی هذه المقالة المبارکه تقبلها اللّٰه تعالیٰ بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری غفر اللّٰه تعالیٰ لهٗ خادم التدریس والتصنیف والافتاء بالجامعة الحیدریة فضل المدارس بقریة بهیائی من مضافات سهنسه آزادکشمیر (۳ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بارھواں مقالہ

منکرین ختم نبوت کے دلائل کا تحقیقی جائزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ محمد خاتم النبیین والمرسلین وعلیٰ سائر اخوانہ من الانبیآء والمرسلین وعلیٰ الھم واصحابھم واحبابھم اجمعین

امّابعد !

یہ مختصر مقالہ ''منکرین ختم نبوت کے دلائل کا تحقیقی جائزہ'' عقیدۂ ختم نبوت کی وضاحت میں لکھنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ مقبولیت بخشے اور ذریعہء ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ نبیہ الامین ﷺ۔

عقیدۂ ختم نبوت

رسالت مآب ﷺ کے عہد سعید سے لے کر آج تک کے مسلمانوں کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ ''حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ یعنی اللہ عزّ وجلّ نے سلسلہء نبوّت حضور ﷺ پر ختم کر دیا ہے۔ بایں معنی کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا۔ جو شخص حضور ﷺ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد کسی شخص کو نبوت ملنا مانے یا اسے جائز جانے کافر ہے۔'' (بہار شریعت۔ حصہ اول۔ ص۔ ۱۸)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرّہٗ اس عقیدہ کی مزید وضاحت بدیں الفاظ کرتے ہیں۔ ''محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرضِ اجلّ و جزءِ ایقان ہے۔ آیت کریمہ ولٰکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین نصّ قطعی قرآن ہے۔ اِس کا منکر نہ منکر بلکہ شک کرنے والا نہ شاک بلکہ ضعیف احتمال خفیف سے توہّم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلّد فی النیران ہے۔ نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اِس کے اِس عقیدۂ ملعونہ پر مطلع ہو کر اُسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے۔ بلکہ جو اِس کے کافر ہونے میں شک و تردّد کو راہ دے وہ بھی کافر بیّن الکافر جلّی الکفران ہے۔'' (جزآء اللہ عدوہ باباءہ ختم النبوۃ ص ۳)

عقیدۂ ختم نبوت کے دلائل

عقیدۂ ختم نبوت کے ثبوت میں ایک آیتِ کریمہ اور چند احادیث متبرکہ ہدیہء ناظرین کی جاتی ہیں۔

آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب میں ارشاد فرماتا ہے۔ ما کان محمد ابآ احد من رجالکم و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین ط و کان اللّٰہ بکل شئی علیما۔ (ترجمہ) محمد تمارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔ ہاں وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے نبی ہیں۔ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (پ۲۲۔ رکوع۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا۔ جو شخص اب کسی نبی کا پیدا ہونا جائز جانے یا اس کا امکان مانے وہ مرتد ہے۔ جیسے لا الہ الاّ اللہ سے معلوم ہوا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ایسے حدیث لا نبی بعدی سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا۔ یہ دونوں ایک درجہ کے محال ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کے زمانے میں کوئی نبی نہ تھا نہ ہو سکتا تھا اور نہ آپ کے بعد کوئی نبی بن سکتا ہے۔ کیونکہ خاتم النبیین وہ ہوتا ہے جو سب نبیوں سے پیچھے ہو اور اس کا دین تمام دینوں کا ناسخ ہو۔ (نور العرفان ص ۶۷۵)

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''میری مثال اور انبیآء کی مثال ایک محل کی مانند ہے جس کی عمارت بہت خوبصورت ہو اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو پس دیکھنے والے اس کا چکر لگائیں اور عمارت کے حسن سے تعجب کریں مگر اس اینٹ کی جگہ سے۔ فکنت انا سددت موضع اللبنۃ ختم بی البنیان وختم بی الرسل۔ سو میں نے اس اینٹ کی جگہ کو بند کر دیا۔ میرے وجود

ہے (نبوت کی) عمارت کو مکمل کیا گیا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ فانا اللبنة وانا خاتم النبیین ۔ سو میں ہی وہ (آخری) اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین ۔ جلد دوم ۔ ص ۲۰۶)

(۲) اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے انبیآء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ۔ مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے اور رعب سے میری مدد کی گئی اور میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں اور میرے لئے زمین کو مسجد اور پاکی بخش بنایا گیا۔ وختم بی النبیون اور میرے سبب سے سلسلہء نبوت ختم کیا گیا۔ (رواہ مسلم ، مشکوۃ شریف ۔ باب فضائل سید المرسلین ۔ ص ۲۰۷ جلد ۲ ، صححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۶۷ جلد ۲)

(۳) اور انہی سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ کانت بنو اسرآئیل تسو سھم الانبیآء کلما ھلک نبی خلفه نبی وانه لانبی بعدی وسیکون خلفآء فیکثرون ۔ انبیآ بنی اسرائیل کی سیاست فرماتے تھے سو جب ایک نبی تشریف لے جاتا تھا تو دوسرا اُس کے بعد آتا تھا۔ اور بلا شبہ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا اور عنقریب خلفاء ہوں گے پھر اُن کی کثرت ہوگی ۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء ص ۷۴ جلد ۲)

(۴) اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ وانّهٗ سیکون فی امتی کذّابون ثلاثون کلھم یزعم انّه نبی اللّٰہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی ۔ اور عنقریب میری امت میں تیس کذاب (بہت جھوٹے) نکلیں گے ۔ ہر ایک کا گمان ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں ۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ۔ (رواہ ابوداؤد و الترمذی وقال ھذا حدیث صحیح مشکوٰۃ ۔ کتاب الفتن فی الملاحم ص ۴۶۸ جلد ۲)

(۵) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ فی امتی کذّابون ودجّالون سبعة و عشرون منھم اربع نسوة وانی خاتم النبیین لانبی بعدی ۔ میری امت میں ستائیس اشخاص کذاب دجال ہوں گے ۔ ان میں چار عورتیں ہوں گی (وہ دعویء نبوت کریں گے) حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں ۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ۔ رواہ احمد والطبرانی فی المعجم الکبیر والضیاء وضعفہ السیوطی (الجامع الصغیر ص ۸۷ جلد ۲)

(۶) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا۔ انت منّی بمنزلة هارون من موسیٰ الّا انّهٗ لا نبی بعدی تجھے میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن فی مناقب علی بن ابی طالب ص ۲۵۱ جلد ۲)

(۷) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان لی اسمآء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللّٰه بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قد می وانا العاقب الذی لیس بعده نبی. بے شک میرے متعدد نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں کہ اللہ میرے سبب سے کفر مٹاتا ہے اور میں حاشر ہوں کہ میرے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا اور میں عاقب ہوں کہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ۔ کتاب الفتن فی اسماء ﷺ ص ۲۱۰ جلد ۲)

(۸) امام قاضی عیاض مالکی روایت بیان کرتے ہیں کہ ابو محمد مکی اور ابو لیث سمرقندی نے حکایت بیان کی ہے کہ بلاشبہ حضرت آدم نے اپنی لغزش کے وقت یہ دعا مانگی! اللهم بحق محمدٍ اغفر لی خطیئتی وتقبل توبتی ۔ اے اللہ! محمد کے حق کے طفیل میری لغزش معاف فرما اور میری توبہ قبول کر۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا۔ تجھے محمد کی معرفت کہاں سے حاصل ہوئی؟ عرض کیا۔ جب تو نے مجھے پیدا کیا اور میں نے تیرے عرش کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو اس میں لااله الّا اللّٰه محمد رسول اللّٰه لکھا ہوا تھا۔ اِس سے میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک اُس ذات سے زیادہ محبوب کوئی ذات نہیں جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ کیا ہے۔ فاوحی اللّٰه الیه و عزتی وجلالی انّه لآخر النبیین من ذریتک ولو لاه ما خلقتک سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میری عزت اور میرے جلال کی قسم وہ تیری نسل میں نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔ (شفاء شریف ص ۱۰۴ جلد ۱)

(۹) امام احمد بن حنبل، ابو عیسیٰ ترمذی اور حاکم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ان الرسالة والنبوة قد انقطعت ولا رسول بعدی ولا نبی ولکن المبشرّات رؤیا الرجل المسلم وهی جزء من اجزاء النبوة . بے شک

رسالت اور نبوت (دونوں) ختم ہوگئی ہیں۔ سو میرے بعد نہ کوئی رسول پیدا ہوگا اور نہ کوئی نبی ولیکن بشارتیں ہیں یعنی مسلمان آدمی کی خوابیں اور یہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔ رواہ جلال الدین السیوطی وصححہٗ (جامع صغیر ص ۸۰ جلد ۱)

(۱۰) امام علی قاری حنفی روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کنت اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث. میں پیدائش میں سب نبیوں سے پہلا نبی ہوں اور بعثت میں آخری نبی ہوں۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۱۶۸ جلد ۲)

(۱۱) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتا۔ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب (مشکوٰۃ کتاب الفتن فی مناقب عمر رضی اللہ عنہ ص ۲۴۶ جلد ۲)

قلت وقال الامام جلال الدین السیوطی رحمہٗ اللہ تعالیٰ رواہ احمد بن حنبل والترمذی والحاکم عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ والطبرانی فی المعجم الکبیر عن عصمۃ بن مالک وضعفہٗ فی الجامع الصغیر ص ۱۳۱ جلد ۲۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۲) امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ''محدث ابن عساکر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ جبریل امین نے حاضر ہوکر حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا۔ حضور کا ربّ فرماتا ہے۔ قد ختمت بک الانبیآء۔ بے شک میں نے آپ پر انبیآء کو ختم کیا ہے۔ (جزآء اللہ عدوہ ص ۹)

لفظ خاتم النبیین کی تفسیر مندرجہ بالا حدیثوں نے بیان کردی ہے

شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی رقمطراز ہیں کہ انا خاتم النبیین لانبی بعدی کی شرح دیوبندی مولوی محمد ادریس کاندھلوی نے ان لفظوں میں لکھی ہے'' جملہ لا نبی بعدی جملہ خاتم النبیین کی تفسیر ہے اور لا نفی جنس کا ہے جو نکرہ پر داخل ہوا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ میرے بعد یہ جنس ہی ختم ہے (مسلک الختام ص ۲۵)'' یعنی حضور علیہ السلام کے بعد

ذاتی، عرضی، اصلی، ظلی، بروزی، تشریعی، غیر تشریعی اس زمین میں یا کسی دوسرے طبقہ میں، حضور کے زمانہ ظاہری میں یا حضور کے وصال کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ کسی نبی کا پیدا ہونا ممکن ہی نہیں۔

الغرض خاتم النبیین میں لغوی معنی اور احادیث، تفاسیر اور اجماع امت بلکہ خود دیوبندی علماء کی تصریحات کی رُو سے شرعی معنے متواتر اور قطعی اجماعی یہی ہیں کہ حضور پُرنور ﷺ کا زمانہ سب انبیاء کرام کے زمانوں کے بعد ہے۔ اور آپ سب نبیوں میں آخری نبی ہیں۔ اور آخری نبی ہونا سیّد عالم ﷺ کے لئے فضلِ جلیل ہے کیونکہ آخری ہونے سے حضور کی شریعت مطہرہ کو شرفِ افضلیت حاصل ہوا۔ حضور علیہ السلام ناسخ الادیان ہوئے اور حضور کے دین متین کا ناسخ کوئی نہیں آئے گا۔ حضور علیہ السلام سب سے بلند و بالاتر رہے اور ان سے بلند و بالا کوئی نہ ہوگا۔ خاتم النبیین کے اس معنی پر ایمان ضروریات دین سے ہے اور اس کا انکار کفر قطعی ہے۔ (التنویر لدفع ظلام التحذیر ص ۸۸) اور مولوی ادریس کاندھلوی نے لکھا ہے کہ '' خلاصہ کلام یہ کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہی کے ہیں۔ جس نبی پر یہ آیت اتری اُسی نبی نے اس آیت کے یہی معنی سمجھے اور یہی امت کو سمجھائے۔ اور جب صحابہ نے اس نبی سے قرآن اور اس کی تفسیر پڑھی تو انہوں نے بھی اس آیت کے یہی معنی سمجھے **فمن شآء فلیؤمن ومن شآء فلیکفر**۔'' الغرض حق روز روشن کی طرح واضح ہے اور کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں (مسلک الختام مؤلفہ دیوبندی مولوی محمد ادریس کاندھلوی بحوالہ التنویر لدفع ظلام التحذیر ص ۸۷)

غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا تھا

صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔'' مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں بے باکی کے ساتھ گستاخیاں کیں۔ خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ و کلمۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کی والدۂ ماجدہ طیبہ طاہرہ صدیقہ مریم کی شان میں تو وہ بے ہودہ کلمات استعمال کیے جن کے

ذکر سے مسلمانوں کے دل دہل جاتے ہیں۔'' (بہار شریعت۔ حصہ اول)

قادیانی امت مرزا کی نبوت کی اقراری ہے۔

مرزا بشیرالدین خلیفہ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے۔'' اصل بات یہ ہے کہ ہمیں تو الفاظ سے کوئی تعلق نہیں جس بات میں خدا اور اُس کے رسول کی عزت ہو ہمیں تو وہی پسند ہے۔ ہم کبھی ایک منٹ کے لئے بھی اِس امر کو جائز نہیں سمجھتے کہ رسول کریم ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص آئے جو آپ کی رسالت کو ختم کر دے اور نیا کلمہ اور نیا قبلہ بنائے اور نئی شریعت اپنے ساتھ لائے یا شریعت کا کوئی حکم بدل دے لیکن ہم اس امر کو بھی کبھی پسند نہیں کر سکتے کہ رسول کریم ﷺ کے وجود کو ایسا سمجھا جائے کہ گویا آپ نے آ کر تمام فیوض الٰہی کو روک دیا ہے''۔

پھر آگے لکھتا ہے۔'' پس ہم اس قسم کی نبوت کے تو منکر ہیں جو رسول کریم ﷺ سے آزاد ہو کر حاصل ہوتی ہو اور اسی وجہ سے ہم رسول کریم ﷺ کے بعد مسیح ناصری کی آمد کے منکر ہیں مگر ہم اس قسم کی نبوت کی نفی نہیں کر سکتے جس سے رسول کریم ﷺ کی عزت بالا ہوتی ہو۔'' (دعوۃ الامیر ص ۳۲)

اور یہی شخص دوسرے مقام میں لکھتا ہے۔'' آپ میں اور پہلے نبیوں میں یہ فرق ہے کہ ان کے شاگرد تو محدثیت تک پہنچ سکتے تھے اور نبوت کا مقام پانے کے لئے ان کو الگ تربیت کی ضرورت ہوتی تھی مگر آنحضرت ﷺ کی شاگردی میں ایک انسان نبوت کے مقام تک پہنچ جاتا ہے اور پھر بھی آپ کا امتی رہتا ہے۔'' (دعوۃ الامیر ص ۳۴)

اور تیسرے مقام میں لکھتا ہے۔'' رسول کریم ﷺ کا یہ مقام جو اوپر بیان ہوا ہے ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم اس قسم کی نبوت کا سلسلہ آپ کے بعد جاری سمجھیں کیونکہ اس میں آپ کی عزت ہے اور اس کے بند کرنے میں آپ کی سخت ہتک ہے۔ (دعوۃ الامیر ص ۳۵)

اور چوتھے مقام پر لکھتا ہے۔'' پھر وَ خاتم النبیین فرما کر اللہ نے پہلے مضمون پر اور ترقی کی کہ نہ صرف بہت سے مومن اس کی اولاد میں ہوں گے بلکہ یہ نبیوں کی بھی مُہر ہے

اس کی مُہر سے انسان نبوت کے مقام پر پہنچ سکے گا۔ پس نہ صرف یہ معمولی آدمیوں کا باپ ہوگا بلکہ نبیوں کا بھی باپ ہوگا۔'' (دعوۃ الامیر ص ۳۶)

مقام غور

مسلمان۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلیفہ و جانشین کی لکھی ہوئی یہ عبارتیں پڑھیں اور غور کریں کہ قادیانی امت مرزا کی نبوت کی کس درجہ قائل ہے۔ مولوی منظور احمد بھیروی اپنی ایک نظم میں لکھتا ہے۔

؎ اُس نوں مُہر نبوت والی بخشی اللہ سائیں

یعنی سچا کرنے والا سچیاں نبیاں تائیں

جس دے اوپر لگی اِس دی مُہر نبوت والی

اوہا سچا ثابت ہوسی دوجا رہسی خالی

اگلیاں پچھلیاں نبیاں وچوں سچا بنے نہ کوئی

پاک رسول محمد وتوں جے تصدیق نہ ہوئی

اے پر آج کل مسلماناں گھڑیا اُلٹ عقیدہ

آکھن نبی نہیں بن سکدا خادم پاک نبی دا

تن انعام جو دوجے آکھن اوہ بے شک مل جاندے

چوتھے کولوں ڈردے نسدے کناں نوں ہتھ لاندے

ہر انعاموں وڈا جو انعام نبوت والا

آکھن ایہہ نہیں امتیاں نوں دیندا حق تعالیٰ

ربّ آکھے میں دیاں نبوت مینوں تھوڑ نہ کائی

ایہہ آکھن جو کوئی نہیں دیندا اودیندے پھرن دوہائی

چاروں جدوں اکٹھے اللہ دس دتے اک جائی

ہک اونہاں تھیں وکھرا آپے بیٹھے بند بنائی

نبی صدیق شہید تے صالح رب چار ے فرمادے

ایہہ کیوں نبی علیحدہ کردے ایہہ گل سمجھ نہ آوے

جے کوئی نبی نہ ہوندا خادم اس نبی دے گھر دا

پھر ایہہ درجہ نبیاں والا اللہ ذکر نہ کردا

بلکہ سب تھیں اوّل اللہ ذکر اودہا فرمایا

اعلیٰ درجہ نبیاں والا پہلے آکھ سنایا

(کتاب امام المتقین ص ۵)

قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جا چکے ہیں

قادیانی امت مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے قائل واقراری ہیں جیسا کہ دو قادیانی شخصوں کی عبارتیں اوپر گزری ہیں۔ بدیں وجہ وہ غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے ہیں۔ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی اپنے مضمون ''قرآن وحدیث کی روشنی میں'' کے اندر لکھتے ہیں۔ ''مرزائی یا قادیانی شرعی اور قانونی ہر دو لحاظ سے غیر مسلم قرار دیئے جا چکے ہیں۔ اس لئے کسی قادیانی عورت سے کسی مسلمان کا نکاح درست نہیں ہوگا۔'' (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت اکتوبر ۱۹۸۴ء)

اور مولانا غلام رسول سعیدی رقمطراز ہیں۔ ''پاکستان کی تاریخ میں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا دن انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس دن پاکستان کی قومی اسمبلی نے پوری قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اور اب آئینی طور پر بھی وہ مسلمانوں سے ایک الگ قوم شمار کیے جاتے ہیں۔ (مقالات سعیدی ص ۷۷)

قادیانیوں کی باطل تاویلیں

''عقیدہ ختم نبوت کے دلائل'' کے زیرعنوان ہم نے جو آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ نقل کی ہیں۔ قادیانیوں نے ان کی باطل تاویلیں کی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ

ان کی باطل تاویلوں کا جواب بھی لکھ دیا جائے۔ وباللہ التوفیق۔

لفظ خاتم کی قادیانی تاویل

مرزا بشیر الدین قادیانی لکھتا ہے۔ ''کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم رسول کریم ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ بند کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ پس اب کوئی نبی نہیں آ سکتا لیکن قرآن کریم کھول کر دیکھا نہیں جاتا کہ اللہ تعالیٰ خاتم النبیین بفتح تاء فرماتا ہے نہ بکسر تاء اور خاتم بفتح تاء کے معنی مُہر کے ہوتے ہیں نہ کہ ختم کر دینے کے اور مہر تصدیق کے لئے لگائی جاتی ہیں۔ پس اس آیت کے تو یہ معنی ہوں گے کہ محمد نبیوں کی مہر ہیں۔ اس کی مہر سے انسان نبوت کے مقام پر پہنچ سکے گا۔'' (دعوۃ الامیر ص ۳۶)

اِس باطل تاویل کا جواب

علامہ جوہری صاحب الصحاح اور علامہ ابن المنظور صاحب لسان العرب لفظ خاتم کے بارہ میں لکھتے ہیں'' الخاتَم والخاتِم والختم والختام کلھا بمعنی واحدومعناھا اخیرھا ۔یعنی خاتم بفتح تاء۔ خاتم بکسر تاء۔ ختم اور ختام۔ سب ہم معنی الفاظ ہیں اور ان کا معنی ہے کسی چیز کا آخری حصہ۔ کہا جاتا ہے ختام الوادی خاتَم الوادی۔ خاتم الوادی، آخیر الوادی۔ وادی کا آخری کنارہ جہاں وادی ختم ہو جاتی ہے اسے ان الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ خاتم بالفتح ہو یا بالکسرہ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ کسی چیز کا آخری کنارا۔ کسی چیز کی انتہاء۔

اس تحقیق کے بعد بات واضح ہوگئی کہ خاتم کا معنی آخری ہی ہے۔ اس کے بعد یہ محض دھوکہ فریب اور دجل وتلبیس ہی ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ خاتم بفتح تاء کا معنیٰ اور ہے اور خاتم بکسر تاء کا معنی اور۔ ہمارے نزدیک علمائے حق اور ائمہ لغت دونوں کی تحقیق کے مطابق خاتَم ہو یا خاتم اللہ کے محبوب کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔'' (ماہنامہ ضیائے حرم

لاہور بابت دسمبر ۱۹۸۷ء ص ۲۰)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔''وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی ۔ومن آخر پیغمبران وختم کنندۂ ایشانم۔نیست پیغمبر پس ازمن۔وخاتم بفتح تاء وکسرآن وورقرآن نیز ایں لفظ ہر دوقرأت ست وہر دو بیک معنٰی است واگر خاتَم بمعنی مہر کہ درآخر نامہ می کنند ارادہ نمایند نیز مقصود بطریق تشبیہ حاصل است۔یعنی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی کا معنی ہے۔میں پیغمبروں میں آخری اوران کے سلسلہ کوختم کرنے والا ہوں۔میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔اور یہاں لفظ خاتم بفتح تاء اوربکسر تاء دونوں طریقوں سے پڑھا گیا ہے اوراسی طرح آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں بھی اس کی یہ دوقراءتیں منقول ہیں مگران دونوں کا معنی ایک ہی ہے یعنی آخری نبی اوراگر خاتَم بفتح تاء سے وہ مُہر مرادلی جائے جو خط کوختم کرنے کے بعداس پر لگائی جاتی ہے تواس سے بھی مقصود بطریق تشبیہ کے حاصل ہوجاتا ہے۔(اشعۃ اللمعات۔ جلد چہارم ص ۲۹۳)

لا نبی بعدی کی قادیانی تاویل

مرزا بشیرالدین لکھتا ہے۔''اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رسول کریم علیہ نے فرمایا انی آخر الانبیآء۔اوراسی طرح یہ فرمایا لا نبی بعدی۔پس اِن احادیث کی رُو سے آپ کے بعدکوئی نبی نہیں آسکتا۔لیکن ان حدیثوں کے یہ معنے نہیں کہ آپ کے بعدکوئی نبی نہیں آسکتا۔بلکہ اس کے معنے ہیں کہ ایسا نبی نہیں آسکتا جوآپ کی شریعت کومنسوخ کرے۔کیونکہ بعد وہی چیز ہوسکتی ہے جوپہلی چیز کے ختم ہونے پرشروع ہو۔پس جونبیء کریم علیہ کی نبوت کی تائید کے لئے آئے وہ رسول کریم علیہ کے بعد نبی نہیں کہلا سکتا وہ تو آپ کی نبوت کے اندر ہے۔بعدتو تب ہوتا جب آپ کی شریعت کا کوئی حکم منسوخ کرتا۔''(دعوۃ الامیر ص ۳۸)

اس باطل تاویل کا جواب

مولانا غلام رسول سعیدی قادیانیوں کی اس باطل تاویل کے جواب میں لکھتے ہیں۔ ''مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کو ثابت کرنے اور آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے تعارض اٹھانے کے لئے غیر مستقل نبوت کا سہارا لیا ہے۔ اس لحاظ سے وہ اپنے آپ کو کبھی امتی نبی کبھی غیر تشریعی نبی اور کبھی ظلی یا بروزی نبی کہتا ہے لیکن یہ تمام اصطلاحات غیر اسلامی ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ نبی کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے براہِ راست وحی حاصل کر کے لوگوں تک پہنچائے خواہ اُسے شریعت سابقہ کی وحی کی جائے یا جدیدہ کی۔ اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے یہ منصب دے دیا ہو وہ حقیقی اور مستقل نبی ہی ہوتا ہے۔ ظل، بروز اور امتی نبی کا اسلام میں کوئی تصور نہیں۔ پس جو شخص وحیٔ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ حقیقت میں نبوتِ مستقلہ ہی کا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ نہ نبوت کا اس کے سوا کوئی اور مفہوم ہے اور نہ ہی نبوت غیر مستقل ہوتی ہے۔'' (مقالات سعیدی ص ۷۹)

اس باطل تاویل کا دوسرا جواب

لانفیٔ جنس کے لئے ہے۔ کیونکہ وہ نکرہ پر داخل ہوا ہے تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس قسم کی نبوت کا قادیانی نے اپنے لئے دعویٰ کیا ہے یعنی غیر مستقل نبوت وہ اگر نبوت مطلقہ کی ایک نوع ہے تو اس کی نفی بھی اس حدیث سے ہوگئی ہے۔ اور اگر وہ انواع نبوت میں سے نہیں ہے تو وہ درحقیقت نبوت ہی نہیں ہے کوئی اور شئے ہوگی لہذا اس کا دعویدار نبی نہیں کہلا سکتا۔ اور نہ اُسے نبی کہا جا سکے گا۔ وھذا ما ظھر لی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

انّی آخر الانبیآء کی قادیانی تاویل

مرزا بشیر الدین لکھتا ہے۔'' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا انی آخر الانبیآء مگر افسوس کہ یہ لوگ آخر الانبیآء کو تو دیکھتے ہیں مگر مسلم کی حدیث میں جو اس کے بعد اس کے ساتھ ہی ومسجدی آخر المساجد آیا ہے اُسے نہیں دیکھتے۔ اگر انی آخر الانبیآء کا معنی ہے کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں تو مسجدی آخر المساجد کا بھی یہ معنے ہوگا کہ مسجد نبوی کے بعد کوئی مسجد نہیں بنوائی جاسکتی۔ لیکن وہی لوگ جو آخر الانبیآء کے الفاظ سے استدلال کر کے ہر قسم کی نبوت کی نفی کر دیتے ہیں وہ مسجدی آخر المساجد کے الفاظ کی موجودگی میں نہ صرف اور مسجدیں بنوا رہے ہیں بلکہ اس قدر مسجدیں تیار کروا رہے ہیں کہ آج بعض شہروں میں مساجد کی زیادتی کی وجہ سے بہت سی مساجد ویران پڑی ہیں۔ اگر آخر الانبیآء آنے کے باعث کوئی انسان نبی نہیں بن سکتا تو آخر المساجد کے بعد دوسری مسجدیں کیوں بنوائی جاتی ہیں؟'' (دعوۃ الامیر ص ۳۷)

اس باطل تاویل کا جواب

مرزا بشیر الدین کی اس باطل تاویل کے جواب میں مولانا ابو الطاہر محمد شریف خالد رضوی نقشبندی لکھتے ہیں۔'' دوسری حدیث (وان مسجدی آخر المساجد رواہ مسلم فی صحیحہ فی المجلد الثانی فی باب فضل الصلوٰۃ بمسجدی مکۃ والمدینہ ص ۴۴۶) میں بھی کوئی اشکال نہیں۔ صرف آپ کی غلط فہمی ہے۔ سرکارِ مدینہ ﷺ تو فرما رہے ہیں کہ میں نبیوں میں آخری نبی ہوں اور انبیآء کی مساجد میں یہ میری آخری مسجد ہے یعنی اب میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا جو آ کر مسجد تعمیر کرے جیسے حضور ﷺ سے پہلے حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ شریف اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلوٰۃ والسلام نے مسجد اقصیٰ تعمیر کی تھی۔ (ایسے ہی میرے بعد کوئی نبی آ کر مسجد تعمیر نہیں کرے گا۔ یعنی مساجد انبیآء میں میری یہ مسجد آخری مسجد ہے) اللہ تعالیٰ قرآن وحدیث کا صحیح فہم عطا

فرمائے۔" (کتاب خاتم النبیین ص ۱۴ مطبوعہ ادارہ تنظیم المبلغین جاتری کہنہ ضلع شیخوپورہ)

اس باطل تأویل کا دوسرا جواب:

رسول کریم ﷺ کے ارشاد وان مسجدی آخر المساجد کا وہ مفہوم مراد لینا جو مرزا بشیر الدین نے لیا ہے یعنی ہر قسم کی مساجد کے حق میں مسجد نبوی کا آخری مسجد ہونا اس وجہ سے بھی درست نہیں کہ خود سرکار مدینہ ﷺ نے بالعموم مسلمانوں کو مسجدیں بنانے کی ترغیب فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔ من بنی للہ مسجداً بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ۔ جس شخص نے اللہ کی رضا کے لئے مسجد بنائی اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ رواہ ابن ماجہ عن علی کرم اللہ وجہہ الکریم (جامع صغیر ص ۱۶۸ جلد ۲)

ایک طرف کلمہ عموم من بنی للہ مسجداً سے ہر مسلمان کو مسجد بنانے کی ترغیب فرمانا اور دوسری طرف وان مسجدی آخر المساجد فرمانا دلالت کرتا ہے کہ ثانی الذکر حدیث میں آخر المساجد سے مراد وہ آخری مسجد ہے جو انبیاء کے ہاتھوں سے بنی ہیں۔ ہر خاص و عام کی بنی ہوئی مسجدیں مراد نہیں جیسا کہ مرزا بشیر الدین نے مغالطہ دہی سے کام لیا ہے۔

ختمِ نبوت سے فیضانِ نبوت کی بندش لازم نہیں آتی ہے

مرزا بشیر الدین قادیانی نے جو یہ لکھا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو آخری نبی مانا جائے تو یہ بات لازم آئے گی کہ آپ نے دنیا میں آکر تمام فیوض الٰہی کو روک دیا ہے۔ اور آپ بجائے دنیا کی ترقی میں مدد ہونے کے اس کے راستہ میں روک بن گئے ہیں اور گویا آپ نعوذ باللہ منہ دنیا کو اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کی بجائے اُسے وصول الی اللہ کے اعلیٰ مقام سے محروم کرنے والے ہیں درست نہیں۔ کیونکہ سرکار مدینہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اللہ تعالیٰ فیوضِ الٰہی پہنچانے کا جو کام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لیتا رہا ہے وہ کام اس نے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی امت کے مجددین و علمائے دین سے لیا ہے۔ اس مضمون کے ثبوت میں چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) ابوداؤد اور حاکم اور بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ان اللّٰہ تعالیٰ یبعث لھذہ الأمة علی رأس کل مائة سنة من یجدد لھا دینھا. بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے سرے پر ایک شخص مبعوث فرمائے گا جو اُس کے لئے اُس کے دین میں تجدید کرے گا۔ رواہ الجلال السیوطی وصححہ، (جامع صغیر ص ۷۴ جلد ۱) (مشکوٰۃ ص ۳۴ جلد ۱)

(۲) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ وان العلماء ورثة الانبیآء وان الانبیآء لم یورثوا دینارا ولا درھماً وانما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر۔ اور بلاشبہ میری امت کے علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور انبیاء نے اپنے ورثہ میں نہ دینار چھوڑے اور نہ درھم بلکہ انہوں نے اپنے ورثہ میں علم دین چھوڑا ہے۔ سو جو علم دین حاصل کرے وہ وافر حصہ لیتا ہے۔ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی (مشکوٰۃ ص ۳۱ جلد اول) (ترمذی ص ۱۰۹ جلد ۲)

(۳) امام حسن بن سفیان اور بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ العلماء امناء الرسل مالم یخالطوا السلطان ویداخلوا الدنیا فاذا خالطوا السلطان وداخلوا الدنیا فقدخانوا الرسل فاحذروھم۔ میری امت کے علماء رسولوں کے امین ہیں جب تک کہ وہ بادشاہوں سے اختلاط اختیار نہ کریں اور دنیا کی خواہش میں نہ پڑھیں سو جب وہ بادشاہوں سے اختلاط اختیار کرلیں اور دنیا کی خواہش میں پڑجائیں تو وہ رسولوں کی امانت میں خیانت کریں گے پس تم اُن سے بچو۔ (جامع صغیر ص ۶۹ جلد ۲ وحسنہٗ)

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ العلماء مصابیح الارض وخلفاء الانبیآء و ورثتی و ورثة الانبیآء۔ علماء زمین کے چراغ، انبیاء کے نائبین، میرے وارث اور انبیاء کے وارث ہیں۔ رواہ ابن عدی فی الکامل وضعفہٗ السیوطی (جامع صغیر ص ۶۹ جلد ۲)

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ العلماء ورثة

الانبیآء تحبھم اھل السمآء وتستغفرلھم الحیتان فی البحراذا ماتوا الی یوم القیامة ۔ علماء انبیآء کے وارث ہیں ان سے آسمان والے محبت کرتے ہیں اور جب وہ فوت ہوتے ہیں تو سمندر میں مچھلیاں قیامت کے دن تک اُن کے لئے دعائے مغفرت کرتی رہتی ہیں۔ رواہ ابن النجار وضعفہٗ السیوطی (جامع صغیر ص ۶۹ جلد ۲ ۔ کنوز الحقائق ص ۲۱ جلد ۲)

(۶) محدث دیلمی کتاب مسند الفردوس میں روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ العلماء مصابیح الجنة وخلفآء الانبیآء ۔ علماء جنّت کے چراغ اور نبیوں کے وارث ہیں۔ (کنوز الحقائق ص ۲۱ جلد ۲)

الحمد للہ ۔ ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے فیضانِ ہدایت کو قربِ قیامت تک جاری وساری رکھے گا۔ ہاں ۔ اس فیضانِ ہدایت کے جاری وساری رہنے کا ذریعہ انبیآء کی بجائے امّتِ محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کے علمائے دین اور مجددین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین والمرسلین ﷺ کو مبعوث فرما کر سلسلہء نبوت ورسالت تو بند کر دیا لیکن اس نے سلسلہء ہدایت بند نہیں کیا۔ وہ حضور ﷺ کی امت میں ایسے باصلاحیت علمآء ومجددین پیدا کرتا رہے گا جو سلسلہء ہدایت کو اپنی انتہاء تک پہنچادیں گے۔ ولہذا قادیانیوں کا یہ کہنا کہ اگر سلسلہء نبوت کو بند مانا جائے تو سلسلہء ہدایت کا بند ہونا لازم آتا ہے قطعاً یقیناً غلط ہے۔

صوفی نذیر احمد کاشمیری (ہندوستان) اپنے مضمون ''میاں بشیر الدین صاحب غور فرمائیں'' میں لکھتے ہیں۔ ''غیر تشریعی نبوت کی حقیقت ۔ رسول کریم ﷺ کے ذریعہ سے نہ صرف دین تکمیل کے آخری درجہ تک پہنچایا گیا بلکہ خود شریعت بھی مکمل کر دی گئی۔ مرورِ زمانہ اور ماحول کے تغیر وانقلاب کے ساتھ ساتھ آئندہ جو بھی معاشی ومعاشرتی سوالات معاشرۂ انسانی کے سامنے آتے جائیں گے شریعت محمدی کے اصولوں کے سامنے رکھ کر ان کے جوابات ہر دور کے فقہاء ومجتہدین کو دینے ہوں گے۔ شریعت محمدی سے آزاد ہو کر مطلق آزاد قسم کا اجتہاد چاہے وہ آزاد غور وفکر پر مبنی ہو یا کشف والہام پر ایک باطل چیز ہوگا اس لئے کہ کمال میں اضافہ کمال کی نفی ہے اور کچھ نہیں۔'' (ہفت روزہ الاعتصام

لاہور بابت ۲۸ اگست ۱۹۵۹ء)

بانیء دارالعلوم دیوبند کا گمراہ کن نظریہ

مولوی محمد قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب تحذیر الناس کی ابتداء میں خاتم النبیین کے معنی کی وضاحت میں لکھا ہے کہ۔''اول معنے خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیآء سابق کے زمانہ کے بعد ہے اور سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخیر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اِس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاَخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے۔مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ وحسب ونسب وسکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اور دوسروں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ ﷺ کی جانب نقصان قدر کا احتمال ہے کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں۔ اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔ باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سدِ بابِ اتباع مدعیانِ نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں کیا تناسب تھا جو ایک دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں۔ اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں مواقع تھے۔ بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاَخر زمانی اور سدِ بابِ مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے۔اور افضلیت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوفِ بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے۔ موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور استعار نہیں ہوتا۔ سو اسی طور رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض ہیں۔ اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ آپ پر سلسلہء نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔ غرض آپ جیسے نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیآء بھی ہیں۔ (تحذیر الناس ص ۴)

(۲) باندیشہ تطویل بقدر ضرورت پر اکتفاء کر کے عرض پرداز ہوں کہ اطلاق خاتم اس بات کا مقتضی ہے کہ تمام انبیآء کا سلسلہء نبوت آپ پر ختم ہوتا ہے جیسے انبیآء گذشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اس میں انبیآء گذشہ ہوں یا کوئی اور اور اسی طرح اگر فرض کیجئے کہ آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین یا کسی اور زمین یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اس کا سلسلہ نبوت بہر طور پر آپ پر مختتم ہوگا''۔ (تحذیر الناس ص ۱۷)

(۳) غرض اختتام اگر بایں معنے تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیآء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔'' (تحذیر الناس ص ۱۸)

(۴) ہاں اگر خاتمیت بمعنے اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس ہیچ مداں نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی ﷺ نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیآء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی بلکہ افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض زمانہ نبوی صلعم میں بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائے کہ آپ

کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ (تحدیذ الناس ص ۳۴)

ان چار عبارتوں پر غور و فکر کرنے سے بالتصریح ثابت ہوتا ہے کہ بانیء دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی نے خاتم النبیین کے اجماعی متواتر مرادی معنی لا نبی بعدی اور آخر النبیین کا انکار کیا ہے۔ اور خود اس کی عبارتوں سے یہ ثابت ہے کہ اس نے اپنی اس لمبی چوڑی تقریر میں لفظ خاتم النبیین کا جو معنی مراد لیا ہے وہ ساری امت کے مراد لیے ہوئے معنے کے خلاف ہے چنانچہ وہ خود لکھتا ہے۔ ''باقی رہی یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانیے تو ان کی تحقیر نعوذ باللہ لازم آئے گی یہ انہی لوگوں کے خیال میں آسکتی ہے جو بڑوں کی بات فقط از راہ بے ادبی نہیں مانا کرتے ایسے لوگ ایسا سمجھیں تو بجا ہے۔ المرء یقیــس علیٰ نفسہ۔ اپنا یہ وطیرہ نہیں۔ نقصان شان اور چیز ہے اور خطاء و نسیان اور چیز۔ اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آ گیا۔ اور کسی طفل ناداں نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا۔۔

گاہ باشد کہ کودک ناداں۔ بغلط بر ہدف زند تیرے۔ (تحذیر الناس ص ۳۴)

پھر یہ کودک ناداں اور ہیچ مداں خود اعتراف بھی کرتا ہے کہ میرا مراد لیا معنی متواتر معنی کے خلاف ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔'' سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے اور تصریحات نبوی مثل **انت منی بمنزلة هارون من موسى الّا انه لا نبی بعدی او کما قال** جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہء تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا۔ گو الفاظ مذکورہ بسند تواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہو گا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ حدیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا کہ اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہو گا۔'' (تحذیر الناس ص ۱۲)

سبحان اللہ! مندرجہ بالا عبارت کے آخری الفاظ'' ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر

ہوگا۔'' نانوتوی نے اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر فتویٰ کفر لکھ دیا ہے۔ پھر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی اور دیگر علمائے حق نے جو اس کی تکفیر کی ہے تو اس میں وہ قصوروار کیونکر ٹھہرائے جارہے ہیں۔

بدیں وجہ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی لکھتے ہیں۔

''الحاصل۔آیت کریمہ خاتم النبیین میں لغوی معنی اور احادیث، تفاسیر اور اجماع امت بلکہ خود دیوبندی علماء کی تصریحات کی رُو سے شرعی معنی متواتر اور قطعی اجماعی یہی ہیں کہ حضور پُرنور ﷺ کا زمانہ سب انبیآء کرام کے زمانے کے بعد ہے۔اور آپ سب میں آخری نبی ہیں اور یہ آخری نبی ہونا سیّد عالم ﷺ کے لئے فضل جلیل ہے کیونکہ آخری نبی ہونے سے حضور کی شریعت مطہرہ کو شرف افضلیت حاصل ہوا۔حضور علیہ السلام ناسخ الادیان ہوئے اور حضور کے دین متین کا ناسخ کوئی نہیں آئے گا۔حضور علیہ السلام سب سے بلند و برتر رہے اور ان سے بلند و بالا کوئی نہ ہوگا۔ خاتم النبیین کے اس معنی پر ایمان ضروریات دین سے ہے اور اس کا انکار کفر قطعی ہے۔'' (التنویر لدفع ظلام التحذیر ص ۸۸ مطبوعہ مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال۔ پاکستان)

اور غزالی ءدوراں مولانا سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔''ہم شفائے قاضی عیاض کی عبارت سے اور دیوبندی مفتی محمد شفیع کی کتاب ختم النبوۃ فی الآثار میں اس کے ترجمہ سے ثابت کرچکے ہیں کہ خاتم النبیین اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور اس سے بلا تاویل وتخصیص وہی معنے مراد ہیں جو ظاہر لفظ سے سمجھتے جاتے ہیں اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح خاتم النبیین کے معنے آخرالنبیین ہونا قطعی اور اجماعی امر ہے اسی طرح اس لفظ خاتم النبیین کا آخرالنبیین کے معنے میں منحصر ہونا بھی ساری امت کے نزدیک قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔'' (التبشیر بردّ التحذیر ص ۳۶)

الحمد للہ۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی قطعی اور اجماعی ہے اور اس کا انکار کفر ہے تو پھر اس قطعی واجماعی معنی کو چھوڑ کر ایک نیا معنی مراد لینے والا نانوتوی دائرۂ ایمان سے یقیناً خارج ہے۔ وھکذا ینبغی التحقیق و بیداللہ تعالیٰ ازمۃ التوفیق

ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم ۔

دیو بندی مولویوں کی سینہ زوری

نانوتوی صاحب کی جو چار عبارتیں مفصل باحوالہ ہم نے نقل کی ہیں ان کی موجودگی میں نانوتوی صاحب کے خیر خواہ دیو بندی مولوی اپنی سینہ زوری سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نانوتوی صاحب نے اگر چہ خاتم النبیین میں خاتمیت رتبی مراد لی ہے لیکن انہوں نے خاتمیت زمانی کا انکار بھی نہیں کیا ہے۔ اپنے اس دعوئی پر یہ لوگ تحذیر الناس کی چند عبارات پیش کرتے ہیں چنانچہ

مولوی حسین احمد مدنی لکھتا ہے۔'' تحذیر الناس ص ۱۰ سطر نمبر ۳ کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔'' سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت زمانی ظاہر ہے۔ ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ اور تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الّا انہ لانبی بعدی کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے۔ کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر معنوی ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا ان کا منکر کافر اس کا منکر بھی کافر ہوگا اھ'' (الشہاب الثاقب ص ۷۲)

اور وہ لکھتا ہے۔'' اور تحذیر الناس ص ۳۷ کی سطر ۱۲ میں حضرت مولانا تصریح فرمارہے ہیں۔'' بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تأخر زمانی اور سدِّ باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔'' (الشہاب ص ۷۶)

اور وہ لکھتا ہے۔'' اور تحذیر الناس ص ۱۰ کی سطر نمبر ۱۰ میں فرمارہے ہیں۔ اب دیکھیے کہ اس صورت میں عطف بین الجملتین اور استدراک اور استثناء مذکور بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے۔ اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی اھ۔'' (الشہاب ص ۷۴)

مولوی حسین احمد مدنی کی پیش کردہ یہ تینوں عبارتیں تحذیر الناس میں موجود ہیں۔
لیکن ان عبارتوں سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ نانوتوی صاحب خاتمیت زمانی کا علم رکھتے ہیں باقی رہا یہ کہ اس بات پر وہ عقیدہ و ایمان بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔ تو اس بارہ میں عرض ہے کہ جس طرح حضور علیہ السلام کی معرفت یہود کو تھی وہ اس معرفت کی وجہ سے اہل ایمان قرار نہیں دیئے گئے اسی طرح نانوتوی صاحب کو خاتمیت زمانی کا اگرچہ علم تھا لیکن اس علم کی بناء پر انہیں صاحب ایمان قرار نہیں دیا جائے گا۔ ایمان ماننے کا نام ہے جاننے کا نام نہیں ورنہ ماننا پڑے گا کہ جو یہود رسول اللہ علیہ السلام کی پہچان رکھتے تھے لیکن اُن پر ایمان نہیں لائے وہ بھی مومن تھے۔ اور شاید یہ بات دیوبندی مولوی بھی تسلیم نہیں کرتے ہوں گے۔
بالفرض اگر نانوتوی صاحب خاتمیت زمانی پر ایمان رکھنے والے ہوتے تو پھر وہ اپنی تحذیر الناس میں یہ نہ لکھتے۔

''بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے'' تحذیر الناس ص ۴

بلکہ وہ یہ لکھتے کہ بنائے خاتمیت اِسی بات پر ہے۔ یعنی خاتمیت زمانی پر بنائے خاتمیت ہے۔
اور وہ اپنی تحذیر الناس میں یہ نہ لکھتے

''جیسے انبیآء گذشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا۔ اس میں انبیآء گذشتہ ہوں یا کوئی اور'' (تحذیر الناس ص ۱۷)

بلکہ وہ یوں لکھتے کہ آپ کا محتاج الیہ ہونا اور انبیآء گذشتہ کا آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ''یا کوئی اور'' کا دُم لگا کر نانوتوی صاحب نے یہ واضح کر دیا کہ جس خاتمیت پر بناء ہے اُس کے لئے خاتمیت زمانی لازم نہیں ہے۔
اور وہ اپنی تحذیر میں یہ نہ لکھتے۔

''اور اسی طرح اگر فرض کیجئے کہ آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین یا کسی اور زمین یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اس کا سلسلہء نبوت بہرطور پر آپ پر مختتم ہوگا۔'' (تحذیر الناس ص ۱۷)

بلکہ وہ یوں لکھتے ۔

آپ کے زمانے سے پہلے اس زمین یا کسی اور زمین یا آسمان میں کوئی نبی تھا تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج تھا اور اس کا سلسلہء نبوت بہرطور پر آپ پر مختتم تھا۔ نانوتوی صاحب نے جو فعل ماضی کو چھوڑ کر فعل مستقبل کے صیغے استعمال کیے ہیں یہ بالتصریح ثابت کر رہے ہیں کہ ان کے نزدیک جو خاتمیت مراد ہے وہ ایسی خاتمیت رتبی ہے جس کے لئے خاتمیت زمانی لازم نہیں ہے ۔ **فافهم واغتنم والله الهادی الی الصراط المستقیم.**

مسئلہ کی مزید وضاحت

کے لئے عرض ہے کہ کسی شئے کا علم ہونا اور بات ہے اور اس پر عقیدہ وایمان ہونا دوسری بات ہے ۔جیسا کہ ہم پیچھے عرض کر چکے ہیں ۔غور فرمایئے کہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے ۔**الذین اتینا هم الکتاب یعرفونه کما یعرفون ابنآء هم وان فریقاً منهم لیکتمون الحق وهم یعلمون.** جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے اور بے شک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں ۔(پ ۲ رکوع ۱)

مفتی احمد یار خان نعیمی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں ۔''حضور علیہ السلام کی پہچان ایمان نہیں بلکہ حضور کا ماننا ایمان ہے ۔ جاننے اور ماننے میں بڑا فرق ہے ۔ یہاں حضور کی پہچان کو بیٹے کی پہچان سے تشبیہ دی گئی حالانکہ حضور تو باپ کی مثل ہیں ۔اس کی دو وجہیں ہیں ۔ ایک یہ کہ باپ اپنے بیٹے کو دلائل سے جانتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور بیٹا اپنے باپ کو محض سن کر ۔ دوسرے یہ کہ باپ اپنے بیٹے کی پیدائش سے پہلے ہی جانتا ہے مگر بیٹا اپنے باپ کو ہوش سنبھالنے کے بعد جانتا ہے ۔ یہ کفار حضور کو پیدائش سے پہلے ہی دلائل سے پہچانتے تھے ۔'' (نور العرفان)

سارے یہودی حضور علیہ السلام کی پہچان ،معرفت اور علم رکھتے تھے ۔لیکن اللہ نے سب کو صاحب ایمان قرار نہیں دیا بلکہ صرف ماننے اور ایمان لانے اور مسلمان کہلانے والوں

کو مومن قرار دیا ہے۔ اسی طرح ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نانوتوی صاحب کو یہ تو علم تھا کہ سرکار کی خاتمیت زمانی پر ساری امت کا اجماع ہے اور اس کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے لیکن انہوں نے اس معنی کی جگہ ایسی خاتمیت رتبی کو مراد لیا جس کے لئے خاتمیتِ زمانی لازم نہیں تو وہ اپنی ان سب عبارات کے باوجود خاتمیتِ زمانی کے منکر ہی قرار دیئے جائیں گے جیسا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی اور عرب وعجم کے اہل حق علماء نے کیا ہے فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ عنّا وعن سائر المؤمنین خیر الجزآء فی الآخرۃ.

نانوتوی کا نظریہ اعلیٰ حضرت بریلوی کی نظر میں

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ کتاب مستطاب جزاء اللہ عدوہ باباءہ ختم النبوۃ کے صفحہ نمبر ۹۵ میں لکھتے ہیں۔ '' ان احادیث کثیرہ وافرہ شہیرہ متوافرہ میں صرف گیارہ حدیثیں وہ ہیں جن میں فقط ختم نبوت کا انہی الفاظ موجودۂ قرآن عظیم سے ذکر ہے جن میں آج کل کے بعض ضلال قاسان کفر وضلال نے تحریفِ معنوی کی اور معاذ اللہ حضور کے بعد اور نبوتوں کی نیو جمانے کو خاتمیت بمعنی نبوت بالذات لی یعنی معنی خاتم النبیین صرف اس قدر ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نبی بالذات ہیں اور انبیآء نبی بالعرض۔ باقی زمانے میں تمام انبیآء کے بعد ہونا، حضور کے بعد اور کسی کو نبوت ملنی ممتنع ہونا یہ معنی ختم نبوت نہیں۔ اور صاف لکھ دیا کہ حضور کے بعد بھی کسی کو نبوت مل جائے تو ختم نبوت کے اصلاً منافی نہیں۔ اس رسالہء ضلالت مقالہ کا خلاصہء عبارت یہ ہے۔ '' عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ بلکہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طور رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو تصور فرمایئے۔ آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور نبی موصوف بالعرض۔ بایں معنی جو میں نے عرض کیا آپ کا خاتم ہونا انبیائے گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور

باقی رہتا ہے۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے اھ ملتقطاً''

مسلمانو! دیکھا۔ اِس ملعون ناپاک شیطانی قول نے ختم نبوت کی کیسی جڑ کاٹ دی۔ خاتمیت محمد یہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیہ کی وہ تاویل گڑھی کہ خاتمیت خود ہی ختم کر دی۔ صاف لکھ دیا کہ اگر حضور خاتم الانبیآء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کے زمانے میں بلکہ حضور کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو ختم نبوت کے کچھ منافی نہیں۔ اللہ اللہ۔ جس کفر ملعون کے موجد کو خود قرآن عظیم کا خاتم النبیین فرمانا نافع نہ ہُوا کما قال تعالیٰ وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین ولا یزید الظالمین الاّ خسارا۔ اتارتے ہیں ہم اس قرآن سے وہ چیز کہ مسلمانوں کے لئے شفا و رحمت ہے اور ظالموں کو اس سے کچھ نہیں بڑھتا سوا زیاں کے۔ اسے احادیث میں خاتم النبیین فرمانا کیا کام دے سکتا ہے۔ فبای حدیث بعدہ یؤمنون۔ قرآن کے بعد اور کونسی حدیث پر ایمان لائیں گے۔ یہ گمراہ کب سنے گا کہ اس نے اسی وسوسۃ الخناس میں صاف یہ خود بھی بتایا ہے کہ وہ سلف صالحین کے خلاف چلا ہے اور اس کا عذر یوں پیش کیا کہ اگر بوجہ کم التفاقی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آ گیا اور کسی طفل ناداں نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا وہ عظیم الشان ہو گیا۔ مگر آنکھیں کھول کر خود محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی متواتر حدیثیں دیکھے کہ میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں سب انبیآء میں آخر نبی ہوں۔ میں تمام انبیآء کے بعد آیا۔ ہم ہی پچھلے ہیں۔ میں سب پیغمبروں کے بعد بھیجا گیا۔ قصر نبوت میں جو ایک اینٹ کی جگہ تھی مجھ سے کامل کی گئی۔ میں آخر الانبیآء ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ نبوت و رسالت منقطع ہو گئی۔ اب نہ کوئی رسول ہو گا نہ نبی۔ نبوت میں سے اب کچھ نہ رہا سوا اچھے خواب کے۔ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ میرے بعد دجال کذاب ادعائے نبوت کریں گے۔ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ میری امت کے بعد کوئی امت۔ اُدھر علمائے کتب سابقہ اللہ و رسل جل جلالہ و صلے اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے ارشادات سن سن

کر شہادت ادا کر رہے ہیں کہ احمد خاتم النبیین ہوں گے۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ان کے سوا کوئی نبی باقی نہیں۔ وہ آخر الانبیآء ہیں۔ ادھر ملائکہ و انبیآء علیھم الصلوٰۃ والسلام کی صدائیں آرہی ہیں کہ وہ پسین پیغمبراں ہیں۔ وہ آخر مرسلاں ہیں۔ خود حضرت عزت عزت عزتہ سے ارشادات جانفزا دلنواز آرہے ہیں کہ محمد ہی اول و آخر ہے۔ اس کی امت مرتبے میں سب سے اگلی اور زمانے میں سب سے پچھلی۔ وہ سب انبیآء کے پیچھے آیا۔ اے محبوب میں نے تجھے آخر النبیین کیا۔ اے محبوب میں نے تجھے سب سے پہلے بنایا اور سب کے بعد بھیجا۔ محمد آخر الانبیآء ہے۔ مگر یہ ضال مضل محرف قرآن مغیر ایمان ہے کہ نہ ملائکہ کی سنے، نہ انبیآء کی، نہ مصطفےٰ کی مانے نہ اُن کے خدا کی۔ سب طرف سے ایک کان گونگا ایک بہرا ایک دیدہ اندھا ایک پھوٹا۔ اپنی ہی ہانک لگائے جاتا ہے کہ یہ سب نافہمی کے اوہام خیالات عوام ہیں۔ آخر الانبیآء ہونے میں فضیلت ہی کیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کذلک یطبع اللہ علیٰ کل قلب متکبر جبار ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب.

الحمد للہ کہ بیان اپنے منتہیٰ کو پہنچا اور حق کا وضوح ذروۂ اعلیٰ کو۔ احادیث متواتر سے اصل مقصد یعنی حضور اقدس ﷺ کا خاتم النبیین اور اہل بیت کرام کا نبوت و رسالت سے بے علاقہ ہونا تو بروجہ تواتر قطعی خود ہی روشن و آشکار ہوا اور اس کے ساتھ طائفہ تالفہ وہابیہ قاسمیہ کہ خاتم النبیین کو بمعنی آخر النبیین نہ مانتا تھا اور حضور اقدس ﷺ کے بعد اور نبی ہونے سے ختم نبوت میں نقصان نہ جانتا تھا اس کے کفر خفی و نفاق جلی کا بھی بفضلہ تعالیٰ خوب اظہار رہوا۔'' (جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ ص ۹۵ تا ص ۱۰۱)

الحمد للہ! یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے عقیدۂ ختم نبوت کا وضوح اظہر من الشمس ہوا اور عقیدۂ ختم نبوت کے دلائل پیش کرنے کے بعد منکرین ختم نبوت کے بے بنیاد دلائل کا بھی ردِ بلیغ ہو گیا ہے۔ ثم الحمد للہ علیٰ ذلک و ھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المبارکۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم. (۲۴ ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ بمطابق ۱۳ جون ۲۰۰۴ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیرھواں مقالہ

نعرۂ رسالت سے گریز کیوں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ ربّ اللعالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّدالانبیآء والمرسلین وعلیھم وعلیٰ الھم واصحابھم اجمعین امّابعد!

اہل سنت اپنے جلوسوں اور جلسوں میں نعرۂ تکبیر کے بعد نعرۂ رسالت لگاتے ہیں۔ بعض لوگوں کو نعرۂ رسالت پر اعتراض ہے اور اسی وجہ سے اس قسم کے لوگوں کے جلسوں اور جلوسوں میں نعرۂ تکبیر تو لگایا جاتا ہے لیکن نعرۂ رسالت سے گریز کیا جاتا ہے۔ ہم نے اپنے اس مختصر مقالہ میں نعرۂ رسالت کی اہمیت وضرورت پر رشنی ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو شرفِ مقبولیت بخشے اور ذریعہء ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کی وضاحت سے پہلے اس مسئلہ سے متعلق ایک فتویٰ پہلے درج کر دیا جائے تاکہ گفتگو سمجھنے میں آسانی ہو۔ وباللہ التوفیق۔

استفتآء

آج کل جلسوں میں یارسول اللہ کے نعرے بلند کیے جاتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کیا کسی صحابی نے ایسا نعرہ بلند کیا ہے؟ یہاں ایک دیوبندی وہابی مولوی صاحب اس کو منع کرتے ہیں۔ (ممتاز علی شاہ۔ ڈھاکہ۔ بنگال)

الجواب: ۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس زمانے کے دیوبندیوں وہابیوں نے علم دیانت سے کام نہ لینے کا عہد کر لیا ہے۔ معترضین اس بات پر غور نہیں کرتے کہ نداء کرنا جائز نہ ہوتا تو التحیات میں ہر نمازی کو السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ (اے نبی۔ آپ پر سلام، رحمت اور برکتیں ہوں۔) کہنے کے حکم کو داخل عبادت نہ کیا جاتا۔ نماز کے علاوہ ضرورت کے موقعہ پر اٹھتے بیٹھتے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارنا صحابہء کرام کا معمول رہا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف کی مستند کتاب شفائے قاضی عیاض جلد دوم ص ۱۹ پر یہ روایت موجود ہے کہ ان عبداللّٰہ ابن عمر خدرت رجلہ فقیل اذکر احب الناس الیک فصاح یا محمداہ۔ یعنی صحابی رسول مقبول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سو گیا تو ان سے کہا گیا۔ آپ اپنے سب سے زیادہ پسندیدہ شخص کو یاد کریں تو آپ نے چلّا کر یا محمداہ کہا۔

اب اس بات پر غور کریں کہ صحابہء کرام سے زیادہ دین کے مزاج کو کون جان سکتا ہے۔ اگر اس طرح پکارنے میں شرک تو درکنار شائبہ شرک بھی پایا جاتا تو ہرگز ندا نہ کی جاتی۔

دینی جلسوں اور جلوسوں میں مسلمانانِ اہلِ سنت اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرنے کے لئے نعرۂ رسالت بلند کرتے ہیں یہ قطعاً جائز ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ معترضین جو اس کو ناجائز کہتے ہیں خود تو عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں رکھتے اور مجوزین سے دلیل جواز طلب کرتے ہیں۔ یاللعجب۔ تفصیلی دلائل معلوم کرنے کے لئے کتاب جآء الحق مصنفہ حضرت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب چوک پاکستان۔ گجرات کا مطالعہ کیجئے۔'' (ماہنامہ سالک راولپنڈی بابت۔ جنوری ۱۹۶۳ء)

تفصیلی جواب

سنی احباب اپنے جلسوں اور جلوسوں میں نعرۂ رسالت لگاتے ہیں مندرجہ بالا فتوئی سے معلوم ہوا کہ اس کی اصل وجہ رسول اللہ ﷺ کی عقیدت ومحبت کا اظہار ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ جس کام سے حضور ﷺ کی عقیدت ومحبت کا اظہار ہوتا ہو وہ عندالشرع جائز بلکہ محبوب ومستحسن ہی ہوگا۔ اور چونکہ نیت حسن سے نعرۂ رسالت لگایا جاتا ہے تو، حسنِ نیت سے یہ نعرہ مستحب اور باعث ثواب بن جاتا ہے۔ باعث ثواب کام سے کوئی مومن رکے گا نہیں اور منافق کے سوا کوئی اس سے روکے گا نہیں۔ اللہ کریم جل مجدہٗ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ **المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض م يأمرون بالمنكر وينهون عن المعروف.** منافق مرد اور منافق عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ برائی کا حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں۔ (پ۱۰ رکوع ۱۵)

مولانا مفتی احمد یار خان صاحب اس کے ماتحت لکھتے ہیں۔''اس سے معلوم ہوا کہ اچھی باتوں سے روکنا منافقوں کا طریقہ ہے۔ اس سے وہابیہ کو عبرت چاہیے کہ وہ ہمیشہ کارخیر ہی سے روکتے ہیں۔ ربّ فرماتا ہے۔ **مناع للخير معتد اثيم** ۔ (بھلائی سے بہت

روکنے والا۔ حد سے بڑھنے والا گناہگار۔ سورۃ القلم) وہابی کھیل تماشہ سے روکنے پر زور نہیں دیتے۔ جب روکتے ہیں تو اللہ ورسول کے ذکر سے یا اچھی مجلسوں سے روکتے ہیں۔ اللہ سمجھ دے۔ (نور العرفان)

نعرۂ تکبیر کا ثبوت

خوشی اور استعجاب کے موقعہ پر نعرۂ تکبیر لگایا جاتا ہے۔ اور خوب جوش وجذبہ کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے وقت مسلمانوں نے نبی پاک ﷺ کی موجودگی میں بلند آوازی سے نعرۂ تکبیر لگایا تو آپ نے اس پر اعتراض نہ فرمایا۔ چنانچہ محدثین بزار اور طبرانی اور ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں اور بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت اسلم رضی اللہ عنہ سے راوی کہ ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان فرمایا۔ اس واقعہ میں آپ نے فرمایا۔ فتشهدت فكبر المسلمون تكبيرة سمعت بفجاج مكة وكانوا مستخفين۔ پھر میں نے کلمہ شہادت پڑھا تو مسلمانوں نے اتنی بلند آوازی سے نعرۂ تکبیر لگایا کہ مکہ کے راستوں میں یہ نعرہ سنا گیا حالانکہ اس وقت مسلمان چھپے ہوئے تھے۔ (تاریخ الخلفاء لجلال الدین السیوطی ص ۸۹)

اور محدث ابونعیم نے دلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے حضرت عمر سے ان کے لقب فاروق کی وجہ پوچھی تو انہوں نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کیا۔ اس واقعہ میں آپ فرماتے ہیں فتشهد عمر فكبّر اهل الدار تكبيرة سمعها اهل مكة۔ پھر حضرت عمر نے کلمہ شہادت پڑھا تو گھر میں جتنے مسلمان تھے ان سب نے اتنی بلند آواز سے نعرۂ تکبیر لگایا کہ مکہ والوں نے اُسے سنا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۹۱)

دیوبندی وہابی بھی نعرۂ تکبیر لگاتے ہیں

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر مسلمانوں نے خوشی۔

استعجاب میں زوردار نعرۂ تکبیر لگایا تھا اس وجہ سے دیوبندی وہابی لوگ بھی اپنے جلسوں میں نعرۂ تکبیر لگاتے ہیں۔ ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

دیوبندی مکتبہء فکر کا ہفت روزہ ترجمان ''خدام الدین'' کا ایڈیٹر مناظر حسین نظر ۸ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ بمطابق ۵ جولائی ۱۹۶۸ء جلد نمبر ۱۴۔ شمارہ نمبر ۹ کے اداریہ میں ''اتحادِ عالم اسلامی۔ ایک تجویز'' کے زیر عنوان لکھتا ہے۔ مؤتمر عالمِ اسلامی ملتان کے زیر اہتمام ملتان میں ۳ جون کی شام جناب محمد ابراہیم کلچرل اتاشی سفارت خانہ سعودی عرب کے زیر صدارت ''یوم بیت المقدس'' کے سلسلہ میں ایک عظیم اجتماع میں خان انعام اللہ خان جنرل سیکریٹری ورلڈ کانگرس نے جس مؤثر اور والہانہ انداز میں عالم اسلام کو دعوت اتحاد دی۔ دل چاہتا ہے کہ وہ آواز ابن قاسم باغ تک ہی محدود نہ رہے بلکہ ہر اس آبادی کے تمام گوشوں میں پہنچ جائے جہاں مسلمان آباد ہیں۔ الیٰ ان قال نعرۂ تکبیر کی صدائیں بار بار بلند ہو رہی تھیں۔ اھ بلفظہٖ۔

عہد رسالت میں نعرۂ رسالت کا ثبوت

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ **فقدمنا المدينة ليلاً فتنازعوا ايهم ينزل عليه رسول الله ﷺ فقال انزل على بني النجار اخوال عبد المطلب اكرمهم بذلك فصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان والخدم في الطرق ينادون يا محمد يا رسول الله يا محمد يا رسول الله** ۔ پھر ہم رات کے وقت مدینہ میں پہنچے تو اہل مدینہ نے آپس میں اس بارہ میں جھگڑا کیا کہ ان میں سے کس کے گھر میں نبیء پاک ﷺ اتریں گے۔ یہ دیکھ کر نبیء پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں (اپنے دادا) عبدالمطلب کے ننھیال خاندان بنی نجار میں اتروں گا اور میں اس سے اُنہیں اکرام بخشوں گا۔ یہ سن کر مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور نوکر راستوں میں یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ کہتے ہوئے پھیل گئے۔ (صحیح مسلم جلد دوم باب فی حدیث الھجرۃ قبیل کتاب التفسیر ص

۴۲۷)

امام محی الدین شرف نووی اِس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں ۔وفیه فضائل للانصار لفرحهم بقدوم رسول الله ﷺ وظهور سرورهم به ۔ اس حدیث میں انصار مدینہ کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری پر خوشی محسوس کی اور رسالت کے نعرے لگا کر اپنی اس خوشی کو ظاہر کیا۔ (شرح مسلم شریف ۔ جلد دوم ۔ص ۴۲۷)

مفتی احمد یار خان نعیمی اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں ۔'' حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت فرما کر مدینہ پاک میں داخل ہوئے تو عورتیں اور مرد گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام گلی کوچوں میں متفرق ہو گئے ۔نعرے لگاتے پھرتے تھے یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ۔ (مسلم شریف)

اس حدیث مسلم سے نعرۂ رسالت کا صراحۃً ثبوت ہوا۔ اور معلوم ہوا کہ تمام صحابہ ٔ کرام نعرۂ رسالت لگایا کرتے تھے۔ اسی حدیث ہجرت میں ہے کہ صحابہ ٔ کرام نے جلوس بھی نکالا ہے۔ اور جب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر سے واپس مدینہ پاک تشریف لاتے تو اہل مدینہ حضور ﷺ کا استقبال کرتے اور جلوس نکالتے تھے۔ (مشکوٰۃ و بخاری وغیرھما) (جآء الحق ص ۱۸۵)

ہجرتِ نبوی کے تفصیلی واقعات

مولانا غلام نبی ہریکوئی اپنے مضمون '' کیا جلوس عید میلاد بدعت ہے۔'' میں رقم طراز ہیں ۔'' بعض حضرات اپنی غلط فہمی کی بنا پر عید میلاد کے جلوس کو شرک و بدعت کے فتووں کا نشانہ بناتے ہیں۔ میری ان سے مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ للہ تعصّب کی عینک اتار کر حبّ مصطفےٰ ﷺ کے چشمے لگا کر ذرا پہلے شمع رسالت کے پروانوں کے حالات پہ ایک طائرانہ نظر ڈال کر تو دیکھیں کہ اسلاف کا طور طریقہ کیا تھا؟ مجھے واثق امید ہے کہ وہ بغور مطالعہ

کرنے کے بعد اس حقیقت کو اظہر من الشمس پالیں گے۔ آؤ میں تمہیں شمع رسالت کے ان پروانوں (صحابہء کرام) کا حال سناؤں۔

کتاب استیعاب لابن البراور کتاب وفاء الوفاء للسمھودی میں لکھا ہے کہ جب رسول کریم ﷺ مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کے قریب موضع غمیم میں پہنچے جو کہ رابغ اور جحفہ کے درمیان ہے تو بریدہ اسلمی قبیلہ بنی سہم کے ستر سوار ساتھ لے کر حصول انعام کی خاطر آنحضرت ﷺ کو گرفتار کرنے آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ تُو کون ہے؟ اُس نے جواب دیا۔ میں بریدہ ہوں۔ یہ سن کر آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بطور تفاؤل فرمایا کہ ہمارا کام خوش خنک اور درست ہوگیا۔ پھر آپ نے بریدہ سے پوچھا۔ تو کس قبیلہ سے ہے؟ اس نے کہا۔ بنو اسلم سے۔ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ہمارے لئے خیر و سلامتی ہے۔ پھر پوچھا۔ کونسے بنو اسلم سے؟ اس نے کہا۔ بنو سہم سے۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے اپنا حصہ اسلام سے پالیا۔ بعد ازاں بریدہ نے آپ سے پوچھا۔ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ میں اللہ کا رسول محمد بن عبداللہ ہوں۔ بریدہ نے نام مبارک سن کر کلمہء شہادت پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ جو سوار بریدہ کے ساتھ تھے وہ بھی مشرف باسلام ہوئے۔ بریدہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ مدینہ طیبہ میں آپ کا داخلہ جھنڈے کے ساتھ ہونا چاہیے۔ پس انہوں نے اپنا عمامہ سر سے اتار کر نیزہ پر باندھ لیا۔ اور آنحضرت ﷺ کے آگے آگے روانہ ہوئے۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ آپ کہاں اتریں گے۔ فرمایا۔ میری یہ ناقہ مامور ہے۔ جہاں یہ بیٹھ جائے میری وہی منزل ہے۔ بریدہ نے کہا۔ الحمدللہ۔ بنو سہم بطوع و رغبت مسلمان ہوگئے ہیں۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کی خبر مدینہ میں پہنچ چکی تھی۔ اس لئے لوگ ہر روز صبح کو شہر سے نکل کر ایک مقام میں جمع ہو کر آپ کا انتظار کرتے تھے۔ جب دوپہر ہو جاتے تو واپس گھروں کو چلے جاتے تھے۔ ایک دن انتظار کرنے کے بعد لوگ اپنے گھروں میں واپس جاچکے تھے کہ ایک یہودی نے ایک قلعہ پر سے اپنے کسی مطلب کے لئے نظر دوڑائی تو اُسے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ہمراہی سفید لباس پہنے نظر آئے جو سراب کے آگے حائل

تھے۔ وہ یہودی نہایت زوردار آواز سے بے ساختہ پکار اٹھا۔ اے معشر عرب۔ لو تمھارا مقصد جس کا تم انتظار کررہے تھے آگیا ہے۔ یہ سن کر مسلمانوں نے اپنے ہتھیار پہن کر حرہ قباء کے عقب میں آپ کا استقبال کیا۔ اور اظہار مسرت کے لئے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اس نعرے کی آواز قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں پہنچی۔ یہ قبیلہ موضع قباء میں مدینہ منورہ سے جنوب کی طرف دو میل دور ہے۔ اس خاندان کا سردار کلثوم بن ہدم انصاری اوسی تھا۔ آپ سے پہلے اکثر اکابر صحابہ ہجرت کر کے اسی کے پاس اترتے تھے۔ حضور ﷺ نے بھی اسی کو شرف نزول بخشا۔

قباء میں قیام فرمانے کے بعد حضور ﷺ نے جمعہ کے دن باطن مدینہ کو کوچ فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری سے مدینہ کے مسلمانوں کو جو خوشی ہوئی اس کا بیان نہیں ہوسکتا۔

حضور ﷺ کی سواری محلہ نجار کے نزدیک پہنچی تو جوشِ مسرت کا یہ عالم تھا کہ بنی نجار کی پردہ نشیں بچیاں چھتوں پر نکل آئیں اور یوں گانے لگیں۔

؎ طلع البدر علینا	من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا	ما دعا للہ داع

(ترجمہ) وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر چودہویں کا چاند طلوع ہوا۔ ہم پر شکر لازمی ہے جب تک دعا مانگنے والا دعا مانگتا رہے۔

آپ کی ناقہ کا بیٹھنا تھا کہ بنو نجار کی لڑکیاں دف بجاتی نکلیں اور یوں گانے لگیں۔

؎ نحن جوار من بنی النجار یا حبذا محمد من جار

(ترجمہ) ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی۔ خوشی ہے آمنہ کے لعل کے تشریف لانے کی۔ آپ نے یہ سن کر لڑکیوں سے پوچھا کیا تم مجھے دوست رکھتی ہو؟ وہ بولیں۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ میں بھی تمہیں دوست رکھتا ہوں۔ اسی خوشی میں مرد و زن چھوٹے بڑے گلی کوچوں میں پکار رہے تھے جاء رسول اللہ۔ جاء نبی اللہ۔ (رسول اللہ تشریف لائے ہیں۔ نبی اللہ تشریف لائے ہیں۔) حبشی غلام آپ کے قدوم میمنت لزوم کی خوشی میں ہتھیاروں سے کھیل رہے تھے۔ انسانوں پر کیا موقوف۔ وحوش بھی اپنی حرکات وسکنات سے خوشی کا

اظہار کررہے تھے۔ سبحان اللہ۔ محبت ہوتو ایسی ہو۔ عقیدت ہوتو ایسی ہو۔

کیوں قارئین حضرات! انصاف سے خدالگتی کہنا کہ یہی جلوس نہیں یا جلوس کوئی اور چیز ہے۔ آج جلوس میں کیا کہا جاتا ہے۔ اپنے آقا و مولا شب اسریٰ کے دولہا کے میلاد کی خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ پاکیزہ بدن ہوکر پاکیزہ کپڑے پہن کر ذکر مصطفٰے کیا جاتا ہے۔ نعرۂ تکبیر ورسالت بلند کیے جاتے ہیں۔ جھنڈے لہرائے جاتے ہیں۔ رضا کاروں کی سلامی لی جاتی ہے۔ مولائے قدوس کی نعمت عظمٰی کا شکر ادا کیا جاتا ہے۔ جگہ جگہ محفل منعقد کی جاتی ہے۔ کوچہ کوچہ میں ذکر خدا ومصطفٰے کیا جاتا ہے۔ اگر یہ سب امور بدعت وشرک ہوتے تو خود حضور پرنور ﷺ صحابہ ءکرام کو منع فرمادیتے۔ لیکن چونکہ نبی ٔ کریم ﷺ نے منع نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ میلاد کا جلوس عشق مصطفٰے کی علامت اور صحابہ کرام کی سنت ہے۔''

؎ نثار تیری چہل پہل پہ ہزار عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں۔''

(ہفت روزہ ''سوادِ اعظم'' لاہور بابت ۱۶ اگست ۱۹۶۳ء)

رسول اللہ کی موجودگی میں نعرۂ رسالت لگایا گیا تھا

ایک صاحب لکھتے ہیں۔ ''نبی ٔ کریم ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرماکر مدینہ طیبہ کی طرف تشریف لائے تو مدینہ کے مرد عورتیں بچے اور بوڑھے سب گلیوں میں پھیل گئے اور کچھ لوگ مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور سب مل کر بلند آواز سے کہتے تھے یا محمد یارسول اللہ (بخاری ومسلم)

یہاں یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ ابھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ شریف میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ گویا لوگوں کی نظروں سے غائب تھے لیکن عقیدت مند مسلمان پہلے ہی آپ کی تشریف آوری کی خوشی میں یا محمد یا رسول اللہ کے نعرے لگارہے تھے۔ تو آج اگر ہم بھی آپ کے سامنے موجود نہ ہوتے ہوئے یارسول اللہ کے نعرے

لگائیں تو یہ صحابہ کرام کی سنت پر عمل ہوگا۔'' (نعرۂ رسالت کا ثبوت ص ۴)

یہ درست نہیں کیونکہ ان صاحبوں نے حدیث شریف کا جو ترجمہ کیا ہے اس میں صراحۃً لکھا ہے'' ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ کی طرف تشریف لائے'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رسالت کے نعرے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری کے بعد آپ کی بجسمہ الشریف موجودگی میں لگائے گئے ولہذا اس حدیث سے مندرجہ بالا عبارت میں جو نتیجہ نکالا گیا ہے وہ درست نہیں ہے حضرت مولانا ابو طاہر محمد شریف خالد رضوی نقشبندی خطیب جامع مسجد کہنہ جاتری ضلع شیخوپورہ اس حدیث مسلم کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔'' اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ نعرۂ رسالت لگانا یعنی یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ خوشی کے وقت (باواز بلند) کہنا بدعت نہیں ہے۔ بلکہ حضور ﷺ کے زمانہ پاک میں اور آپ کی موجودگی میں یہ نعرہ لگایا گیا ہے اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو حرف یاء کہہ کر پکارنا شرک نہیں۔ اگر شرک ہوتا تو حضور ﷺ کا فرض تھا کہ اس سے انہیں منع فرما دیتے اور شرک سے بچاتے۔'' (یا رسول اللہ ص ۱۴)

نعرۂ رسالت شرعاً جائز ہے

الحمد للہ۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ کا نعرۂ رسالت لگایا گیا اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہ نعرۂ رسالت شرعاً جائز ہے جس طرح آپ کی بجسمہ الشریف موجودگی میں اِن الفاظ سے نعرۂ رسالت جائز تھا اسی طرح آج بھی آپ کی بروحہ الشریفہ موجودگی میں ان الفاظ سے نعرۂ رسالت لگانا جائز ہے۔ فمن ادعی الفرق فعلیہ البیان۔

آزاد ذہنیت کی ستم ظریفی

متین فکری نامی شخص اپنے مضمون '' محمد ﷺ وہ انسان کامل جس پر زمانہ ہمیشہ ناز کرتا رہے گا۔'' میں لکھتا ہے'' اب دیکھیے۔ آپ مدینہ کس شان سے پہنچتے ہیں۔ بچے

بوڑھے جوان عورتیں بچیاں سب آپ کے لئے چشم براہ ہیں۔ پورا شہر سراپا انتظار بنا ہوا ہے۔ جونہی اطلاع ملتی ہے کہ رسول پاک قبا میں چند روزہ قیام کے بعد مدینہ کی جانب رواں ہیں تو لوگ دیوانہ وار گلیوں میں نکل آتے ہیں۔ بچیاں دف بجا کر آپ کے لئے خیر مقدمی ترانہ گاتی ہیں۔ نوجوان نعرۂ تکبیر سے آپ کا استقبال کرتے ہیں اور پورے شہر میں جشن کا سماں برپا ہوجاتا ہے۔ (روزنامہ جنگ راولپنڈی اقراء ایڈیشن بابت یکم جون ۲۰۰۱ء) مضمون نگار متین فکری صاحب کی آزاد ذہنیت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ مسلم شریف کی روایت میں تو آیا ہے کہ نعرۂ رسالت سے آپ کا استقبال کیا گیا تھا مگر اس شخص نے حدیث کی بات بدل کر لکھ دیا کہ نعرۂ تکبیر سے استقبال کیا گیا تھا۔ والی اللہ المشتکیٰ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

رسول اللہ کی وفات کے بعد مجاہدین نے نعرۂ رسالت لگایا ہے

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جنگوں میں مجاہدین نے نعرۂ رسالت یا محمداہ کے الفاظ سے لگایا ہے۔ جو یا رسول اللہ کے الفاظ کے مترادف ہیں۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

حضرت مولانا حافظ احسان الحق فیصل آبادی اپنے مضمون ''نعرۂ رسالت کی محققانہ مدلل علمی تحقیق'' میں لکھتے ہیں۔ (۱) ''سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم سے جب مسیلمہ کذاب سے جنگ ہوئی تو میدان جنگ میں صحابہ کرام بآواز بلند بطور شعار بار بار یا محمداہ (یارسول اللہ) کہتے تھے۔ (البدایۃ والنہایہ جلد ۶ ص ۳۲۴)

(نوٹ) شعار اُس لفظ کو کہتے ہیں جو ایک فوج والے آپس میں مقرر کرلیں تاکہ دوست دشمن میں تمیز ہوجائے۔ یعنی صحابہ نے مقرر کرلیا تھا کہ جو یا محمداہ کہے اُسے مسلمان سمجھا جائے اور جو نہ کہے اُسے کافر جانا جائے۔ (قاموس ص ۲۸۱۔ صراح ص ۱۸۷۔ لغات الحدیث ص ۸۵)

(۲) سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں بموقع جنگ مسلمانوں کا شعار یہ

تھا یا محمد یا منصور امتک امتک ۔ اے محمد! اے مدد کیے ہوئے اپنی امت کی خبر لیں اپنی امت کی مدد کریں ۔ (فتوح الشام للواقدی جلد اول ص ۱۶۰)

(۳) بہنسا کی جنگ میں ایک رات صحابہ سخت مشکل میں مبتلاء ہوئے تو اسی رات ان کا شعار یہ تھا ۔ ینادون یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل ۔ یا محمد یا محمد ۔ اے اللہ کی مدد اتر ۔ (فتوح الشام جلد دوم ص ۲۱۸) (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ۔ ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ)

اور یہی بزرگ اپنے اسی مضمون میں لکھتے ہیں ۔'' امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ تین غازیوں کو رومی کافروں نے گرفتار کر لیا تو انہوں نے بآواز بلند نعرۂ رسالت میں یا محمداہ کہا ۔ (شرح الصدور ص ۹۰)

ایک مسلمان قیدی کا بیان ہے کہ کافر بادشاہ کا جہاز دریا میں پھنس گیا ۔ تین ہزار آدمیوں نے زور لگایا مگر جہاز نہ نکل سکا ۔ بالآخر اس نے مسلمان قیدیوں سے کہا کہ تم جہاز نکالو ۔ فقلنا باجمعنا یارسول اللہ ۔ تو ہم سب مسلمان قیدیوں نے بیک زبان مل کر یا رسول اللہ کا نعرۂ لگا کر زور لگایا تو جہاز باہر آ گیا ۔ حالانکہ ہم صرف چار سو پچاس آدمی تھے ۔ (حجۃ اللہ جلد دوم ص ۴۱۰) (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ ۔ محرم ۱۴۰۳ھ)

دورِ حاضر میں نعرۂ رسالت کی کیفیت

دورِ حاضر میں نعرۂ رسالت کی کیفیت یہ ہے کہ جب مقرر رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں کوئی ذوق آور بات بیان کرتا ہے تو ایک مسلمان بلند آواز سے کہتا ہے ۔ نعرۂ تکبیر ۔ باقی حاضرین اس کے جواب میں بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ہیں ۔ پھر وہ بلند آواز سے کہتا ہے ۔ نعرۂ رسالت ۔ باقی حاضرین اس کے جواب میں کہتے ہیں ۔ یارسول اللہ ۔

نعرۂ رسالت کا یہ طریقہ شرعاً درست ہے ۔ اور اس کی اصل وہ حدیث ہے ۔ جس میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سو گیا **فقیل اذکر احب الناس الیک** تو آپ سے کہا گیا کہ اپنے سب سے زیادہ پسندیدہ شخص کو یاد کریں تو آپ نے چلا کر فرمایا ۔ یا محمداہ ۔ تو آپ کا پاؤں جاگ اٹھا ۔ (کتاب شفائے قاضی عیاض)

جس طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی کہنے والے کے کہنے پر نعرۂ رسالت لگایا اسی طرح نعرۂ لگوانے والا شخص جب کہتا ہے نعرۂ رسالت تو سب مسلمان اس کے جواب میں کہتے ہیں یا رسول اللہ ۔ فافھم واغتنم ھذاماظھر لی واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الحمد للہ ۔ اس سے ثابت ہوا کہ دور حاضر کا نعرۂ رسالت بدعت نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس قسم کا نعرۂ رسالت ثابت ہے ۔ اسے بدعت کہنا آج کل کے بدعتیوں کا وطیرہ ہے ۔

نعرۂ رسالت سے گریز کیوں؟

الحمد للہ ۔ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ نعرۂ رسالت لگانا عہد رسالت سے آج تک کے مسلمانوں کا معمول رہا ہے ۔ اس نعرہ میں یارسول اللہ کے الفاظ استعمال ہوتے چلے آئے ہیں ۔ اِس بابرکت نعرہ کا انکار کرنے والے لوگ ہی بتائیں گے وہ آج نعرۂ رسالت لگانے سے گریز کیوں کر رہے ہیں ۔ نعرۂ رسالت تو محبت رسول کی علامت ہے ۔ یہ نعرہ لگا کر محبت رسول کا اظہار ہر مسلمان پر لازم ہے ۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے ۔ آمین

وھذا آخر ما اردنا ایردہ فی ھذہ المقالۃ المتبرکۃ تقبلھا اللّٰہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ وانا الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الھاشمی القریشی غفر اللّٰہ تعالیٰ لی المدرس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس سھنسہ من مضافات آزاد کشمیر . (۳۰ ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

چودہواں مقالہ

مسئلہ صلوٰۃ وسلام

اکابرین دیوبند کی نظر میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارہ میں کہ دیوبندی وہابی لوگ مروّج صلوٰۃ وسلام (الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ) کا پڑھنا ممنوع اور بدعت بتاتے، ان کلمات کو سن کر سخت چڑتے اور مسلمانوں کو اس صلوٰۃ وسلام سے بشدت منع کرتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صلوٰۃ وسلام کا پڑھنا از روئے شرع شریف کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب بتوفیق اللہ الکریم الوھاب عزّ وجل

آج کل دیوبندیہ پر چونکہ وہابیت کا غلبہ ہے اس لئے وہ آج کل کے مرّوج صلوٰۃ والسلام (الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ) کو بدعت بتاتے اور اس سے بشدت منع کرتے ہیں۔ حالانکہ اکابرین دیوبند نہ صرف اس صلوٰۃ وسلام کو جائز بتاتے ہیں۔ بلکہ وہ خود اس کو پڑھتے، اپنے ورد و وظائف میں اسے شامل کرتے۔ نماز میں السلام علیک ایھا النبی کے کلمات کہتے اور زیارت روضۂ منورہ کے وقت الصلوٰۃ والسلام علیک یا خیر خلق اللہ جیسے الفاظ بولتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ اکابر دیوبندیہ کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فرماتے ہیں۔ "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بصیغۂ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں۔ یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے۔ لہٗ الخلق والامر۔ امر مقید بجہت وطرف وقرب وبعد وغیرہ نہیں ہے۔ پس اس کے جواز میں شک نہیں۔" (امداد المشتاق ص ۵۹)

(فائدہ) اس عبارت میں اکابر دیوبندیہ کے پیرومرشد نے یہ فیصلہ فرمادیا کہ اتصال معنوی کے اعتبار سے اگر کوئی شخص صلوٰۃ وسلام بصیغۂ خطاب پڑھے تو اس کے جواز میں کوئی شک نہیں۔ والحمد للہ علی ذلک۔

اور یہی حاجی صاحب فرماتے ہیں " آنحضرت ﷺ کی زیارت کا طریقہ۔ عشاء

کی نماز کے بعد پوری پاکی سے نئے کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر ادب سے مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور خدا کی درگاہ میں جمالِ مبارک آنحضرت ﷺ کی زیارت حاصل ہونے کی دعا کرے اور دل کو تمام خیالات سے خالی کر کے آنحضرت ﷺ کی صورت کا سفید شفاف کپڑے اور سبز پگڑی اور منور چہرہ کے ساتھ تصور کرے اور الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کی داہنے اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ کی بائیں اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ کی ضرب دل پر لگائے اور متواتر جس قدر ہو سکے درود شریف پڑھے۔ (ضیاء القلوب ص ۵۱)

اور یہی بزرگ فرماتے ہیں۔ "اور سوتے وقت اکیس بار سورۂ نصر پڑھ کر آپ کے جمال مبارک کا تصور کرے اور درود شریف پڑھتے وقت سر قلب کی طرف اور منہ قبلہ کی طرف داہنی کروٹ سے سولے اور الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھ کر داہنی ہتھیلی پر دم کر لے اور سر کے نیچے رکھ کر سوئے۔" (ضیاء القلوب ص ۵۱)

(فائدہ) حاجی صاحب کی ان ہر دو عبارات سے معلوم ہوا کہ زیارت مصطفےٰ ﷺ کی غرض سے نماز کے باہر روضہ انور کے پاس یا اس سے کوسوں دور مرّوج صلوٰۃ وسلام (الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ) کا پڑھنا جائز ہے۔ فاقول۔ اگر اس کا بغرض زیارت پڑھنا جائز ہے تو اس کا بے غرض زیارت پڑھنا کیسے ممنوع و بدعت ہوگا۔ فمن ادعی الفرق فعلیه البیان.

اور یہی حاجی صاحب لکھتے ہیں۔ ''اور توبہ استغفار کے بعد استغفر اللہ الخ اکیس بار پڑھکر درود الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ الخ تین بار عروج ونزول کے طریقے پر پڑھے'' (ضیاء القلوب ص ۸)

اور اس کے حاشیہ میں ہے۔ درود الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ الخ یعنی۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ۔ صلوٰۃ وسلام آپ پر اے خدا کے رسول خدا کے دوست اور اس کے نبی''

(حاشیہ ضیاء القلوب ص ۸)

(فائدہ) حاجی صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرات چشتیہ اپنے اوراد و وظائف میں جو اس مرّوج صلوٰۃ وسلام کو شامل فرماتے ہیں۔ یہ حاجی امداداللہ صاحب مرشد اکابرین دیوبند کے نزدیک بلانکیر جائز ہے۔ فاقول۔ دیوبندی عوام و علماء کے نزدیک بھی یہ مرّوج صلوٰۃ والسلام بلانکیر جائز ہونا چاہیے۔ ورنہ پیر اور ان کے مریدین کے عقیدہ میں مخالفت پائی جائے گی۔ فافھموا

اور شبیر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں۔ " حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت (ان اللّٰہ و ملائکتہ یصلون علیٰ النبی الآیۃ) نازل ہوئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا (یعنی نماز کی تشہد میں جو پڑھا جاتا ہے۔ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ) صلوٰۃ کا طریقہ بھی ارشاد فرما دیجئے الخ " (حاشیہ القرآن ص ۵۳۱)

اور دیوبندی امت کے حکیم اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔ '' جب دوسرا سجدہ کر چکے تو (عورت) بائیں چوتڑ پر بیٹھے اور اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دیوے اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھے اور انگلیاں خوب ملا کر رکھے پھر پڑھے۔ التحیات للّٰہ والصلوٰت والطیبات السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہٗ الخ ''۔ (بہشتی زیور ص ۲۴ جلد ۲)

(فائدہ) عثمانی اور تھانوی صاحب کی ان دو عبارتوں سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ، اقدس سے تھانوی صاحب کے دور تک مسلمان نماز میں مؤدبانہ بیٹھ کر حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام و رحمت و برکات بصیغہ خطاب بھیجتے رہے۔ اور تھانوی صاحب نے قیامت تک کے مسلمانوں کو اسی طریقہ سے صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کی تعلیم بھی دی ہے۔ فاقول۔ جب نماز میں سلام و رحمت و برکت بصیغہ خطاب بھیجنا نہ صرف جائز بلکہ اس کی مداومت پر جملہ مسلمانوں کا اجماع ثابت ہوا تو پھر آپ پر نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسی کیفیت قعود اور اسی صیغہ خطاب میں صلوٰۃ وسلام بھیجنا کیسے ممنوع اور بدعت ہوگا۔

فمن ادعی الفرق فعلیه البیان۔

اور مفتی اول دیو بند مولوی رشید احمد گنگوہی سے کسی نے استفسار کیا کہ " صلوٰۃ وسلام میں یا تشہد میں خطاب کا نہ کہنا افضل ہے جیسا کہ صحابہ کا معمول تھا یا نہیں جیسا کہ معمول زمانہ ہے۔ اگر نہیں ہے تو وجہ کیا ہے؟ " تو آپ نے لکھا۔ اگر ابنِ مسعود نے بعد وفات شریف کے صیغہ بدل دیا تو کوئی حرج نہیں کسی مصلحت کو یہ کیا ہوگا اور جو اصل تعلیم کے موافق (السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ) پڑھا جائے جب بھی حرج نہیں کہ مقصود حکایت ہے۔ دیکھو کہ حیات فخر عالم علیہ السلام میں بھی دور دور اپنے بیوت میں اور مکہ مکرمہ اور بلاد بعیدہ میں خطاب کے لفظ سے پڑھتے تھے جیسا کہ وہاں خطاب درست تھا اب کیا وجہ ہے جو حرام ہو " (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۸۹)

(فائدہ:) گنگوہی صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں دور دور کے علاقوں کے لوگ نماز میں تشہد میں آنحضرت ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بصیغہ خطاب بھیجتے تھے اور حضور علیہ السلام نے انہیں بصیغہ غیبت سلام بھیجنے کا حکم نہیں فرمایا تھا فاقول۔ اگر اس زمانے میں دربارِ رسالت سے دور رہ کر آپ پر صلوٰۃ وسلام بصیغہ خطاب بھیجنا جائز ومعمول بہ تھا تو آج اسی صیغہ سے آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا کیوں ممنوع وبدعت ہوگیا ہے۔ بینوا توجروا۔

اور یہی صاحب لکھتے ہیں " اور جس کا عقیدہ یہ ہے کہ سلام وصلوٰۃ آپ کو پہنچایا جاتا ہے۔ ایک جماعت ملائکہ کی اس کام کے واسطے مقرر ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے تو دونوں طرح (یعنی السلام علیک اور السلام علی النبی) پڑھنا مباح ہے۔ " (فتاویٰ رشیدیہ ص ۸۹)

اور یہی صاحب لکھتے ہیں۔ " البتہ اگر اس کلمہ (یارسول اللہ) کو درود شریف کے ضمن میں کہے اور یہ عقیدہ کرے کہ ملائکہ اس درود شریف کو آپ پر پیش عرض کرتے ہیں تو درست ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ملائکہ درود بندہ مومن کا آپ کی خدمت میں

عرض کرتے ہیں۔ اور ایک صنف ملائکہ اسی خدمت پر ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۶)

(فائدہ:) گنگوہی صاحب نے ان عبارات میں یہ دوٹوک فیصلہ دے دیا کہ صلوٰۃ وسلام بصیغۂ خطاب مع یارسول پڑھنا مباح یعنی جائز اور درست ہے۔ کیونکہ فرشتے آپ پر سلام عرض کرتے ہیں۔

فاقول: اگر دیوبندیوں کو گنگوہی صاحب کی اس پیش کردہ حدیث پر پکا سچا ایمان ہے تو انہیں مروج صلوٰۃ وسلام ضرور پڑھنا چاہیے۔ اگرچہ وہ اپنا مخصوص عقیدہ رکھ کر ہی پڑھیں۔ مگر افسوس وہ خود بھی نہیں پڑھتے الٹا پڑھنے والوں سے اُلجھتے اور چیں بچیں ہوتے ہیں۔ اور اس مبارک درودوسلام پر بدعت وخودساختہ ہونے کا فتویٰ جڑتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکیٰ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

اور مولوی محمد زکریا دیوبندی لکھتے ہیں۔" علامہ سخاوی ابوبکر بن محمد سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر بن مجاہد کے پاس تھا کہ اتنے میں شیخ المشائخ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ آئے ان کو دیکھ کر ابوبکر بن مجاہد کھڑے ہوگئے۔ ان سے معانقہ کیا۔ ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ میں نے عرض کیا کہ میرے سردار! آپ شبلی کے ساتھ یہ معاملہ کرتے ہیں حالانکہ آپ اور ہمارے علمائے بغداد یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ پاگل ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے وہی کیا جو حضور اقدس ﷺ کو کرتے دیکھا۔ پھر انہوں نے اپنا خواب بتایا کہ مجھے حضور اقدس ﷺ کی زیارت خواب میں ہوئی۔ حضور کی خدمت میں شبلی حاضر ہوئے۔ حضور اقدس ﷺ کھڑے ہوگئے۔ اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور میرے استفسار پر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہر نماز کے بعد **لقد جآء کم رسول من انفسکم** آخر سورہ تک پڑھتا ہے۔ اور اس کے بعد مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب بھی فرض نماز پڑھتا ہے اس کے بعد یہ آیت شریفہ پڑھتا ہے اور اس کے بعد تین مرتبہ صلے اللہ علیک یا محمد پڑھتا ہے۔" (فضائل درود شریف ص ۱۰۵)

(فائدہ): مولوی محمد زکریا صاحب کی پیش کردہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ہر نماز

کے بعد صلوٰۃ وسلام بصیغہ خطاب پڑھنا جیسا کہ ہم اہل سنت کے ہاں مروج ہے ۔ جائز مشائخ عظام و اولیاء کرام کا معمول اور حضور اقدس ﷺ کا انتہائی پسندیدہ ومقبول عمل ہے ۔ ؎لاکھ مدعی پہ بھاری ہے گواہی تیری

اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی لکھتے ہیں ۔ خود ہمارے شیخ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ اور دیگر مشائخ دلائل الخیرات پڑھا کرتے تھے اور مولانا حضرت حاجی امداداللہ شاہ مہاجر مکی قدس سرہ' نے اپنے ارشادات میں تحریر فرما کر مریدین کو امر بھی کیا ہے کہ دلائل کا ورد رکھیں اور ہمارے مشائخ ہمیشہ دلائل کو روایت کرتے رہے ہیں ۔ اور مولانا گنگوہی بھی اپنے مریدین کو اجازت دیتے رہے ۔ (ماضی الشفرتین ترجمہ المہند ص ۳۴)

اور مولوی بہاء الحق قاسمی امرتسری لکھتے ہیں ۔ " حالانکہ یہ (دلائل الخیرات) وہ پاکیزہ اور بابرکت کتاب ہے کہ جس میں اول سے آخر تک کلمات درود شریف کے علاوہ توحید، عشق الٰہی اور محبت سرکار دوعالم ﷺ کا ولولہ انگیز درس موجود ہے ۔ اسی وجہ سے ہزاروں علماء وصلحا واولیا کرام رحمۃ اللہ علیہم اس مقدس کتاب کو حرز جان بنائے رہے ۔ مولوی ثناء اللہ علمائے دیوبند سے حسن ظن کا اظہار کرتے ہیں آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ دلائل الخیرات کا وظیفہ دیوبندی علماء کے معمولات سے ہے "

(کتاب سفرنامہ شیخ الھند ص ۹۸ والتصدیقات ص ۱۱ بحوالہ نجدی تحریک ص ۱)

(فائدہ) : انبیٹھوی صاحب اور قاسمی صاحب کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ کتاب دلائل الخیرات جس طرح بریلوی علماء کے نزدیک معتبر ہے اسی طرح دیوبندی مولویوں کے نزدیک بھی معتبر ہے ۔ اور دیوبندی مولوی اور پیر اس کا وظیفہ بھی کرتے چلے آئے ہیں ۔ حالانکہ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۶۳ پر یہ حدیث موجود ہے ۔ وقیل لرسول ﷺ اراءیت صلوٰۃ المصلین علیک ممن غاب عنک ومن یاتی بعدک ماحالھما عندک فقال اسمع صلوٰۃ اھل محبتی واعرفھم وتعرض علی صلوٰۃ غیرھم عرضاً ۔

ترجمہ: اور کہا گیا رسول اللہ ﷺ سے کیا دیکھا آپ نے درود ان درود پڑھنے والوں کا اوپر آپ کے جو دور ہیں آپ سے اور جو کوئی آویں گے بعد آپ کے کیا حال ہے ان دونوں کا نزدیک آپ کے؟ پس فرمایا۔ سنتا ہوں درود اہل محبت اپنے کا اور پہچانتا ہوں میں ان کو اور پیش کئے جاتے ہیں اوپر میرے درود غیر کے۔ (دلائل الخیرات ص ۶۳)

اس حدیث نبوی سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اہل محبت کا درود وسلام سنتے ہیں خواہ وہ روضہ انور پر حاضر ہوں یا اس سے کوسوں دور۔ اور چونکہ سامع پر سلام ڈالنے میں اصل صیغہ خطاب کا صیغہ ہے اس لئے اہل محبت کے لئے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کے الفاظ سے درود وسلام پڑھنا ہی زیادہ مناسب ہے۔

اور مولوی ریاض احمد اشرفی سے کسی نے سوال کیا کہ "ہمارے ہاں مسجد میں ہر نماز کی آذان سے فوراً بعد لاؤڈ سپیکر پر درود الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ پڑھا جاتا ہے۔ اور یہی درود پاک نمازوں کے بعد بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے۔ کیا شریعت میں یہ جو اوپر لکھا جائز ہے؟ تو انہوں نے اس کے جواب میں لکھا۔ " نماز سے پہلے یا نماز کے بعد آذان سے پہلے یا آذان کے بعد کسی قسم کے ذکر پر خواہ وہ تسبیحات کی شکل میں ہو یا درود پاک کی شکل میں کوئی ممانعت منقول نہیں۔ البتہ غیر ضروری کو ضروری کر لینا قطعاً ممنوع ومکروہ ہے جیسے حلال کو حرام کرنا اور حرام کو حلال کر لینا منع ہے۔ ایک خاص ہئیت کو مقرر کر لینا اور پھر اس ہئیت کی خلاف ورزی کو گناہ سمجھنا۔ جبکہ وہ ہیئت منصوص بھی نہ ہو بہت بڑی زیادتی اور جرأت ہے۔ بلکہ فقہاء کرام کے ہاں ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ جہاں مستحب ومباح کو فرض قرار دے لیا جائے وہاں اس مستحب کا ترک ہی بہتر ہے۔"

(فائدہ): اس عبارت سے صاف صاف ثابت ہوا کہ اگر مروج صلوٰۃ وسلام کو فرض یا واجب اور اس کی خلاف ورزی کو گناہ نہ سمجھا جائے تو اس کے استحباب واباحت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ الحمد للہ ہم اہل سنت اس صلوٰۃ وسلام کو نہ فرض سمجھتے ہیں نہ واجب نہ اس کی

خلاف ورزی کو گناہ سمجھتے ہیں۔ بلکہ ہم اسے مستحب ہی سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اس کو منع بتانا دیوبندیہ کی ہم پر افتراء پردازی ہے۔ جب اس درود وسلام سے ممانعت شرعی منقول نہیں تو تمہیں منع کرنے کا کس نے حق دیا ہے؟" **ولكن الوهابيه لا يعقلون.**

اور یہی اشرفی صاحب، اسی سوال کے جواب میں آگے چل کر لکھتے ہیں۔ " درود شریف کے سب صیغے مقبول ہیں۔ اور سب سے عمدہ صیغے وہی ہیں جو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا صحابہ و تابعین سے مروی ہیں۔ انہی میں وہ مشہور صیغہ بھی ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ (روزنامہ جنگ۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۰ء)

(فائدہ): اشرفی صاحب نے یہ فیصلہ دے دیا کہ مروج صلوٰۃ وسلام کے صیغے مقبول ہیں۔ لہٰذا ان سے منع کرنا دیوبندیہ کی ہٹ دھرمی ہوگی۔

اور یہی اشرفی صاحب لکھتے ہیں۔ " حد ہے کہ حنابلہ اور متوحدین کے امام حافظ شیخ ابن تیمیہ بھی اس امر کے قائل ہیں کہ حضور علیہ السلام کے روضہ مبارک پر جو صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں وہ حضور علیہ السلام خود سنتے ہیں اور جو دور دراز میں لوگ پڑھتے ہیں وہ خاص اسی مقصد کے لئے مقرر فرشتوں کے ذریعے حضور علیہ السلام تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

(المناسک)

علمائے اہل سنت میں سے کوئی بھی قابل ذکر عالم دین فقیہ یا محدث یا مفتی ایسا نہیں جو وہاں حاضری کے وقت بصیغہء نداء درود شریف پڑھنے کا منکر ہو۔ حضرت قطب عالم فقیہ النفس مولنا مولوی رشید احمد گنگوہی جو علمائے دیوبند کے آئمہ میں سے ہیں بلکہ مؤسسین دیوبند میں ان کا مخصوص مقام ہے نے اپنی کتاب زبدۃ المناسک میں بوقت حاضری جو سلام لکھا ہے اور جو امام ابن ھمام رحمۃ اللہ علیہ کی فتح القدیر میں بھی ہے میں لفظ یا رسول اللہ بکثرت استعمال کیا گیا ہے۔" (روزنامہ جنگ ۸ اکتوبر ۱۹۸۰ء)

(فائدہ): اس عبارت سے ثابت ہوا کہ سب دیوبندی مولوی بھی روضہ انور پر جاکر

صلوٰۃ وسلام الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھتے ہیں ۔ لہٰذا اسے ممنوع یا بدعت کہنے والے دیوبندی خود اپنے اکابر کے معمول سے بے خبر ہیں ۔

اور یہی اشرفی صاحب لکھتے ہیں ۔ " البتہ بعض عشاق اور اکابر کے کلام میں اس لفظ (یا رسول اللہ) کا استعمال بکثرت موجود ہے جس سے اس کے عدم جواز کا معدوم ہونا ہی متشرح ہے ۔ صیغہ ہائے درود شریف یعنی صلوٰۃ وسلام بر خیر الانام میں اس کا (یعنی یا رسول اللہ) کا استعمال بالاتفاق جائز ہے ۔ " (روزنامہ جنگ مذکورہ بالا)

(فائدہ) : اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص یا رسول اللہ کا لفظ صلوٰۃ وسلام کے ضمن میں پڑھے تو یہ دیوبندی اکابرین کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے ۔ کیونکہ صلوٰۃ وسلام کو فرشتے آپ تک پہنچا دیتے ہیں ۔

اور مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں ۔ " یوں جی چاہتا ہے کہ آج درود شریف زیادہ پڑھوں اور وہ بھی ان الفاظ سے ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ " (شکر النعمۃ ص ۸ بحوالہ اشتہار مرتبہ مولانا غلام محمود ہزاروی شائع کردہ احباب مری)

(فائدہ) : اس سے معلوم ہوا کہ جوشِ محبت میں صلوٰۃ وسلام بصیغہ خطاب پڑھنا جائز ہے چونکہ اہل سنت پر اکثر جذبہء محبت طاری رہتا ہے اس لئے انہیں اکثر یہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا تھانوی صاحب کے نزدیک بھی جائز ہوگا ۔

اور مولوی محمد زکریا دیوبندی لکھتے ہیں ۔ " یہ نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھے انّ اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی ۔ اس کے بعد ستر مرتبہ صلی اللّٰہ علیک یا محمد کہے تو ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اے شخص اللہ جل شانہٗ تجھ پر رحمت نازل کرے ۔ اور اس کی حاجت پوری کر دی جاتی ہے ۔ (فضائل حج ص ۱۰۳)

(فائدہ) : اس سے روضہ انور پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام بصیغہ خطاب پڑھنے کی فضیلت معلوم ہوئی ۔ پس اگر کوئی اس نیت سے یہی صلوٰۃ وسلام روضہ اطہر سے دور ہوتے ہوئے

پڑھے کہ آپ پر فرشتے یہ صلوٰۃ وسلام پہنچا دیں گے۔تو پھر اس کی ممانعت کی کیا دلیل ہوسکتی ہے؟

اور یہی مولوی صاحب لکھتے ہیں۔" (فائدہ) ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ صلے اللہ علیک یا محمد کی جگہ یا رسول اللہ کہنا اولیٰ ہے۔علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ حضور کا نام لے کر پکارنے کی ممانعت ہے۔لیکن اگر یہی لفظ روایت میں منقول ہے تو منقول کی رعایت کی وجہ سے ممانعت نہ رہے گی۔اس ناپاک وناکارہ کے خیال میں روضہ اقدس پر مزوروں کے رٹے ہوئے الفاظ بغیر سمجھے طوطے کی طرح پڑھنے کی بجائے نہایت خضوع وخشوع سکون ووقار سے ستر مرتبہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ہر حاضری کے وقت پڑھ لیا کرے تو شائد زیادہ بہتر ہے۔(فضائل حج ص ۱۰۴)

(فائدہ): اس سے معلوم ہوا کہ اہل دیوبند کے نزدیک بھی جس طرح روضہء انور پر صلے اللہ علیک یا محمد پڑھنا جائز ہے اسی طرح وہاں الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ستر مرتبہ پڑھنا جائز بلکہ زیادہ بہتر ہے سبحان اللہ العظیم۔

اور یہی مولوی صاحب لکھتے ہیں۔" اس ناکارہ کے ناقص خیال میں جو شخص سلام کے الفاظ کا ترجمہ اور مطلب سمجھتا ہو اور ان الفاظ کے بڑھانے سے ذوق میں اضافہ ہوتا ہو اس کو تو تطویل مناسب ہے۔اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو طوطے کی طرح سے مزوروں کے الفاظ دہرانے کی ضرورت نہیں۔انتہائی ذوق وشوق اور غایت سکون اور وقار سے آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھتا رہے۔اور جب تک شوق میں اضافہ پاوے انہی الفاظ کو یا اور کسی سلام کو بار بار پڑھتا رہے۔" (فضائل حج ص ۱۱۸)

(فائدہ): اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ وسلام کے الفاظ میں کمی بیشی اور ردو بدل دیوبندیوں کے نزدیک بھی جائز ہے۔لہٰذا درود ابراہیمی پر ان کا زور دینا بے معنی بات ہے۔مسلمان جس لفظ درود وسلام میں اپنا ذوق پائیں ان میں انہیں سلام پڑھنے دیا

جائے۔

اور مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی اپنا فیصلہ ان لفظوں میں سناتے ہیں۔ ذرہ غور فرمائیے۔ "مسئلہ نداء یارسول اللہ ﷺ میں وہابیہ مطلقاً منع کرتے ہیں اور یہ حضرات (یعنی دیوبندی اکابر) نہایت تفصیل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لفظ یارسول اللہ ﷺ اگر بلحاظ معنی اسی طرح نکلا ہے جیسے لوگ بوقت مصیبت وتکلیف ماں اور باپ کو پکارتے ہیں تو بلاشک جائز ہے۔ علی ھذا القیاس اگر بلحاظ معنی درود شریف کے ضمن میں کہا جاوے گا تو بھی جائز ہوگا۔ علی ھذا القیاس اگر کسی سے غلبۂ محبت وشدت وجد وتو فر عشق میں نکلا ہے تب بھی جائز ہے۔ اور اگر اس عقیدہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ تک اپنے فضل وکرم سے ہمارے نداء کو پہنچا دے گا۔ اگرچہ ہر وقت پہنچا دینا ضروری نہ ہوگا مگر اس امید پر وہ ان الفاظ کو استعمال کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (شہاب ثاقب ص۶۴ مطبوعہ دیوبند)

پھر ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں" وہابیہ خبیثہ یہ صورت نہیں نکالتے اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا کہ وہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں۔ اور اہل حرمین پر سخت نفرین اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں۔ اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں حالانکہ ہمارے مقدس (دیوبندی) بزرگانِ دین اس صورت اور جملہ صورت درود شریف کو اگرچہ بصیغہ خطاب ونداء کیوں نہ ہوں مستحب ومستحسن جانتے ہیں۔ اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔ اور اس تفصیل کو مختلف تصانیف وفتاویٰ میں ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ براھین قاطعہ میں بھی مفصلاً مذکور ہے۔" (شہاب ثاقب ص ۶۵ مطبوعہ دیوبند)

پھر ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں۔ "یہ لوگ (وہابیہ عرب) جب مسجد شریف نبوی میں آتے ہے تو نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں اور روضہ اقدس پر حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام ودعا وغیرہ پڑھنا مکروہ اور بدعت شمار کرتے ہیں۔"

پھر ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں۔" وہابیہ خبیثہ بکثرت صلوٰۃ وسلام ودرود بر خیرالانام علیہ السلام اور قرآت دلائل الخیرات وقصیدہ بردہ وقصیدہ ہمزیہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے

اور اس کے استعمال کرنے اور ورد بنانے کو سخت قبیح و مکروہ جانتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے مقدس (دیوبندی) بزرگان دین اپنے متعلقین کو دلائل الخیرات وغیرہ کی سند دیتے رہے ہیں۔ اور ان کو کثرت درود و سلام و تحزیب و قرأت دلائل وغیرہ کا امر فرماتے رہے ہیں۔ ہزاروں کو مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی نے اجازت عطا فرمائی اور مدتوں خود بھی پڑھتے رہے ہیں۔ (شہاب ثاقب ص ۶۷ مطبوعہ دیوبند)

(فائدہ): ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مروج صلوٰۃ و سلام سے صرف وہابیہ منع کرتے ہیں۔ دیوبندی اکابر کے نزدیک اس کا پڑھنا مستحب و مستحسن ہے۔ لہٰذا جو دیوبندیہ آج کل اس صلوٰۃ و سلام سے منع کرتے ہیں وہ حقیقت میں وہابی ہیں۔ ہرگز ہرگز حنفی نہیں۔ اگر وہ حنفی ہوتے تو اس صلوٰۃ و سلام سے ہرگز منع نہ کرتے۔

وھذا آخر ما اردنا ایرده فی ھذه المقالة المبارکه تقبلھا اللّٰہ تعالیٰ بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ (۱۰ رجب ۱۴۰۰ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

پندرھواں مقالہ

تعظیمِ رسول کا شرعی معیار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ الہٖ

واصحابہٖ اجمیعن. اما بعد

اللہ کریم جل شانہ نے ایمان والوں پر اپنے پیغمبروں کی تعظیم فرض فرمائی اور قرآن مجید میں ان کی تعظیم بجالانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے۔

فالذین اٰمنوابہ وعزّروہُ ونصروہ واتبعو النور الذی انزل معہ اولٓئک ھم المفلحون ۔ پس وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم کی اور انہیں مدد دی۔ اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ اترا ایہی لوگ کامیاب ہیں۔ (پ ۹، رکوع ۹)

اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔ **وقال اللّٰہ انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ واتیتم الزکوٰۃ واٰمنتم برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللّٰہ قرضاً حسناً لا کفرن عنکم سیاتکم ولادخلنکم جنات تجری من تحتھا الانھار** ۔ اور اللہ نے کہا۔ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ البتہ اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ کو اچھا قرض دو تو میں ضرور تمہارے گناہ مٹا دوں گا اور میں تمہیں ضرور ان باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ (پ ٦، رکوع ۷)

اور وہ تیسرے مقام پر فرماتا ہے۔ **انا ارسلنک شاھدًا ومبشرًا ونذیرًا لتؤمنوا باللّٰہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃً واصیلاً.** بے شک ہم نے (اے محمد) آپ کو بھیجا حاضر و ناظر، خوشخبری دینے والا، ڈرسنانے والا بنا کر تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح شام اللہ کی پاکی بولو۔ (پ ۲٦، رکوع ۹)

عارف باللہ شیخ احمد صاوی اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں۔ " اور اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ اخذ کیا جائے گا کہ جو شخص اللہ کی تعظیم یا رسول اللہ ﷺ کی تعظیم پر اکتفا کرے۔ وہ ایمان والا نہیں ہے بلکہ مومن وہ شخص ہے جو ان دونوں کی تعظیم کو جمع کرے۔ ہاں ان کی تعظیم ان کے اپنے مراتب کے لحاظ سے لازم ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی تعظیم یہ ہے کہ

اسے حوادثات کی صفات سے پاک اور صفات کمالات سے متصف مانا جائے۔ اور رسول ﷺ کی تعظیم یہ ہے کہ آپ کو سچا رسول اور ساری مخلوق کو خوشخبری دینے والا۔ ڈرسنانے والا تسلیم کیا جائے اور آپ کی باتی پسندیدہ عادات اور محبوب صفات پر اعتقاد رکھا جائے۔ (حاشیہ جلالین ص ۸۲ جلد ۴)

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سب پیغمبروں کا ادب واحترام اور ان کی توقیر وتعظیم ایمان والوں پر فرض ہے۔ اللہ نصیب رکھے۔ آمین۔

امتی اور نبی کا رشتہ

شریعت جہاں بزرگوں کی تعظیم بجالانے کا حکم دیتی ہے وہاں بزرگوں کے مراتب کے لحاظ سے تعظیم کے مراتب بھی متعین کرتی ہے۔ مثلاً باپ اور بڑے بھائی دونوں کی تعظیم شرعاً واجب ہے۔ لیکن باپ کی تعظیم کا شرع شریف میں جو مقام ہے وہ بڑے بھائی کی تعظیم کا نہیں ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ نبی اور امتی کے درمیان رشتہ کی حقیقت سمجھی جائے۔ تاکہ اس رشتہ کے لحاظ سے امتی پر نبی کی تعظیم واجب قرار دی جاسکے۔ وباللہ التوفیق۔

نبی روحانی باپ ہے

قرآن مجید، احادیث مبارکہ، تفاسیر متبرکہ اور ارشادات بزرگان دین سے صراحۃً ثابت ہے کہ نبی اپنے امتی کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نبی الانبیاء ہونے کی وجہ سے جملہ اولاد آدم کے روحانی باپ ہیں۔ یہاں چند عبارات متبرکہ تبرکاً نقل کی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) امام ابوالبرکات نسفی تفسیر مدارک التنزیل میں فرماتے ہیں۔ **قال مجاهد كل نبی ابو امته ولذلک صار المؤمنون اخوة لان النبی ﷺ ابو هم فی الدین.** حضرت مجاہد نے فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام اپنی امت کے والد ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے مومن آپس میں بھائی بھائی ہوئے۔ کیونکہ حضور ﷺ ان کے دینی باپ ہیں۔ (اطیب البیان ص ۳۲۵)

(۲) اور یہی امام اسی کتاب میں لکھتے ہیں ۔وفی قراء ۃ ابن مسعود النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وھواب لھم ۔یعنی نبی کریم مومنین کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں ۔ اور حضور ﷺ ان کے والد ہیں ۔ (اطیب البیان ص ۳۲۵)

(۳) اور امام فراء البغوی لکھتے ہیں ۔ وفی حرف ابی رضی اللّٰہ عنہ وازواجہ امھاتھم وھواب لھم ۔یعنی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں آیا ہے اور حضور ﷺ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں ۔ اور آپ ﷺ خود ان کے باپ ہیں ۔ (معالم التنزیل ۔ص ۲۳۱ جلد ۵)

(۴) امام عماد الدین ابن کثیر لکھتے ہیں ۔ " آیا رسول اللہ ﷺ کو ایمان والے مردوں اور عورتوں کا باپ کہنا درست ہے؟ اس بارہ میں دو قول ہیں ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بصحت ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایسا نہیں کہا جائے گا ۔ اور شافعی مذہب کے دو قولوں میں یہی اصح قول ہے ۔ وقد روی عن ابی بن کعب وابن عباس رضی اللّٰہ عنھم انھماقرء االنبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم وھواب لھم وروی نحو ھذا عن معاویۃ و مجاھد وعکرمۃ والحسن وھو احد الوجھین فی مذھب الشافعی حکاہ البغوی وغیرہ واستأنسو اعلیہ بالحدیث الذی رواہ ابو داود عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ انہ قال رسول اللّٰہ ﷺ انما انا لکم بمنزلۃ الوالد واخرجہ النسائی وابن ماجہ ۔حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ان دونوں نے آیت کریمہ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم میں وازواجہ امھاتھم وھواب لھم کے الفاظ تلاوت کئے ہیں ۔ (جن کا مطلب ہے حضور کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں اور وہ خود ان کے باپ ہیں ۔) اور یہ اضافہ حضرات معاویہ، مجاہد، عکرمہ اور حسن بصری سے بھی مروی ہے اور یہی شافعی مذہب کی دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے جیسا کہ یہ امام بغوی وغیرہ نے بیان کیا اور اس قرأت کی صحت پر ان حضرات نے اس حدیث سے تائید حاصل کی ہے جس میں رسول ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے بمنزلہ باپ کے ہوں ۔ اس حدیث کو ابو داؤد کے علاوہ نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے ۔

اور اس بارہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ حضور ﷺ کو مومنوں کا باپ نہیں کہا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ " محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ۔" (تفسیر ابن کثیر ص ۴۶۸ جلد ۳)

(۵) عارف باللہ امام احمد صاوی لکھتے ہیں ۔ آیت کریمہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم میں ابوت حقیقی کی نفی کی گئی ہے ۔ اور یہ اس کے منافی نہیں کہ آپ ایمان والوں کے اس حیثیت سے باپ ہیں کہ آپ ان پر مہربان ہیں ۔ اور ان کے لئے خیر خواہ بھی ۔ (تفسیر صاوی ص ۲۳۲ جلد ۳)

(۶) اور امام اجل قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں ۔ فصارا با لھم ۔ پس آپ مومنوں کے باپ ہو گئے ۔ (شفا شریف ص ۷۰ ۔ جلد ۱)

(۷) اور امام علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں ۔ قولہ فصاراباً لھم النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم وھواب لھم مع ان کل نبی اب لامتہ بل ھو افضل واکمل تربیۃ من الاب لولدہ اذالاب سبب لا یجادہ والنبی باعث لامدادہ واسعادہ ویشیر الیہ قولہ ملۃ ابیکم ابراھیم ۔ پس رسول اللہ ﷺ رحمت اور شفقت کی بناء پر مومنوں کے باپ ہو گئے ۔ جیسا کہ آیت کریمہ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم میں ازواجہ امھاتھم کے بعد وھواب لھم شاذ قرأت میں وارد ہوا ہے ۔ اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے ۔ بلکہ وہ تربیت کرنے میں حقیقی باپ سے زیادہ فضیلت والا اور کمالیت والا ہوتا ہے ۔ کیونکہ حقیقی باپ اولاد کے وجود کا سبب ہوتا ہے تو نبی اپنے امتی کی امداد اور سعادتمندی کا ذریعہ ہوتا ہے ۔ اور اسی طرف اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملۃ ابیکم ابراھیم (تمہارے باپ ابراھیم کا دین) اشارہ کرتا ہے ۔ (شرح شفا ص ۴۶ جلد ۲)

(۸) امام شہاب الدین خفاجی اس کی شرح میں لکھتے ہیں ۔ ای صار ﷺ لجمیع امتہ بمنزلۃ الأب فی اللطف بھم والشفقۃ علیھم و ھو لا ینا فی قولہ تعالیٰ ما کان محمد ابا احد من رجالکم لان المنفیٰ ثمۃ الابوۃ الحقیقۃ ۔ یعنی رسول ﷺ شفقت اور مہربانی کے بناء پر اپنی امت کے لئے باپ کے بمنزلہ ہو گئے ۔ اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے ارشاد ماکان

محمد ابا احد من رجالکم کے خلاف نہیں۔ کیونکہ اس آیت میں ابوت حقیقہ کی نفی ہے۔ (اور اثبات ابوت ایمانیہ کا کیا گیا ہے) (نسیم الریاض ص ۴۶ جلد ۲)

(۹) شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ فرمود رسول اللہ ﷺ نیستم من برائے شما در نصیحت و خیر خواہی مگر مانند پدر برائے فرزندان خود۔ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں تمہارے لئے نصیحت و خیر خواہی میں اس طرح ہوں جس طرح کوئی باپ اپنے بیٹوں کے لئے ہوتا ہے۔" (اشعۃ اللمعات ص ۲۰۲ جلد ۱)

الحمد للہ ان عبارات معتبرہ سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے روحانی باپ ہیں۔ اور آپ کے جملہ امتی آپ ﷺ کی معنوی اولاد ہیں۔ ثم الحمد للّٰہ علیٰ ذلک

دیوبندی شہادتیں

اگرچہ دیوبندی علماء کا ایمان ہے کہ رسول للہ ﷺ بوجہ اولاد آدم سے ہونے کے ان کے بڑے بھائی ہیں۔ سو ان کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کرنی چاہیے۔ جیسا کہ ان کے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی نے کتاب تقویۃ الایمان میں لکھا اور ان کے قطب الارشاد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے البراہین القاطعہ میں اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ نے کتاب المہند میں اور حسین احمد مدنی نے شہاب ثاقب میں اور مولوی منظور سنبھلی نے سیف یمانی میں دہلوی صاحب کے اس عقیدہ کی تصدیق و تائید کی ہے۔ مگر بمصداق الحق ما شھدت به الاعدآء۔ انہی لوگوں کے قلم سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی لکھوا دیا کہ حضور ﷺ مومنوں کے روحانی باپ ہیں۔ چنانچہ مولوی خلیل احمد انبٹھوی کتاب بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد میں لکھتا ہے۔ او لانهم كالا بآء لامتهم فما لهم لكل اولادهم يعنى للمصالح العامة وهو معنى الصدقة۔ اس کا مفہوم دیوبندی سجاد بخاری ان الفاظ میں لکھتا ہے۔ "دوم یہ کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے لئے بمنزلہ آباء ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا مال ساری امت کا ہوتا ہے اور صرف وارثوں میں ہی

تقسیم نہیں ہوتا۔ (اقامۃ البرہان ص ۲۱۰ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی)

اور دیوبندی مولوی شبیر احمد عثمانی کے حاشیہ القرآن میں لکھا ہے۔ "اور اگر اس روحانی تعلق کی بنا پر کہہ دیا جائے کہ مومنین کے حق میں نبی بمنزلہ باپ کے بلکہ اس سے بھی بمراتب بڑھ کر ہے تو بالکل بجا ہوگا۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں انما انا لکم بمنزلۃ الوالد الخ اور حضرت ابی ابن کعبؓ وغیرہ کی قراءۃ میں آیت ہذا النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم الخ کے ساتھ وھواب لھم کا جملہ اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ باپ بیٹے کے تعلق میں غور کرو تو اس کا حاصل یہی نکلے گا کہ بیٹے کا جسمانی وجود باپ کے جسم سے نکلا ہے اور باپ کی تربیت و شفقت طبعی اوروں سے بڑھ کر ہے لیکن نبی اور امتی کا تعلق کیا اس سے کم ہے۔ یقیناً امتی کا ایمانی وروحانی وجود نبی کی روحانیت کبریٰ کا ایک پرتو اور ظل ہوتا ہے۔ اور جو شفقت اور تربیت نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوتی ہے ماں باپ تو کیا تمام مخلوق میں اس کا نمونہ نہیں مل سکتا۔ باپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کی عارضی حیات عطا فرمائی تھی۔ لیکن نبی کے طفیل ابدی اور دائمی حیات ملتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ ہماری وہ ہمدردی اور خیرخواہانہ شفقت فرماتے ہیں جو خود ہمارا نفس بھی اپنی نہیں کرسکتا۔ اسی لئے پیغمبر کو ہماری جان و مال میں تصرف کا وہ حق پہنچتا ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ (حاشیہ عثمانی ص ۵۱۷)

روحانی باپ جسمانی باپ سے زیادہ مستحق تعظیم ہے

چونکہ روح جسم سے افضل ہے کہ روح جسم کے بغیر باقی رہتا ہے مگر جسم روح کے بغیر فنا ہوجاتا ہے اور جسم خاک کا پتلا ہے مگر روح اللہ کے امر سے ہے۔ اس لئے روح کے رشتہ سے جو شخص باپ بنے گا وہ جسم کے رشتہ سے بننے والے باپ سے زیادہ معظم اور مستحق ادب واحترام ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مومن پر اپنے نبی کی تعظیم جس قدر واجب ہے۔ اس پر اس قدر تعظیم اس کے حقیقی باپ کی واجب نہیں کہ نبی کی نبوت کا انکار یا اس کی ادنیٰ بے ادبی کفر ہے۔ مگر باپ کی ابوت کا انکار یا اس کی بے ادبی کفر نہیں۔ سخت حرام فعل ہے۔ پس جو شخص نبی کو بڑا بھائی مانے اور اس کے لئے بڑے بھائی کی سی تعظیم کا قائل ہو وہ گمراہ

بے دین ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم.

اشکال

یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ واکرموا اخاکم اورتم اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔ (مشکوۃ ص ۱۴ جلد ۲) اور آپ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ای اخیی اشرکنا فی دعاءک۔ اے میرے پیارے بھائی ہمیں اپنی دعا میں شامل کرنا۔ (مشکوۃ ص ۱۷۶ جلد ۱) ان دو حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہمارے بھائی ہیں۔ باپ نہیں۔ لہٰذا ہم ان کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کریں گے جیسا کہ دیوبندی مولویوں کا عقیدہ ہے تو

اس اشکال کا جواب: یہ ہے کہ حضور ﷺ اولاد آدم سے ہونے کی وجہ سے جملہ اولاد آدم کے بھائی ہیں۔ لیکن آپ کا بھائی ہونا جسمانی رشتہ ہے۔ اس لئے روحانی رشتہ کا لحاظ کر کے آپ کو باپ ہی سمجھا اور کہا جائے گا۔ اور کم درجہ کے جسمانی رشتہ کے اعتبار سے آپ کو بھائی نہیں سمجھا اور کہا جائے گا۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اگر دو آدمیوں میں دو جہت سے رشتہ داری قائم ہو تو معظم اور قریبی رشتہ کا لحاظ کیا جاتا ہے دور یا کم درجہ کے رشتہ کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ یہ قاعدہ کلیہ سمجھنے کے لئے درج ذیل مثال پر غور کریں۔ وباللہ التوفیق.

ایک مثال

غلام علی کے دو بیٹے عمر اور حارث ہیں۔ عمر کا بیٹا بکر اور حارث کی بیٹی ہندہ کا نکاح ہو گیا جن سے زید نامی بیٹا پیدا ہوا۔ اب غور کریں کہ زید اور بکر میں دو جہت سے رشتہ داری ہے۔ ایک یہ کہ بکر زید کا باپ ہے اور دوسرا یہ کہ بکر ہندہ کا چچازاد بھائی ہے۔ اس لئے وہ اس کا ماموں بھی ہے۔ اب اگر یہ زید بے قید
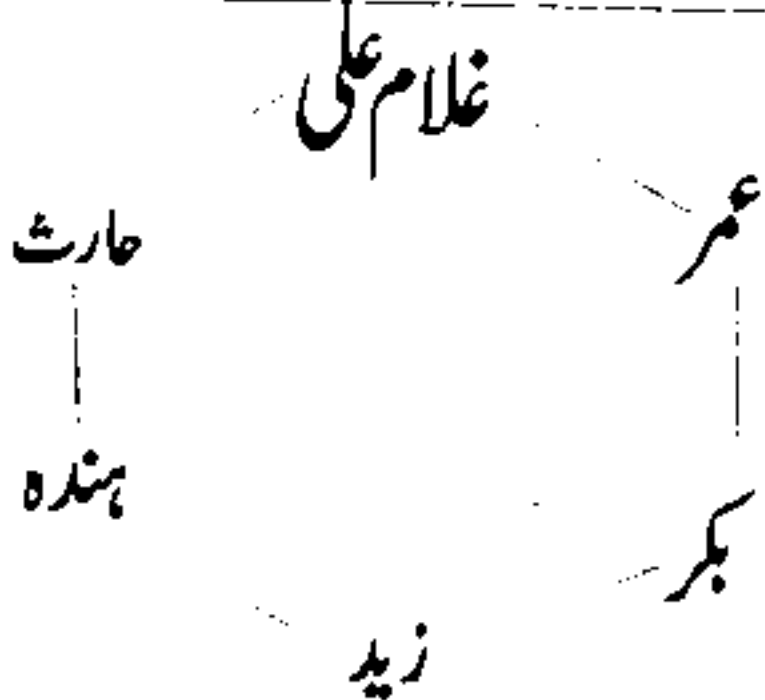
غلام علی
عمر — حارث
بکر — ہندہ
زید

بکر کو باپ ماننے یا کہنے کے بجائے ماموں مانے اور کہے تو اسے سخت گستاخ کہا جائے گا اگرچہ وہ اپنے کہنے میں سچا ہی سہی۔ اس طرح جو شخص نبی کو مومنوں کا بھائی کہے وہ اگرچہ ایک لحاظ سے سچا ہے۔ لیکن اسے گستاخ ضرور کہا جائے گا۔ **وھکذا ینبغی التحقیق وبیدا للّٰہ تعالیٰ ازمة التوفیق وھواعلم بالصواب۔**

حاصل کلام

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا اس کا حاصل یہ ہے کہ نبی ﷺ مومنوں کے روحانی باپ ہیں۔ اور سارے مومن آپ کی معنوی اولاد ہیں۔ روحانی باپ، جسمانی باپ سے زیادہ تعظیم کا مستحق ہوتا ہے۔ اس لئے آپ کی تعظیم باپ کی تعظیم سے بھی زیادہ کی جائے گی۔ آپ کا جتنا ادب ہو سکے کیا جائے گا کہ اس سرکار میں ادنیٰ سی بے ادبی اشد کفر ہے۔ شعر۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

وھذا اخر ماوردنا ایردہ فی ھذہ المقالة المبارکة تقبلھا اللّٰہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری القریشی الھاشمی غفر اللّٰہ تعالیٰ لہٗ خادم التصنیف والافتاء بالجامعة الحیدریة فضل المدارس ببلدة سھنسہ آزادکشمیر۔ (۱۳ جمادی الآخر ۱۴۰۹ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سولھواں مقالہ

دورِ حاضر میں معجزاتِ نبویہ کا ظہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمد والہٖ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ان کے اپنے اپنے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے معجزات سے نوازا ہے۔ اور سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو صرف معجزات عطا ہی نہیں کیے گئے بلکہ آپ کو سراپا معجزہ بنا کر اس دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا یھا الناس قد جآء کم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نوراً مبیناً۔

ترجمہ: اے لوگو۔ بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف ایک روشن نور اُتارا۔ (پ ۶ رکوع ۴)

اس آیت کریمہ میں برھان سے مراد رسول مقبول ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ امام ابوالبرکات نسفی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ای رسول یبھر المنکر بالاعجاز۔ یعنی برہان سے مراد وہ رسول ہے جو اپنے معجزات کے ذریعہ سے منکر کو ورطہ حیرت میں ڈال دے۔ (تفسیر نسفی جلد اول ص ۲۶۷)

اور مفسر علاء الدین خازن فرماتے ہیں۔ یعنی محمداً ﷺ وماجآ بہ من البینٰت من ربہ عزوجل وانما سماہ برھاناً لما معہ من المعجزات الباھرات التی تشھد بصدقہ۔ برہان سے مراد محمد ﷺ اور ان کے وہ معجزات ہیں جو وہ اپنے رب عزوجل کی طرف سے لے کر تشریف لائے اور آپ کو برہان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے ہمراہ وہ واضح معجزات تھے جو آپ کے صدق پر گواہی دیتے ہیں۔ (تفسیر خازن جلد اول ص ۶۲۹)

اور مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ "حضور از سرتاپائے اقدس حق کی دلیل ہیں۔ آپ کا ہر عضو ایک معجزہ نہیں بلکہ بے شمار معجزات کا مجموعہ ہے۔ حضور ﷺ کا لعاب شریف حضرت علی کرم اللہ وجھہ کی آنکھوں کا سرمہ، عبداللہ بن عتیک کی ٹوٹی ہڈی کا ... کھاری کوئیں کو میٹھا کرنے والا اور جابر رضی اللہ عنہ کے تھوڑے آٹے میں پڑ کر بے بہا برکت دینے والا ہے۔ غرض کہ آپ خود سراپا معجزہ اور رب کی دلیل ہیں۔"

(نور العرفان ص ۱۶۷)

رسول اللہ کے معجزات جاری و ساری ہیں

رسول اللہ علیہ السلام کے معجزات صرف آپ کی ظاہری دنیوی حیات تک محدود نہ تھے بلکہ آپکی وفات سے آج تک ہر دور میں آپ کے معجزات ظاہر ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور انشاء اللہ العزیز ابدالآباد تک آپ کے معجزات ظاہر ہوتے چلے جائیں گے۔ ہم نے اس مختصر رسالہ میں دور حاضر میں آپ کے ظاہر ہونے والے چند ایمان افروز معجزات کو سپرد قلم کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرفِ مقبولیت بخشے اور اہلِ ایمان کی پختگیء ایمان کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ السلام

(۱) اسم محمد کی برکت سے لکڑی کو آگ نہ لگی

سرفراز نواز عاصم موضع بچیکی کا بیان ہے کہ ہمارے پڑوس میں ہماری ہمسائی ایک دن کھانا پکانے لگی۔ ہنڈیا چولہے پر رکھی اور چولہے میں لکڑیاں ڈال کر آگ جلائی۔ تمام لکڑیاں آہستہ آہستہ جلنے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک لکڑی جلنا بند ہوگئی۔ اسے پھر ساتھ والی لکڑیوں سے آگ لگائی لیکن وہ پھر بھی نہ جلی۔ کافی کوشش کی لیکن اس لکڑی کو نہ جلنا تھا نہ جلی۔ وہ عورت سوچنے لگی کہ کیا بات ہے جو لکڑی کو آگ نہیں لگ رہی۔ پھر اس عورت نے اس لکڑی کے اوپر جو خول ہوتا ہے اسے اتارا تو اس کے نیچے نام محمد علیہ السلام (قدرتی طور پر) لکھا تھا۔ اس وجہ سے اس لکڑی کو آگ نہیں لگ رہی تھی۔ اس لکڑی کا ابتدائی حصہ جل گیا۔ لیکن جہاں محمد علیہ السلام کا نام آیا تو آگ نے اللہ کے حکم سے جلنا بند کردیا۔ پھر بعد میں ہمارے ہمسایوں نے اس لکڑی کو فریم کرلیا ہے۔ جو خدا کی قدرت کا منہ بولتا ثبوت آج بھی موجود ہے۔ سبحان اللہ۔ (روزنامہ انصاف لاہور بابت ۲۱ جولائی ۲۰۰۱ء بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ذوالقعدہ ۱۴۲۲ھ)

(۲) آگ میں داخل ہونے والے شخص محمد پناہ کا واقعہ

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ کے خصوصی نمائندہ محمد بخش لاڑکانہ نے لکھتے ہیں "احوال یہ ہیں کہ بتاریخ ۱۱ فروری ۱۹۹۸ء ہمارے علاقہ وارہ (لاڑکانہ) میں ایک دیوبندی شخص نے ایک عاشق رسول سنی بریلوی سے بحث کی کہ حضور اکرم ﷺ مختار و حاضر و ناظر نہیں۔ جبکہ سنی بریلوی شخص نے کہا کہ ہمارے آقا ﷺ مختار و حاضر و ناظر ہیں۔ آخر یہ طے ہوا کہ ہم دونوں آگ میں کودتے ہیں جو سچا ہوگا آگ سے بچ نکلے گا۔ اور جو جھوٹا ہوگا جل جائے گا۔ کافی لوگ کھڑے تھے۔ دیوبندی نے وضو کر کے دو نفل پڑھے اور قرآن کریم کی سورتیں پڑھ کر اپنے جسم پر دم کرتا رہا۔ ہمارے ساتھی عاشق رسول محمد پناہ نے بھی نفل پڑھے اور صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہوا آگ کی طرف بڑھا۔ آگ کے شعلے بہت تیزی سے آسمان کی طرف اُٹھ رہے تھے۔ اور محمد پناہ آگ کے بیچ میں صحیح سلامت الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھتے ہوئے کھڑے تھے۔ جبکہ خدا قسم وہابی دیوبندی شخص آگ میں داخل ہوا تو اس کی ٹانگیں پاؤں اور داڑھی کے بال وغیرہ جل گئے۔ اور اس کی صورت خوفناک ہوگئی۔ جیسے کوئی خطرناک جانور ہوتا ہے۔ بالآخر اس کے ساتھی اُسے ہسپتال لے گئے اور وہ زیرِ علاج ہوگیا۔ مگر عاشقِ رسول محمد پناہ کافی وقت آگ میں رہ کر نعرے لگاتا ہوا اور صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہوا بخیریت آگ سے نکل آیا۔ اور اس نے کہا خدا کی قسم مجھے آگ بہت ٹھنڈی لگ رہی تھی۔ یہ منظر دیکھنے کے قابل تھا۔ کافی اخباروں میں بھی یہ واقعہ شائع ہوا۔ سچ ہے۔

؎ آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا   آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

(ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ)

(۳) اسی قسم کا ایک اور واقعہ

موضع حسو بلیل میں مقامی دو طلباء مظفر خان اور محمد صابر خان کے درمیان کسی مذہبی

مسئلہ پر بحث ہوئی ۔ اس دوران ایک مقامی شخص محمد یوسف خان نے کہا کہ تم میں جو سچا ہے اس کا فیصلہ آگ کرے گی ۔ طالب علم صابر خان نے کہا کہ میں یا رسول اللہ کا نعرہ بلند کر کے آگ میں چھلانگ لگا سکتا ہوں ۔ مجھے یقین ہے میرا آقا مجھے بچا لے گا ۔ دوسرے طالب علم نے کہا یہ بھی نہیں ہو سکتا ۔ تم جل جاؤ گے ۔ محمد یوسف خان نے دونوں طالب علموں کو اپنے پاس بلا لیا اور کہا تم آپس میں مت لڑو ۔ میں تمہارا فیصلہ کر دیتا ہوں ۔ دونوں طالب علموں کی ایک ایک انگلی کو آگ لگائی گئی ۔ سب سے پہلے یوسف خان نے مظفر خان کی انگلی پکڑ کر دیا سلائی جلائی تو مظفر خان نے انگلی واپس کھینچ لی اور بھاگ گیا ۔ بعد ازاں صابر خان کی انگلی کو آگ لگائی تو اس نے با آواز بلند درود شریف کا ورد شروع کر دیا ۔ دیا سلائی جل کر بجھ گئی مگر طالب علم کو کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی بلکہ اسے یوں محسوس ہوا کہ ہاتھ ٹھنڈا ہو گیا ہے ۔ طالب علم محمد صابر خان نے درجنوں افراد کی موجودگی میں بتایا کہ جب میں نے درود شریف پڑھا تو مجھے ٹھنڈک سی محسوس ہونے لگی ۔ میرے رب نے اپنے محبوب کے صدقے سرخرو کیا ۔ جامع مسجد غوثیہ حسو بلیل کے خطیب پیر تصور حسین شاہ دیگر کارکنوں سمیت موقع پر پہنچے تو پوری فضا رسول اللہ ﷺ کے نعروں سے گونج اٹھی ۔ عوام نے اس معجزہ پر اظہار مسرت کیا ۔ " (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ رجب ۱۴۲۲ھ بحوالہ روزنامہ ڈیلی فریش نیوز جھنگ ۔ ۲۰ اپریل ۲۰۰۱ء)

(۴) درود شریف کی برکت سے گونگا بولنے لگا

لوہاراں والا کھوہ کا رہائشی تیس سالہ محمد رشید پیدائشی طور پر تقریباً نوے فیصد گونگا تھا ۔ کسی نے حضور پاک حضرت محمد ﷺ پر کثرت سے درود شریف کی اسے تلقین کی تو محمد رشید نے ابتدائی دنوں میں صلے اللہ پڑھنا شروع کر دیا ۔ پھر آہستہ آہستہ اس نے مکمل درود شریف پڑھنا شروع کر دیا ۔ اللہ تعالیٰ نے محمد رشید کو بولنے کے قابل کر دیا ۔ محمد رشید نے بتایا کہ میں خاص تہجد کے وقت حضور پاک پر کثرت سے درود شریف پڑھتا رہا اور اس کے

علاوہ بکریاں چراتے ہوئے بھی سارا سارا دن درود شریف پڑھتا رہتا تھا ﷺ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ۔ بحوالہ روزنامہ نوائے وقت ملتان، روزنامہ اساس فیصل آباد۔ ۱۴ اپریل ۲۰۰۰ء)

(۵) نام محمد ﷺ کے برکت سے بیٹے ملتے ہیں

سعودی عرب کے ایک انگریزی اخبار سعودی گزٹ کی ایک خبر کے مطابق جناب احمد العمودی کے ہاں جو کہ چار لڑکیوں کے باپ تھے۔ آخرکار ایک لڑکا پیدا ہوا۔ لیکن لڑکے کی پیدائش کے پیچھے ایک کہانی ہے۔ العمودی صاحب کی بیوی نے حالت امید میں اپنے خاوند سے کہا کہ اگر وہ اپنے ہونے والے بچے کا نام محمد رکھنے پر متفق ہوں تو انشاء اللہ ضرور لڑکا ہوگا۔ العمودی نے پوچھا کہ اسے کیسے علم ہوا ہے کہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ بیوی نے کہا میرا یکا ایمان ہے اور یہ ایک عام معمول ہے کہ جب کوئی اپنے پہلے بیٹے کا نام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے نام مبارک پر رکھنے کی نیت کرے گا تو بیٹا ہوگا۔ اور ہماری پڑوسنوں کے ہاں بھی ایسا ہو چکا ہے۔ چونکہ العمودی کو ایک اچھا پیغام مل چکا تھا اس لیے اس نے اسی طرح نیت و عمل کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد جب ان کی بیوی کے ہاں ولادت ہوئی تو واقعی بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام محمد رکھا گیا۔ سبحان اللہ۔ سچ ہے۔

؎ یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا   بگڑے کو بھی لیتا ہے بنا نامِ محمد ﷺ

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ بحوالہ مرسلہ محمد اکرم از ریاض سعودی عرب بحوالہ سعودی گزٹ۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۸۵ء)

آزاد کشمیر سے حاجی محمد صادق اور صوفی محمد یعقوب رقمطراز ہیں کہ ہم نے ماہنامہ رضائے مصطفےٰ ماہ ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ کے شمارہ میں آپ کا مضمون بعنوان "کیا برکتیں ہیں دیکھو محمد کے نام کی" اور نرینہ اولاد کے لیے اس میں مذکورہ طریقہ پر عمل کیا تو اللہ کریم نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے ہم پر بھی اپنی رحمت کی خاص بارش فرمائی ہے۔ اور ہم دونوں کو پانچ پانچ بیٹیوں کے بعد ایک ایک بیٹا عطا فرمایا۔ فالحمد للہ علی

ذلک ۔ حاجی محمد صدیق ۔ صوفی محمد یعقوب ساداآباد مل پور تحصیل بھمبر ضلع میرپور آزاد کشمیر۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ محرم ۱۴۰۹ھ)

(۶) نقشہ نعلین مبارک سے شفایابی

محکمہ پولیس کے سب انسپکٹر مستحسن شاہ نامی کے بیان کے مطابق میں عرصہ دراز سے عارضہ قلب میں مبتلاء تھا۔ اور دل کے امراض کے معروف ڈاکٹر نے لا علاج قرار دے دیا تھا۔ ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق دل کے والو بند ہو گئے تھے۔ جن کی ہدایات کی روشنی میں محکمہ سے میں چھٹی لے کر اپنے گھر واقع شیخوپورہ کے نواحی گاؤں چلا گیا۔ چھٹی کے دوران میں نے مسجد میں ڈیرے جما لیے اور مجھے ہر طرح سے موت ہی موت نظر آنے لگی۔ میں اپنے گناہوں کی معافی مانگتا پھر بھی قبر کی چار دیواری، اندھیرا اور بچوؤں کا تصور میری جان نہ چھوڑتا۔ اس دوران اقبال ٹاؤن کے عزیزوں کو ملنے آیا تو مسجد کے اندر رات کو محفل میلاد منعقد ہوئی جس میں یہاں کے خطیب نے حضور نبی اکرم ﷺ کے نقشِ پا اور بال مبارک کی کرامت کا تذکرہ کیا۔ یہ سن کر میں نے مسجد کے اندر موجود ایک شخص سے عرض کیا جس نے نقشِ پا اپنے سینے سے لٹکا رکھا تھا۔ یہ مجھے دے دو۔ میں نے وہ لے کر اپنے دل کے اوپر لگا لیا۔ اور پختہ یقین سے چند روز لگائے رکھا۔ اس دوران جو درد میرے دل اور سینے میں محسوس ہوتا تھا وہ غائب ہو گیا۔ چند روز بعد کارڈیالوجی میڈیکل سینٹر آ کر چیک اپ کرایا۔ یہاں ڈاکٹر حیران رہ گئے۔ انہوں نے علاج پوچھا تو میں نے نقشِ پا کی کرامت بتائی۔ بعد ازاں میں نے میو ہسپتال سے سٹی سکین کے تجربہ کار ڈاکٹروں سے چیک اپ کرایا تو انہوں نے مجھے مکمل صحت یاب قرار دے دیا اور آج تک میرا نقشِ پائے نعلین مبارک کے بغیر وقت نہیں گزرتا اور میں نماز کا بھی پابند ہو گیا ہوں۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ بحوالہ روزنامہ اخبار ملتان روزنامہ کارنامہ لودھراں بابت ۲ مئی ۱۹۹۹ء)

(۷) کینسر کی مریضہ کو شفا عطا فرما دی

صوفی محمد عبدالغفور رضوی بیان کرتے ہیں کہ مقصودہ بی بی زوجہ مستری چراغ دین ساکن منڈیکے گورائیہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کافی عرصہ کینسر کی مریضہ رہی اور ڈاکٹروں نے بھی لاعلاج قرار دے دیا۔ ویسے بھی وہ زیادہ علاج معالجہ کی متحمل نہ تھی۔ مگر وہ احکام شریعت صوم وصلوٰۃ، پردہ، ذکر اذکار اور وظائف ومعمولات کی پابند ہے اور دوران عارضہ بھی ان معمولات پر کاربند رہی۔ کچھ عرصہ بعد دوسرے مرض فالج نے بھی حملہ کیا اور مریضہ اب چلنے پھرنے کے بھی قابل نہ رہی۔ پیٹ اور دیگر جسمانی اعضاء سوج گئے اور زندگی موت کے دروازہ پر دستک دینے لگی، فالج کی بناء پر زبان سے کلام کرنا مشکل ہوگیا۔

ایک روز مریضہ کافی رات اپنے وظائف میں مشغول رہی۔ نیند کا غلبہ ہوا۔ اور ظاہری آنکھیں بند ہوئیں تو باطنی آنکھیں کھل گئیں۔ کیا دیکھتی ہے کہ خواب میں ایک بزرگ نے بشارت دی کہ تجھ پر کرم ہونے والا ہے۔ اور درود شریف کثرت سے پڑھنے کا حکم فرما دیا۔ مقصودہ بی بی نے اور زیادہ محبت وشوق سے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ چنانچہ مقصودہ بی بی کے بقول ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ کی رات مجھے سرکار مدینہ علیہ السلام کی والدۂ ماجدہ سیدہ آمنہ، حضرت فاطمہ الزہراء اور حضرت ام کلثوم کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے مجھے بڑی محبت وشفقت سے نوازا۔ حضرت فاطمۃ الزہراء مجھے اپنے ساتھ ایک حجرے میں لے گئیں۔ اور ایک کھیر کا پیالہ مجھے مرحمت فرمایا اور اسے کھانے کا حکم دیا۔ یہ کھیر اتنی سفید اور اتنی لذیذ اور خوشبودار تھی کہ اس کا ذائقہ اور خوشبو لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ بعد ازاں مجھے مدنی سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں لے جایا گیا۔ مدنی آقا علیہ السلام نے مجھے سورۃ الحمد شریف سنانے کا حکم فرمایا۔ میں نے زبان پر فالج کی وجہ سے معذوری عرض کی تو آپ نے مجھے ایک کھجور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء سے منگوا کر عنایت فرمائی۔ اس کھجور کے ساتھ بڑے بڑے پتے تھے۔ جن پر اللہ رب العزت کے اسماء حسنیٰ صاف نظر

آرہے تھے۔ اور اس کھجور سے شہد کی طرح خوشبودار اور میٹھا شہد ٹپک رہا تھا۔ حسب الارشاد مدنی آقا ﷺ میں نے وہ کھجور کھالی کھجور کھانا تھا کہ میری زبان بھی ٹھیک ہوگئی اور جسم کے دونوں امراض فالج اور کینسر بھی ختم ہوگئے۔ اور ایک دم میری ناقابل یقین صحت مند کیفیت ہوگئی۔ نیز آقا ﷺ نے مجھے برائے دم چند کلمات بھی تعلیم فرمائے اور اسلامی بہنوں کو تبلیغ کرنے کا حکم دیا۔ دریں اثناء اسی رات کے وقت میرے شوہر نے مجھے جگایا تو میں اٹھ کر بیٹھ گئی اور وقت پوچھا تو میرے شوہر نے بتایا کہ تقریباً تین بجے کا وقت ہے۔ میرا شوہر میری صاف صاف گفتگو اور جسمانی صحت دیکھ کر حیران ہوا اور خوش بھی اور پوچھا مقصود یہ ایک رات میں تو صحت مند کیسے ہوئی؟ میں نے سارا خواب سنا دیا۔ جس پر میرے بچے بھی جو روزہ رکھنے کے لیے اٹھے تھے بہت خوش ہوئے۔ پھر میں نے خود اٹھ کر کھانا پکایا اور بچوں کو سحری کھلائی۔ اگلی صبح محلہ کی عورتیں مجھے دیکھ کر حیران تھیں۔ اور خوش بھی جنہیں میں نے خواب کی ساری کیفیت سنائی۔ (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ)

(۸) محفلِ میلاد میں شانِ اعجازی کا مظاہرہ

گجرات شہر میں گیارہ اور بارہ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ کی درمیانی شب مفسر قرآن حضرت مولانا الحاج مفتی احمد یار خان صاحب کے دولت کدہ میں شب میلاد وقت میلاد ذکر میلاد کی تیاریاں شروع تھیں۔ بطور تبرک ٹھوٹھیاں (چھوٹے چھوٹے برتن) بھرنے کے لئے فرنی پکانے کا پرگرام تھا۔ اور گرمی اپنے شباب پر تھی۔ دس بجے رات کالے خان باورچی نے جب اپنا کام شرع کیا تو کیا دیکھتا ہے کہ فرنی پکانے کے لیے جو بیس سیر دودھ خریدا گیا تھا وہ پھٹ کر ناقابل استعمال ہو چکا ہے۔ فوری طور پر مزید دودھ حاصل کرنے کی کوشش کی گئی لیکن دودھ میسر نہ ہوسکا۔ باورچی صاحب مایوس ہوکر آگ بجھا کر چلے گئے۔ اس پریشان کن صورت حال پر تبصرہ جاری تھا کہ ذکر حبیب سے سرشار چند لڑکیوں کے دل میں آیا کہ جن آقا کی میلاد شریف کی تقریب ہے انہوں نے تو اپنے رب کے کرم سے سڑی ہوئی

کھجوریں اگادی تھیں۔تو کیا وہ پھٹا ہوا دودھ درست نہ فرمادیں گے۔اس خیال کا آنا تھا کہ باورچی کے تعاون کے بغیر از خود ان لڑکیوں نے دوبارہ آگ جلا کر کام شروع کر دیا اور اسی خراب شدہ پھٹے ہوئے دودھ میں چاول ڈال کر فرنی پکانے لگیں۔کہ جو ہو سو ہو۔ جب اُن کے خیال کے مطابق فرنی تیار ہوگئی اور چکھ کر دیکھا تو رحیم و کریم آقا کی شانِ اعجازی سے فرنی کو ایسا لذیذ وخوشگوار پایا کہ دودھ کی خرابی کا وہم تک نہ رہا۔شانِ اعجازی کے اس مظاہرہ پر جو کیف و سرور حاصل ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔سب اس بات پر عش عش کر اٹھے۔ صلے اللہ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک سلم۔(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ربیع الآخر ۱۳۸۹ھ)

(۹) ایک سو آدمیوں کا کھانا بکوادیا

مولانا الحاج حافظ محمد احسان الحق صاحب نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے احترام کے پیش نظر مدینہ منورہ میں کھانے پینے کی سب دوکانیں دن کو بند رہتی ہیں اور ساری رات صبح صادق کے قریب تک کھلی رہتی ہیں۔۱۳۹۰ھ کے رمضان المبارک میں ایک شخص نے ہوٹل کھولا اور مختلف قسم کے کھانے تیار کیے اور رات بھر بیٹھا گاہکوں کا انتظار کرتا رہا۔لیکن سحری تک ایک شخص بھی اس کے پاس کھانا کھانے کے لیے نہ آیا۔وہ پریشان ہوکر روضہ انور پر حاضر ہوا۔صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد عرض کی۔یارسول اللہ ﷺ میں آپ کے کرم کا محتاج ہوں۔اگر میرا یہی حال رہا تو ہوٹل ناکام ہو جائے گا۔اور میں غربت اور افلاس کا شکار ہو جاؤں گا۔ اسی قسم کا مضمون عرض کر رہا تھا کہ ایک شخص نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا میں نے سو آدمیوں کو فی سبیل اللہ کھانا کھلانے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ لیکن فرصت نہ ہونے کی وجہ سے تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔تم مجھ سے ایک سو آدمیوں کے کھانے کی قیمت پانچ سو ریال لے لو اور انہیں میری طرف سے کھانا کھلا دو۔یہ کہہ کر اس

نے پانچ سو ریال ہوٹل والے کے حوالے کیے اور خود نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی ۔۔۔ دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں ۔۔۔ کتنے مزے کی بھیک تیرے پاک در کی ہے

(ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ربیع الآخر ۱۳۹۱ھ)

(۱۰) ایک بے سہارا شخص کی دستگیری

اور یہی بزرگ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی شریف کے ایک خوش نصیب جاروب کش نے آپ بیتی بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نو عمری میں مدینہ منورہ حاضر ہو گیا تھا۔ اس وقت میرے پاس نہ کوئی پیسہ تھا اور نہ کوئی آمدنی کا ذریعہ اور نہ کسی سے آشنائی تھی اور نہ کوئی میرے حال سے آگاہ تھا۔ صرف حضور اقدس ﷺ کے سہارے پر آپ کے شہر کریم میں تادم واپسیں رہنے کا عزم بالجزم کر رکھا تھا۔ ایک دفعہ سخت بھوک نے بہت ستایا۔ پاس پیسے نہ تھے کہ کھانا خریدا جائے اور کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا بے حد معیوب معلوم ہوتا تھا۔ شہر حبیب میں غیر حبیب سے سوال کرنا قطعاً پسند نہ تھا۔

گدائے کوئے مدینہ ہوں کس کا منہ دیکھوں ۔۔۔ انہی کی بخشش کافی ہے مجھ گدا کے لئے

اندریں حالات میں سیدھا روضہ انور پر حاضر ہوا اور صلوٰۃ وسلام پیش کیا اور اس اعتقاد سے کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام امت کے حالات سے بے خبر نہیں زبان سے داستان غم سنانے کے بغیر ہی رونے لگ گیا۔

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے ۔۔۔ دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

کروں عرض کیا تجھ سے اے عالم سر ۔۔۔ کہ تجھ پہ میری حالتِ دل کھلی ہے

ابھی آنسوؤں کا تسلسل قائم تھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے۔ انہوں نے چند ریال میرے ہاتھ میں تھما کر فرمایا۔ بے فکر رہو۔ آئندہ جس چیز کی ضرورت محسوس کرو گے وہ پہنچ جایا کرے گی۔ یہ کہہ کر وہ فوراً روپوش ہو گئے۔ اور میں جی بھر بھی ان کی زیارت نہ کر سکا۔

(ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ)

(۱۱) ٹوٹا ہوا کندھا درست فرما دیا

محمد افضل ضیاء چشتی سیالوی جامع مسجد صدیقیہ کاموکی لکھتے ہیں کہ بتاریخ ۲۷ ربیع الاول بمطابق ۱۲ جولائی بروز پیر غلہ منڈی کاموکی میں میلاد مصطفیٰ ﷺ کا نصب شدہ دروازہ شدید آندھی کی وجہ سے اکھڑ کر وہاں سے گزرتے ہوئے ایک عاشق رسول جناب محمد یونس صاحب پر گر پڑا اور اس سے محمد یونس کو شدید ضرب آئی۔ لہٰذا انہیں فوراً کاموکی ہسپتال میں پہنچایا گیا جہاں ان کا ایکسرے لیا گیا۔ پھر الٹراساؤنڈ بھی کیا گیا۔ ڈاکٹروں نے اطلاع دی کہ ایکسرے رپورٹ کے مطابق اس کا کولھا بے کار ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس کی جان بچانے کے لیے اس کا فوری اپریشن ضروری ہے۔ اسی اثناء میں محمد یونس کے استاد اور دیگر رفقاء نے اپریشن کے لئے متعلقہ ادویات بھی مہیا کیں۔ اور ہسپتال کے ماہر سرجن اپریشن کی مکمل تیاری کر کے باہم مشورہ کے لیے آپریشن تھیٹر سے ملحقہ کمرے میں چلے گئے۔ جبکہ محمد یونس تن تنہا آپریشن روم میں حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کے حضور اس انداز سے فریاد کر رہا تھا۔ یا رسول اللہ۔ آپ میرے آقا و مولا ہیں۔ رحمت دو عالم و محبوب خدا ہیں۔ آپ احمد مجتبیٰ اور محمد مصطفیٰ ہیں۔ اور میں آپ کا غلام ہوں۔ یہ جو دروازہ میرے اوپر گرا میلاد شریف کے روز تزئین اور آرائش کے لیے لگایا گیا تھا۔ اگرچہ یہ اتفاقاً گرا ہے لیکن میلاد شریف کے منکرین طعنے دے رہے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ لاکھوں کروڑوں کی بگڑی بنانے والے آقا میری بھی بگڑی بنا دیں۔ آپ نے حضرت قتادہ کو نور بصارت (آنکھ) دوبارہ عطا کیا۔ پھر حبیب یمنی کی بیٹی کو مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر فالج سے صحت بخش دی۔ یا رسول اللہ مجھ غریب غلام پر بھی نظر کرم فرمائیں۔ میرے آقا آپ جیسا کوئی طبیب نہیں اور مجھ جیسا غریب نہیں۔ کونسا ایسا کام ہے جو ڈاکٹر کر سکتے ہیں اور آپ نہیں کر سکتے۔ بس اتنا عرض کرنے کی دیر تھی کہ آقائے دوجہاں ﷺ نے کرم فرمایا۔ چند منٹ میں پہلے شدت درد سے بے چین تھا۔ کروٹ بدلنا بھی اس کے لیے ناممکن تھا اب وہ خود اٹھ کر چارپائی پر

بیٹھا مسکرا رہا ہے۔

واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے ۔۔۔ اتنا بھی تو ہو کوئی فریاد کرے دل سے

ڈاکٹروں نے اس ماجرے کی حقیقت دریافت کی تو عاشق رسول محمد یونس کہنے لگا۔ میرے طبیب اللہ کے حبیب ﷺ نے میرا علاج کر دیا ہے۔ الحمدللہ اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپریشن کی کوئی ضرورت نہیں۔ محمد یونس کے رفقاء کہتے ہیں کہ محمد یونس نے خود اُٹھ کر دروازہ کھولا اور تمام دوائیاں واپس کر کے خود پیدل چل کر تانگے تک آیا۔ اور سوار ہو کر گھر پہنچا۔ الحمدللہ اس وقت وہ بغیر کسی دوائی کے خیر و عافیت سے ہے۔

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ جمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ)

(۱۲) ہاتھ پھیر کر دنبل سے شفا عطا فرمائی

روزنامہ نوائے وقت لاہور کے کالم نویس عبدالرشید لکھتے ہیں۔ کہ تحفۂ غوثیہ کے مؤلف گل حسن ان چیدہ بزرگوں میں ایک ہیں جنہیں جاگتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ اور آنجناب نے ان کی ٹانگ پر اپنا دست مبارک پھیرا تو انہوں نے دنبل سے شفا پائی۔ مؤلف تحفۂ غوثیہ گل حسن لکھتے ہیں کہ جب بعد اتمام حج مدینہ منورہ کو قافلہ چلا تو میرے دل میں خیال آیا کہ مدینۃ الرسول کی زیارت کو سوار ہو کر جانا بے ادبی ہے۔ پا پیادہ جانا چاہیے۔ یہ سوچ کر پیدل روانہ ہوا۔ اثنائے راہ ایک دنبل پاؤں میں نکلا۔ تمام ٹانگ سوج گئی اور چلنا دوبھر ہو گیا۔ درد کی شدت نے بے تاب کر دیا۔ ناچار ایک لق دق ریگستان میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ کچھ ہوش آیا تو خیال گزرا کہ بس اب میری مدت پوری ہو چکی۔ اس بیابان بے آب و دانہ میں زندگی معلوم۔ افسوس کہ رسول پاک کے روضۂ مبارکہ کی زیارت بھی نصیب نہ ہوئی۔ اس حسرت و اندوہ میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں اسی حال میں تھا کہ یکایک گوشۂ بیابان سے ایک غبار بلند ہوا۔ ذرا دیر میں دامن گرد کو چاک کر کے ایک جماعت سواران ترک نمودار ہوئی۔ وردی پہنے ہتھیار لگائے عربی گھوڑا زیر ران۔ میں ان کے زرق برق کو

دیکھ کر حیرت میں چلا گیا کہ وہ جماعت میری طرف متوجہ ہوئی۔ سردار خیل نے میرے پاس آکر عربی میں فرمایا۔ اے شیخ اٹھو قافلہ جارہا ہے۔ میں نے جواب دیا سیدی میں مریض ہوں۔ مرض شدید ہے۔ اور بیماری بہت بڑھ گئی ہے۔ یہ سن کر وہ گھوڑے سے اترے اور میرے سرکو اپنے زانو پر رکھا۔ ایک رومال سے میرے چہرے کے گردو غبار کو صاف کیا اور فرمایا۔ بیماری کہاں ہے؟ میں نے دنبل (جڑ والا پھوڑا) کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے میری ٹانگ پر ہاتھ پھیرا معاً درد موقوف ہو گیا۔ اس کے بعد بہت تسلی وتشفی کے الفاظ فرمائے اور ایک ناقہ سوار کو حکم دیا کہ اسے قافلہ تک پہنچا دو اور فلاں شخص کو تاکید کر دو کہ وہ اسے بآرام تمام مدینہ تک لے جائے۔ سچ ہے۔

اگر ہو جذبہ صادق تو اکثر ہم نے دیکھا ہے وہ خود تشریف لے آتے ہیں تڑپایا نہیں کرتے

(ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ)

(۱۳) بریلوی مسلک کی حقانیت بیان فرمائی

مفتی محمد اقبال سعیدی فرماتے ہیں کہ ہمیں سید غلام جیلانی شاہ صاحب نے بتایا کہ میں مولوی غلام خان دیوبندی (راولپنڈی والے) کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ وہاں کا مدرس بہت گستاخ تھا۔ وہ سرکار نبی کریم ﷺ کے کثرت ازواج کے معجزے کو رد کرتا تھا۔ اور آپ کی نورانیت کو قبیح اور غلیظ الفاظ سے بیان کرتا تھا۔ جن کو لکھتے ہوئے مسلمان کا قلم لرزتا ہے۔ میں نے یہ سارا واقعہ گولڑہ شریف میں حضرت بابو جی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا۔ اگر ایمان بچانا ہے تو اس مدرسہ کو چھوڑ دو۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کہاں جاؤں؟ فرمایا۔ آپ ملتان کاظمی صاحب کے مدرسہ انوار العلوم میں جائیں اور وہیں جاکر پڑھیں۔ چنانچہ میں ملتان حاضر ہوا۔ حضرت کاظمی صاحب نے حالات پوچھ کر فرمایا اچھا ہوا کہ آپ ایمان بچا کر نکل آئے۔ میں نے کہا۔ وہاں ایسی کونسی بات تھی کہ میرا ایمان ضائع ہو جاتا۔ فرمایا۔ ہم لوگ حضور ﷺ کے کمالات بیان کرتے ہیں

اور وہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ سرکار نبی کریم علیہ میں نقائص ڈھونڈ نکالیں۔ تمہیں حضور علیہ کے کمالات پسند ہیں یا آپ پر عیوب کا افتراء۔ میں نے کہا۔ مجھے تو سرکار کے کمالات پسند ہیں۔ فرمایا۔ آج رات جب تم سو گے تو انشاء اللہ تمہیں سید الانبیاء علیہ کی زیارت نصیب ہوگی۔ سرکار جب خود کرم فرمائیں گے تو خود حضور علیہ سے پوچھ لینا کہ کہاں پڑھنا اچھا ہے۔ شاہ صاحب نے مجھے بتایا کہ واقعی اس رات جب میں سویا تو حضور سید عالم علیہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے جو پہلی بات فرمائی وہ یہ تھی۔ ''اچھا ہوا کہ تم اس مدرسہ میں آگئے اور تمہارا ایمان بچ گیا''۔ میں نے خواب میں عرض کیا۔ حضور وہاں کونسی خرابی تھی جس سے ایمان ضائع ہو جاتا؟ فرمایا۔ وہ لوگ مجھ میں عیوب ڈھونڈنے اور نقائص تلاش کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اور غزالیء زماں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ جبکہ یہ میرے کمالات تلاش کرتے اور بیان کرتے ہیں۔ تمہیں میرے کمالات سننا پسند ہے یا عیوب سننا۔ میں نے عرض کیا۔ مجھے حضور کے کمالات پسند ہیں۔ شاہ صاحب نے بتایا کہ جب صبح میں غزالیء زماں کے پاس سبق پڑھنے کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے ازخود فرمایا۔ رات کو خواب کا حال سناؤ۔ میں نے سارا خواب بیان کیا تو نہایت خوش ہوئے۔ مجھے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت پر مبارک باد دی اور فرمایا۔ میں نے بھی تو تمہیں یہی بتایا تھا۔ سبحان اللہ العظیم۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ محرم ۱۴۲۱ھ)

(۱۴) جماعتِ اہل سنت کی حقانیت بیان فرمائی

محمد شاہد محلہ مغلاں لکھتے ہیں کہ گوجرانوالہ میں ایک غیر متعارف نوجوان نے رقت آمیز انداز میں روتے ہوئے بیان کیا کہ میں نے ایک دن نماز ظہر ادا کرنے کے بعد قرآن مجید کی کچھ آیات تلاوت کیں اور ساتھ ہی ان آیات کا ترجمہ مبارکہ کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی پڑھا۔ اس کے بعد گھر آکر سو گیا تو اس وقت مجھ کو دیدار مصطفےٰ علیہ نصیب ہوا اور جو قرآن مجید میں پڑھ رہا تھا وہی خواب

میں میرے ہاتھوں میں تھا۔ اس قرآن مجید کے پہلے صفحہ پر امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان بریلوی کا نام لکھا ہوا تھا اور ساتھ ہی جماعت اہل سنت لکھا ہوا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی مبارک سے اس جگہ اشارہ کیا جہاں اہل سنت لکھا ہوا تھا۔ اور آپ نے فرمایا۔ جماعت اہل سنت حق پر ہے۔

ہر دل میں ہر زباں پر نام رسول اللہ آ جائے　　میری ہے اک آرزو کہ پوری دنیا میں

نظام مصطفےٰ آ جائے

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ جمادی الآخر ۱۴۲۳ھ)

(۱۵) ایک عیسائی راہبہ عورت کے مسلمان ہونے کا واقعہ

۲۸ برس تک راہبہ کی زندگی گزارنے والی مصری عیسائی خاتون جس کا اسلامی نام خدیجہ اجلالی ہے نے اپنے انٹرویو میں بتایا کہ یتیم اور بے سہارا بچوں کو عیسائی مشنریاں تربیت دینے کے بہانے سے اپنے سکولوں اور رفاہی اداروں میں رکھتی ہیں۔ بعد ازاں ان بچوں کو عیسائی بنا دیا جاتا ہے۔ اپنے قبول اسلام کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے خدیجہ اجلالی نے کہا کہ اسکندریہ میں ان کی ڈیوٹی اٹلی کی مشنری ہسپتال میں تھی۔ اس ہسپتال میں یہودی مظالم کے شکار فلسطینیوں کو علاج معالجے کی غرض سے لایا جاتا تھا۔ اس دوران خدیجہ اجلالی کو معدے کی تکلیف شروع ہوگئی جس کی وجہ سے اسے آپریشن کے لیے یورپ جانے کا مشورہ دیا گیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ آپریشن کے بعد بے ہوشی کی حالت میں ایک نورانی چہرے والے بزرگ (رسول اللہ ﷺ) میرے تصور میں آئے۔ انہوں نے میری جانب ہاتھ بڑھایا اور مجھے حکم دیا کہ اٹھ جاؤ۔ میں نے کہا۔ میں نہیں اٹھ سکتی۔ ان بزرگوں نے مجھے سہارا دیا تو میں اٹھ کھڑی ہوئی اور کچھ دیر کے لیے ان کے ساتھ چلتی رہی۔ چند لمحات کے بعد میں نے اپنے آپ کو خانہ کعبہ کے سامنے پایا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں صحت یاب ہوگئی ہوں اور نور کی سمت سفر کر رہی ہوں۔ اس نور کے اندر کلمہ طیبہ اور اسم محمد ﷺ واضح طور پر لکھا گیا تھا۔ جس پر میرے منہ سے بے ساختہ کلمہ کا ورد جاری ہوگیا۔ اور میرے ہاتھ

سے صلیب کا نشان غائب ہوگیا۔ آپ نے مجھے بٹھایا اور مجھے آب زمزم دیا۔ جب مجھے ہوش آیا میرے چاروں طرف ڈاکٹر کھڑے تھے اور مجھے آپریشن کی کامیابی کے بارہ میں مبارک بادیاں دے رہے تھے۔ لیکن میری دنیا بدل چکی تھی۔ اور میں ایک راہبہ سے مومنہ بن چکی تھی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد عیسائی پادریوں نے میرا جینا مشکل بنا دیا تھا۔ انہوں نے مجھے رسیوں سے باندھا اور میرے جسم کو سلاخوں سے داغا مگر کوئی اذیت بھی مجھے راہِ حق سے نہ ہٹا سکی۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ)

(۱۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا قبول ہوئی

نومسلم سردار محمد نے کہا ہے کہ میں تقسیم ہند سے قبل مشرقی پنجاب کے قصبہ کھیم کرن کے قریب ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ میرا نام تارہ سنگھ تھا۔ مجھے ایک شخص کے قتل کے الزام میں سزائے موت ہوگئی اور مجھے پھانسی کی کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا تھا۔ اگرچہ میں نے اپنی سزا کے خلاف اپیل دائر کر رکھی تھی لیکن مجھے بری ہونے کی کوئی امید نہ تھی۔ ایک رات میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ مسلمان ایک شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مانتے ہیں اور ان کا دھرم (ایمان) ہے کہ ان کے نام سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور محمد اپنے ماننے والوں کی مدد کرتے ہیں چنانچہ میں نے یہ عہد کیا۔ (منت مانی) کہ اگر محمد میری مدد کریں اور میں بری ہو جاؤں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ میری اپیل منظور ہوگئی اور عدالت نے مجھے بری کر دیا۔ میرے سکھ رشتہ دار رہائی پر مجھے ملنے کے لیے آئے مگر میرا دل کسی اور طرف اٹکا ہوا تھا۔ محمد نے میری مدد کی تھی اور میں ان کے دین میں داخل ہونے کے لیے بے چین تھا۔ میں فوراً ایک مولوی صاحب کے پاس گیا اور ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ مولوی صاحب نے میرا نام تارا سنگھ کی جگہ سردار محمد رکھا۔ گاؤں میں ہر جگہ یہ بات مشہور ہوگئی کہ تارا سنگھ مسلمان ہوگیا ہے۔ یہ سن کر میرے عزیز و اقارب اور رشتہ دار سب میرے دشمن ہوگئے۔ انہی دنوں ملک تقسیم ہوگیا اور میں ہجرت کر کے مسلمان مہاجرین کے ساتھ پاکستان آگیا''۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ)

(۱۷) جلسہ میلاد کا پروگرام کامیاب بنایا

الحاج عبدالرحیم دلشاد نوشاہی (انگلینڈ) لکھتے ہیں کہ کچھ عرصہ قبل عزیزم ذوالفقار حسین کی شادی کے سلسلہ میں عمرہ شریف کی سعادت اور مدینہ منورہ کی حاضری سے شرف یاب ہونے کے بعد میں اپنے گاؤں اسلام پورہ پیم نوشاہیاں ضلع جہلم پہنچا تو معلوم ہوا کہ گاؤں کی مسجد اہل سنت میں ایک نئے مولوی صاحب کا تقرر ہوا ہے۔ ہمیں بتایا گیا کہ مولوی صاحب اہل سنت عقیدہ رکھتے ہیں۔ مگر جب راقم نے مولوی صاحب سے تعلیم وغیرہ کے بارہ میں سوال کیے تو پتہ چلا کہ وہ دیوبندی ہے اور تقیہ کیے ہوئے ہے۔ جمعہ کے دن مولوی صاحب تقریر کرنے آئے تو میں نے کہا کہ آپ کی تقریر سے پہلے تلاوت ونعت ہو جائے۔ انہوں نے کہا۔ حاجی صاحب کیوں نہیں ضرور ہونی چاہیے۔ چنانچہ اس جمعہ تلاوت ونعت اور بعد از نماز جمعہ "مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" پڑھا گیا۔

کچھ دنوں بعد مقامی احباب اہل سنت کے مشورہ سے مسجد میں جلسہ کا پروگرام بنایا گیا۔ احباب نے خوشی کا اظہار کیا اور میری ذمہ داری لگائی کہ مقرر کا انتظام آپ کریں گے۔ اور جلسہ کے انتظامات ہم کریں گے۔ لیکن کسی دیوبندی وہابی مولوی کو نہ بلانا۔ میں نے حاضرین کے مشورہ سے سلطان الواعظین مولانا محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاراں اور ان کے صاحبزادے مولانا عطاء المصطفےٰ جمیل کے نام لیے تو سب خوش ہو گئے۔ اور متفقہ طور پر پروگرام تشکیل ہو گیا اور دعوت واشتہار کی ذمہ داری میں نے قبول کر لی۔ اور کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ حاضر ہو کر دونوں حضرات سے تاریخ طے کر کے اشتہار شائع کرا دیا۔

ادھر ۱۰ دسمبر پیر کی رات نیند کے عالم میں کچھ ایسا محسوس ہوا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ پرسوں جلسہ ہوگا۔ علماء کرام نے آنا ہے۔ تمہارے لیے یہ بہتر ہے کہ خود کوٹلی جا کر علماء کرام کو اپنے ساتھ لے آؤ۔ ہوسکتا ہے کہ روزِ محشر حضور رحمت عالم ﷺ تمہارا وہاں جانا اور آنا قبول فرما کر اپنی شفاعت کا مستحق بنالیں''۔ صبح نماز فجر کے بعد میں بس کے ذریعہ کوٹلی آیا۔

مولانا محمد بشیر صاحب بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے۔ مجھے مخاطب بناتے ہوئے فرمایا۔ دلشاد صاحب پاکستان میں جلسے کرانا آسان نہیں۔ اب کیا کوئی اور تاریخ لینے آئے ہو۔ مجھے کچھ حیرت سی ہوئی۔ جواباً عرض کیا کہ حضرت میں آپ کو لینے کے لیے خود حاضر ہوا ہوں۔ انہوں نے کہا تم نے جلسہ ملتوی ہونے کا خط جو لکھا ہے۔ میں نے مزید متعجب ہو کر کہا۔ خط۔ انہوں نے کہا۔ ہاں تمہاری طرف سے ہمیں جلسہ ملتوی ہونے کا خط ملا ہے۔ میں نے کہا وہ خط کہاں ہے؟ انہوں نے کہا جمیل کے پاس ہے۔ یہ سنتے ہی مجھے اپنے عقیدہ، مسلک، ایمان کی حقانیت پر مزید استحکام ہوا۔ اور اپنے آپ سے کہا۔ اے غلام مصطفےٰ تو اپنی مرضی سے نہیں آیا بلکہ تمہیں تو اس غیبی روحانی طاقت نے یہاں بھیجا ہے جس نے تمہیں خواب میں پیغام دیا تھا۔ میں نے مولانا صاحب سے کہا۔ حضرت آپ کی دعا سے جلسہ پروگرام کے مطابق ہو رہا ہے۔ میں نے کوئی خط نہیں لکھا۔ آپ اٹھیں اور اسلام پورہ کے لیے تیاری کریں۔ چنانچہ مولانا صاحب، مولانا جمیل صاحب نعت خواں عبدالرشید صاحب سمیت ہم نماز عصر تک اسلام پورہ مسجد میں آگئے۔ نمازی ابھی مسجد میں ہی تھے۔ سب بہت خوش ہوئے۔ میں نے انتظامیہ کو خط دکھایا کہ یہ میری طرف سے مولانا صاحب کو جلسہ ملتوی ہونے کا لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر ہاشمی صاحب نے تصدیق کی کہ یہ خط خطیب مولوی کے ہاتھ کی تحریر ہے۔ دوسری صبح نو بجے جلسہ شروع ہوا جو نماز عصر تک بڑی کامیابی سے جاری رہا مگر دھوکا باز دیوبندی مولوی کا کہیں اتہ پتہ نہ تھا۔ راقم نے اپنے مختصر خطاب میں دیوبندی مولوی کی منافقانہ حرکت کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کا وہ خط دکھایا جو اس نے میری طرف سے جعلی لکھا تھا۔ تاکہ نہ جلسہ ہو، نہ کوئی شان رسالت کے بیانات سنے مگر قادر مطلق کا کرم اور حضور ﷺ کی دستگیری و نظر شفقت تھی کہ روحانی طور پر مجھے خواب میں آگاہ کر دیا گیا کہ سیالکوٹ جا کر خود علمائے کرام کو اپنے ساتھ لے آ۔ میں نے منتظمین جلسہ کا شکریہ ادا کیا۔ دوسرے دن مولوی اسلام پورہ آیا تو چند حاضرین کی معیت میں میں نے اس سے اس ناپاک حرکت کے بارہ میں خط دکھا کر پوچھا کہ منافق کسے کہتے ہیں؟ مولوی کی زبان یہ سن کر گنگ ہوگئی۔ ندامت سے گردن جھک گئی اور وہ اسی شام اپنے گاؤں مانسہرہ چلا گیا اور یوں میرے تعاون سے

صحیح العقیدہ سنی بریلوی عالم دین کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ شوال ۱۴۲۱ھ)

(۱۸) غریب پروری کا ایک واقعہ

قدرت اللہ شہاب لکھتے ہیں کہ ایک روز ایک پرائمری سکول کا استاد رحمت الٰہی آیا۔ وہ چند ماہ بعد ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے والا تھا۔ اس کی تین جوان بیٹیاں تھیں۔ رہنے کے لیے اپنا گھر بھی نہیں تھا۔ پنشن نہایت معمولی ہوگی۔ اسے یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ ریٹائرڈ ہونے کے بعد وہ کہاں رہے گا؟ لڑکیوں کی شادی کس طرح ہو سکے گی؟ کھانے پینے کا خرچ کیسے چلے گا؟ اس نے مجھے سرگوشی میں بتایا کہ پریشانی کے عالم میں وہ کئی ماہ سے تہجد کے بعد رو رو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریادیں کرتا رہا۔ چند روز قبل اسے خواب میں جناب رسول پاک ﷺ کی زیارت ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم جھنگ جا کر ڈپٹی کمشنر کو اپنی مشکل بتاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ پہلے تو مجھے شک ہوا کہ یہ شخص ایک جھوٹا خواب سنا کر مجھے جذباتی طور پر بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میرے چہرہ پر شک اور تذبذب کے آثار دیکھ کر رحمت الٰہی آب دیدہ ہوگیا۔ بولا۔ جناب میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ میرا شک پوری طرح رفع ہوگیا۔ لیکن سوچا کہ اگر یہ شخص غلط بیانی سے بھی کام لے رہا ہے تو ایسی عظیم ہستی کے اسم مبارک کا سہارا لے رہا ہے جن کی لاج رکھنا ہم سب کا فرض ہے۔ میں نے رحمت الٰہی کو تین ہفتے بعد دوبارہ آنے کو کہا۔ اس دوران میں نے خفیہ طور پر اس کے ذاتی حالات کا کھوج لگایا تو تصدیق ہوگئی کہ وہ اپنے علاقہ میں سچا پاکیزہ اور پابند صوم وصلوٰۃ آدمی مشہور ہے۔ اس کے گھریلو حالات بھی وہی تھے جو اس نے بیان کیے تھے۔ اس زمانہ میں کچھ عرصہ کے لیے صوبائی حکومت نے ڈپٹی کمشنر کو یہ اختیار دے رکھا تھا کہ سرکاری بنجر زمین کے آٹھ مربع تک ایسے خواہش مندوں کو طویل میعاد پر دیئے جا سکتے ہیں جو انہیں آباد کرنے کے لیے آمادہ ہوں۔ میں نے اپنے مال افسر کو بلایا اور کہا کہ وہ کسی مناسب جگہ کراؤن لینڈ کے ایسے آٹھ مربعے تلاش کرے جنہیں جلد از جلد زیر کاشت لانے

میں کوئی خاص دشواری پیش نہ آئے۔ اس نے پکی سڑک کے قریب نیم آبادی میں اراضی ڈھونڈ نکالی اور رحمت الٰہی کے نام الاٹمنٹ ہوگئی۔

تقریباً نو برس بعد جب میں صدر ایوب کے ساتھ کراچی میں کام کررہا تھا ایوان صدر میں میرے نام ایک رجسٹرڈ خط موصول ہوا۔ یہ ماسٹر رحمت الٰہی کی جانب سے تھا کہ اس زمین پر محنت کر کے اس نے تینوں بیٹیوں کی شادیاں کردی ہیں۔ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ حج کا فریضہ بھی ادا کرلیا ہے اور اپنے گزارے رہائش کے لیے تھوڑی سی ذاتی زمین خریدنے کے علاوہ ایک کچا سا کوٹھا بھی تعمیر کرلیا ہے اب اسے آٹھ مربعوں کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ چنانچہ اس الاٹمنٹ کے مکمل کاغذات اس خط کے ساتھ واپس ارسال ہیں۔ میں یہ خط پڑھ کر کچھ دیر تک سکتے میں آگیا۔ میں اسی طرح گم سم بیٹھا تھا کہ صدر ایوب صاحب میرے کمرے میں آگئے۔ کس سوچ میں گم ہو؟ انہوں نے پوچھا۔ میں نے انہیں رحمت الٰہی کا سارا واقعہ سنایا تو وہ بھی نہایت حیران ہوئے۔ منشی رحمت الٰہی جیسے لوگ ہیں جنہیں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ (ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ جمادی الآخر ۱۴۱۶ھ)

(۱۹) ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بنفس نفیس شرکت فرمائی

حضرت مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب نے اسلامی یونیورسٹی بہاولپور سے خبر دی ہے کہ شفقت بلوچ کے ماتحت فوجی کی طرف سے مرسلہ ایک خط میں لکھا ہے کہ "یہاں محاذ پر ہمارے سپاہیوں نے عین لڑائی کے وقت نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کی سواریاں دیکھیں ہیں۔ اور یہ دونوں مشاہدے عین بیداری میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ خواب کی بات نہیں۔" اور روزنامہ مشرق بابت ۲۳ اکتوبر ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا ہے کہ حرم نبی کریم ﷺ کے ایک خادم غلام دستگیر قندھاری نے ۱۲ اکتوبر کی رات حرم شریف میں یہ خواب دیکھا کہ پانچ نفر فوجی لباس میں روضہء مبارک نبی کریم ﷺ کے اندر سے برآمد ہوئے پھر باب السلام سے برآمد ہوئے اور باب السلام سے نکل کر اونٹوں پر سوار

ہوئے۔اور روانہ ہوگئے۔اور ان کے سر پر لاتعداد پرندے سایہ کیے ہمراہ اڑنے لگے۔
میں نے پوچھا کہ کہاں جارہے ہو؟ تو سب نے کہا ہم پاکستان کی مدد کے لیے جارہے ہیں۔
یہ خواجہ محمد صاحب تونسوی کے ایک عقیدت مند جناب اورنگ زیب حیات نے مدینہ منورہ سے بذریعہ مکتوب ۷ استمبر خبر دی ہے۔

اور روزنامہ مشرق ۱۰ اکتوبر کی اشاعت میں مولانا محمد انعام صدیقی جو پندرہ سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں لکھتے ہیں کہ "جس روز لاہور پر حملہ ہوا اُسی شب میں نے اور ایک دو اور حضرات نے خواب میں دیکھا کہ حرم شریف میں کثیر مجمع ہے۔اور روضہ اقدس سے جناب حضرت محمد ﷺ بہت عجلت میں تشریف فرما ہوئے اور ایک خوبصورت تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوکر باب السلام میں تشریف لے گئے۔بعض حضرات نے عرض کیا۔ یارسول اللہ۔اس قدر جلدی سے اس گھوڑے پر کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ فرمایا۔ پاکستان میں جہاد کے لئے اور ایک دم بجلی کی طرح بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ تیز روانہ ہوگئے۔پیچھے پیچھے مواجہ شریف ہی سے پانچ حضرات مزید اسی راستہ سے ایک موٹر میں سوار ہوکر ہوائی جہاز کی طرح پرواز کر گئے۔

اور روزنامہ جنگ کراچی بابت ماہ ۱۲ اکتوبر کی اشاعت صفحہ اول میں ہے" راولپنڈی ۱۰ اکتوبر (نمائندہ جنگ) پاکستانی افواج نے یارسول اللہ اور یا علی مدد کے نعرے لگاتے ہوئے بھارتی ٹڈی دل فوج کو بری طرح شکست دی ہے۔اس معرکے میں نبی آخر الزماں ﷺ اور شیر خدا رضی اللہ عنہ اپنے مجاہدین کے سروں پر موجود تھے۔ بارہ سومیل لمبے محاذ پر سبز کپڑوں والے مجاہدین، سفید لباس میں ایک بزرگ اور گھوڑے پر سوار ایک جری شخص دیکھے گئے۔چونڈہ کے نزدیک ایک نورانی خاندان کو مہاجرین کی امداد کرتے ہوئے مجاہدین کے ساتھ یارسول اللہ مدد کے نعرے لگاتے ہوئے دیکھا گیا۔ سیالکوٹ شہر میں گولہ باری سے پیشتر ایک بزرگ شہر خالی کرنے کی ہدایت کرتے رہے اور باآواز بلند کلام پاک پڑھتے رہے۔یہ خبر بھی سنی گئی کہ بھارتی پائلٹ جو پاکستان میں اتارلیا گیا تھا نے بیان کیا کہ پاک پتن شریف پر بمباری کے لیے کئی بار آیا لیکن جب شہر کے اوپر

آکر دیکھتا تو شہر کو آنکھوں سے غائب پاتا اور ناکام واپس لوٹ جاتا۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت ذوالقعدہ ۱۴۰۰ھ)

(۲۰) خواب میں ضمانت دینے کا حکم دیا

لاہور کے ہندوؤں نے ایک سازش کے ماتحت نومسلم خالد لطیف گابا کو ایک جھوٹے مقدمے میں پھنسوا دیا۔ جس کی ضمانت پر رہائی سے بھی ماتحت عدالتوں نے انکار کر دیا۔ آخر کار ضمانت کی درخواست سر ڈگلس ینگ (سابق چیف جسٹس ہائی کورٹ پنجاب) کے روبرو پیش ہوئی۔ اس نے ضمانت پر رہائی کی درخواست منظور کر لی مگر زرِ ضمانت مبلغ ڈیڑھ لاکھ روپے مقرر کی تاکہ نہ تو کوئی اتنی کثیر رقم کی ضمانت دے سکے اور نہ ہی گابا صاحب قید سے رہائی حاصل کر سکیں۔ گابا صاحب چند ہفتے جیل ہی میں پڑے رہے۔ دریں اثناء ملک سردار علی گورنمنٹ کنٹریکٹر سیالکوٹ کو حضور ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ رسول کریم ﷺ نے ملک سردار علی کو حکم دیا۔ " سردار علی اٹھو اور صبح لاہور پہنچ کر ایک نومسلم قیدی خالد گابا کی سیشن کورٹ میں ڈیڑھ لاکھ روپے کی ضمانت دے آؤ۔ اور اسے قید سے رہائی دلاؤ۔ اس میں کوتاہی ہرگز نہ کرنا۔ اس نے میرے متعلق ایک کتاب " پیغمبر صحرا " لکھی ہے جو مجھے بہت پسند آئی ہے " ملک سردار علی سویرے اٹھے۔ زیارت رسول مقبول ﷺ پر وہ بہت خوش تھے۔ کہنے لگے کہ ڈیڑھ لاکھ روپے تو کیا میں سرکار کائنات ﷺ کے فرمان پر تمام جائیداد واگزار کرنے کے لیے تیار ہوں۔ جب وہ اپنی جائیداد کے کاغذات کی تصدیق کے لیے سیالکوٹ کے ہندو ڈپٹی کمشنر رام چندر آئی۔ سی۔ ایس کی عدالت میں پہنچے تو ہندو ڈی سی نے انہیں بہت ڈرایا دھمکایا اور کہا کہ رہا ہو کر گابا بیرون ملک بھاگ جائے گا۔ تم ضمانت مت دو۔ مت لاہور جاؤ۔ ڈیڑھ لاکھ کی کثیر رقم آنِ واحد میں ضائع ہو جائے گی۔ اتنا روپیہ تم کھو دو گے۔ ملک سردار علی نے ہندو ڈی۔ سی کو جواب دیا کہ جس ہستی نے خواب میں مجھے حکم دیا ہے کہ گابا کی ضمانت دینی ہے تو اس ہستی پر میں اپنی جان قربان کرنے سے دریغ نہیں کروں گا۔ ایک ڈیڑھ لاکھ روپیہ کیا چیز ہے۔

میں نہیں جانتا کہ گاما کون ہے اور کیا کام کرتا ہے۔ میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔ مجھے خواب میں اس کا نام بتلایا گیا ہے۔ میں تو رسول مقبول ﷺ کے حکم کی تعمیل کررہا ہوں۔ آپ کی عدالت کو میری جائیداد کے کاغذات تصدیق کرنے ہونگے۔ یہ آپ کا سرکاری فرض ہے۔ ہندو ڈی۔سی نے کاغذات کی تصدیق کرنے میں پھر بھی لیت ولعل سے کام لیا تو تنگ آکر ملک سردار علی نے چند دوستوں سے رقم ادھار لی اور ڈیڑھ لاکھ روپے کی رقم تھیلی میں ڈال کر دوسرے روز لاہور روانہ ہوگئے۔ زرضمانت انگریز ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی عدالت میں جمع کرادی اور خالد لطیف گاما کو رہا کروایا۔ نوائے وقت بابت ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۶ء (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ محرم ۱۳۹۷ھ)

(۲۱) تعطیل جمعہ کی منسوخی پر رنجیدگی

محمد بوٹا ولد غلام رسول کھوکھر۔ بارہ دری رسول نگر تحصیل وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب کو اپنے خط میں لکھتے ہیں۔ "السلام علیکم۔ حضرت صاحب۔ میں بی۔اے کا اسٹوڈنٹ ہوں۔ رات کو ٹیوشن پڑھنے کے لیے ایک ٹیچر صاحب کے پاس جاتا ہوں۔ خواب کی رات بھی جب وہاں گیا تو جمعہ اور اتوار کی چھٹی پر بحث چل نکلی۔ پہلے بھی سن رکھا تھا کہ اتوار کو چھٹی لازم کردی گئی ہے اور جمعہ کی چھٹی ختم کردی گئی ہے۔ یہ سن کر بہت دکھ ہوا تھا اور اس دن کچھ زیادہ ہی تکلیف ہوئی۔ پڑھنے سے فارغ ہونے کے بعد راستہ میں بار بار مدنی آقا ﷺ کی مشہور حدیث کا ورد میری زبان پر تھا کہ من تشبہ بقوم فھو منھم۔ جس نے غیرقوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔ اس کے ساتھ ہی بار بار نواز شریف پر غصہ کا اظہار کررہا تھا کہ اس شخص نے ہمارے آقا کے فرمان کی خلاف ورزی کی ہے اور عیسائیوں کے تہوار اتوار کی چھٹی کا اعلان کرکے ہمارے پیارے آقا کو دکھ دیا ہے۔ واپس گھر پہنچا۔ نماز پڑھی اور پریشانی میں روتا رہا اور اسی غم میں جب سوگیا تو خواب میں مدنی آقا ﷺ کا دیدار ہوا۔ دیکھا اس طرح کہ چہرہ اقدس پر غم وغصہ کے ایسے اثرات تھے کہ بیان کرنے سے قاصر ہوں۔

پوچھنے پر یہ ارشاد فرمایا کہ موجودہ حکمرانوں نے جمعہ کی چھٹی ختم کرکے اور اتوار کی چھٹی کا اعلان کر کے مجھے دکھ دیا ہے اور غیروں کا طریقہ اپنا کر میرے دل کو بہت ٹھیس پہنچائی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ حاجی صاحب یہ ارشاد تھا جس کے باعث اس وقت تک مجھے سکون حاصل نہیں ہوگا جب تک میری یہ آواز وزیر اعظم تک نہ پہنچ جائے۔ یہ بات میرے فرائض میں شامل ہو چکی ہے۔" (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ بابت شوال ۱۴۱۸ھ)

(۲۲) اسمِ محمد بقلمِ قدرت

''انجامینا (انٹرنیشنل ڈیسک) چاڈ کے دارالحکومت کی ایک غریب بستی میں پیدا ہونے والا بچہ ذرائع ابلاغ، علمائے دین اور ملک کے ارباب بست وکشاد کی توجہ کا مرکز بن گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے کے ایک بازو پر بڑے ہی صاف اور واضح حروف میں دو بار محمد محمد تحریر ہے۔ بچہ ایک عیسائی خاندان میں پیدا ہوا ہے۔ اس کی والدہ ایک امیر خاندان میں گھریلو ملازمہ ہے۔ باپ بلدیہ کا سابق ملازم ہے۔ اور آج کل بے روزگار ہے۔ صدر جمہوریہ اور چاڈ چرچ کے لارڈ بشپ بھی بچے کی زیارت کر چکے ہیں۔ اخباروں اور ٹیلی ویژن نے بچے کے بارے میں خصوصی مضامین شائع اور نشر کیے ہیں۔ اور بچے کو ''طفل معجزہ'' قرار دیا ہے۔ بچے کی پیدائش گھر میں ہوئی۔ زچگی کے دوران والدہ کو قطعاً کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ حالانکہ اس دوران زچہ کو دائی وغیرہ بھی میسر نہیں تھی۔ پیدائش کے بعد مسیحی کالونی میں یہ خبر آناً فاناً پھیل گئی۔ جب اس خبر کا شہرہ اسلامی حلقوں تک پہنچا تو انجامینا کی مرکزی مسجد کے خطیب اور امام شیخ حسن حسین کی قیادت میں علماء کا ایک وفد خبر کی تصدیق اور اطمینان کے لیے بچے کے گھر گیا۔ کچی اینٹوں سے بنا ہوا یہ مختصر سا مسیحی گھر زائرین سے بھر گیا۔ اور ہر وقت بچے کا ہجوم رہنے لگا ہے۔ ملک کی بہت بڑی مسلم تنظیم اسلامی کمیٹی نے ایک بہت ہی بڑی تقریب منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جس میں بچے کا نام رکھا جائے گا۔ بچے کے والدین بے انتہا خوش ہیں۔ اور ان کے محسنوں نے بچے

کے نام پر بنکوں میں اکاؤنٹ کھلوادیے ہیں۔ (روزنامہ خبریں لاہور بابت ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۲ء بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ)

(۲۳) روضہ ءرسول کی بیل کی شفا بخشی

حاجی محمد حسین البدر آٹوز۔ شاہین آباد گوجرانوالہ لکھتے ہیں۔ "الحمد للہ رب العالمین۔ ۸ نومبر ۱۹۹۷ء کو مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ ءمقدسہ کی حاضری نصیب ہوئی۔ ۱۰ نومبر ایک پاکستانی حاجی غلام حسین جو اب مسجد نبوی شریف میں بطور فورمین اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو بہت سی اہم نشانیاں ذہن نشین ہوئیں۔ الحمد للہ۔ ۱۳ نومبر بعد از نماز عشاء جب مسجد نبوی شریف سے باہر آئے تو تمام بدن تھکاوٹ سے چکنا چور تھا۔ اجازت چاہی تو حاجی غلام حسین کہنے لگے۔ میرے ساتھ آؤ ابھی تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ ہم باب عبدالمجید کی دائیں طرف چل دیئے مسجد نبوی شریف کے باہر والے دالان سے ایک سو گز کے فاصلہ پر ایک پرانا بنگلہ نظر آیا جس کا جنگلہ لوہے کا تھا۔ جنگلہ سے باہر ایک بڑی بیل تھی جو کہ بیری نما تھی۔ پتے بیری جیسے تھے۔ حاجی غلام حسین صاحب نے بتایا کہ یہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری قیام فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے تھے۔ اس بیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کی برکت سے بہت شفا ہے۔ دل کے مریضوں کے لیے کیمیا ہے۔ انہوں نے چند پتے مجھے دیئے۔ اور کہا کہ ان کو کھاؤ۔ میں نے بسم اللہ شریف پڑھ کر پتے کھائے۔ بس پتے کھانے کی دیر تھی کہ میرا سارا بدن تروتازہ ہو گیا۔ حاجی صاحب نے کہا بیل کی ٹہنی توڑو تو یہ اسی طرح پھر اتنی بڑھ جائے گی جتنی ٹہنی توڑو گے۔ میں نے بسم اللہ پڑھ کر دائیں ہاتھ سے ایک ٹہنی کو پکڑ لیا اور حاجی صاحب نے اس کو توڑا تو آنکھ جھپکنے سے پہلے ٹہنی پہلے کی طرح پوری ہو گئی۔ اسی طرح ہم نے یکے بعد دیگرے چار دفعہ ٹہنیاں توڑیں جو توڑنے کے بعد فوراً اپنی اصلی حالت میں آ گئیں۔ اس بات کے چشم دیدہ گواہ حاجی خوشی محمد پاک نیشنل بس باڈی میکر شاہین آباد جی۔ ٹی۔ روڈ گوجرانوالہ بھی ہمارے ساتھ

تھے"۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ رمضان ۱۴۱۸ھ)

الحمدللہ۔ یہاں تک ہم نے جو تئیس واقعات بطورنمونہ مشتے از خروارے تبرکاً درج کیے ہیں ان سے روزِ روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد عربی ﷺ وہ صاحب معجزات ہستی ء پاک ہیں کہ جن کے معجزات کا ظہور آج تک ہوتا رہا ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز تا ابدالآباد ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کے ایمانوں کو تازہ فرمائے۔ ہمیں اس سعی کا اجرعظیم بخشے۔ اور صاحب معجزات پیغمبر ﷺ کی نظرِ عنایت کا فیضان ہمیں ہر آن عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ وھذ آخر ماأردنا ایردہ فی هذه المقالة المتبركة المقدسة تقبلها الله تعالىٰ بفضله العظيم ورسوله الكريم ﷺ وانا الفقير ابوالكرم احمد حسين قاسم الحيدري الرضوي المدرس بالجامعة الحيدرية فضل المدارس بهيائى من مضافات سہنسہ آزاد کشمیر۔ (۲۰ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۳ مارچ ۲۰۰۳ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سترھواں مقالہ

احسن السبیل

لطالبی حکم مسائل التعظیم والتقبیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد۔

اس مختصر رسالہ میں تعظیم وتقبیل کے بعض مسائل کا شرعی حکم بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے موجب ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

سوال نمبر ۱:۔ آذان میں اشھد ان محمد رسول اللہ سن کر انگوٹھے چومنا اور انہیں آنکھوں پر رکھنا کیسا ہے؟

الجواب: مستحب ہے۔ چنانچہ امام احمد طحطاوی حنفی کتاب مراقی الفلاح کے حواشی میں لکھتے ہیں۔ ذکر القھستانی عن کنز العباد انہ یستحب ان یقول عند سماع الاولیٰ من الشھادتین للنبی ﷺ صلے اللہ علیک یا رسول اللہ وعن سماع الثانیۃ قرت عینی بک یارسول اللہ اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ابھا میہ علیٰ عینیہ فانہ ﷺ یکون قائد الہُ فی الجنۃ وذکر الدیلمی فی مسند الفردوس من حدیث (۱) ابی بکر رضی اللہ عنہ مرفوعاً من مسح العین بباطن انملۃ السبابتین بعد تقبیلھما عند قول المؤذن اشھد ان محمداً رسول اللہ وقال اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہٗ رضیت باللہ ربّاًوبالا سلام دیناً وبمحمد ﷺ نبیاًحلت لہٗ شفاعتی اہ وکذا روی عن الخضر علیہ السلام وبمثلہ یعمل فی الفضائل۔ امام قھستانی نے کتاب کنز العباد سے نقل کیا ہے کہ یہ بات مستحب ہے کہ آذان سننے والا پہلی شہادتِ رسالت (اشھد ان محمداً رسول اللہ) کو سن کر کہے صلے اللہ علیک یا رسول اللہ اور دوسری شہادتِ رسالت کو سن کر کہے قرّت عینی بک

---

(۱) رأیت فی بعض الفتاوی ان ابا بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سمع الآذن فلما بلغ المؤذن الیٰ کلمتی الشھادۃ بالرسالۃ لرسول اللہ ﷺ قبل ظفری ابھامیہ من یدیہ فمسح بھما عینیہ فقال ﷺ لما فعلت ھذا قال تبرکاً باسمک الکریم یارسول اللہ فقال ﷺ احسنت فمن یعمل بہ امن من الرمد (اشد الجھاد ص ۴۰ عن شیخ زادہ)

یارسول اللہ اللھم متعنی بالسمع والبصر ۔ اس کے بعد کہ وہ اپنے انگوٹھے اپنی آنکھوں پر رکھے ۔ سو نبی ﷺ اس کو اپنی قیادت میں لے کر جنت کو جائیں گے ۔ اور امام دیلمی نے کتاب مسند الفردوس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مرفوعاً نقل کیا ہے ۔ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ۔ جو شخص مؤذن کے قول اشھد ان محمداً رسول اللہ کے وقت اپنی شہادت کی انگلیوں کے پوروں کو چومنے کے بعد آنکھوں سے لگائے اور کہے اشھد ان محمداً رسول اللہ رضیت باللہ ربّاًوبالاسلام دیناً و بمحمد نبیاً اس کے حق میں میری شفاعت حلال ہوگی ۔ اور اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام سے بھی مروی ہے ۔ اور اس قسم کی روایتوں پر فضائل اعمال میں عمل کیا جاتا ہے ۔ (حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۱۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی ۔)

اس مسئلہ کے مفصل بیان کے لیے ہمارا رسالہ " انگوٹھے چومنے کا مسئلہ " ملاحظہ فرمائیں ۔ واللہ اعلم بالصواب.

سوال نمبر ۲ : اقامت میں اشھد ان محمداً رسول اللہ سن کر انگوٹھے چومنا اور انہیں آنکھوں پر رکھنا کیسا ہے ؟ ۔

الجواب : مستحب ہے ۔ کیونکہ اقامت ایک طرح کی آذان ہی ہے کہ دونوں کے کلمات ایک ہیں ۔ صرف اقامت میں کلمہ قد قامت الصلوٰۃ زائد ہے ۔ اور دونوں کا مقصود بھی ایک ہے کہ آذان غائبین کے اعلام کے لیے ہے اور اقامت حاضرین کے اعلام کے لیے ۔ جب آذان میں انگوٹھے چومنا حدیث وفقہ سے مستحب ثابت ہوگیا تو اس کا اقامت میں بھی مستحب ہونا ماننا پڑے گا ۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بین کل اذانین صلوٰۃ بین کل اذانین صلوٰۃ ثم قال فی الثالثۃ لمن شآء ۔ ہر دو آذانوں کے درمیان نماز (یعنی نفل نماز) ہے ۔ ہر دو آذانوں کے درمیان نماز ہے ۔ پھر تیسری مرتبہ فرمایا اس شخص کے لیے جو نماز کا ارادہ کرے ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد ۱ ص ۶۰)

شیخ محدث محقق دہلوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ بدان کہ مراد بدو آذان ایں جا آذان واقامت است۔ اقامت رانیز آذان گفت از جہت مشابہت ومجاورت چنانکہ قمرین می گویند شمس وقمر را ومی خوانند امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما را حسنین۔ جاننا چاہیے کہ اس جگہ دو آذانوں سے مراد آذان اور اقامت ہے۔ اقامت کو بھی آذان فرمایا مشابہت اور مجاورت کی جہت سے جیسا کہ سورج اور چاند کو قمرین اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو حسنین کہا جاتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

خاص اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ مبارکہ موجود ہے۔ اسے بھی ملاحظہ فرمائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر۳: جمعہ کی آذان ثانی میں انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

الجواب: خطیب کے ممبر پر بیٹھنے سے نماز جمعہ ختم ہونے تک خاموش رہنا واجب ہے اس لیے آذان ثانی سننے والا انگوٹھے نہ چومے اور نہ زبان سے درود شریف پڑھے ہاں دل میں پڑھ سکتا ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے۔ **واذاخرج الامام فلاصلوٰۃ ولا كلام وهو قول الامام لانه نص النبی** ﷺ۔ اور جب امام خطبہ دینے کے لیے نکلے تو نہ کوئی نماز ہے اور نہ کوئی کلام ہے۔ اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ حدیث ہے۔ (مراقی الفلاح مصری ص ۳۳۶)

اور اس کے حواشی میں ہے۔ **قوله واذاخرج الامام ای من حجرته ان كانت والا فقيامه للصعود قاطع كما فی شرح المجمع**۔ اگر امام حجرہ میں ہو تو اس کے نکلتے وقت اور اگر حجرہ میں نہ ہو تو منبر پر چڑھنے کے لیے اٹھتے وقت نماز اور کلام ممنوع ہو جاتی ہے۔ **واللّٰه اعلم بالصواب**۔

سوال نمبر۴: ختم شریف میں آیت ماکان محمد ابا احد من رجالکم سن کرانگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

الجواب: ۔ بہار شریعت میں ہے۔" جب بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سننا فرض ہے۔ جبکہ وہ مجمع بغرض سننے کے حاضر ہو۔ ورنہ ایک کا سننا کافی ہے۔ اگرچہ اور اپنے کام میں ہوں۔

(غنیہ فتاویٰ رضویہ۔ بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۰۲)

ہاں اگر انگوٹھے چومیں اور درود دل میں پڑھیں تو حرج نہیں کہ اس عمل سے سماعِ قرآن میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

سوال نمبر۵: آذان، خطبہ اور اقامت کے علاوہ نامِ نامی اسمِ گرامی محمد ﷺ سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

الجواب: جب آذان واقامت میں نام نامی اسم گرامی محمد سن کر انگوٹھے چومنا جائز ہے تو ان کے علاوہ انگوٹھے چومنا بدرجہء اولیٰ جائز ہوگا۔ لعدم ورود المنع عنه واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سوال نمبر۶: ۔ نامِ نامی محمد ﷺ لکھا ہوا ہو تو اسے چومنا اور آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟

الجواب: جس طرح نامِ نامی محمد ﷺ سن کر درود شریف پڑھنا اور انگوٹھے چوم کر تعظیماً آنکھوں سے لگانا مستحب و باعث اجر و ثواب ہے اسی طرح قرآن مجید یا کسی کتاب میں یہ نامِ نامی لکھا ہوا دیکھ کر اسے چومنا اور بوسہ دے کر آنکھوں پر رکھنا مستحب و باعثِ اجر و ثواب ہے۔ شیخ عبید الضریر فرماتے ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے یہ بات بھی ہے کہ ایک شخص نے پورے دو سو سال تک اللہ کی نافرمانی کی پھر جب وہ مرا تو بنی

اسرائیل نے اس کو پاؤں سے پکڑا اور اسے گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ **فاوحی اللہ الیٰ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان غسلہ و کفنہ و صل علیہ فی جمع بنی اسرائیل ففعل ماامر اللہ تعالیٰ**۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیج کر حکم دیا کہ اسے غسل دو اور کفن پہناؤ اور بنی اسرائیل کے مجمع میں اس پر نمازِ جنازہ پڑھو۔ سو انہوں نے جس طرح اللہ نے حکم دیا اسی طرح کیا تو بنی اسرائیل نے تعجب سے کہا کہ بنی اسرائیل میں اس سے زیادہ نافرمان کوئی نہیں تھا۔ فرمایا میں بھی یہ جانتا ہوں لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا آپ اللہ تعالیٰ سے اس بارہ میں پوچھیں۔ سو انہوں نے پوچھا۔ **فاوحی اللہ الیہ ان صدقوا انہ قد عصانی مائتی سنۃ الاانہ یوماً من الایام فتح التوراۃ فنظر الیٰ اسم محمد ﷺ مکتوباً فقبلہ ووضعہ بین عینیہ فشکرت لہ ذلک فغفرت لہ ذنوب مائتی سنۃ**. سو اللہ نے ان کی طرف وحی بھیج کر کہا لوگ سچے ہیں کہ اس نے میری نافرمانی دو سو سال تک کی ہے۔ مگر ایک دن اس شخص نے توریت کو کھولا پھر نام نامی محمد ﷺ کو لکھا ہوا دیکھا تو اس نے اُسے بوسہ دیا اور اسے اپنی آنکھوں سے لگایا۔ اس عمل کو میں نے قبول کیا اور اس کے دو سو سال کے گناہ بخش دیئے۔ (نزہتہ الناظرین ص ۱۷)

سبحان اللہ۔ اگر اس عمل سے دو سو سال نافرمانی کرنے والے بنی اسرائیل کے ایک شخص کی بخشش ہوگئی تو خود حضور ﷺ کی امت میں سے یہی عمل کرنے والے کی بخشش کیوں نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سوال نمبر ۷: آذان میں پہلے اللہ کا نام آتا ہے تو ضروری ہے کہ پہلے اللہ کے نام پر انگوٹھے چومے جائیں مگر ایسا نہیں کیا جاتا؟

الجواب: جس روایت کی وجہ سے انگوٹھے چومے جاتے ہیں اس میں اللہ کے نام پر انگوٹھے چومنے کا ذکر نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے نام پر چومنے کا ذکر ہے۔ اس لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پیروی میں ایسا کیا جاتا ہے۔ معترض کو چاہیے کہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے نام پر تو انگوٹھے چومے نہیں مگر رسول

اللہ علیہ ﷺ کے نام پر چومے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اللہ تعالیٰ دماغی بیماری سے محفوظ رکھے۔ اگر صدیق اکبر کے اس فعل پر نہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی اعتراض کیا اور نہ خود خدا تعالیٰ نے اعتراض کیا تو پھر کسی ایرے غیرے کو اعتراض کا کیا حق پہنچتا ہے۔ واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم وھو اعلم بالصواب.

سوال نمبر ۸: حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

الجواب: اللہ عزوجل یا کسی رسول مکرم یا کسی دینی بزرگ کا نام سن کر انگوٹھے چومنا شرعاً جائز ہے۔ اگر کوئی توحیدی شخص آذان میں اللہ کا نام سن کر انگوٹھے چومے اور رسول اللہ ﷺ کا نام سن کر نہ چومے تو بھی کسی کو کوئی اعتراض نہیں۔ بات تعظیم ظاہر کرنے کی ہے۔ اس عمل سے جس معظم دینی کی تعظیم ظاہر کی جائے جائز ہے۔ لقوله تعالیٰ ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب واللہ تعالیٰ اعلم.

سوال نمبر ۹: قرآن مجید کو بوسہ (۱) دینا کیسا ہے؟

الجواب: سنت صحابہ کرام ہے۔ امام احمد طحطاوی لکھتے ہیں وکان عمر یاخذ المصحف کل غداۃ ویقبله وکان عثمان یقبله ویمسحه علی وجھه ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر صبح قرآن مجید اٹھاتے اور اسے بوسہ دیتے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے چومتے اور چہرہ سے لگاتے تھے۔ (حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۷۵)

سوال نمبر ۱۰: روضہ رسول اللہ ﷺ کی جالیوں کو چومنا کیسا ہے؟

الجواب: بہارِ شریعت میں ہے۔ ''خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلافِ ادب ہے بلکہ چار ہاتھ کے فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔'' (بہارِ شریعت جلد ۶ ص ۱۷۶)

---

(۱) بوسہ دینے کی احادیث ضیائے حرم بابت شعبان ۱۴۱۷ھ میں ملاحظہ کریں۔

مگر جالیوں کو چومنا حرام یا شرک نہیں جس طرح وہابیہ نجدیہ کا عقیدہ ہے کہ وہ روضہء اطہر کے پاس زاہرین پر سختی کرتے ہیں۔ اور شرک شرک حرام حرام کہتے رہتے ہیں۔واللہ اعلم بالصواب۔

سوال نمبر ۱۱: قبر کو بوسہ دینا کیسا ہے؟

الجواب: بعض حضرات صحابہ ءکرام سے قبر رسول اللہ ﷺ کا بوسہ لینا اور اس سے چمٹ جانا ثابت ہے۔ چنانچہ کتاب الجواب المشکور کے صفحہ ۹ میں لکھا ہے۔ وثبت ان ابن عمر رضی اللہ عنهما کان یضع یده علی القبر الشریف وجآء بسند جید ان بلالا رضی اللہ عنه لما زار النبی ﷺ من الشام جعل یبکی ویمرغ وجهه علی القبر الشریف لمحضر من الصحابة ولم ینکر ذلک علیه احد" منه وکذالک فعل ابو ایوب الانصاری حین جآء من ارض الروم وقال للائمیه ما اجهلکم بفعل العاشقین ثم تمثل بقول الشاعر امر علی الدیار دیار سلمیٰ .اقبل ذالجدارو ذالجدار. وماحب الدیار شغفن قلبی ولکن حب من سکنی الدیار ۔اور یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر اپنا ہاتھ رکھتے تھے۔ اور پختہ سند کے ساتھ مروی ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ ملکِ شام سے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے تشریف لائے تو آپ روتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر اپنا چہرہ رگڑتے تھے۔ اور ان کا یہ فعل صحابہ ءکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں واقع ہوا اور ان میں سے کسی ایک نے بھی اس پر انکار نہ کیا اور اسی طرح کا کام حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس وقت کیا جب وہ ارضِ روم سے مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ اور ملامت کرنے والوں سے فرمایا تم عاشقوں کے فعل سے کتنے جاہل ہو۔ پھر شاعر کے یہ شعر پڑھے۔ میں سلمیٰ کے علاقوں سے گزرتا ہوں تو دیواروں کو بوسہ دیتا ہوں۔ یہ بات نہیں کہ محبوب کے علاقوں نے میرے دل کو مشغول کیا ہوا ہے بلکہ خود محبوب کے خیال نے مجھے مشغول بنایا ہے۔

اور امام شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں ۔وھذا امر غیر مجمع علیہ ولذا قال احمد الطبرانی لاباس بتقبیلہ والتزامہ وروی ان اباایوب الانصاری رضی اللہ عنہ کان یلتزم القبر الشریف قیل ھذالغیر من لم یغلبہ الشوق والمحبۃ وھو کلام حسن اھ بلفظہ ۔
اور یہ امر (قبر صالح کو بوسہ نہ دینا) اجماعی حکم نہیں ہے ۔ اسی وجہ سے حضرت امام احمد طبرانی فرماتے ہیں کہ قبر کو بوسہ دینے اور اس سے چمٹ جانے میں کوئی حرج نہیں اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر سے چمٹ جایا کرتے تھے ۔ اور کہا گیا ہے کہ قبر صالح کو بوسہ نہ دینا اس شخص کے لئے ہے جس پر شوق اور محبت غالب نہ ہو اور یہ کلام اچھی ہے ۔ (نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض جلد۳ ص۵۲۴)

ہاں زیادہ ادب یہ ہے کہ چار ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑے ہو کر سلام عرض کرے ۔ اعلیٰ حضرت بریلوی لکھتے ہیں " اور بوسہ قبر میں علماء کا اختلاف ہے اور احوط منع ہے ۔ خصوصاً مزاراتِ طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو ۔ یہی ادب ہے ۔ پھر تقبیل کیونکر متصور ہے ۔ یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے ۔ اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے ۔ لکل مقام مقال ولکل مقال رجال ولکل رجال مجال ولکل مجال منال نسئل اللہ حسن المال وعندہ العلم بحقیقۃ کل حال ۔واللہ تعالیٰ اعلم ۔ (احکام شریعت ۔ص۲۳۴)

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں ۔ مزار کو بوسہ دینا نہ چاہیے ۔ علماء اس میں مختلف (۱) ہیں اور بہتر بچنا ہے اور اسی میں ادب زیادہ ہے ۔ (فتاویٰ رضویہ جلد۴ ص ۸)

---

(۱)فقد صرّح غیر واحد من الأئمہ ھداۃ الامۃ باباحۃ التمسح بقبور المسلمین الصالحین وتقبیلھا وتمریغ الخد علیھا حتی و تقبیل اعتابھا بقصد التبرک و منع ذلک بعضھم لکنہ قال بالکراھۃ لابالحرمۃ فضلاً عن التکفیر (الجواب المشکور ص ۷)

اور مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں " عوام کیلئے یہی بہتر ہے کہ قبر کو نہ چومیں ۔ عالمگیری میں ہے ۔ولایمسح القبر ولایقبله فان ذلک من عادة النصاریٰ . (۱) ولاباس بتقبیل قبر والدیه کذافی الغرائب اور اشعۃ اللمعات میں ہے ۔مسح نہ کند قبر را و بوسہ نہ دہد آن را و منحنی نشود و در روے خاک نہ مالد ۔ایں عادت نصاریٰ است (فتاویٰ نعیمیہ ص ۲۴)

بہر حال قبر کو بوسہ دینا مختلف فیہ ہے ولہٰذا بچنا زیادہ احتیاط اور زیادہ ادب ہے ۔لیکن بوسہ دینے والوں پر اعتراض کرنا اور ان پر شرک کا فتویٰ لگانا بہت بڑی زیادتی ہے ۔واللہ تعالیٰ اعلم ۔

سوال نمبر ۱۲ :۔ بزرگانِ دین کے ہاتھوں پاؤں کو بوسہ دینا کیسا ہے؟

الجواب :۔ عالمِ دین اور بادشاہ عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے ۔ بلکہ اس کے قدم چومنا بھی جائز ہے ۔ بلکہ اگر کسی نے عالمِ دین سے یہ خواہش کی کہ آپ اپنا ہاتھ یا قدم مجھے دیجئے کہ میں بوسہ دوں تو اس کے کہنے کے مطابق وہ عالم اپنا ہاتھ پاؤں بوسہ کے لیے اس کی طرف بڑھا سکتا ہے ۔ (درمختار بحوالہ بہار شریعت جلد ۱۶ ص ۹۹)

سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہٗ لکھتے ہیں ۔ور خص الشیخ الامام شمس الأئمة السرخسی وبعض المتاخرین تقبیل ید العالم والمتورع علیٰ سبیل التبرک وعن سفیان قال تقبیل ید العالم سنة وتقبیل ید غیره لا یرخص فیه قال الصدر الشهید وهو المختار ۔اور شیخ امام شمس الائمہ سرخسی اور بعض ائمہ متاخرین نے عالمِ دین اور پرہیزگار شخص کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی رخصت دی ہے جبکہ یہ تبرک حاصل کرنے کے لیے ہو ۔اور امام صدر الشہید نے فرمایا اور یہ مختار ہے ۔ (الحدیقۃ الندیہ ۔ص ۵۳۹ جلد ۲)

واللہ تعالیٰ اعلم ۔

سوال نمبر ۱۳ :۔کسی عالمِ دین یا شیخ طریقت کو تعظیماً سجدہ کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) و در بعض روایات فقہیہ بوسہ دادن بر قبر پدر و مادر را نیز آمدہ است (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۷۱۹)

الجواب : سجدۂ تحیت یعنی ملاقات کے وقت بطور اکرام کسی کو سجدہ کرنا حرام (۱) ہے۔ اور اگر بقصد عبادت ہو تو کفر ہے کہ خدا کے غیر کی عبادت کفر ہے۔ (ردالمختار) اور بادشاہ کو بروجہ تحیت سجدہ کرنا یا اس کے سامنے زمین کو بوسہ دینا کفر نہیں مگر یہ شخص گناہگار ہوا۔ اور اگر عبادت کے طور پر سجدہ کیا تو کفر ہے۔ عالم کے پاس آنے والا اگر زمین کو بوسہ دے یہ بھی ناجائز و گناہ ہے۔ کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا دونوں گناہگار ہیں۔ (عالمگیری) اور ملاقات کے وقت جھکنا منع ہے۔ (عالمگیری) یعنی اتنا جھکنا کہ حدِ رکوع تک ہو جائے (بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۹۹)

سوال نمبر ۱۴ : ۔ نقشہء نعلین مصطفےٰ ﷺ کو چومنا اور آنکھوں سے لگانا اور سر پر رکھنا کیسا ہے؟

الجواب : جائز ہے۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی کتاب الانوار المحمدیہ من المواھب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۵۷ میں لکھتے ہیں۔ وافرد تمثال نعله ﷺ بالتاليف غير واحد ومن بعض ماذكر من فضلها و جرب من نفعها وبركتها ما ذكرها ابو جعفر احمد بن عبدالمجيد وكان شيخاً صالحاً قال حذوت هذاالمثال بعض الطلبة فجآء ني يوماً فقال لي رأيت البارحة من بركات هذاالنعل عجباً اصاب زوجتي وجع شديد كا ديهلكهافجعلت النعل علي موضع الوجع وقلت اللهم ارني بركةصاحب هذاالنعل فشفاها الله للحين . وممن افرد التمثال الشريف بالتاليف ابو اسحاق السملي الاندلسي المشهور بابن الحاج قال قال ابو القاسم ابن محمد ومما جرب من بركته انه من امسكه عنده متبركاً به كان له اماناً

---

(۱)وقد روی عن النبی ﷺ فی اباحة تقبيل اليد اخباراً و قد روی الكراهة الاان السجود لغير الله تعالیٰ علي وجه التكرمة والتحية منسوخ بماروت عائشة وجابر بن عبدالله وانس ان النبی ﷺ قال ما ينبغي لبشر ان يسجد لبشر ولو صلح لبشر ان يسجد لبشر لامرت المرأة ان تسجد لزوجها من عظم حقه عليها هذا لفظ حديث انس(احكام القرآن للجصاص ج ۱ ص ۳۲)

من بغی البغاۃ وغلبة العدو وحرزاً من کل شیطان مارد وعین کل حاسدٍ وان امسکته المرأة الحامل بیمینها وقد اشتد علیها الطلق تیسرا مرها بحول اللہ تعالیٰ وقوته اہ بلفظه.

ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ کے نعل پاک کے بارہ میں کئی علماء نے مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں اور بعض مصنفین نے اس کے فضائل ذکر کیے ہیں۔ اور اس کے فائدوں کا تجربہ بیان کیا ہے۔ امام ابو جعفر احمد بن عبد المجید کہ وہ ایک نیکوکار بزرگ تھے نے ذکر کیا ہے کہ میں نے نعل پاک کا نقشہ اپنے ایک طالب علم کو دیا۔ پھر وہ ایک دن آیا اور اس نے کہا کہ گذشتہ رات میں نے نعل پاک کی عجیب برکت دیکھی ہے۔ اور وہ یہ کہ میری بیوی کو ایسا درد شدید لاحق ہوا کہ وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئی۔ میں نے نعل پاک کا نقشہ اس کے درد والی جگہ پر رکھ کر دعا مانگی۔ اے اللہ اس نعل پاک والوں کی برکت مجھے دکھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے اسے اسی وقت شفا بخش دی۔ اور جن بزرگوں نے نعل شریف کے بارہ میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سے ایک ابو اسحاق سلمی اندلسی المعروف ابن الحاج ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ امام ابو القاسم ابن محمد نے نعل شریف کی برکت کا یہ تجربہ لکھا ہے کہ جو شخص بطور تبرک اس کو اپنے پاس رکھے گا وہ باغیوں کی بغاوت اور دشمنوں کے غلبہ سے محفوظ رہے گا۔ اور ہر سرکش شیطان کے شر سے اور ہر حاسد کی بدنظری کی نحوست سے محفوظ رہے گا۔ اور اگر حاملہ عورت بچہ جننے کے وقت اس کو اپنے ہاتھ میں لے گی تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور قدرت سے اسے آسانی حاصل ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۱۵: کسی بزرگ کے لیے تعظیماً کھڑا ہونا کیسا ہے؟

الجواب: آنے والے کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا جائز بلکہ مندوب ہے جبکہ ایسے کے لیے کھڑا ہو جو مستحق تعظیم ہے۔ مثلاً عالم دین کی تعظیم کو کھڑا ہونا۔ کوئی شخص مسجد میں بیٹھا ہے یا قرآن مجید پڑھ رہا ہے اور ایسا شخص آ گیا جس کی تعظیم کرنی چاہیے تو اس حالت میں بھی تعظیم کو کھڑا ہو سکتا ہے۔ (درمختار۔ ردالمحتار) اور جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ لوگ میرے لیے

کھڑے ہوں اس کی یہ بات ناپسند و مذموم ہے۔ (ردالمحتار) احادیث میں اسی قیام کی مذمت ہے یا اس قیام کو برا بتایا گیا ہے جو اعاجم میں مروج ہے کہ سلاطین بیٹھے ہوتے ہیں اور اس کے آس پاس تعظیم کے طور پر لوگ کھڑے رہتے ہیں۔ آنے والے کے لیے کھڑا ہونا اس قیام ممنوع میں داخل نہیں۔ قیام میلاد شریف کی ممانعت پر ان احادیث سے دلیل لانا جہالت ہے۔ (بہار شریعت جلد ۱۶ ص ۱۰۰) واللہ تعالیٰ اعلم وھذاآخر ماردنا ایردہ فی ھذہ المقالة المتبرکة تقبلها اللّٰہ تعالیٰ بمنه العظیم و رسوله الکریم ﷺ انا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی القریشی الهاشمی غفر اللّٰہ تعالیٰ لهٗ المدرس بالجامعة الحیدریة فضل المدارس بھیائی من مضافات سھنسه آزاد کشمیر (۲۱ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اٹھارہواں مقالہ

اہل ادب کے

انوکھے انداز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد

سید الانبیاء ، امام المرسلین ، جنابِ محمد مصطفےٰ ، احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ والثناء کی محبت اصل ایمان ہے ۔ حدیث شریف میں آپ نے فرمایا ۔ لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین ۔ یعنی تم میں سے کوئی ایک مومن نہیں ہوگا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین ، اولاد ، اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا ہو جاؤں ۔ (شفا شریف جلد دوم ص ۱۵)

؎ محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

محبت رسول ادبِ رسول کا درس دیتی ہے

مومن کے دل میں جب محبت رسول پیدا ہوتی ہے تو وہ اسے ادبِ رسول کے انوکھے انداز سکھا دیتی ہے ۔ بمصداق ۔

؎ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں ۔

محبت رسول جس انداز سے ادبِ رسول بجا لائے وہ تقاضائے شرع کے عین مطابق ہوگا ۔ اگرچہ وہ انداز انوکھا ہی کیوں نہ ہو ۔ اس کے جواز واستجاب کے ثبوت کے لیے کسی قسم کی دلیل ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہوگی ۔ اس مختصر رسالہ " اہل ادب کے انوکھے انداز " میں ہم نے بزرگانِ دین کے وہ واقعات جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے ۔ جو ادب رسول کے انوکھے انداز کو اپنے جلو میں لیے ہوئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرفِ مقبولیت بخشے ۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

حضرت صدیقِ اکبر کا ازراہ ادب انگوٹھے چومنا :

شیخ اسماعیل اپنی تفسیر روح البیان میں آیت کریمہ ۔ انّ اللہ وملائکۃ یصلون علی

النبی ۔ کے ماتحت لکھتے ہیں ۔ " اور کتاب محیط میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ نبی ء پاک ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور ایک ستون کے نزدیک بیٹھ گئے ۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے روبرو بیٹھ گئے ۔ اس ثناء میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اٹھے اور آذان کہنے لگے ۔ جب انہوں نے اشھد ان محمداً رسول اللہ کہا تو صدیق اکبر نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو اپنی آنکھوں پر رکھ کر کہا قرۃ عینی بک یارسول اللّٰہ ۔ (اے اللہ کے رسول آپ کے سبب سے میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ۔)

جب بلال آذان سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔ یا ابا بکر ہر کہ بکند چنیں کہ تو کردی خدائے بیامرزد گناہانِ جدید وقدیم اور اگر بعمد بودہ باشد اگر بخطاء ۔ اے ابوبکر جو کوئی کرے جیسا آپ نے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نئے پرانے گناہ بخش دے گا ۔ خواہ اس نے گناہ جان بوجھ کر کیے تھے یا خطأ ۔ (تفسیر روح البیان جلد ہفتم ص ۲۲۸)

اور امام شیخ زادہ حاشیہ تفسیر بیضاوی میں شیخ ابوالوفاء سے نقل فرماتے ہیں ان کی روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں ۔ قال تبرکاً باسمک الکریم یارسول اللہ ۔ حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا ۔ یارسول اللہ آپ کے نامِ کریم سے برکت حاصل کرنے کے لیے میں نے یہ کام کیا ہے ۔ فرمایا ۔ احسنت فمن یعمل بہ امن من الرمد ۔ تو نے اچھا کیا ہے ۔ سو جو کوئی یہ عمل کرے گا اس کی آنکھیں دکھنے سے محفوظ رہیں گی ۔ (اشد الجہاد ص ۴۰)

تقبیل ابہامین کے الفاظ میں اضافہ

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں منقول ہے کہ جب مؤذن اشھد ان محمداً رسول اللہ کہتا تو آپ انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں سے لگاتے اور ساتھ یہ کلمات فرماتے ۔ قرۃ عینی بتراب اقدام کلا بک یارسول اللّٰہ ۔ آپ کے شہر مقدس کے کتوں کے قدموں سے مس ہونے والی مٹی کے سبب سے میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ۔

فقہائے کرام نے قرۃ عینی بک یارسول اللہ پڑھنے کے متعلق فرمایا ہے مگر آپ کی محبت وعقیدت اور ادب و نیاز کی نہایت و غایت دیکھیے کہ آپ ان کتوں کے قدموں سے

لگنے والی مٹی کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دے رہے ہیں۔ جو محبوب کی گلیوں میں چلتے پھرتے ہیں۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور اکتوبر ۱۹۸۱ء ص ۷۲)

مدینے کی گلیوں میں کفن بچھا دینا

شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی روایت کرتے ہیں کہ جب خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ منورہ کی حاضری کا شرف حاصل ہوا تو آپ نے جو کپڑا کفن کے لئے مکہ مکرمہ سے خریدا تھا۔ اس کے بارہ میں خدام کو حکم دیا کہ اسے مدینہ منورہ کی گلی میں بچھا دو تاکہ مدینہ منورہ کے چلنے والوں کے قدم اس پر آجائیں اور یہ زیادہ بابرکت ہو جائے۔ (ماہنامہ ضیائے قمر گوجرانوالہ۔ اپریل ۱۹۹۱ء)

ممبر رسول پر ہاتھ رکھنا

قاضی عیاض شفا شریف میں لکھتے ہیں۔ وروی ابن عمر واضعاً علی مقعد النبی ﷺ من المنبر ثم وضعها علیٰ وجهه ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا کہ آپ نے نبی علیہ السلام کے منبر میں آپ کے بیٹھنے کی جگہ پر ہاتھ رکھا پھر اسے اپنے چہرے پر رکھا (شفا شریف جلد دوم ص ۷۰)

ٹوپی میں بطور ادب موئے رسول رکھنا

قاضی عیاض لکھتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی میں نبیء پاک ﷺ کے چند بال تھے۔ آپ اس ٹوپی کو پہن کر جس لڑائی میں بھی شریک ہوئے اس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ (شفا شریف جلد اول ص ۲۱۸)

صحابہ کرام کے چند واقعات

حفیظ الرحمٰن کاروار اپنے مضمون ''طریق آدابِ رسول ﷺ'' میں لکھتے ہیں کہ

(۱) حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر اس قدر بال دراز لٹکتے تھے کہ جب وہ بیٹھتے

تھے اور بالوں کو چھوڑ دیتے تھے تو وہ زمین تک پہنچ جاتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بالوں کو اتنا دراز کیوں کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا دستِ مبارک ان بالوں کو لگا تھا۔ اس لیے میں نے تبرکاً ان بالوں کو باقی رکھا ہوا ہے۔ (ماہنامہ ندائے دین کراچی ستمبر ۱۹۹۲ء)

(۲) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب سے اپنا داہنا ہاتھ حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک سے ملایا ہے اس دن سے میں نے اس ہاتھ سے اپنی شرم گاہ کو نہیں چھوا ہے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۳) حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش کی طرف حدیبیہ میں صلح کے لئے مکہ مکرمہ میں بھیجا۔ قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بیت اللہ شریف کا طواف کرنے کی اجازت دے دی مگر آپ نے فرمایا میں ہرگز طواف نہیں کروں گا جب تک میرے آقا و مولا حضور نبی اکرم ﷺ طواف نہ کرلیں گے۔ (ماہنامہ مذکورہ بالا)

(۴) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور منبر رسول پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو آپ اس درجہ میں نہ بیٹھے جس میں رسول اللہ ﷺ بیٹھا کرتے تھے۔ بلکہ اس کے نیچے والے درجہ میں بیٹھ کر بحیثیت امیر المؤمنین اور خلیفہء اول آپ نے خطبہ دیا۔ پھر ساری عمر اس ادب کو ملحوظ رکھا۔ پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے صدیق اکبر کے درجہ سے بھی نیچے والے درجہ میں بیٹھ کر خطبہ دینا مناسب سمجھا۔" (حوالہ مذکورہ بالا)

(۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دروازہ کے کواڑ کپڑے کے بنائے ہوئے تھے تاکہ حضور ﷺ کے نزدیک ہونے کی وجہ سے کواڑ کھلنے کی آواز آپ کو اذیت نہ دے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۶) حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے عمر میں بڑے تھے۔ کسی نے پوچھا آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا۔ حضور ﷺ بڑے ہیں۔ میں صرف حضور ﷺ سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۷) حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی مسجد کے مؤذن تھے۔ جب حضور ﷺ

وصال فرما گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور نماز کا وقت ہوا تو بلال نے آذان نہ دی۔ حضرت ابوبکر نے آذان کا حکم دیا پھر بھی نہ دی۔ اور کہا۔ اے امیر المؤمنین! اگر آپ نے مجھے اللہ کے واسطے خرید کر آزاد کیا تھا تو اللہ کے حوالے کر دیجئے۔ اگر نہیں تو جو آپ کا حکم ہو میں حاضر ہوں۔ فرمایا۔ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے سبب سے آزاد کیا تھا۔ آپ آزاد ہیں اور آزاد رہیں گے۔ عرض کیا۔ یا امیر المؤمنین حضور ﷺ کے بعد میں کبھی بھی آذان نہ دوں گا۔ چند دن بعد مدینہ میں غمگین ہونے کے باعث دمشق چلے گئے۔ اور خدا سے دعا کی۔ یا اللہ مجھ کو اندھا کر دے تا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد میں کسی کو نہ دیکھوں۔ ((حوالہ مذکورہ بالا)

(۸) جب آیت کریمہ **لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی** نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ جن کی آواز بلند ہوا کرتی تھی غم میں کئی دن تک گھر سے باہر نہ نکلے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے خود دریافت فرمایا کہ ثابت کہاں ہیں؟ چند صحابہ ان کے گھر گئے اور پوچھا کہ دربارِ نبوی میں حاضر کیوں نہیں ہوتے ہو؟ جواب دیا۔ میری آواز حضور ﷺ کی آواز سے بلند ہو جایا کرتی ہے۔ اب میرا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ صحابہ نے آکر حضور ﷺ کی خدمت میں یہ حال بیان فرمایا تو سرکار دو عالم نے ارشاد فرمایا۔ وہ جنتی ہے۔ چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی کہ حضرت ثابت جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (ماہنامہ ندائے دین کراچی ستمبر ۱۹۹۲ء)

(۹) قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ آپ کے دروازہ پر حاضر ہو کر دستک دینے کے بجائے آپ کے دروازے کے کواڑ کو ناخنوں سے رگڑ کر اپنے آنے کی خبر دیتے تھے۔ (شفا شریف جلد دوم ص ۳۲)

(۱۰) اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی سوال پوچھنے کا ارادہ کرتا تو آپ کی ہیبت کی وجہ سے کئی سال تک اسے آپ پر پیش کرنے میں التواء سے کام لیتا تھا۔ (شفا شریف جلد اول ص ۳۲)

فضلاتِ نبویہ کا ادب واحترام

عروہ بن مسعود کو قریش نے حدیبیہ کے مقام میں صلح کی خاطر بھیجا انہوں نے صحابہ کرام کا جو حال دیکھا وہ بدیں الفاظ بیان کرتے ہیں۔ **وانہ لا یتوضأ الاابتدروا وضوءہ وکادوا یقتتلون علیہ ولا یبصق بصاقاً ولا یتنخم نخامۃً الّا تلقوھا باکفھم فدلکوا بھا وجوھھم واجسادھم ولا تسقط منہ شعرۃ الا ابتدروھا واذاامرھم بامر ابتدروا امرہ واذاتکلم خفضوا اصواتھم عندہ ولا یحدون الیہ النظر تعظیماًلہ** ۔یعنی رسول اللہ ﷺ جب وضو کرتے صحابہ آپ کے غسالہ کو جلدی جلدی لے لیتے اور لڑائی جھگڑے کے قریب پہنچ جاتے۔اور آپ نہ تھوکتے اور نہ ناک سنکتے مگر آپ کا آب دہن وبینی کو اپنی ہتھیلیوں پر لے کر اسے اپنے چہروں اور جسموں پر ملتے اور آپ کا کوئی بال نہ گرتا مگر وہ اسے فوراً اٹھالیتے اور جب آپ انہیں کوئی حکم دیتے تو وہ فوراً تعمیل حکم کرتے اور جب آپ بات فرماتے تو وہ سب اپنی آوازیں پست کرلیتے اور صحابہ آپ کی طرف آپ کی تعظیم کے سبب سے نظریں جما کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔(شفا شریف جلد دوم ص ۳۱)

(۲) مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رسالہ شیم الحبیب میں لکھتے ہیں **وشرب مالک بن سنان دمہ ﷺ یوم احد ومصۂ فقال ﷺ لن یصیبہ النار و شرب عبداللّٰہ بن زبیر رضی اللّٰہ عنھما دم حجامتہ وشربت برکۃ بولہ ﷺ وام ایمن خادمۃ رسول اللّٰہ ﷺ فلم تجداہ الا کمآء عذب طیب.**

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی اس عربی عبارت کا ترجمہ ان لفظوں میں لکھتے ہیں۔"اور مالک بن سنان یوم احد میں آپ کا خون (زخم کا) چوس کر پی گئے۔تو آپ نے فرمایا اس کو کبھی دوزخ کی آگ نہ لگے گی۔اور عبداللہ بن زبیر نے آپ کا خون جو پچھنے لگانے سے نکلا تھا پی لیا تھا اور برکت اور آپ کی خادمہ ام ایمن نے آپ کا بول (پیشاب) پی لیا تھا۔سو ان کو ایسا معلوم ہوا جیسا شریں نفیس پانی ہوتا ہے۔(نشر الطیب ص ۱۶۲)

(۳) حضرت عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگوائے تو اپنا خون مجھے دے کر فرمایا غائب کن ایں رابجور جائے کہ کس نہ بیند۔ اس کو ایسی جگہ چھپا دو کہ کوئی شخص اسے نہ دیکھے اور نہ اسے پا سکے۔ پس نوشیدم آنرا کہ پوشیدہ تراز آن مکانے نیافتم۔ پس میں نے وہ خون پی لیا کیونکہ میں نے اپنے پیٹ سے زیادہ کوئی پوشیدہ جگہ نہ پائی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ وائے ترا از مردم ووائے مردم راز تو۔ تیرے لیے لوگوں سے خرابی ہے اور لوگوں کے لیے تجھ سے خرابی ہے۔ (مدارج النبوۃ جلد اول ص ۳۰)

ایک عاشقِ صادق کا واقعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا۔ تو نے قیامت کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے؟ عرض کیا۔ **ما اعددت لها من كثير صلاة ولا صوم ولا صدقة ولكني احب الله ورسوله** ۔ میں نے قیامت کے لیے زیادہ نمازیں، روزے، اور زیادہ صدقات تیار نہیں کیے بلکہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا۔ **انت مع من احببت** ۔ تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھے گا۔ (شفاء جلد ۲ ص ۱۶)

بزرگانِ دین کے چند واقعات

(۱) مصعب بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک کے پاس جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو آپ فوراً ادب واحترام کے باعث جھک جاتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ آپ آخر اتنا کیوں جھک جاتے ہیں؟ جواب دیا کہ حضور سرور عالم ﷺ کی شان وعظمت کے پیش نظر جھک جاتا ہوں۔ (ماہنامہ ندائے دین بابت ستمبر ۱۹۹۲ء)

(۲) حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن امام مالک حدیث شریف کا درس دے رہے تھے کہ آپ کو ایک بچھو نے سولہ بار کاٹا اور آپ نے اُف تک نہ کی۔ مگر آپ کا رنگ زرد ہوگیا۔ آپ نے درس اسی حالت میں پورا کیا۔ جب درس ختم کیا تو

میرے پوچھنے پر فرمایا۔ نبی کریم علیہ السلام کی شان بیان کرتے وقت یہ سب تکلیف میں نے صبر سے برداشت کی ہے تاکہ اس بیان میں رخنہ نہ پڑے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۳) حضرت امام مالک کے دروازے پر جب کوئی شخص حاضر ہوتا تو آپ آدمی بھیج کر اس سے پوچھتے کہ حدیث پوچھنے آئے ہو یا فقہ کا کوئی مسئلہ؟ اگر وہ کہتا کہ فقہ کا مسئلہ پوچھنے آیا ہوں تو آپ اسی حالت میں باہر تشریف لے آتے اور مسئلہ بتا دیتے۔ اور اگر وہ شخص حدیث کا سوال کرتا تو آپ فوراً غسل کرتے، صاف کپڑے زیب تن کرتے، خوشبو لگاتے، عمامہ باندھتے، سبز چادر اوڑھتے پھر ایک خاص پاک صاف جگہ پر بیٹھ کر حدیث شریف بیان کرتے تھے۔ جب تک حدیث بیان کرتے رہتے خوشبو سلگتی رہتی تھی۔ یہ تھا نبی کریم علیہ السلام کا ادب جو امام مالک آپ کی حدیث بیان کرتے وقت بجالاتے تھے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۴) حضرت امام مالک مدینہ منورہ میں اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میری کیا مجال ہے کہ جس زمین پر حضور علیہ السلام کے قدم مبارک پڑے ہوں اس پر گھوڑے پر بیٹھ کر سواری کروں۔ اس زمین کا چپہ چپہ قابلِ تعظیم ہے۔" (حوالہ مذکورہ بالا)

(۵) حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری صحیح بخاری شریف لکھتے وقت ہر ایک حدیث شریف سے پہلے زمزم کے پانی سے تازہ غسل کرتے تھے۔ اس کے بعد مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نفل پڑھتے تھے۔ پھر حدیث شریف جمع کرنے کے لیے بیٹھتے تھے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۶) سلطان محمود غزنوی کے خاص الخاص خادم ایاز کے ایک بیٹے کا نام محمد تھا۔ ایک دن ایاز کی جگہ اس کا یہ محمد نامی بیٹا حاضر خدمت تھا۔ سلطان نے کہا۔ اے ایاز کے بیٹے! وضو کا پانی لاؤ۔ لڑکا پانی لے آیا مگر رونے لگا کہ سلطان کی خدمت میں شاید کوئی کوتاہی ہوگئی ہے جس کی وجہ سے بادشاہ نے نام لینے کی جگہ ایاز کا بیٹا کہہ کر پکارا۔ ایاز کو پتہ چلا تو سلطان سے عرض کیا کہ میرے بیٹے سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے؟ سلطان نے سر نیچے کر کے کہا۔ خاطر جمع رکھ۔ کوئی خطا نہیں ہوئی مگر میں اس وقت بے وضو تھا اس لیے محمد نام بغیر وضو کے نہیں

لے سکتا تھا۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۷) مولانا جامی کا ادب اسلامی دنیا میں مشہور ہے۔ جب آپ حج کو گئے تو نبی کریم ﷺ کے حرم پاک مسجد نبوی کو ہر روز صبح کے وقت اپنی داڑھی سے جھاڑ و دیتے تھے۔ ان دنوں میں حرم شریف اتنا بڑا نہیں تھا۔ جتنا اب ہے بلکہ مسجد شریف کا سرخ حصہ ترکوں نے بنایا ہے وہی حرم پاک تھا۔ مولانا جامی یہ عمل بلحاظ ادب نبی کریم ﷺ کرتے تھے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۸) حضرت جنید بغدادی کا قصہ بھی اسلامی تاریخ کا ایک حصہ ہے کہ آپ مشہور پہلوان تھے۔ ہر برس دنگل ہوتا۔ خلیفہ وقت آتا اور انعام تقسیم کرتا تو جنید کو بہت کچھ مل جاتا تھا۔ ایک برس حسبِ معمول خلیفہ وقت اور اس کے وزراء آئے۔ شہر کے بڑے بڑے تاجر اور معززین بھی آئے۔ دنگل شروع ہونے والا تھا۔ اعلان ہوا کہ ہے کوئی جو جنید کا چیلنج قبول کرے۔ ایک ضعیف عمر رسیدہ شخص کہنے لگا میں چیلنج قبول کرتا ہوں۔ سارا مجمع ہنسنے لگا لیکن وہ شخص اپنی بات پر اڑا رہا۔ جنید میدان میں اترے اور وہ ضعیف شخص بھی میدان میں آیا۔ جب جنید نے اس کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے تو اس شخص نے آہستگی سے کہا۔ میرے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ لڑکیاں جوان ہیں۔ آج خلیفہ جیتنے والے کو بہت سا مال دے گا۔ جس سے میری ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ میں سید زادہ ہوں۔ اور نبی کریم ﷺ کی اولاد سے ہوں۔ جنید نے فوراً کہا آج آپ کی جیت یقینی ہے۔ کشتی شروع ہوئی۔ جنید نام کی خاطر آہستہ آہستہ مذاقاً چلتے رہے اور پھر خود بخود نیچے گر گئے۔ سید صاحب کو اشارہ دیا کہ میرے اوپر چڑھ بیٹھو۔ ایسا ہی ہوا۔ مجمع تالیاں بجانے لگا اور خلیفہ وقت حیران ہو گیا۔ جو کچھ مال و متاع ملنا تھا۔ وہ اس سید زادہ کو ملا۔ جنید خالی ہاتھ میدان سے واپس آ گئے۔ اسی رات جنید کو بشارت ہوئی کہ دنیا کا مال تو کیا اب آخرت کے مزے لوٹو۔ اب تو جنید پہلوان کے بجائے جنید بغدادی قطب الاقطاب ہے۔ اور اب جنت تیرا انتظار کر رہی ہے۔ (ماہنامہ ندائے دین ستمبر ۱۹۹۲ء)

(۹) خواجہ قمرالدین سیالوی جب حج کے لیے روانہ ہونے لگے تو خیال آیا کہ مدینہ منورہ

میں حضور ﷺ کے روضہ اقدس پر کیا نذر کروں گا؟ لنگر شریف میں یاقوت، ہیرے اور قیمتی پتھر تھے۔ آپ وہ ساتھ لے گئے۔ اور روضہ اقدس پر حاضری کے وقت یہ نذرانہ پیش کیا۔ بعد میں آپ نے مدینہ کے پرانے مکینوں کا تعاون حاصل کیا اور وہاں کے سادات گھرانوں میں حاضری دی۔ اور آپ نے ان سیدزادوں کو بیش قیمت نذرانے تحائف اور جواہرات پیش کیے اور ان سے خصوصی دعائیں حاصل کیں۔

؎ محبت است کہ دل رانمی دہد آرام　　وگرنہ کیست کہ آسودگی نمی خواہد

(ماہنامہ ضیائے قمر گوجرانوالہ بابت اپریل ۱۹۹۱ء)

(۱۰) جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جب کوئی صاحب حج بیت اللہ شریف کر کے حضور اعلیٰ حضرت بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوتا تو پہلا سوال یہی ہوتا کہ سرکار مدینہ ﷺ کی سرکار میں حاضری دی؟ اگر اثبات میں جواب ملا تو اس کے قدم چوم لیتے اور اگر نفی میں جواب ملا تو پھر مطلق تخاطب نہ فرماتے اور نہ التفات فرماتے۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۰۹)

(۱۱) مولانا بدرالدین احمد رضوی لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت ہمیشہ بشکل نامِ محمد ﷺ سویا کرتے۔ اس طرح کہ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے جس سے سر میم کہنیاں ح، کمر میم اور پاؤں دال بن کر گویا نام پاک محمد ﷺ کا نقشہ بن جاتا۔ (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۱۱۲)

(۱۲) خلیفہ وقت نے حضرت امام مالک سے پوچھا، جب میں روضہ رسول پر حاضری دوں تو کیا قبلہ کو رخ کروں اور دعا مانگوں۔ یا رسول اللہ ﷺ کی جانب منہ کروں اور دعا مانگوں؟ امام مالک نے جواب میں فرمایا **ولم تصرف وجھک عنہ وھو وسیلتک ووسیلۃ ابیک آدم علیہ السلام الی اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ بل استقبلہ واستشفع بہ فیشفعہ اللہ قال اللہ تعالیٰ ولوانھم اذظلموا انفسھم الآیۃ۔** یعنی تو اپنا چہرہ رسول اللہ ﷺ سے کیوں پھیرتا ہے۔ حالانکہ وہ تیرا وسیلہ ہیں اور قیامت کے روز تیرے باپ آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی جانب رخ کر اور آپ کے وسیلہ سے دعا مانگ تاکہ

اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت کے سبب سے تیری دعا قبول کرے۔ پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی ولو انهم اذظلمو انفسهم الآیۃ ۔ (شفاء شریف جلد دوم ص ۳۴)

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

(۱۳) دیو بندی مولوی احتشام الحسن کاندھلوی نے کتاب وفا الوفاء کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ " امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز اپنے دور خلافت میں ملک شام سے قاصد بھیجا کرتے تھے۔ تاکہ بارگاہ رسالت میں ان کا سلام پہنچائے۔" (تجلیات مدینہ مطبوعہ ادارۂ اسلامیات لاہور ص ۲۱)

(۱۴) یہی صاحب لکھتے ہیں۔" امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دفن کے تین دن بعد ایک شخص آیا اور قبر مبارک پر گر پڑا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے جو کچھ فرمایا ہم نے آپ کے فرمان کو سنا اور جو کچھ آپ نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہنچایا وہ ہم نے آپ سے لیا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ولوانهم اذظلموا انفسهم جآؤک فاستغفر اللّٰہ الآیۃ ۔ میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے اور آپ کے پاس سفارش اور طلب مغفرت کے لیے آیا ہوں۔ قبر مبارک سے آواز آئی انه قد غفر لک ۔ بے شک تیری مغفرت کر دی گئی۔ وفا الوفاء (تجلیات مدینہ ص ۲۶)

الحمد للہ ہم نے یہ چند واقعات تبرکاً جمع کر دیئے ہیں اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرفِ مقبولیت بخشے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المتبرکۃ تقبلھا اللّٰہ تعالیٰ بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ انا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی القریشی الهاشمی غفر اللّٰہ تعالیٰ له المدرس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس بھیانی من مضافات سنهسه آزاد کشمیر ۔(۱۴ ربیع الآخر ۱۴۲۴ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

انیسواں مقالہ

دربارِ رسالت کی حاضری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو لوگ مدینہ منورہ میں حج کے بعد جاتے ہیں وہ اپنا حج ضائع کردیتے ہیں۔ کیونکہ وہاں جا کر سلام پیش کرتے اور گڑگڑا کر حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان لوگوں کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ جواب تفصیلاً دے کر اجر حاصل کریں۔ (السائل: قاری محمد افراہیم حسن ہتہ پانی آزاد کشمیر)

الجواب بتوفیق اللہ الوھاب عزوجل

بعض لوگوں کا کہنا کہ حاجی لوگ مدینہ منورہ جاکر حج ضائع کردیتے ہیں قطعاً یقیناً غلط ہے۔ حج کے بعد مدینہ منورہ جانے سے حج ضائع نہیں ہوتا بلکہ بارگاہِ رب العزت جل شانہ میں منظور ومقبول ہوتا ہے۔ روضہ نبوی علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰت والتسلیمات کی حاضری اور آپ کی خدمت میں سلام ودعا اہم مستحبات سے ہیں۔ محقق علی الاطلاق محدث جلیل شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ زیارت حضرت سیدالمرسلین ﷺ وعلیہ اکمل الصلوٰت وافضلہا باجماع علمائے دین قولاً و فعلاً از افضل سنن واوکد مستحبات است ۔سیدالمرسلین ﷺ وعلیہ اکمل الصلوٰت وافضلہا کی بارگاہ کی زیارت (حاضری) علمائے دین کے قولی وفعلی اجماع کی وجہ سے بہترین سنتوں اور اہم ترین مستحب کاموں سے ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔ قاضی عیاض می گوید رحمۃ اللہ علیہ زیارت قبر رسول اللہ ﷺ سنتے است مجمع علیہا وفضیلتے است مرغوب فیہا، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت (حاضری) بالاجماع مسنون اور رغبت کیا ہوا مستحب کام ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔ وحسن بن زیاد از امام اعظم ابوحنیفہ روایت می کند کہ احسن مر حاج

راآن است کہ ابتداء بمکہ کند و مناسکِ حج بجا آورد و بعد از آں بمدینہ آید و زیارت کند و زیارت آنحضرت نزد ابی حنیفہ از افضل مندوبات واوکد مستحبات است قریب بدرجہء واجبات وعلمائے مذاہب اربعہ بتقدیم حج تصریح کردہ۔ امام حسن بن زیاد امام اعظم ابو حنیفہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حاجی کے لئے بہتر ہے کہ مکہ سے ابتداء کرے اور حج کے مناسک بجا لائے۔ پھر مدینہ آئے اور زیارت کرے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی حاضری بہترین مستحسن اور اہم ترین مستحب کاموں سے قریب بدرجہء واجبات ہے۔ اور مذاہب اربعہ کے علماء نے حج کی تقدیم کی تصریح کی ہے۔ (جذب القلوب فارسی ص ۱۵۴)

الحمد للہ۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی اس ایک عبارت نے " دربارِ رسالت کی حاضری " کا مسئلہ حل کر دیا اور بے دین لوگوں کی لایعنی باتوں کی پوری پوری تردید کر دی۔ ثم الحمد للہ علیٰ ذلک۔

چونکہ استفتاء میں اس مسئلہ کی وضاحت کا مطالبہ ہے اس لئے ہم تفصیلاً عرض کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

احادیث زیارت روضہء نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

رسول اللہ ﷺ کے روضہء اطہر کی زیارت کا حکم خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعدد احادیث مبارکہ میں دیا ہے۔ ہم یہاں بعض روایات تبرکاً نقل کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ من زار قبری وجبت لہٗ شفاعتی ۔ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے میری شفاعت اس کے لئے لازم ہوگی۔ رواہ الدار قطنی والبیہقی وغیر ھما (شفاء السقام ص ۲)

(۲)۔ انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ من زار قبری حلت لہٗ شفاعتی۔ جو میری قبر کی زیارت کرے میری شفاعت اس کے لئے حلال ہوگی۔ رواہ

الامام ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار فی مسندہ۔

(۳)۔ انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ من جآء نی زائراً لایعملہٗ حاجۃٌ الازیارتی کان حقاً علی ان اکون لہٗ شفیعاً یوم القیامۃ ۔ جو شخص میری زیارت کو اس حال میں آئے کہ وہ میری زیارت کے سوا اور کوئی کام نہ کرے تو مجھ پر لازم ہوگا کہ میں قیامت کے روز اس کا سفارشی بنوں۔ رواہ الطبرانی فی معجمہ الکبیر والدارقطنی فی امالیہ وابو بکر بن المقری فی معجمہ وصححہ سعیدابن السکن۔ (شفاء السقام ص ۱۶)

(۴)۔ اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا من حج فزار قبری بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی ۔ جو شخص حج کرے پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرے تو گویا وہ میری زندگی میں میری زیارت کرتا ہے۔ رواہ الدارقطنی فی سننہ وغیرہ ورواہ غیرہ ایضاً (شفاء السقام ص ۲۰)

(۵)۔ اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی ۔ جو حج کرے اور میری زیارت نہ کرے تو وہ مجھ پر ظلم کرتا ہے۔ رواہ ابن عدی فی الکامل وغیرہ (شفا السقام ص ۲۷)

(۶)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ من زار قبری اومن زارنی کنت لہٗ شفیعاً او شھیداً۔ جو میری قبر کی زیارت کرے یا جو میری زیارت کرے میں اس کا سفارشی یا گواہ ہوں گا۔ رواہ ابوداؤد الطیالسی فی مسندہ (شفاء السقام ص ۲۹)

(۷)۔ فاروق اعظم کے خاندان کے ایک شخص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ من زارنی متعمداً کان فی جواری یوم القیامۃ ۔ جو شخص بالقصد میری زیارت کرے وہ قیامت کے روز میرے پڑوس میں ہوگا۔ رواہ ابوجعفر العقیلی وغیرہ۔ (شفاء السقام ص ۳۱)

(۸)۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ۔ جو کوئی میری وفات کے بعد میری زیارت کرے تو

گویا میری زندگی میں وہ میری زیارت کرتا ہے۔ رواہ الدارقطنی وغیرہ (شفاء السقام ص ۳۲ شرح شفاء ص۵۱۲ جلد۳)

(۹)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ من حج حجة الاسلام وزار قبری و غزا غزوة وصلے علی فی بیت المقدس لم یسأله الله عزوجل فی مافترض علیه ۔ جوشخص حج اسلام ادا کرے اور میری قبر کی زیارت کرے اور ایک لڑائی لڑے اور بیت المقدس میں مجھ پر درود بھیجے تو اللہ عزوجل اس سے اپنے فرائض کے بارہ میں سوال نہیں کرے گا۔ رواہ الحافظ ابوا لفتح الازدی فی الثانی من فوائد ہ (شفاء السقام ص ۳۳)

(۱۰)۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ من زارنی بعد موتی فکانما زار نی وانا حیّ ۔ جو میری وفات کے بعد میری زیارت کرے تو گویا وہ اس حال میں میری زیارت کرتا ہے کہ میں (دنیا میں) زندہ ہوں۔ رواہ ابوالفتح سعید بن محمد بن اسماعیل الیعقوبی ۔ (شفاء السقام ص ۳۵)

(۱۱)۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ من زارنی بالمدینة محتسباً کنت لهٗ شفیعاً وشهیداً ۔ جوشخص مدینہ میں ثواب کی نیت سے میری زیارت کرے تو میں اس کے حق میں سفارشی اور گواہ ہوں گا۔ ذکرہ ابن الجوزی فی مثیر العزم الساکن والد میاطی وابن هارون وغیر هما ۔ (شفاء السقام ص ۳۶) (شرح شفا ص۵۱۲ جلد۳)

(۱۲)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ من زارنی میتاً فکانما زارنی حیاً ومن زار قبری وجبت لهٗ شفاعتی یوم القیامة وما من احد من امتی له سعة ثم لم یزرنی فلیس لهٗ عذر ۔ جو میری وفات کے بعد میری زیارت کرے وہ گویا میری ظاہری زندگی میں میری زیارت کرتا ہے۔ اور جو میری قبر کی زیارت کرے اس کے حق میں قیامت کے روز میری شفاعت واجب ہوگی۔ اور میری امت سے جوشخص طاقت رکھے پھر میری زیارت نہ کرے تو اس کے لئے کوئی عذر نہیں ہوگا۔ ذکرہ الحافظ ابو عبد اللہ

محمد بن محمود ابن النجار فی کتاب الدرۃ الثمینۃ فی فضائل المدینۃ . (شفاء السقام ص ۳۷)

(۱۳) ۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔ من زارنی فی مماتی کان کمن زارنی فی حیاتی ومن زارنی حتی ینتھی الی قبری کنت لہ یوم القیامۃ شھیداً اوشفیعاً ۔ جو شخص میری وفات کے بعد میری زیارت کرے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو میری ظاہری زندگی میں میری زیارت کرتا ہے اور جو میری زیارت کرے یہاں تک کہ وہ میری قبر تک پہنچے تو میں قیامت کے روز اس کے حق میں گواہ یا سفارشی ہوں گا ۔ ذکرہ الحافظ ابو جعفر العقیلی فی کتاب الضعفاء (شفاء السقام ص ۳۸)

(۱۴) ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا . من لم یزر قبری فقد جفانی . جو شخص میری قبر کی زیارت نہ کرے وہ مجھ پر ظلم کرتا ہے ۔ ذکرہ الحافظ ابو عبداللّٰہ ابن النجار فی الدرّہ الثمینۃ ۔ (شفاء السقام ص ۳۹)

(۱۵) ۔ حضرت بکر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ۔ من اتی المدینۃ زائراً لی وجبت لہٗ شفاعتی یوم القیامۃ ومن مات فی احد الحرمین بعث آمناً ۔ جو شخص میری زیارت کی غرض سے مدینہ آئے تو قیامت کے روز اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہوگی اور جو حرمین میں سے کسی ایک میں فوت ہو جائے تو وہ امن کی حالت میں اٹھایا جائے گا ۔ ذکرہ یحییٰ الحسینی فی اخبار المدینہ ۔ (شفاء السقام ص ۴۰)

(۱۶) ۔ اور رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا . من حج الی مکۃ ثم قصدنی فی مسجدی کتب لہ حجتان مبرورتان ۔ جو شخص مکہ میں حج کرے پھر میری مسجد میں میرا ارادہ کرے تو اس کے لئے دو مقبول حج لکھے جائیں گے ۔ (جذب القلوب فارسی ص ۱۴۳)

(۱۷) ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا . من زار قبر رسول للّٰہ

ﷺ کان فی جوار رسول اللہ ﷺ ۔ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت کرے وہ رسول اللہ ﷺ کے پڑوس میں ہوگا۔ (جذب القلوب ص ۱۴۴)

(۱۸)۔ اور مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی ۔ جو شخص بیت اللہ کا حج کرے اور میری زیارت نہ کرے تو وہ مجھ پر ظلم کرتا ہے۔ (جذب القلوب ص ۱۴۳)

(۱۹)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ما من احد یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی اردعلیہ السلام۔ کوئی شخص میری قبر پر حاضر ہو کر مجھ پر سلام نہیں پیش کرتا مگر اللہ میری روح کو مجھ پر لوٹاتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ رواہ ابو داؤد فی سننہ (شفاء السقام ص ۴۰)

(۲۰)۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت بلال مؤذن رسول اللہ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت کے لئے شام سے مدینہ تک سفر کیا۔ رواہ ابن عساکر (شفاء السقام ص ۵۲)

محققین کے نزدیک احادیث زیارت مستند اور معتبر ہیں

علمائے محققین نے زیارت روضہ نبی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مندرجہ بالا احادیث کریمہ کو مستند اور معتبر قرار دیا ہے۔ اور انہی احادیث مبارکہ کی وجہ سے مذاہب اربعہ کے ائمہ مجتہدین حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنابلیہ نے حاضری سرکار کو سنت مؤکدہ قریب بواجب کہا ہے۔ چنانچہ شیخ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ اما از آنچہ بصریح لفظ زیارت وقوع یافتہ این احادیث است کہ از نقل ثقات بطریق متعدد بعضے از آن بدرجہ صحت رسیدہ و اکثر بمرتبہ حسن آمدہ ثبوت یافتہ۔ زیارت کا لفظ جن احادیث میں صراحتۃً واقع ہوا ہے وہ بہ حدیثیں ہیں جو ثقہ راویوں سے متعدد طرق سے مروی ہیں۔ ان میں سے بعض صحت کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اور اکثر حدیثیں مرتبہ حسن پر فائز ہیں۔ (جذب القلوب ص ۱۴۲)

اور امام تاج الدین سبکی فرماتے ہیں۔ ثم ان الاحادیث التی جمعنا ھا فی زیارۃ بضعۃ عشر حدیثاً مما فیہ لفظ الزیارۃ غیر ما یستدل بہ لھا من احادیث آخر وتضا فر

الاحادیث یزیدھا قوۃً حتی ان الحسن قد یترقی بذلک الی درجۃ الصحیح ۔ پھر زیارت مدینہ کے متعلق جو حدیثیں ہم نے جمع کی ہیں ان کی تعداد دس سے زیادہ ہے۔ اور یہ ان دوسری حدیثوں کے علاوہ ہیں جن سے زیارت پر استدلال ہوسکتا ہے۔ اور حدیثوں کی کثرت ان کی قوت کو بڑھا دیتی ہے یہاں تک کہ کثرت طرق کی وجہ سے حسن حدیث صحیح کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔

پھر حدیث کی دو قسمیں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ **فاجتماع الاحادیث الضعیفۃ من ھذا النوع یزیدھا و قد یترقی بذلک الی درجۃ الحسن اوالصحیح** ۔ پھر اس قسم کی ضعیف حدیثوں کا اکٹھا ہونا ان کی قوت کو بڑھا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ کبھی وہ حسن یا صحیح کے درجہ کو پہنچ جاتی ہیں۔

ابن تیمیہ کا دعویٰ

جلیل القدر علمائے محققین نے زیارتِ روضہ کی احادیث کو صحیح مستند اور معتبر قرار دیا لیکن امام الوہابیہ ابن تیمیہ نے ان احادیث کے ضعیف بلکہ موضوع ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ چنانچہ امام سبکی اس کا یہ دعویٰ ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔ **وما ذکر من الاحادیث فی زیارۃ قبر النبی ﷺ فکلھا ضعیفۃ باتفاق اھل العلم بالحدیث بل ھی موضوعۃ لم یرو احدمن اھل السنن المعتمدۃ شیئاً منھا ولم یحتج احد من الائمہ بشئی منھا**۔ یعنی ابن تیمیہ لکھتا ہے۔ کہ سائل نے سوال میں جو حدیثیں ذکر کی ہیں وہ سب محدثین کے اتفاق کے ساتھ ضعیف بلکہ موضوع ہیں اور نا قابل اعتماد۔ اصحاب سنن محدثین میں سے کسی نے بھی ان میں سے کچھ روایت نہیں کیا اور نہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے ان میں سے کسی سے استدلال کیا ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۴۲)

ابن تیمیہ کے اس دعوی کی تردید

امام تاج الدین سبکی احادیثِ زیارت کی حیثیت بیان کرنے کے بعد ابن تیمیہ

کے اس دعویٰ کی تردید میں لکھتے ہیں ۔ بهذا بل باقل منه يتبين افتراء من ادعى ان جميع الاحاديث الواردة في الزيارة موضوعة فسبحان الله أما يستحي من الله ومن رسوله في هذه المقالة التي لم يسبقه اليها عالم ولا جاهل لا من اهل الحديث ولا من غيرهم ۔ اور اس بیان سے بلکہ اس سے کم بیان سے اس شخص کے دعویٰ کا افتراء ظاہر ہو جاتا ہے جو کہتا ہے کہ روضۂ نبوی کے بارہ میں وارد ہونے والی حدیثیں موضوع (بناوٹی) ہیں ۔ پس سبحان اللہ ۔ یہ شخص اپنے اس دعویٰ میں نہ اللہ سے اور نہ اس کے رسول سے حیا کرتا ہے جو اس سے پہلے نہ کسی عالم نے اور نہ کسی جاہل نے اور نہ محدثین میں سے کسی نے اور نہ غیر محدثین میں سے کسی نے کیا ۔ (شفاء السقام ص ۱۲)

وہابیہ نجدیہ کی سینہ زوری

اگرچہ علمائے حق نے ابن تیمیہ کے اس دعویٰ کا بطلان ظاہر فرما دیا کہ زیارت روضۂ نبوی میں وارد ہونے والی تمام حدیثیں موضوع ہیں مگر اس کے باوجود وہابیہ نجدیہ نے اپنی سینہ زوری سے ابن تیمیہ کے اس دعویٰ باطلہ مردودہ کی بناء پر زیارت روضۂ نبوی میں وارد ہونے والی جملہ روایات کو ضعیف بلکہ موضوعہ قرار دیا ہے ۔ چنانچہ ۱۴۱۱ھ میں مکہ شریف کے محلہ اجیاد میں واقع دارالحدیث الخیریہ میں سعودی حکومت کی طرف سے شائع ہو کر حاجیوں میں مفت تقسیم ہونے والی ایک کتاب التحقیق والایضاح لکثیر من مسائل الحج والعمرۃ والزیارۃ مؤلفہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کے چند اقتباسات ناظرین کے ملاحظہ کے لئے نقل کیے جاتے ہیں ۔

چنانچہ اس کتاب کے ص ۱۶۸ پر لکھا ہے ۔ تنبیہ ۔ قبر نبی ﷺ کی زیارت حج کے لئے نہ واجب ہے نہ شرط جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے ۔ بلکہ جو لوگ مسجد نبوی کی زیارت کریں یا مسجد سے قریب ہوں ان کے لئے مسجد کی زیارت کے ساتھ قبر کی زیارت بھی مستحب ہے ۔ لیکن جو لوگ مدینہ منورہ سے دور ہوں ان کے لئے جائز نہیں کہ قبر نبوی کی زیارت کی نیت سے سفر کر کے مدینہ آئیں ۔ البتہ مسجد نبوی کے لئے سفر کر کے آ سکتے ہیں ۔ جب مدینہ آئیں تو

آپ کی قبر اور حضرت ابو بکر و عمر کی قبروں کی زیارت مسجد نبوی کی زیارت کے ضمن میں ہے۔ اور اس کے بعد لکھا۔ اگر رسول اللہ علیہ یا کسی اور کی قبر کے لئے سفر کرنا جائز ہوتا تو آپ امت کو ضرور بتا دیتے اور اس کی فضیلت کی طرف ان کی راہنمائی فرماتے"

اور اس کے بعد لکھا۔ اور اس باب میں جو حدیثیں بیان کی جاتی ہیں جن کو وہ لوگ جو قبر نبوی کے لیے سفر کو مشروع سمجھتے ہیں پیش کرتے ہیں وہ سب حدیثیں ضعیف الاسناد بلکہ موضوع ہیں۔ جن کے ضعف پر محدثین کرام جیسے دارقطنی، بیہقی، حافظ ابن حجر وغیرہ نے تنبیہ کی ہے۔ لہٰذا یہ کسی طرح جائز نہیں کہ ان ضعیف احادیث کو صحیح احادیث کے مقابلہ میں پیش کیا جائے جو ان تینوں مساجد کے سوا سفر کی حرمت کو بیان کرتی ہیں۔

پھر آگے لکھا۔ یہ اور اس قسم کی حدیثیں نبی علیہ سے ثابت نہیں ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اس احادیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان تمام احادیث کے طرق موضوع ہیں۔ اور حافظ عقیلی نے فرمایا اس طرح کی کوئی حدیث صحیح نہیں اور امام ابن تیمیہ نے فرمایا کہ یہ سب ہی روایات موضوع ہیں۔

ناظرین کرام! ان عبارات سے وہابیہ نجدیہ کی سینہ زوری اور ہٹ دھرمی کا اندازہ لگائیں کہ ابن تیمیہ کے جس قول باطل کا ردِ بلیغ امام تاج الدین سبکی اور شیخ محدث دہلوی وغیرھما علمائے اہل سنت فرما چکے۔ وہابیہ نجدیہ اسی کو اپنے ایمان کی جان سمجھتے ہیں۔

واللہ لا یھدی القوم الفاسقین.

صحابہء کرام قبر رسول علیہ کی زیارت کرتے تھے

جس طرح وہابیہ کا یہ دعویٰ کہ قبر رسول علیہ کی زیارت کی جملہ احادیث موضوع ہیں باطل محض ہے۔ اسی طرح ان کا یہ دعویٰ بھی کہ صحابہ کرام قبر رسول علیہ کی زیارت نہیں کرتے تھے اور نہ قبر رسول علیہ کی زیارت کی نیت سے انہوں نے سفر کیا بالکل غلط ہے۔ جو حدیثیں ہم نے نقل کی ہیں ان میں بیسویں حدیث میں آیا ہے کہ حضرت بلال مؤذن رسول علیہ نے قبر رسول علیہ کی زیارت اور سلام پیش کرنے کی غرض سے شام سے مدینہ منورہ

تک سفر کیا تھا۔ چنانچہ امام تقی الدین سبکی کی یہ عبارت قابلِ غور ہے۔ الباب الثالث فی ماورد فی السفر الی زیارته ﷺ صریحاً و بیان ان ذلک لم یزل قدیماً و حدیثاً و ممن روی ذلک عنه من الصحابة بلال بن رباح مؤذن رسول الله ﷺ سافر من الشام الی المدینة لزیارة قبره ﷺ روینا ذلک باسنا د جیدالیه وهو نص فی الباب ۔ تیسرا باب رسول اللہ کی زیارت کے لئے سفر کرنے کے بارہ میں جو کچھ بالتصریح مروی ہے اس کے بیان میں ہے اور اس کے بیان میں ہے کہ یہ کام قدیماً و حدیثاً ہمیشہ ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور اس بارہ میں صحابہ سے جو کچھ مروی ہے اس میں سے یہ ہے کہ حضرت بلال بن رباح مؤذن رسول اللہ ﷺ نے قبر رسول ﷺ کی زیارت کی نیت سے شام سے مدینہ تک سفر کیا تھا۔ یہ بات ہم نے عمدہ سندوں کے ساتھ روایت کی ہے۔ اور اس باب میں یہ روایت نص کا درجہ رکھتی ہے۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔ ولیس اعتماد نا فی الاستدلال بهذا الخبر علی رؤیا المنام فقط بل علی فعل بلال وهو صحابی لا سیما فی خلافة عمر رضی الله عنه والصحابة متوافرون ولا یخفی عنهم هذه القصة ومنام بلال و رؤیاة للنبی ﷺ الذی لا یتمثل به الشیطان ولیس فیه ما یخالف ما ثبت فی الیقظة فیتا کدبه فعل الصحابی ۔ اور اس حدیث سے استدلال میں ہمارا اعتماد صرف خواب دیکھنے پر نہیں بلکہ حضرت بلال کے فعل پر ہے جو صحابی ہیں۔ خاص کر جب کہ ان کا یہ فعل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پایا گیا ہے جب کہ اس وقت صحابہ بکثرت موجود تھے، اور ان پر یہ قصہ مخفی نہیں رہ سکتا تھا۔ اور ہمارا اعتماد حضرت بلال کی خواب اور رسول اللہ ﷺ کی زیارت پر ہے کیونکہ شیطان رسول اللہ ﷺ کی مثل نہیں بن سکتا اور اس قصہ میں کوئی خلاف شرع بات بھی نہیں سو صحابی کا یہ فعل ان وجوہ سے مؤکد ہو جاتا ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔ وقد استفاض عن عمر بن عبدالعزیز رضی الله عنه انه کان یبرد البرید من الشام یقول اسلم لی علی رسول الله ﷺ ۔ اور یہ بات مشہور و معروف ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ شام کے علاقہ سے ایک قاصد یہ حکم دے کر بھیجا

کرتے تھے کہ میرا سلام رسول اللہ ﷺ پر پیش کرو۔ (شفاء السقام ص ۵۲ تا ص ۵۵)

آخری گزارش

سنی بھائیوں سے آخری گزارش ہے کہ جو شخص مدینہ طیبہ میں حاضری دینے کی سعادت سے حج کے ضائع ہونے کا قول کرتا ہے وہ بد مذہب جاہل اجہل ہے۔ اس کی لایعنی باتوں پر کان دھرنا اپنے دین و ایمان کو ضائع کرنا ہے۔ لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ حج کی سعادت نصیب کریں تو حج کی مقبولیت حاصل کرنے کے لئے سرکار ابد قرار ﷺ کے روضہ اطہر پر ضرور حاضری دیں۔ وھذا ما عندی والعلم التام عند اللّٰہ العلام حررہ الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری غفر اللّٰہ تعالیٰ لہٗ خادم التدریس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس ببلدۃ سھنسہ من مضافات آزاد کشمیر۔

(۹ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

بیسواں مقالہ

حدیثِ توسل کی تشریح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد۔

آج کون نہیں جانتا کہ ہم ہر سال بارشوں کی سخت قلت کا شکار ہوتے ہیں۔ اور فصلات کی کمی کی وجہ سے ہماری معاشی حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے۔ بلا شبہ یہ ہماری شامت اعمال ہی ہے۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے اعمال وکردار کا محاسبہ کرنے کے ساتھ ساتھ سلف صالحین کے دور میں بارشوں کی قلت دور کرنے کے لئے جو طریقہ بروئے کار لایا جاتا تھا اسے بھی اپنائیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت کی بارش بھیجے اور ہماری بدحالی دور ہو جائے۔ اس مختصر رسالہ میں ہم حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اسوۂ حسنہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں کہ سنت خلفائے راشدین کو اپنانے کا حکم خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ارشاد علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔ (تم پر میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے) میں دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

اسوۂ فاروقی

امام بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ بلا شبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بارشوں کی سخت قلت کے وقت حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر ان لفظوں میں دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ بلا شبہ ہم اپنے نبی ﷺ کو تیری طرف وسیلہ بنایا کرتے تھے تو تُو ہمیں بارش دیا کرتا تھا۔ اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں سو تو ہمیں بارش عطا فرما۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس دعا پر لوگوں کو بارش عطا کی جاتی تھی۔ (بخاری شریف ص ۱۳۷ جلد ۱، مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۱ جلد ۱)

شیخ عبدالحق اس حدیث کا فارسی زبان میں ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''بود عمر بن خطاب چوں قحط کردہ می شدند مردم وامساک باراں می شد استسقاء می کرد بوسیلہ عباس عم

رسول اللہ ﷺ ۔ پس می گفت عمر خداوندا ما بودیم کہ وسیلہ می کردیم بسوئے تو پیغمبر ما ﷺ پس آب می دادی تو مارا و بدرستیکہ اکنوں وسیلہ می جوئیم بعم پیغمبر ﷺ پس آب دہ مارا ۔ گفت انس پس آب دادہ می شدند مردم ۔ (اشعۃ اللمعات ص ۶۳۲ جلد ۱)

مولانا امجد علی اعظمی اس حدیث کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے طلب باراں کرتے اور عرض کرتے ۔ " اے اللہ تیری طرف ہم اپنے نبی کا وسیلہ کیا کرتے تھے اور تو برساتا تھا ۔ اب ہم تیری طرف اپنے نبی ﷺ کے عم مکرم کو وسیلہ کرتے ہیں ۔ تو بارش بھیج'' ۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یوں دعا کرتے تو بارش ہوتی ۔ یعنی حضور اقدس ﷺ کی حیات ظاہری میں حضور آگے ہوتے اور ہم حضور کے پیچھے صفیں باندھ کر دعا کرتے ۔ اب کہ یہ میسر نہیں تو حضور کے چچا کو آگے کر کے دعا کرتے ہیں کہ یہ بھی توسل حضور سے ہے ۔ صورۃً میسر نہیں تو معنیً ۔ (بہار شریعت ۔ ص ۱۱۷ جلد ۴)

صحتِ روایت

اس حدیث کی صحت کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ اسے رئیس المحدثین امام محمد بن اسماعیل نے اپنی صحیح البخاری میں روایت کیا ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کی صحت کی تصریح فرمائی ۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں ۔ **در خبر صحیح از انس بن مالک آمدہ الی آخرہ** ۔ یعنی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنانا صحیح حدیث میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے ۔

(جذب القلوب ص ۱۶۲)

اور اس حدیث کی صحت اتنی پختہ ہے کہ ابن تیمیہ جیسے بے قید شخص کو بھی اس کی صحت ماننا پڑی اور مسئلہ توسل سے انکار کی وجہ سے اُسے اس کی فاسد تاویل پیش کرنا پڑی جیسا کہ اس کی تفصیل عنقریب بیان کی جائے گی ۔ انشاء اللہ ۔

حضرت عباس کو توسل کے لیے مخصوص کرنے کی وجہ

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنانے کے لیے کیوں مخصوص کیا؟ اس بارہ میں امام قسطلانی کتاب مستطاب مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں۔ "اور بلاشبہ حضرت عمر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو باقی صحابہ میں سے وسیلہ بنانے کے لیے مخصوص کیا تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کا شرف ظاہر کریں اور اس وجہ سے بھی کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ فاضل شخص کی موجودگی میں مفضول شخص کو وسیلہ بنانا جائز ہے کیونکہ اہل بیت میں سب سے افضل حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تھے۔" (الدرر السنیہ ص ۱۳)

توسل بالعباس کی ابتداء

امام شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یہ دستور تھا کہ سخت قحط باراں کے وقت حضرت عمر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات مقدسہ کو وسیلہ بنا کر دعائے باراں مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ عام الرماد یعنی ۱۷ھ میں جب سخت قلت باراں واقع ہوئی تو حضرت کعب الاخبار نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین بنی اسرائیل جب اس قسم کی سخت قحط سالی میں مبتلا ہوتے تھے تو وہ انبیاء کے اس رشتہ دار کو وسیلہ بناتے تھے جو ان کے باپ دادوں کی جانب سے ان کا قریبی رشتہ دار ہوتا تھا۔ یہ سن کر فاروق اعظم نے حضرت عباس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ **هٰذا عم النبی ﷺ وصنو ابیه وسید بنی هاشم**۔ یہ رسول اللہ کے چچا۔ ان کے باپ کے سگے بھائی اور بنی ہاشم کے سردار ہیں۔ پھر فاروق اعظم منبر پر چڑھے اور ان کے ہمراہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر فرمایا۔ اے اللہ ہم تیری طرف تیرا قرب تیرے نبی کے چچا کے وسیلے سے چاہتے ہیں۔ اور ہم تیری بارگاہ میں انہیں سفارشی کرتے ہیں۔ اس حال میں کہ ہم اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہے ہیں۔ اور ان کی سفارش طلب کر رہے ہیں۔ پھر آپ لوگوں کی طرف مڑے اور سورۃ نوح کی یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ **استغفروا ربکم انه کان غفارًا . یرسل**

السمآء علیکم مدرارًا ویمددکم باموال و بنین ویجعل لکم جنات و یجعل لکم انھارًا۔
ترجمہ۔ اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ تم پر موسلا دھار مینہ بھیجے گا۔ اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا۔ اور تمہارے لئے باغ بنا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بہائے گا۔

توسل بالعباس کا مقام

سیدنا فاروق اعظم کا دستور تھا کہ وہ مسلمانوں کو لے کر بستی سے باہر کھلے میدان میں تشریف لے جاتے اور حضرت عباس کو وسیلہ بنا کر بارش کی دعا مانگتے۔ امام کاشانی فرماتے ہیں۔ وروی انہ خرج بالعباس فاجلسہ علی المنبر ووقف بجنبہ یدعو ویقول اللھم انا نتوسل علیک بعم نبیک ودعا بدعاء طویل فما نزل عن المنبر حتی سقوا۔
یعنی روایت میں آیا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ شریف سے باہر نکلے۔ پھر انہیں منبر پر بٹھایا اور خود ان کے پہلو میں کھڑے ہو کر فرمایا۔ اے اللہ ہم تیری طرف تیرے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں پھر آپ لمبی دعا مانگنے کے بعد منبر سے اس وقت تک نہ اترے کہ لوگوں کو بارش عطا کی گئی۔ (بدائع الصنائع ص ۲۸۳ جلد ا)

یہ توسل بذات العباس تھا

حضرت فاروق اعظم اپنے اس دستور میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات کی وجاہت و حرمت کو وسیلہ بناتے تھے۔ علامہ ابو حامد بن مرزوق لکھتے ہیں۔ صحابہ کرام کے مجمع میں فاروق اعظم کا ارشاد بلاشبہ ہم تیرے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں۔ توسل بالمنزلۃ والوجاھۃ کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ ورنہ اس قول کا کوئی معنی نہ ہوگا۔ کیونکہ انہیں اگر صرف حضرت عباس کی دعا ہی مقصود ہوتی تو پھر اس جملہ کے کہنے کی کیا حاجت تھی۔ (التوسل بالنبی وجھلۃ الوہابیین ص ۲۷۳)

توسل بالعباس کا طریقہ

محدث ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور ان کے ہمراہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے پہلے یہ دعا مانگی " اے اللہ ہم تیری طرف تیرے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں۔ اور ان کے باپ کے سگے بھائی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ سو تو ہمیں بارش عطا فرما۔ اور ہمیں مایوس ہو جانے والوں میں سے نہ کر " پھر فرمایا! اے ابوالفضل آپ بھی کچھ فرمائیں۔ اس پر حضرت عباس نے یہ دعا مانگی۔ اے اللہ کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر گناہ کی وجہ سے اور کوئی مصیبت دور نہیں ہوتی مگر توبہ کے سبب سے۔ ساری قوم میرے وسیلہ سے تری طرف متوجہ ہوئی ہے۔ اس لحاظ کے سبب سے جو مجھے تیرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے حاصل ہے۔ اور یہ ہمارے ہاتھ گناہوں کے سبب سے تیری طرف اٹھے ہوئے ہیں اور یہ ہماری پیشانیاں توبہ کی وجہ سے جھکی ہوئی ہیں پس تو ہمیں بارش عطا فرما۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اس دعا پر بادل پہاڑوں کی طرح امڈ آئے، اور برسے۔ جن کی وجہ سے زمین کے سب اطراف سرسبز و شاداب ہو گئیں۔ اور سب لوگ خوشحال ہو گئے۔ (جامع الرضوی ص ۶۲۴)

(۲) اور محدث حاکم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ عام الرماد میں حضرت عمر نے حضرت عباس کو وسیلہ بناتے ہوئے یہ دعا مانگی۔ اے اللہ یہ تیرے نبی کے چچا ہیں۔ ہم ان کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ سو تو ہمیں بارش عطا فرما۔ " پھر فرمایا " لوگو! بلاشبہ رسول اللہ ﷺ حضرت عباس کے متعلق وہ رائے رکھتے تھے جو بیٹا اپنے باپ کے متعلق رکھتا ہے۔ آپ ان کی تعظیم فرماتے' شان بڑھاتے اور ان کی قسموں کو پورا فرماتے تھے۔ تم بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ کی اس سنت کی پیروی کرو، اور تم انہیں اللہ کی طرف اس سختی میں جو تم پر نازل ہوئی ہے وسیلہ بناؤ۔ پھر لوگ وہاں اس وقت تک کھڑے رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش نازل کی۔ (الخصائص

الکبریٰ ص ۲۸۵ جلد ۲)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دعا میں فرمایا۔ "اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا کو تیری بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں۔ اور ان کے بڑھاپے کو تیری طرف سفارشی کرتے ہیں۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے اللہ یہ قوم اس نسبت کی وجہ سے جو مجھے تیرے پیغمبر سے حاصل ہے میری طرف متوجہ ہوئی ہے۔ خداوندا۔ تو مجھے ان لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ کر"

(جذب القلوب ص ۱۶۲)

(۴) شیخ عبدالحق فرماتے ہیں۔ "توسل کے وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہ دعا مانگتے تھے۔ خداوندا! اس قوم نے تیرے پیغمبر کی رشتہ داری کی وجہ سے میرا وسیلہ پکڑا ہے۔ خداوندا! تو اس بارہ میں مجھے رسوا نہ کر اور ان کے سامنے شرمندہ نہ بنا۔ (اشعۃ اللمعات ص ۶۳۶ جلد ۱)

(۵) امام خفاجی لکھتے ہیں "پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ آنسو بہاتے ہوئے یہ دعا مانگنے لگے۔ " خداوندا! تیرے پاس بادل ہیں اور تیرے پاس پانی ہے۔ تو بادلوں کو بکھیر دے۔ اور ان سے پانی ہم پر اتار۔ اس پانی کے سبب سے درختوں کی جڑوں کو مضبوط بنا اور ان کی شاخوں تک وہ پانی پہنچا۔ اور اس پانی کی وجہ سے جانوروں کے تھنوں میں دودھ جاری فرما۔ اے اللہ! کوئی بلاء نازل نہیں ہوتی مگر گناہ کے سبب سے اور کوئی مصیبت دور نہیں ہوتی مگر توبہ سے۔ ساری قوم میرے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوئی ہے۔ سو تو ہمیں بارش عطا فرما۔ اور ہماری جانوں، ہمارے گھر والوں، نہ بولنے والے جانوروں، اور چوپاؤں کے حق میں ہمیں سفارشی بنا۔ اے اللہ! ہمیں وہ بارش دے جو برسنے والی، نفع دینے والی، خوب چھانے والی اور زور سے برسنے والی ہو۔ اے اللہ ہم تیرے ہی در سے امید رکھتے ہیں اور ہم تیرے سوا کسی کو بھی نہیں پوجتے اور ہم تیری طرف رغبت کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیری ہی بارگاہ میں ہر بھوکے کی بھوک، ہر ننگے کا ننگا پن، ہر خوف زدہ کے خوف اور ہر کمزور کی کمزوری کی فریاد کرتے ہیں۔ اے اللہ! تو نگہبان ہے۔

اپنی گمی ہوئی رعیت سے بے پرواہی نہ کر اور تو کمزوروں کو ضائع ہونے سے بچا۔ اب چھوٹے بچے کمزور اور بڑے لوگ بے طاقت ہو چکے ہیں۔ اور فریادوں کی آواز بلند ہو چکی ہے۔ اور تو ہر چھپی ہوئی اور ہر ظاہر بات کو جانتا ہے۔ اے اللہ! تو ہمیں اس سے پہلے بارش دے کہ ہم ناامید ہو جائیں تو ہلاک ہو جائیں۔ کیونکہ کافر لوگ ہی اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں۔" راوی کہتے ہیں کہ آپ نے یہ دعا ابھی پوری نہیں کی تھی کہ بادل پیدا ہونا شروع ہو گئے۔ اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا۔ وہ دیکھو' وہ دیکھو۔ پھر بادل چلے پھر آسمان پر پھیلے پھر اس طرح برسے جس طرح مشکوں کے منہ کھول دیے جائیں تو وہ پانی کی دھاریں چھوڑتی ہیں۔ لوگ خوب بارش ہونے تک وہاں ہی ٹھہرے رہے۔ پھر لوگ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کرنے لگے اور کہنے لگے اے ساقی الحرمین۔ آپ کو مبارک بادی ہو۔" (نسیم الریاض ص ۲۸۵ جلد ۳)

شاعروں کا نذرانہء عقیدت

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے جب بارش ہوئی اور شادابی وخوشحالی کا دور دورہ ہوا تو اس وقت کے شعراء نے ان کی خدمت میں نذرانہء عقیدت پیش کیا۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہے۔

سأل الامام وقد تتابع جد بنا　　سقی الغمام بغرة العباس

احیی الاله به البلاد فاصبحت　　مخضرة الارجاء بعدا لباس

ترجمہ: ہمارے امام حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس حال میں کہ خشک سالی پے در پے واقع ہو چکی تھی سوال کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی پیشانی کی چمک کے وسیلہ سے بادل برسے اور ان بادلوں کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے شہروں کو زندہ کیا اس کے بعد کہ وہ مردہ ہو چکے تھے۔ (نسیم الریاض ص ۲۸۶ جلد ۳)

اور عباس بن عتبہ بن ابی لہب نے یہ شعر کہا۔

بعمی سقی الله الحجاز واهله　　عشية يستسقی بشيبته عمر

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میرے چچا کے وسیلہ سے حجاز اور اہل حجاز کو اس شام بارش عطا فرمائی جس شام حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بالوں کی سفیدی کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگتے تھے۔ (شفاء السقام ص ۱۷۳)

اولادِ عباس سے توسل

بغداد شریف کے شہر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے حمزہ بن قاسم ہاشمی نامی بزرگوں سے لوگ توسل کرتے تو وہ یہ دعا مانگتے۔ اے اللہ! میں اس شخص کی نسل سے ہوں جس کے بالوں کی سفیدی کو حضرت عمر بن خطاب نے وسیلہ بنایا تو لوگوں کو بارش ملی۔ اے اللہ! تو میرے وسیلہ سے بارش عنایت فرما۔ سو اللہ نے بارش عطا فرمائی۔ (شفاء السقام ص ۱۷۳)

ابنِ تیمیہ کا قول

اہل سنت کے عقیدہ میں دعا میں نیک اعمال اور نیک بندوں کی ذوات دونوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ حدیث نماز استسقاء توسل بالاعمال اور حدیث عباس توسل بالذوات کی مثبت ہیں۔ مگر غیر مقلدین کے امام ابن تیمیہ کے نزدیک توسل بالاعمال تو جائز ہے مگر ان کے نزدیک توسل بالذوات المقدسہ جائز نہیں۔ اور وہ اس دوسری قسم کے توسل کو شرک قرار دیتے ہیں۔ اس لئے وہ اس حدیث توسل بالعباس رضی اللہ عنہ کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "حدیث توسل بالعباس میں مضاف محذوف ہے یعنی کنا نتوسل بنبینا سے مراد کنا نتوسل بدعاء نبینا وشفاعته ہے۔ (ہم اپنے نبی کا وسیلہ یعنی ان کی دعا اور شفاعت کا وسیلہ پکڑتے تھے) اور اس کا معنی کنا نتوسل بحرمته (ہم حضور کی عزت کا وسیلہ پکڑتے تھے۔) نہیں ہے۔ اور بہت سے لوگوں کو اس کے اس مرادی معنی کے سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ بحوالہ التوسل بالنبی وجہلۃ الوہابیین ص ۲۰۱)

ابن تیمیہ کے اِس قول کی تردید

ابن تیمیہ کی اس تاویل کا فساد بیان کرتے ہوئے علامہ ابو حامد بن مرزوق لکھتے ہیں۔ "ابن تیمیہ کی اس تاویل کے بطلان کی چار وجوہات ہیں۔

(۱) فاروق اعظم کا قول کنا نتوسل الیک بنبینا۔ توسل بالوجاہت میں نص صریح ہے اور نص صریح تاویل قبول نہیں کرسکتی۔ لہٰذا یہ تاویل نامعتبر ہے۔

(۲) کوئی شئے کلام میں محذوف ماننا اصل کے خلاف ہے۔ لہٰذا یہاں مضاف محذوف ماننا خلافِ اصل ہوگا۔

(۳) فاروقِ اعظم کی اس کلام کا مرادی معنی متعین کرنے کے لئے وحی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ دوسرے شخص کی مراد اس کے قلب کا فعل ہے اور اس پر اطلاع وحی ہی سے ممکن ہے۔ ابن تیمیہ نے یہاں مضاف کے حذف کا مراد ہونا شیطانی وحی سے ہی جانا ہے کیونکہ رحمانی وحی تو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بند ہوچکی ہے۔

(۴) اگر بالفرض توسل بالوجاہت شرک ہے تو پھر فاروقِ اعظم کو ایسی کلام ہی نہیں بولنی چاہئے تھی جو توسل بالوجاہت کو صراحتاً ثابت کررہی ہو۔ آپ کا کلام مفضی الی الشرک بول کر اس کی مراد کو واضح نہ کرنا گویا اپنی رعیت کو شرک میں ڈالنے کے مترادف ہوگا۔ اور اس قسم کی حرکت فاروق اعظم سے صادر نہیں ہوسکتی تو ثابت ہوا کہ فاروق اعظم کے اس قول میں توسل بالوجاہت ہی مراد ہے اور اسے شرک قرار دینا ابن تیمیہ اور اس کی ذریت کی نادانی اور گمراہی کا بین ثبوت ہے۔ (التوسل بالنبی وجہلۃ الوہابیین ص ۲۰۱)

ایک مغالطہ کی تردید

اگر کہا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا اور حضور کو وسیلہ نہیں بنایا۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر زندہ شخص کو وسیلہ بنانے کے قائل تو تھے مگر وہ وفات یافتہ شخص کو وسیلہ بنانے کے قائل نہ تھے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ توسل

بالعباس کی یہ چند وجوہات تھیں۔

(۱) لکون ذلک ھو سنة الاستسقاء یعنی استقاء میں سنت یہ ہے کہ میدان میں نکل کر بزرگ ترین شخص دعائے باراں مانگے اور باقی مسلمان آمین کہیں۔ اس لئے فاروق اعظم نے حضرت عباس کو وسیلہ بنایا اور سنت استقاء کو ادا فرمایا۔

(۲) ولکون العباس من ذوی الحاجات للمطر یعنی حضرت عباس ان لوگوں میں شامل تھے جنہیں بارش کی ضرورت تھی۔ اس لئے ان کو وسیلہ بنایا گیا۔

(۳) اولکون عمر رضی اللّٰہ عنه اراد ان یبین للناس ان یجوز التوسل بغیرہ ﷺ لفضله او لقرابته منه ﷺ یعنی فاروق اعظم نے یہ مسئلہ بیان کرنا چاہا کہ رسول اللہ ﷺ کے غیر کو بھی بوجہ اس کی فضیلت کے یا بوجہ اس کی رسول ﷺ سے رشتہ داری کے وسیلہ بنانا جائز ہے۔ اس لئے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا۔

(۴) اولخوفه علیٰ ضعفاء المسلمین وعوامھم اذا تأخر المطر بعد التوسل یعنی فاروق اعظم کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اگر رسول اکرم ﷺ کو وسیلہ بنایا گیا اور بارش ملنے میں تاخیر واقع ہوئی تو کمزور ایمان والے مسلمان بے یقینی کا شکار ہو جائیں گے۔ اس لئے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا۔

(۵) اولیدلھم علیٰ ان التوسل بالمفضول جائز مع وجود الفاضل والافعلی رضی اللّٰہ عنه افضل من العباس وکذا عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم۔ یعنی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ فاضل شخص کی موجودگی میں مفضول شخص کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ کیونکہ حضرت علی اور خود حضرت عمر حضرت عباس سے افضل ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (التوسل بالنبی وجہلۃ الوہابیین ص ۲۷۵)

(۶) اور اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ فاروق اعظم اہل بیت کا احترام ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ بطور خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حق تھا کہ وہ خود استقاء کی دعا مانگیں۔ لیکن انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی تعظیم آپ کے خاندان کی عزت اور آپ کے چچا کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہوئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو آگے کیا تاکہ نبی اکرم ﷺ

سے زیادہ سے زیادہ توسل کیا جاسکے۔ اور اہل بیت کی فضیلت اور شان لوگوں پر ظاہر ہو۔
(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور جون ۱۹۸۷ء ص ۳۸)
(۷) اور اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ آخر زمانے کے لوگ صحابہ کرام پر اہل بیت کی دشمنی کا الزام لگائیں گے اس لئے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دعائے استسقاء میں آگے کر کے قیامت تک کے مسلمانوں پر یہ ظاہر کر دیا کہ صحابہ کے دلوں میں اہل بیت کی محبت اور ادب و احترام ہے۔ دشمنی یا ان کی گستاخی و بے ادبی نہیں۔ بہر حال یہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بین کرامت ہے۔ واللہ اعلم

فاروقِ اعظم کے زمانے میں توسل بالنبی کیا گیا

پھر یہ بھی ثابت ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رسول اللہ ﷺ کو طلبِ باراں کے لئے وسیلہ بنایا گیا۔ اور آپ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ سو اگر ان کے نزدیک فوت شدہ شخص کو وسیلہ بنانا ناجائز یا شرک ہوتا تو وہ ضرور اس سے منع فرماتے۔ چنانچہ علامہ ابو حامد لکھتے ہیں۔ **وکذا اخرجه ابن ابی شیبة بسند صحیح عن مالک الدار خازن عمر رضی اللّٰه عنه قال اصاب الناس قحط فی زمان عمر فجآء رجل قبر النبی ﷺ فقال یارسول اللّٰه استسق اللّٰه لامتک فانهم قد هلکوا فاتاه رسول اللّٰه ﷺ فی المنام فقال ائت عمر فاقرأه السلام و اخبره انهم مسقون و قل له علیک الکیس الکیس فاتی الرجل عمر فاخبره فبکی عمر ثم قال یارب ماآلو الاماعجزت عنه ومحل الاستشهاد فی هذا الاثر طلبه الاستسقاء من النبی ﷺ بعد موته واقرار عمر ایاه علی ذلک۔** (التوسل بالنبی وجہلۃ الوہابین ص ۲۷۔ جواہر البحار ص ۱۳۱۲ جلد ۴ عن خلاصۃ الوفاء)

یعنی امام ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سخت قحط سالی ہوئی تو ایک صحابی بلال رضی اللہ عنہ بن حرث رسول اللہ

ﷺ کی قبر انور پر گئے۔ اور عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ آپ اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرمائیں۔ کیونکہ وہ ہلاک کی جا چکی ہے۔ خواب میں انہیں زیارت ہوئی۔ فرمایا۔ عمر کے پاس جا۔ اسے سلام پیش کر اور اسے بارش ملنے کی خوشخبری دے۔ اور اسے کہہ کہ ہوشیار رہیں۔ ہوشیار رہیں۔ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو انہوں نے یہ پیغام دیا تو وہ رونے لگے اور فرمایا۔ میرے رب! میں مقدور بھر میں کوتاہی نہ کروں گا۔ اس صحیح روایت نے یہ ثابت کر دیا کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ہمیشہ توسل بالنبی کے قائل رہے ورنہ وہ حضرت بلال بن حرث رضی اللہ عنہ کو ضرور جھڑکی دیتے کہ تم نے یہ شرکیہ حرکت کیوں کی ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک

حنفی مذہب میں توسل بالنبی ﷺ

امام ابوالاخلاص شرنبلالی حنفی فرماتے ہیں۔ وینبغی ذلک ای الاجتماع للاستسقاء بالمسجد النبوی ایضالاهل مدینة النبی ﷺ وهذاامرجلّی اذلایستغاث وتستنزل الرحمة فی المدینة المنورة بغیر حضرته ومشاهد ته فی حادثة المسلمین وما ارسلنک الا رحمة للعالمین . وهو المشفع فی المذنبین فیتوسل الیه بصاحبیه ویتوسل بالجمیع الی اللّٰه فلامانع من الاجتماع عند حضرته وایقاف الدواب بباب المسجد لشفاعته. (مراقی الفلاح ص ۳۰۱)

امام طحطاوی اس کے حواشی میں فرماتے ہیں۔ (قوله فیتوسل الیه بصاحبیه) ذکر بعض العارفین ان الادب فی التوسل ان یتوسل بالصاحبین الی الرسول الاکرم ﷺ ثم به الیٰ حضرة الحق جل جلاله وتعاظمت اسماء ه فان مراعاة الواسطة علیها مدار قضاء الحاجات.

یعنی اہل مدینہ کو استسقاء کے لئے مسجد نبوی میں جمع ہونا چاہیے۔ کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ ... بار میں بلا طلب رحمت نازل ہوتی ہے کہ آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا پھر آ ... سے رحمت مانگنے پر نزول رحمت امر یقینی ہے۔ سو شیخین کو آپ کی بارگا ...

آپ کو اور شیخین تینوں کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا چاہیے۔ اور اس میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا ہے اس سے مسئلہ توسل بالصالحین کا جواز روزِ روشن سے زیادہ روشن ہوا۔ اور یہ ہم اہل سنت کے لئے کافی وافی ہے۔ اور جن لوگوں کے دلوں میں گمراہی رچ بس چکی ہے اور اللہ نے ان کے قلوب پر مہر لگا دی ہے ان کے لئے دفتر بیکار ہیں۔

وهذا آخر ما اردنا ايراده فى هذه المقالة المباركة تقبلها اللّٰه تعالىٰ بمنه العظيم ورسوله الكريم ﷺ وانا الفقير ابو الكرم احمد حسين قاسم الحيدرى الرضوى غفر اللّٰه تعالىٰ لهٗ خادم التدريس بالجامعة الحيدرية فضل المدارس ببلدة سهنسه آزاد كشمير۔

(۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اکیسواں مقالہ

قائلین وسیلہ کے

پُرمغز دلائل کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی بابت ۳ ستمبر ۱۹۹۹ء کے ملی ایڈیشن میں لیفٹیننٹ کرنل معین قریشی صاحب کا ایک مختصر مضمون "اللہ بڑا بادشاہ ہے" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس مضمون میں بزرگانِ دین کی قبور متبرکہ پر حاضر ہو کر ان سے دعا کی درخواست کرنے کے بارہ میں یہ لکھا گیا کہ "آپ مزار پر جائیں تو پھر یہ سوچ کر جائیں کہ اللہ کے نیک بندے کے پاس جا رہے ہیں۔ (اُن سے اس طرح عرض کریں کہ) آپ اللہ کے پاس چلے گئے ہو۔ میرے لئے دعا کریں کہ نمبر ا نمبر ۲ وغیرہ اور یہ یاد رکھیں کہ دینے والی ذات صرف اللہ ہے۔ بزرگ صرف وسیلہ ہیں۔" اس مضمون کے آخر میں یہ لکھا گیا تھا کہ "اس کا جواب جو بھی حضرات دینا چاہیں ہم حاضر ہیں۔ (ادارہ)"

ادارہ نوائے وقت کے اس اعلانِ عام کی وجہ سے معین قریشی صاحب کے اس مضمون کی تائید و تردید میں قائلین و منکرین توسل کے مضامین مسلسل چار ماہ تک شائع ہوتے رہے ہیں۔ روزنامہ نوائے وقت میں قائلین وسیلہ کے جو پُر مغز قوی دلائل شائع ہوئے ہیں۔ اُن میں سے چیدہ چیدہ دلائل کو ہم نے اس مختصر رسالہ میں جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ مقبولیت بخشے اور اسے ذریعہ ہدایت بنائے آمین بجاہ سید الشافعین ﷺ۔

علامہ مختار علی خان رضوی کے مضامین کے اقتباسات

علامہ مختار علی خان رضوی اپنے مضمون ''وسیلہ کے ذریعہ سے دعا مانگنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے''۔ میں لکھتے ہیں۔

انسان اول ابو الانسان حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک مسلمان حضور پُر نور شافع یوم النشور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا وسیلہ پیش کر کے دعا کرتے چلے آئے ہیں اور ہر دور میں آپ کے وسیلہ سے کی جانے والی دعائیں قبولیت کا شرف پاتی رہی ہیں۔ رہا

سوال وسیلے کے ثبوت کا تو درجن بھر سے زائد آیات انبیآء واولیآء کے وسیلہ پر دلالت کرتی ہیں اور کئی احادیث مبارکہ میں بھی وسیلہ کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن میں صرف ایک قرآنی آیت اور بخاری شریف کی ایک حدیث پیش کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگنے کے بارہ میں یوں تذکرہ فرمایا۔ ترجمہ: اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو اُن کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق فرماتی ہے۔ اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے اور تشریف لایا ان کے پاس جانا پہچانا تو اس کے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت ہے منکروں پر۔ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۸۹ کنزالایمان)

مفسرین نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہودی کافروں کے مقابلے میں نبی اکرم ﷺ آخرالزماں کا وسیلہ پیش کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فتح کے لئے دعا مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ انہیں یقین تھا کہ آپ کا نام تمام پیغمبروں کا مددگار رہا ہے اور ان کا نام کفر مٹانے اور باطل گھٹانے میں لشکر جرار ہے۔

تفسیر روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے، تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اور آپ کے علاوہ اردو کی سب سے بڑی تفسیر نعیمی میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے دُعا کے الفاظ اس طرح نقل کیے ہیں کہ اے اللہ ہمیں نبی آخرالزماں کے وسیلہ سے فتح ونصرت عطا فرما۔ یہود ان الفاظ میں آپ کے وسیلہ سے فتح و نصرت کے لیے دعا مانگتے تھے مگر جب آپ تشریف لائے تو دعا مانگنے والے صاف منکر ہو گئے جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

دعا میں انبیآء اولیاء کا وسیلہ پیش کرنا امت مسلمہ کا معمول رہا ہے۔ سب سے پہلے ابن تیمیہ نے نئی راہ نکالی اور وسیلہ کا انکار کیا۔ یوں وسیلہ کا سب سے بڑا منکر ابن تیمیہ ہے جو اس کے علاوہ بھی سارے خوارج کے عقائد ونظریات کا قائل تھا۔ مولوی انور کاشمیری ابن تیمیہ کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ ابن تیمیہ کی طبیعت میں حدت تھی۔ اس نے کہا۔ میری تحقیق ایسے ہے جیسے آسمان سے وحی نازل ہو۔ (فیض الباری جلد چہارم ص ۳۷۰)

امام شہاب الدین خفاجی اور امام تقی الدین سبکی نے (ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے) اُس کی خوب گوشمالی کی اور اُس کے باطل نظریے کو سختی سے رد کیا۔

اب بخاری شریف کی مشہور حدیث پاک جو مشکوٰۃ شریف میں بھی نقل کی گئی ہے پیش کرتا ہوں۔ روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے توسل سے دعائے بارش کرتے اور عرض کرتے۔ الٰہی! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کا وسیلہ پکڑتے تھے تو تُو بارش بھیجتا تھا اور اب ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پکڑتے ہیں ہم پر بارش بھیج تو لوگ سیراب کیے جاتے۔

مشکوٰۃ کی شرح اشعۃ اللمعات میں شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف نبی کا وسیلہ نہیں ہوتا بلکہ ان کی امت کے اولیاء کا بھی وسیلہ ہوسکتا ہے۔ ان کی برکت سے رحمتیں آتی ہیں۔ حضرت عمر حضرت عباس کا وسیلہ اس طرح لیتے کہ ان کے توسل سے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے اور حضرت عباس عرض کرتے۔ خدایا! یہ لوگ تیرے حبیب کی نسبت سے میرا وسیلہ لے رہے ہیں۔ خدایا اس بڑھاپا میں مجھے شرمندہ نہ کر۔ یہ کہتے ہی بارش آجاتی تھی۔ سیدنا فاروقِ اعظم نے مسلمانوں کے لئے سبق چھوڑا ہے کہ انبیآء کے وسیلہ سے دعا شرف قبولیت حاصل کرتی ہے اور اولیآء کے توسل سے بھی۔" (نوائے وقت یکم اکتوبر ۱۹۹۹ء)

اور یہی بزرگ اپنے دوسرے مضمون " وسیلہ سے انکار اسلام کی روح کے منافی ہے'' میں لکھتے ہیں۔ امام طبرانی معجم صغیر میں راوی ہیں کہ حضرت ام المؤمنین میمونہ فرماتی ہیں کہ انھوں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے وضو خانے میں تین مرتبہ لبیک کہی اور تین مرتبہ فرمایا تمھاری امداد کی گئی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے تین مرتبہ لبیک اور تین مرتبہ نصرت فرماتے ہوئے سنا جیسے آپ کسی انسان سے گفتگو فرمارہے ہیں۔ کیا وضو خانے میں کوئی آپ کے ساتھ تھا۔ فرمایا یہ بنو کعب کا رجز خواں مجھے مدد کے لئے پکار رہا تھا۔ اس کا یہ

کہنا ہے کہ قریش نے ان کے خلاف بنوبکر کی امداد کی ہے۔ تین دن بعد آپ نے صحابہ کو صبح کی نماز پڑھائی تو میں نے سنا کہ رجز خواں اشعار پیش کر رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ اگر پکارنا شرک ہوتا تو راجز نامی صحابی تین دن کی مسافت سے نہ پکارتے اور ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ منع فرماتے مگر انھوں نے تین دن کی مسافت کی دوری سے بارگاہ رسالت میں فریاد کی اور اُن کی فریاد سنی گئی۔ اس کو محمد بن عبدالوہاب کے بیٹے نے مختصر سیرۃ الرسول ص ۳۳۳ میں نقل کیا ہے۔ جسے مکتبہ سلفیہ لاہور نے شائع کیا ہے۔

نیز حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک نابینا کو یہ دعا تعلیم فرمائی کہ نماز کے بعد یوں کہے۔ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف نبی رحمت محمد ﷺ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔ یارسول اللہ ﷺ میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ حضرت عثمان بن حنیف اس روایت کے راوی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دعا کا یہ طریقہ حضرت عثمان غنی کے دور میں ایک صحابی کو بتایا تو اس کی حاجت روا ہوگئی۔ بعد میں بھی دعا کا طریقہ اسی طرح رائج رہا۔ یہ حدیث ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۹۷، ابن ماجہ ج ا ص ۴۴۱، مستدرک حاکم ج ا ص ۵۹۱، صحیح ابنِ خزیمہ ج ا ص ۲۲۶ میں موجود ہے۔ الحاصل پوری امت کا ائمہ اربعہ سمیت وسیلہ کے ساتھ دعا کرنے اور مشکل وقت میں اللہ کے حبیب کو پکارنے کے جواز پر اجماع ہے۔ سید یوسف ہاشم رفاعی لکھتے ہیں۔

الحاصل اہل سنت و جماعت کا یہ مذہب ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے اُن کی حیاتِ ظاہرہ میں اور وصال کے بعد اسی طرح باقی انبیآء ومرسلین اور اولیآء صالحین سے توسل صحیح اور جائز ہے۔ (الرد المحکم المنیع ص ۸۶ (روزنامہ نوائے وقت۔ ۵ نومبر ۱۹۹۹ء)

محمد وسیم عالم انجم کے مضمون کے اقتباسات

محمد وسیم عالم اپنے مضمون " انبیآء اولیآء کو وسیلہ بنانا عین توحید ہے میں لکھتے

ہیں۔ مادہ پرستی کی قہر آلود فضاؤں میں آج کل جہاں انسانی کردار فسق و فجور کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے وہاں ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت منکرین وسیلہ کہیں اولیاء وصالحین کے قرب کو اور کہیں مدنی آقا ﷺ کی ذات کو وسیلہ بنانے کو شرک کہہ کر سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں سے محبت مصطفٰے ﷺ کے چراغ کو گل کرنے کے درپے ہیں۔ بقول اقبال

؎ وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا . روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

روئے زمین پر سوائے اللہ کے تمام مخلوق کسی نہ کسی طرح سے وسیلے کی محتاج نظر آتی ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ نے انعام کیا اور انھیں اپنے انعام یافتہ بندے گردان کر ان کی معیت میں رہنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ (سورۃ توبہ) ان انعام یافتہ گرہوں میں کون لوگ شامل ہیں۔ قرآن عظیم نے چار گرہوں کا ذکر کیا۔ انبیآء، صدیقین، شہدا اور صالحین، پھر انسان کو یہ دعا سکھائی۔ اے اللہ! ہمیں ان لوگوں کی راہ پر چلا جن پر تو نے انعام فرمایا۔ (سورۃ فاتحہ) یعنی اس دعا میں اللہ نے ان چار طبقوں کی راہ کو ہدایت اور قرب الٰہی کا وسیلہ قرار دیا ہے۔ اب اس آیت کے مفہوم سے ہٹ کر کوئی ڈائریکٹ راستہ قرب الٰہی اور نجات کا وسیلہ نہیں بن سکتا۔

حدیث کی روشنی میں کسی کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد اسے وسیلہ پکڑنا کیسا ہے؟ اس سلسلہ میں پہلے حیات بعد الممات کو ثابت کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ سعید ابن المسیب سے مروی ہے کہ جنگ حرہ کے زمانہ میں لوگوں کے واپس آنے تک میں باقاعدگی سے روضہ رسول ﷺ سے آذان واقامت کی آواز سنتا رہا اور دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ نے حرام کر دیا ہے زمین پر کہ وہ انبیآء کے اجسام کو کھائے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ کہ ہم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو اس لئے شیخ کہتے ہیں کہ وہ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔ مذکورہ بالا حوالہ جات کی رو سے انبیآئے کرام اور اولیآء عظام اپنی قبور میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔ اب اگر ان حضرات کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ سنتے نہیں اور ان کے لئے صرف دعائے مغفرت کرنی چاہیے اور وہ

بالکل بے بہرہ ہیں تو یہ قرآن اور حدیث سے ناواقفیت کی بین دلیل ہوگی۔ اب اگر ان حضرات کو وسیلہ مان لیا جائے اور ان کے قرب کی وجہ سے ان کی قربت کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ مان کر دعا کر لی جائے تو کون سی چیز مانع ہوگی؟ قبر میں وسیلے کے متعلق اشرف علی تھانوی اپنی کتاب افاضات یومیہ میں لکھتے ہیں کہ ایک دھوبی کا انتقال ہوا۔ قبر میں فرشتوں نے تین سوالات کیے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور اس شخصیت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے ہر سوال کے جواب میں کہا کہ میں غوث اعظم کا دھوبی ہوں۔ غوث اعظم کے وسیلہ سے دھوبی کی نجات ہوگئی۔

محشر میں وسیلہ پکڑنے کا ایک منظر حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے۔ میدان محشر میں سخت نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ سب ایک دوسرے سے بیزار ہوں گے۔ اللہ پاک کے جلال کے سامنے سب لوگ دبکے ہوئے ہوں گے۔ سب لوگ مارے مارے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچ جائیں گے تو آدم علیہ السلام جواب دیں گے۔ اور فرمائیں گے۔ اذھبوا الی غیری۔ کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضور ﷺ کے علاوہ سب انبیآء کا بھی یہی جواب ہوگا۔ اس جواب پر اگر غور کیا جائے تو یہاں اذھبوا الی اللہ کی بجائے سب نے کسی دوسرے کے پاس چلے جاؤ کہا۔ یعنی وسیلہ پکڑنے کو کہا تو وسیلہ پکڑنا انبیآء سے ثابت ہوا۔ اب اگر اللہ کے علاوہ کسی کے پاس جانا شرک ہے تو معاذ اللہ کیا سب انبیآء شرک کریں گے۔ ان آیات و احادیث کے استدلال سے ثابت ہوا کہ وسیلہ پکڑنا عین اسلام ہے۔ اور انبیآء کی سنت اور توحید کے راستہ کی صحیح پہچان ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی بابت ۳ دسمبر ۱۹۹۹ء)

رفعت ظہور کے مضمون کے اقتباسات

رفعت ظہور صاحب اپنے مضمون " وسیلہ کے ذریعہ سے دعا سے انکار قرآن و حدیث میں تحریف ہے " میں لکھتی ہیں۔ " لغت میں کسی شئے کو حاصل کرنے کے لئے دوسری شئے کو ذریعہ بنانا توسل کہلاتا ہے۔ شرعی طور پر ایسی شئے کو دعا کی قبولیت کا ذریعہ بنانا جو

اللہ کی بارگاہ میں قدر و منزلت رکھتی ہو توسل ہے۔ بارگاہ الٰہی میں اعمال صالحہ اور ذوات صالحہ دونوں ہی مقبول و محبوب ہیں۔ لہٰذا دونوں کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے۔ قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی خلیفہ امام احمد رضا بریلوی سے ایک شخص نے پوچھا۔ توسل کے جواز پر کیا دلیل ہے؟ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اس شخص نے کہا کہ آیت میں تو وسیلہ سے مراد اعمال صالحہ ہیں۔ فرمایا۔ ہمارے اعمال مقبول ہیں یا مردود؟ اس نے کہا مجھے کیا معلوم؟ فرمایا۔ حضور سید عالم ﷺ بارگاہ خداوندی میں مقبول ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا یقیناً مقبول ہیں۔ فرمایا۔ جب اعمال صالحہ کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے جن کی قبولیت مشکوک ہے تو حضور ﷺ کو وسیلہ کیوں نہیں بنایا جا سکتا جو یقیناً مقبول ہیں۔ مسئلہ توسل بالکل واضح ہے کیونکہ انبیاؑ و اولیاء سے مدد چاہنے والا اگر مومن ہے تو اس کا مومن ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اس کے نزدیک کارساز حقیقی، مقاصد کا پورا کرنے والا، حاجتیں برلانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ان امور کی نسبت انبیاؑ ء اولیاء کی طرف مجاز عقلی کے طور پر کی گئی ہے کہ وہ مقاصد پورا ہونے کے لئے سبب اور وسیلہ ہیں۔ (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۲۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء)

اور یہی صاحب لکھتے ہیں۔ " حضرت امیہ بن خالد رضی اللہ عنہ نبی اکرم سے راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ فقراء مہاجرین کے وسیلے سے فتح و نصرت کی دعا مانگا کرتے تھے۔ حضرت ملا علی قاری اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ ابن الملک فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اس طرح دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ اپنے فقیر اور مہاجر بندوں کے طفیل ہمیں دشمنوں کے خلاف مدد عطا فرما۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین ہستی ہیں۔ فقراء مہاجرین کا وسیلہ پیش کرنے کا باعث یہ ہرگز نہیں تھا کہ آپ وسیلے کے محتاج تھے۔ بلکہ امت شکستہ حال اور ستم رسیدہ صحابہ و مہاجرین کی عزت افزائی کی ہے۔ اور امت مسلمہ کو یہ بتایا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے وقت میرے غلاموں کا وسیلہ پیش کر سکتے ہو۔ سبحان اللہ۔ جس ذات اقدس کے غلاموں سے توسل کیا جا سکتا ہے خود اس ذات سے توسل کیونکر نہ جائز ہوگا۔ (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۹ء)

سید صابر حسین شاہ کے مضمون کے اقتباسات

سید صابر حسین شاہ اپنے مضمون " وسیلہ کی شرعی حیثیت، قرآن میں تحریف تو نہ کیجئے " میں لکھتے ہیں۔

مل نہیں سکتا خدا ان کا وسیلہ چھوڑ کر غیر ممکن ہے کہ چڑھے چھت پہ زینہ چھوڑ کر

حضور علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں ایک بار قحط پڑا تو جمعہ کے دن خطبہ میں ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا تو حضور علیہ السلام نے اسی حالت میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ خدا کی قسم۔ ابھی حضور علیہ السلام کی دعا کے ہاتھ نیچے نہ گئے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل اٹھے اور حضور علیہ السلام منبر سے نہ اترے تھے کہ بارش کا پانی آپ کی ریش مبارک سے ٹپکتا تھا۔ سات دن بارش ہوتی رہی۔ اگلے جمعہ کو پھر زیادتی بارش کی شکایت کی گئی تو حضور علیہ السلام نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا کہ مولا ہم پر نہ برسے ہمارے آس پاس برسے۔ پھر بادل کو جس طرف اشارہ فرماتے ادھر ہی پھٹ جاتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام مصیبتوں کے وقت حضور اقدس علیہ السلام کا وسیلہ اختیار کرتے تھے۔ ایک دفعہ مدینہ میں بارش بند ہوگئی اور قحط پڑ گیا۔ لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ روضہ رسول علیہ السلام کی چھت کھول دو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت نہ حائل رہے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو فوراً بارش ہوئی یہاں تک کہ چارہ اگا اور اونٹ موٹے ہو گئے۔ (مشکوۃ)

حضرت عمر بن خطاب کے دور خلافت میں قحط پڑ گیا۔ ایک شخص نبی کریم علیہ السلام کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا۔ یا رسول اللہ علیہ السلام۔ اپنی امت کے لئے بارش طلب کیجئے کیونکہ آپ کی امت ہلاک ہو رہی ہے۔ نبی کریم علیہ السلام نے اس کو خواب میں فرمایا۔ عمر کے پاس جاؤ اور بتاؤ کہ عنقریب بارش ہوگی اور سیراب کیے جائیں گے۔ اور امور خلافت میں عمر کو بیدار مغزی سے قائم رہنے کو کہو۔ یہ سن کر وہ شخص حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس حضرت عمر پر گریہ طاری ہوا۔ اور کہنے لگے۔ اے اللہ! جہاں تک بس چلتا ہے میں

کوتاہی نہیں کرتا۔ (شفاء السقام۔ اصابہ۔ شرح المواھب۔)

ان چند حوالوں سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ اور دیگر صالحین کی ذوات کا توسل جائز ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ لہٰذا جو شخص بعد از وصال حضور ﷺ یا دوسرے صالحین کی ذوات کے توسل کا منکر ہے وہ درحقیقت اجماع کا منکر ہے۔ صحابہ کرام سے لے کر آج تک مسلمانوں کا عقیدہ رہا ہے کہ نبی ﷺ مخلوق کے وسیلہ عظمٰی ہیں۔ اور حضور ﷺ کے صدقہ سے اولیآء اللہ بھی وسیلہ ہیں۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ مجھے جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھ کر حضرت امام ابو حنیفہ کے مزار پر حاضر ہو کر دعا مانگتا ہوں تو وہ خدا پوری فرما دیتا ہے۔ (الخیرات الحسان)

اہل سمرقند پر جب قحط واقع ہوا تو بعض صالحین سے رجوع کیا گیا۔ انھوں نے فرمایا کہ حضرت امام بخاری کے مزار سے مدد چاہو اور قبر بخاری کو وسیلہ بنا کر دعا مانگو تو بارش ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ سات روز تک دعا کی گئی تو باران رحمت نازل ہوئی۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

اولیآء اللہ کے مزارات پر حاضر ہونا اور ان سے فیوضات حاصل کرنا اہل اسلام کا شروع سے طریقہ چلا آرہا ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے کثیر التعداد واقعات کتابوں میں موجود ہیں اور طرفہ تماشہ یہ کہ وسیلہ کے منکرین کے اکابرین کے ارشادات بھی اس ضمن میں موجود ہیں۔ کتاب وسنت اور اجماع سلف وخلف کی روشنی میں وسیلہ جائز ہے۔ اور یہی حق بھی ہے اور حق واضح ہو جانے کے بعد ہٹ دھرمی، تنگ نظری اور گمراہی کے سوا کیا ہے؟

؎ آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

(روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی۔ ۲۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء)

ماسٹر آصف نعیم طاہر اعوان کے مضمون کے اقتباس

ماسٹر آصف نعیم طاہر اعوان اپنے مضمون " وسیلہ کا ثبوت " میں لکھتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمادیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں ۔ (پارہ نمبر ۵ سورہ نساء رکوع نمبر ۹)

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو توبہ کرنے اور اپنے گناہ معاف کرانے کا طریقہ بتایا جارہا ہے ۔ اس سے شان مصطفےٰ ﷺ اس قدر ظاہر ہورہی ہے کہ سبحان اللہ ۔ اس آیت میں توبہ قبول ہونے کی تین شرطیں بیان ہوئیں اولاً حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری ۔ دوسرے رسول اکرم ﷺ کی شفاعت ۔ تیسرے اپنے گناہ سے وہاں جاکر توبہ کی امید اور بخشش ۔ اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے ۔

(۱) حضور ﷺ بارگاہ ربی کے وکیل مطلق یا مختار عام ہیں ۔ کیونکہ گناہ تو کیا رب کا مگر جاؤ کہاں محبوب علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں جیسے جرم تو کیا حکومت کا مگر جاؤ کہاں وکیل یا مختار عدالت کے پاس ۔ بغیر وکیل کے دنیاوی کچہری میں کچھ پوچھ نہیں ۔ اور عدالت الہیہ میں بغیر محبوب ﷺ کے کچھ پوچھ نہیں اس لئے نماز میں حضور ﷺ کا نام ضرور آتا ہے ۔ دوسرا یہ کہ دروازۂ مصطفےٰ علیہ السلام دروازۂ رب ہے ۔ اگر فقیر کو مانگنا ہو تو چھت پر یا مکان کے پیچھے کھڑے ہوکر نہیں مانگتا بلکہ دروازہ پر آکر بھیک مانگتا ہے ۔ اسی طرح جب خدا سے مانگنا ہو تو خدا کے دروازے یعنی بارگاہ مصطفےٰ ﷺ میں آکر مانگو ۔ جو کچھ پروردگار عالم کی طرف سے ملے گا اسی دروازے اور ان ہی کے ہاتھوں سے ملے گا ۔ تیسرا یہ کہ شفاعت کے لئے مدینہ منورہ میں حاضری ضروری نہیں ۔ اسی لئے فی المدینہ نہیں فرمایا گیا ۔ جہاں بھی قلب سے اس بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ درست ہے ۔ کیونکہ ہر دل ان کی جلوۂ گاہ ناز ہے ۔ چوتھے یہ کہ یہ حکم حاضری قیامت تک کے گنہگاروں کے لئے ہے فقط زندگی دنیا کے

زمانہ سے خاص نہیں۔ کیونکہ کلمہ اذ عام ہے۔ اسی لئے عالمگیری کتاب الحج میں فرمایا کہ جب روضۂ اقدس پر حاضر ہو تو یہی آیت پڑھے۔ مفسرین کرام نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کے وصال کے بعد روضہ پاک پر حاضر ہوا اور یہ آیت پڑھ کر عرض کرنے لگا کہ یا حبیب اللہ ہم نے یہ حکم سنا۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور اللہ سے بخشش چاہنے آپ کے دروازے پر حاضر ہوا ہوں تو میرے گناہ کی بخشش میرے رب سے کرا دیجئے۔ اس پر قبر سے نداء آئی کہ تیری بخشش کی گئی۔ اس واقع سے چند مسائل فقہیہ بھی معلوم ہوئے۔

(۱) خدا کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے۔

(۲) قبور بزرگاں پر حاجت روائی کے لئے جانا جائز ہے۔

(۳) بعد وفات مقبول بندوں کو یا کے ساتھ پکارنا جائز ہے۔

(۴) مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ چالیس ابدال شام میں رہتے ہیں جن کی برکت سے بارش ہوتی ہے۔ اور دشمنوں پر فتح حاصل کی جاتی ہے۔ اور شام والوں سے عذاب دور رہتا ہے۔ شامی کے مقدمہ میں ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں حاجت کے وقت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی قبر پر حاضر ہو کر دعا کرتا ہوں۔

(۵) یہ کہ ظلموا سے معلوم ہوا کہ کسی طرح کا مجرم ہو، کافر ہو، منافق ہو، گناہگار کوئی ہو، اگر صدق دل سے حضور ﷺ کی بارگاہ میں آکر توبہ کرے تو رحمت ربی ضرور دستگیری کرے گی۔ حضور ﷺ اس سمندر کی طرح پاک فرمانے والے ہیں کہ کیسا ہی گندا آدمی آکر غوطہ لگائے پاک ہو جاتا ہے اور مدینہ پاک کا وہ شفا خانہ ہے کہ کسی بیمار سے یہ نہیں کہا جاتا تیرا علاج ہمارے پاس نہیں۔ ہر بیمار کو حکم عام ہے کہ چلے آؤ اور منہ مانگی مراد پاؤ۔ (ماخوذ از شان حبیب الرحمٰن بآیات القرآن مؤلفہ مفتی احمد یار خان نعیمی)'' (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۹ء)

محمد عبدالکبیر کے مضمون کے اقتباسات

محمد عبدالکبیر اپنے مضمون " کیا وسیلے سے متعلق یہ واقعات دلیل نہیں " میں لکھتے ہیں ۔ ہم کو سیدھا راستہ چلا ۔ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا ۔ سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ دعا بتائی ہے کہ وہ یہ کہیں کہ اے اللہ! ہم کو سیدھی راہ دکھا ، وہ راہ ہمیں دکھا جو راہ تیرے نیک بندوں نے اپنائی ۔ یہاں یہ احسان کا ذکر ہے چاہے وہ لوگ زندوں میں سے ہیں یا گزر گئے ہیں ۔ حضرت معین الدین چشتی جب سلوک کی منازل طے کر رہے تھے تو داتا علی ہجویری کے مزار پر چالیس دن مسلسل بیٹھے رہے ۔ کیا اجمیری صاحب پر اللہ کا احسان نہیں ہے ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دین کو چلانا تھا ۔ یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کی نظر اٹھے تو جہاں تک پڑے جن تک پڑے وہ کلمہ طیبہ کے نور سے منور ہو جاتے ہیں ۔ اگر قبر والے مدد نہ دے سکتے تو وہ چالیس دن بیٹھنا بیکار جاتا اور پھر جاتے وقت یہ کلمات نہ ہوتے ۔ ؎ گنج بخش فیضِ عالم مظہر نورِ خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

(روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۹ء)

الحمدللہ یہاں تک ہم نے وسیلہ کے ثبوت کے لئے جو پر مغز دلائل نقل کیے ہیں ان سے روزِ روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ احکم الحاکمین کی بارگاہ تک رسائی کے لئے محبوبان خدا کے وسیلہ کی ضرورت ہے ۔ بے ان کے وسیلہ کے کوئی رب العالمین کے قرب تک نہیں پہنچ سکتا ۔ لہٰذا جن مضمون نگاروں نے انکار وسیلہ کے متعلق نوائے وقت کے ملی ایڈیشنوں میں مضامین شائع کروائے ہیں ان کے ان بے بنیاد دلائل پر اہل ایمان ہرگز ہرگز کان نہ دھریں ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوبوں کا وسیلہ دنیا اور آخرت میں نصیب فرمائے ۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ ۔ وھذا آخر ماردنا ایردہ فی ھذہ المقالۃ المبارکۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ وانا الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفراللہ تعالیٰ لہٗ ۔ المدرس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس بھیائی من مضافات سہنسہ آزادکشمیر ۔ (۲۷ رمضان المبارک ۱۴۲۰ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بائیسواں مقالہ

منکرین وسیلہ

کے بعض دلائل کا علمی جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد

روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی بابت ۱۷ ستمبر ۱۹۹۹ء اور ۲۴ ستمبر ۱۹۹۹ء میں فرحت علی بیگ نامی شخص کا ایک مضمون " دعا وسیلہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں " دو قسطوں میں شائع ہوا ہے ۔ مضمون نگار نے اپنے اس مضمون میں جو کچھ لکھا وہ بلفظہٖ ملاحظہ فرمائیں ۔ پھر جواب عرض کیا جائے گا ۔ وباللہ التوفیق ۔

فرحت علی بیگ کا مضمون

حضور پاک ﷺ نے دعا کا جو طریقہ بتایا ہے اس میں اللہ تعالیٰ پر ایمان، حضور پاک ﷺ پر ایمان یا مجموعی طور پر ایمان کی تمام تر شرائط پوری ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پوری طرح امید کرتے ہوئے عاجزی کے ساتھ مانگنا اور دعا سے پہلے اور آخر میں درود شریف کی ہدایت ہے ۔ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ بعد کے لوگوں کی اختراع ہے ۔ قرآن پاک اور حدیث سے کسی بھی وسیلہ پکڑنے کی جو مکروہ شکل آج کل فروغ پا چکی ہے ہرگز ثابت نہیں ۔

حضور پاک کے وسیلے کا ذکر آذان کے بعد پڑھی جانے والی دعاء میں آیا ہے اس کا تعلق آخرت کی دنیا سے ہے ۔ اور اس وسیلے کا مطمع نظر یا اصل روح یہ ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کے لیے حضور پاک ﷺ کی ذات مزید مقدم اور مزید قابل احترام ہو جائے ۔ اس وسیلے سے یہ ہرگز اخذ نہ کیا جائے کہ قیامت کے دن حضور پاک اللہ تعالیٰ کے مقابل ایک اور دربار لگائیں گے ۔ یا یہ کہ نعوذ باللہ حضور پاک اللہ تعالیٰ کے قائم مقام کی حیثیت اختیار کر جائیں گے ۔ قابل افسوس امر یہ ہے کہ جس وسیلے کا ذکر آذان کے بعد پڑھی جانے والی دعا میں آیا ہے اس کی اصل روح کے منافی نظریہ عوام میں پھیل گیا ہے یا پھیلا دیا گیا ہے جو کہ سو فی صد گمراہ کن ہے ۔ جس کی وجہ سے آج مسلمان اللہ تعالیٰ جیسی زندہ جاوید ہستی سے وہ روحانی اور جذباتی تعلق پیدا نہیں کر سکا جس کی خاطر ہمارے نبی ﷺ نے ...

گلیوں میں اپنا خون بہایا تھا۔

اگر ہر کوئی براہ راست اللہ تعالیٰ سے رابطہ استوار کر لے گا تو پھر چند لوگوں کی روحانیت کا سکہ کیسے چلے گا۔ کچھ لوگ جو عام گنہگاروں کا براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم نہیں ہونے دیتے تاکہ انہیں ایک مسلسل خوف میں مبتلاء کر کے روحانی طور پر بلیک میل کر سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اتنا پیار کرنے والے اللہ کے لیے کسی واسطے یا تعلق کی کیمیا گری نہیں کرنی پڑتی۔ کوئی اس کی طرف ایک قدم جائے تو وہ اس کی طرف دو قدم بڑھاتا ہے۔ کوئی اس کی طرف چل کر جائے تو وہ اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ وہ ایک انسان کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے اس کا خیال رکھنے والے ماں باپ کو بھیج چکا ہوتا ہے۔ وہ خود بھی زبردست اور اس کی منصوبہ بندی بھی زبردست۔ ہمارے بزرگوں کی سوچ کچھ عجیب ہی رہی ہے۔ مثلاً آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر سوٴر یا خنزیر کا لفظ آپ کی زبان پر آیا تو چالیس روز تک ایمان قریب نہیں آتا۔ اس کے پیچھے ان کی منطق شاید یہ ہوگی کہ لوگ سوٴر کا گوشت کھانے سے پرہیز کریں اور اس سے شدید نفرت کریں جبکہ اس کے برعکس خود قرآن پاک میں یہ لفظ کئی مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ تو کیا پھر قرآن پاک کے پاک ہونے یا نہ ہونے کا سوال اٹھ جائے گا۔ میرے خیال میں کسی عمل سے باز رکھنے کا یہ طریقہ پرلے درجے کا دقیانوسی طریقہ ہے جو بڑا ہی بے بنیاد اور سنجیدہ طرز فکر والوں کے لیے باعثِ تبسم ہے۔

حضور پاک ﷺ کے دور کا مشرک ہم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کی تگ و دو کرتا تھا۔ حج کے بعد وہ ان دروازوں سے گھر میں داخل نہیں ہوا کرتے تھے جن سے وہ عام سفر کے بعد واپسی پر داخل ہوتے۔ ان کی منطق یہ تھی کہ ان دروازوں سے ہم گناہ لے کر کے واپس آتے ہیں۔ ہم آج کل مسلمانوں نے اس تگ و دو کو بھی بالائے طاق رکھ دیا اور پیسہ پھینک تماشہ دیکھ والا کلیہ اپنا لیا۔ کسی پیر فقیر کے سرہانے جاؤ۔ جالی چومو۔ نیاز دو اور معافی پیکٹ میں بند کروا کے گھر لے آؤ۔ ریڈی میڈ قسم کی مغفرت اسلام میں کہاں؟

بات یہ ہے کہ اگر اس قسم کی شفاعت اور مغفرت درست ہے تو پھر یہودی بھی درست ہیں وہ اللہ کو ایک تو مانتے ہیں۔ بس عقیدت کے باعث حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔ پھر تو عیسائی بھی درست ہیں ایک اللہ کو مانتے ہیں بس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اتنا ادب کرتے ہیں کہ انہیں اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ اگر آپ وسیلہ و مغفرت کے لیے پیروں فقیروں اور بزرگوں کو بڑا مانتے ہیں تو پھر بے چارے یہودیوں اور عیسائیوں کو اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ مطعون ٹھہرا رہا ہے۔

شفاعت اور وسیلے کا جو تصور ہمارے اندر جڑ پکڑ چکا ہے اس کی وجہ سے مزار پرستی اور شخصیت پرستی جنم ہی نہیں لے چکی بلکہ اپنی مکروہ ترین شکل میں ہمارے سامنے آ چکی ہے۔ مزار آباد ہیں۔ اشخاص کے ڈیرے آباد ہیں اور مسجدیں ویران ہیں۔ اللہ کے گھر اجڑے ہوئے بیابان پڑے ہیں۔

عبدالقادر حسن صاحب ایک اچھے لکھاری ہیں۔ میں نے ایک اخبار میں ان کا ایک کالم پڑھا تھا۔ اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک لاہوریہ شخص حج پر گیا۔ خانہ کعبہ کی چھت پر بیٹھا تھا اور بیمار تھا۔ لازماً اس نے شفایابی کے لیے دعا کی ہوگی افاقہ نہ ہوا (ظاہر ہے ایسا آزمائشی ہوا ہوگا کہ اسے شفا نہیں دی گئی) آخرکار اس نے جھنجلا کر لاہور گھر کے پتہ پر خط لکھ دیا کہ داتا صاحب کے دربار پر میرے لیے دعا مانگو۔ یہاں تو اللہ نہیں سنتا۔ (قارئین اس واقعے کی سچائی کے متعلق خود عبدالقادر حسن صاحب سے پوچھ سکتے ہیں۔) اگر دینے دلانے کا اختیار نعوذ باللہ ان پیروں فقیروں کے ہی ذمے میں ہے تو پھر میں اس پیر کو اپنی دعا اوپر پہنچانے کے لیے دوں گا جو جاپانیوں کا پیر ہے یا پھر امریکیوں کا پیر ہے۔ اصل شفاعت تو پھر جاپانیوں اور امریکیوں ہی کی ہو رہی ہے۔ آئیے جاتے جاتے کتاب الفرقان سے فیصلہ لیتے ہیں۔

سورۂ آل عمران آیت نمبر ۷۹ اور ۸۰۔ " کسی انسان کا یہ کام نہیں کہ اللہ تو اس کو کتاب و حکم و نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔ وہ یہی کہے گا کہ سچے ربانی بن جاؤ۔ جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم

پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔ وہ تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا پیغمبروں کو اپنا رب بنالو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک نبی تمہیں کفر کا حکم دے جبکہ تم مسلم ہو" اھ بلفظہ التمام۔

فرحت علی بیگ کے اس مضمون کا جواب

فرحت علی بیگ کے اس مضمون کا جواب۔ علامہ مختار علی خان رضوی صاحب نے یکم اکتوبر ۱۹۹۹ء کے روزنامہ نوائے وقت کے ملی ایڈیشن میں "وسیلہ کے ذریعے دعا مانگنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے"۔ کے عنوان سے لکھا ہے۔ رضوی صاحب کے اس مضمون کے چیدہ چیدہ اقتباسات ھدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ "رہا سوال وسیلہ کے ثبوت کا تو درجن بھر سے زائد آیات انبیآء و اولیاء کے وسیلہ پر دلالت کرتی ہیں۔ اور کئی احادیث مبارکہ میں بھی وسیلہ کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن صرف ایک قرآنی آیت اور بخاری شریف کی ایک حدیث پیش کروں گا۔

آیت کریمہ

اللہ تعالٰی نے نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگنے کے بارہ میں یوں تذکرہ فرمایا۔ (ترجمہ) اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔ اور جب تشریف لایا ان کے پاس جانا پہچانا تو اس کے منکر ہو بیٹھے۔ تو اللہ کی لعنت ہے منکروں پر۔" (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۸۹ کنز الایمان)

مفسرین نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہودی کافروں کے مقابلہ میں نبی کریم ﷺ آخرالزمان نبی کا وسیلہ پیش کر کے اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں فتح کے لیے دعا کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''انہیں یقین تھا کہ آپ کا نام تمام پیغمبروں کا مددگار ہے اور ان کا نام بھی کفر مٹانے اور باطل گھٹانے میں لشکر جرار ہے''۔

تفسیر روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے، تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اور آپ کے علاوہ اردو کی سب سے بڑی تفسیر نعیمی میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کے الفاظ اس طرح نقل کیے ہیں کہ یہود ان الفاظ میں آپ کے وسیلہ سے فتح و نصرت کے لیے دعا مانگتے تھے۔ مگر جب آپ تشریف لائے تو دعا مانگنے والے صاف منکر ہو گئے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دعاء میں انبیاء و اولیاء کا وسیلہ پیش کرنا امت مسلمہ کا معمول رہا ہے۔ سب سے پہلے ابن تیمیہ نے نئی راہ نکالی اور اس کا انکار کیا۔ یوں وسیلہ کا سب سے پہلا منکر ابن تیمیہ ہی ہے جو اس کے علاوہ بھی سارے خوارج کے عقائد و نظریات کا قائل تھا۔

مولوی انور شاہ کاشمیری ابن تیمیہ کے بارہ میں یوں رقمطراز ہیں۔ "ابن تیمیہ کی طبیعت میں حدت اور شدت تھی اس نے کہا میری تحقیق ایسے ہے جیسے آسمان سے وحی نازل ہو۔ (فیض الباری جلد چہارم ص ۳۷۰)

امام شہاب الدین خفاجی اور امام تقی الدین سبکی رحمھما اللہ تعالیٰ نے اس کی خوب گوشمالی کی اور اس کے اس باطل نظریئے کو سختی سے رد کیا۔

اب بخاری شریف کی وہ مشہور حدیث پاک جو مشکوۃ شریف میں بھی نقل کی گئی ہے پیش کرتا ہوں۔

حدیث پاک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر بن خطاب حضرت عباس بن عبد المطلب کے توسل سے دعائے بارش کرتے اور عرض کرتے۔ یا الٰہی! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کا وسیلہ پکڑتے تھے تو تو بارش بھیجتا تھا۔ اور اب ہم تیرے نبی ﷺ کے چچا کا وسیلہ پکڑتے ہیں ہم پر بارش بھیج دے تو لوگ سیراب کیے جاتے تھے۔

شیخ المحققین شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔''اس

سے معلوم ہوا کہ صرف نبی ﷺ کا وسیلہ نہیں ہوتا بلکہ ان کی امت کے اولیاء کا بھی وسیلہ ہو سکتا ہے۔ ان کی برکت سے رحمتیں آتی ہیں۔ حضرت عمر حضرت عباس کا وسیلہ اس طرح لیتے تھے کہ ان کے توسل سے بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے تھے۔ اور حضرت عباس عرض کرتے خدایا یہ لوگ تیرے حبیب کی نسبت کی وجہ سے میرا وسیلہ لے رہے ہیں۔ خدایا اس بڑھاپے میں مجھے شرمندہ نہ کر۔ یہ کہتے ہی بارش آجاتی تھی۔ (اشعۃ اللمعات)

انبیاء کا وسیلہ تو بہت بڑا وسیلہ ہے۔ دعاؤں میں انبیاء کی نسبت کا وسیلہ بھی کیا جائے تو وہ بارگاہِ خداوندی میں قبولت کا شرف پاتی ہیں۔

صاحب مضمون کی معلومات کے لیے یہ بھی عرض ہے کہ سیدنا امیر المؤمنین فاروق اعظم نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتہ ہیں اور خلیفہ راشد بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ تم پر میری سنت لازم ہے اور میرے خلفائے راشدین کی سنت بھی۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لیے یہ سبق چھوڑا ہے کہ انبیآء کے وسیلہ سے دعا شرفِ قبولیت حاصل کرتی ہے اور اولیآء کے وسیلہ سے بھی۔" اھ بلفظہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فرحت بیگ کی باقی دلیلوں کا جواب

الحمدللہ۔ علامہ مختار علی خان رضوی صاحب کے مندرجہ بالا مضمون سے دعا میں انبیآء اصفیاء کا وسیلہ پیش کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ ہم فرحت بیگ کی باقی دلیلوں کے بارہ میں اپنی معروضات عرض کرتے ہیں۔ ہم قولہ سے اس کا قول شروع کریں گے اور اھ پر ختم کریں گے۔ پھر فنقول سے اپنا جواب شروع کریں گے۔ وباللہ التوفیق.

قولہ۔ آیئے جاتے جاتے کتاب الفرقان سے فیصلہ لیتے ہیں۔ الخ اھ

فنقول وباللہ التوفیق.

بیگ صاحب کی پیش کردہ آیت وسیلہ کے بارہ میں نہیں ہے

فرحت علی بیگ نے جاتے جاتے کتاب الفرقان کی جس آیت سے فیصلہ مانگا ہے وہ اس کے خلاف فیصلہ سناتی ہے۔ کیونکہ یہ آیت کریمہ وسیلہ کے بارہ میں نہیں بلکہ عبادت

اور بندگی کے بارہ میں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ماکان لبشرٍ ان یؤتیہ اللّٰہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول کونوا عباداً لی من دون اللّٰہ ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب و بما کنتم تدرسون ولایأمرکم ان تتخذوا الملائکۃ والنبین ارباباً ایأمرکم بالکفر بعد اذانتم مسلمون (پ۳ رکوع ۱۶)

(ترجمہ) کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم اور پیغمبری دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔ ہاں یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس سے کہ تم درس کرتے ہو۔ اور نہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا ٹھہرا لو۔ کیا تمہیں کفر کا حکم دے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو لیے۔ (کنز الایمان ص ۹۴)

آیت کریمہ کے الفاظ کونوا عباداً لی من دون اللہ کا معنی ہے اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔ یہی ترجمہ فرحت علی بیگ کے ہم خیال مولوی محمود الحسن نے بھی کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر۔ (ترجمہ القرآن ص ۱۰۱)
عباداً کا لفظ عبد کی جمع ہے اور عبد عبادت سے ہے۔ عبادت کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کو مالک حقیقی مان کر اس کی اطاعت کرنا۔ اور وسیلہ کا معنی شرع شریف میں یہ ہے کہ ایسی چیز کو دعا کی قبولیت کا ذریعہ بنانا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قدر و منزلت رکھتی ہو۔" (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی بابت ۲۹ اکتوبر مضمون علامہ مختار احمد رضوی)

جب عبادت کے مفہوم اور وسیلہ کے مفہوم میں زمین و آسمان جتنا فرق ہے تو پھر غیر خدا کی عبادت کی ممانعت ثابت کرنے والی آیت کو وسیلہ کی ممانعت کی دلیل بنانا عقل و دانش کے سراسر خلاف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وسیلہ سے نہیں روکا

اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ آیت اگرچہ عبادت کے متعلق ہے لیکن عبادت اور وسیلہ مترادف ہیں اس لیے اس سے وسیلہ کی ممانعت بھی ثابت ہو جاتی ہے تو پھر لازم آئے گا کہ

جب قحط سالی کے وقت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضور ﷺ کی دعا کو حصول بارش کا وسیلہ بنایا اور آپ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قحط سالی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کو حصول بارش کا وسیلہ بنایا تو اس وسیلہ بنانے سے معاذ اللہ صحابہ کرام اور حضرت عمر و حضرت عباس رضی اللہ عنہما سب کے سب مشرک ہو گئے تھے۔ لازم باطل ہے تو ملزوم بھی یقیناً باطل ہے تو ثابت ہوا کہ وسیلہ عبادت نہیں اور اس کا اس آیت کریمہ سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ بیگ صاحب نے جان چھڑانے کی غرض سے جاتے جاتے بے موقع یہ آیت پیش کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

قولہ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ بعد کے لوگوں کی اختراع ہے۔ قرآن پاک اور حدیث سے کسی بھی وسیلہ پکڑنے کی جو مکروہ شکل آج کل فروغ پا چکی ہے ہرگز ثابت نہیں

اھ

فقول۔ بیگ صاحب کا یہ دعویٰ کہ حضور پاک ﷺ نے دعا کا جو طریقہ سکھایا ہے وہ صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ وسیلہ کے بغیر دعا مانگنے کا طریقہ ہے باطل ہے۔

حضور پاک ﷺ نے دعا کے دو طریقے سکھائے ہیں۔ ایک وہ طریقہ جس کا بیگ صاحب نے ذکر کیا ہے اور دعا کا دوسرا طریقہ اس حدیث میں سکھایا ہے کہ ایک نابینا شخص حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے عافیت دے۔ ارشاد فرمایا۔ اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور چاہے تو تُو صبر کر اور یہ تیرے لیے بہتر ہے۔ اس نے عرض کی حضور دعا کریں۔ انہوں نے حکم فرمایا کہ وضو کرو اور اچھا وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا پڑھو۔ اللھم انی اسئلک واتوسل واتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انی توجهت بک الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی اللھم شفعه فی۔ اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں۔ اور تیری طرف رحمت والے نبی محمد کے وسیلہ سے توجہ کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ! بلاشبہ میں نے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں آپ کے وسیلہ سے توجہ کی ہے تاکہ وہ میرے لیے پوری کی جائے۔ اے اللہ! سو تو میرے بارہ میں ان کی سفارش قبول فرما''

اس حدیث کے بارہ میں مولانا امجد علی صاحب لکھتے ہیں۔ "ترمذی بافادۂ تحسین وتصحیح وابن ماجہ وصری وغیرھم حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں الخ" (بہار شریعت باب سنن ونوافل کا بیان)

اور علامہ مختار علی خان رضوی اس حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

''یہ حدیث پاک مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے۔ ترمذی شریف جلد دوم ص ۱۹۷، ابن ماجہ جلد اول ص ۴۴۱، مستدرک حاکم جلد اول ص ۵۹۱، صحیح ابن خزیمہ جلد دوم ص ۲۲۶" زیادہ تخریج مطلوب ہو تو ہمارے رسالہ "مسئلہ توسل فی الدعاء'' میں ملاحظہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قولہ حضور پاک کے متعلق جس وسیلے کا ذکر آذان کے بعد پڑھی جانے والی دعاء میں آیا ہے اس کا تعلق آخرت کی دنیا سے ہے۔ اور اس وسیلے کا مطمع نظر یا اصل روح یہ ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کے لیے حضور پاک ﷺ کی ذات مزید مقدم اور مزید قابل احترام ہو جائے۔ اس وسیلے سے یہ ہرگز اخذ نہ کیا جائے کہ قیامت کے دن حضور پاک ﷺ اللہ کے مقابل ایک اور دربار لگائیں گے یا یہ کہ نعوذ باللہ حضور پاک اللہ تعالیٰ کے قائم مقام کی حیثیت اختیار کر جائیں گے۔ قابل افسوس امر یہ ہے کہ جس وسیلے کا ذکر آذان کے بعد پڑھی جانے والی دعا میں آیا ہے اس کی اصل روح کے منافی نظریہ عوام میں پھیل گیا ہے یا پھیلا دیا گیا ہے جو کہ سو فی صد گمراہ کن ہے۔"

فنقول.

وسیلہ کے دونوں نظریے ثابت ہیں ان میں کوئی منافات نہیں ہے

بیگ صاحب کا مقامِ وسیلہ ملنے کی دعا کرنے اور آپ کی ذات کو اپنی دعا کی مقبولیت کا وسیلہ بنانے کو ایک دوسرے کے منافی قرار دینا بلاشبہ سو فی صد گمراہ کن ہے۔ وسیلہ کے یہ دونوں نظریے رسول اللہ ﷺ کے دورِ سعید میں موجود تھے۔ اور خیر القرون سے آج تک کے مسلمانوں میں موجود رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے جس حاجت کی نماز کو روایت کیا ہے۔ اس کی بناء پر ہر دور میں اسی طرح کی نماز

حاجت پڑھی جاتی رہی ہے اور اس نماز میں حضور ﷺ کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ امام خفاجی شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں۔ ومنہ اخذان کل من اھمہ امر ینبغی لہ ویستحب ان یصلی قبل الدعآء تقربیاً الی اللہ تعالیٰ ۔یعنی اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا گیا ہے کہ جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو اسے چاہیے اور اس کے لیے یہ مستحب ہے کہ دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے نمازِ حاجت پڑھ لے (نسیم الریاض جلد سوم ص ۱۰۶)

باقی بیگ صاحب کا یہ لکھنا کہ " اس وسیلے سے یہ ہرگز اخذ نہ کیا جائے کہ قیامت کے دن حضور پاک ﷺ اللہ کے مقابل ایک اور دربار لگائیں گے الی آخرہ یہ کسی صحیح العقیدہ سنی مسلمان کا عقیدہ نہیں۔ سنی حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی کا دربار ہوگا۔ اپنے دربار میں اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر بیٹھے گا اور اپنے محبوب اعظم ﷺ کو اپنے عرش پر اپنے ساتھ بٹھائے گا۔ حضور پاک ﷺ کو اذن شفاعت ہے۔ آپ جس کی شفاعت فرمائیں گے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ رزقنا اللہ تعالیٰ استقامۃً کاملۃً علیٰ ھذا الاعتقاد الصحیح .آمین. بجاہ النبی الامین ﷺ ۔

قولہ اگر کوئی براہِ راست اللہ تعالیٰ سے رابطہ استوار کرلے گا۔ اھ

منقول۔

اللہ تعالیٰ سے براہِ راست رابطہ ناممکن ہے

بیگ صاحب کا یہ کہنا سراسر ضلالت و جہالت ہے۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے براہ راست رابطہ قائم نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے تک رسائی کے لیے اپنے محبوب کے دروازہ پر آنے کی ہدایت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے۔ ولوانھم اذظلموا انفسھم جآؤک فاستغفروا اللہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللہ توابًا رحیمًا. (پ ۵ رکوع ۶) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا

مہربان پائیں۔ (کنز الایمان ص ۱۳۹)

اس آیت میں ظلم ظالم اور زمان میں کسی قسم کی قید نہیں۔ ہر قسم کا مجرم ہر زمانے میں خواہ کسی قسم کا جرم کرے تمہارے آستانے پر آ جاوے۔ اور جآؤک میں یہ قید نہیں کہ مدینہ مطہرہ میں ہی آئے بلکہ ان کی طرف توجہ کرنا یہ بھی ان کی بارگاہ میں حاضری ہے۔ اگر مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہو جائے تو زہے نصیب۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی بارگاہ وہ شفاخانہ ہے جس میں ہر بیماری کی دوا ہے۔ کسی کو محروم واپس نہیں کیا جاتا۔ کوئی آنے والا ہو" (نور العرفان)

بیگ صاحب کی معلومات میں اضافہ کے لیے مزید عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی وساطت سے عبادت کی۔ مقبول بارگاہ خداوندی ہوئے۔ مگر ابلیس نے اس وسیلے کا انکار کیا اور براہ راست اللہ تعالیٰ سے رابطہ استوار کرنا چاہا، تو راندۂ درگاہ الٰہی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قولہ تو پھر چند لوگوں کی روحانیت کا سکہ کیسے چلے گا۔ کچھ لوگ ہیں جو عام گناہگاروں کا براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم نہیں ہونے دیتے۔[۹] اھ

فتقول یہ بیگ صاحب کی محبوبان خدا کے بارہ میں سخت گستاخی ہے۔ بیگ صاحب سے عرض ہے کہ عوام تیرنا نہیں جانتے اس لیے محبوبانِ خدا انہیں، اپنے ساتھ با حفاظت معرفت الٰہی کے سمندر سے گزار کر واصل بحق کرتے ہیں۔ دریا کے کنارے جو شخص تیرنا نہ جانتا ہو وہ ملاح اور بیڑی والے کا وسیلہ ہی تلاش کیا کرتا ہے۔ اور اگر براہ راست سمندر میں کود پڑے تو ڈوب کر ہلاک ہونا یقینی ہوتا ہے۔ ملاح بیڑی چلاتا ہے۔ بے شک بیٹھنے والوں سے مزدوری لیتا ہے لیکن بیٹھنے والے اس کے وسیلہ سے دوسرے کنارے پر لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح مشائخ و علماء حضرات عوام کو واصل بحق کرتے ہیں اور عوام اپنی خوشی سے ان کی خدمت کرتے ہیں۔ اسے سکہ چلانا کہنا سخت ضلالت و جہالت ہے۔ واللّٰہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم۔

قولہ وہ ایک انسان کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے اس کا خیال رکھنے والے ماں اور باپ کو بھیج چکا ہوتا ہے اھ

فنقول بیگ صاحب نے یہ لکھ کر مان لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ وہ کسی بھی مقصد کے حصول کے لے سبب پیدا فرما دیتا ہے۔ تو پھر انبیآء و اولیاء کے سبب بننے ہی کا انکار کیوں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بے وسیلہ جسے چاہے بخشے اور وسیلے کے لحاظ سے جسے چاہے بخشے دونوں میں وہ خود مختار ہے۔ پھر وسیلے کا انکار کیوں کیا جا رہا ہے؟

قولہ اگر آپ وسیلہ و مغفرت کے لیے پیروں فقیروں اور بزرگوں کو بڑا مانتے ہیں تو پھر بے چارے یہودیوں اور عیسائیوں کو اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ مطعون ٹھہرا رہا ہے۔" اھ

فنقول۔

بیگ صاحب مغفرت کے لیے پیروں کو بڑا ماننے کے منکر ہیں

بیگ صاحب کو اتنا پتہ نہیں کہ پیر فقیر اور بزرگ عام مسلمانوں سے بڑے ہی ہوتے ہیں اسی لیے تو انہیں بزرگ مانا جاتا ہے۔ جب وہ بڑے ہوتے ہیں تو پھر وہ چھوٹوں کا وسیلہ بننے کی اہلیت رکھتے ہیں لہٰذا بیگ صاحب کا انکار سراسر عقل و دانش کے خلاف ہے۔ یہود و عیسائی اپنے بڑوں کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ اور خدا کا بیٹا خدا کا شریک ہوتا ہے۔ اس لیے وہ مطعون ہیں خواہ مخواہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ انہیں مطعون نہیں ٹھہرا رہا ہے۔ اس کے برعکس مسلمان بزرگوں پیروں فقیروں کو اللہ کا محبوب مانتے ہیں بیٹا نہیں مانتے ہیں یہود و عیسائی محبوبان خدا کی محبت میں افراط و تفریط کی وجہ سے مطعون ہوئے اور ہم لوگ محبوبان خدا کی محبت اعتدال سے کرتے ہیں۔ ؎ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

قولہ شفاعت اور وسیلے کا جو تصور ہمارے اندر جڑ پکڑ چکا ہے۔ اس کی وجہ سے مزار پرستی اور شخصیت پرستی جنم ہی نہیں لے چکی بلکہ اپنی مکروہ ترین شکل میں ہمارے سامنے آ چکی ہے۔ اھ

فنقول

یہ بیگ صاحب کا ایک اور جھوٹا الزام ہے

محبوبان خدا کو بزرگ ماننا اور ان کی وفات پر ان کی قبور کی تعظیم بجالانا مزار پرستی اور شخصیت پرستی نہیں بزرگوں کی تعظیم ہے اور بزرگوں کی تعظیم سوائے وہابیہ نجدیہ کے کون نہ کرے گا۔

قولہ عبدالقادر حسن ایک اچھے لکھاری ہیں الی آخرہ

فنقول بیگ صاحب کی طرح عبدالقادر حسن نے اہل سنت کو بدنام کرنے کے لیے یہ افسانہ تیار کیا ہوگا۔ کوئی سنی مسلمان ایسا نہیں کرسکتا۔ کعبۃ اللہ میں دعا کی مقبولیت پر ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ وهذا آخر ما اردنا ايراده في هذه المقالة النافعة تقبلها الله تعالىٰ بمنه العظيم ورسوله الكريم وانا الفقير ابوالكرم احمد حسين قاسم الحيدرى الرضوى غفر الله لهٗ المدرس بالجامعة الحيدرية فضل المدارس بهيائى من مضافات سنهسه آزاد کشمیر .(۳۰ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیئسواں مقالہ

خلفائے ثلاثہ کے طریقِ انتخاب پر ایک نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله ربّ العالمين والصلوٰة والسلام على سيّد الانبيآء والمرسلين وعليهم وعلىٰ الهم واصحابهم خصوصاً على الخلفاء الراشدين المهديين رضوان الله تعالىٰ عليهم اجمعين .اما بعد !

اس مختصر رسالہ میں خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق ' حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقِ انتخاب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت بخشے اور ذریعہء ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلّم

عقائد در بارہ خلافت راشدہ

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہء برحق و امام مطلق حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان غنی پھر مولا علی پھر چھ مہینے کے لئے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم ہوئے۔ ان پانچ حضرات کو خلفائے راشدین اور ان کی خلافت کو خلافت راشدہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی نیابت کا پورا حق ادا فرمایا۔

(۲) انبیآء و مرسلین کے بعد تمام مخلوقات الٰہی انس و جن و ملک (۱) سے افضل صدیق اکبر ہیں پھر عمر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ جو شخص مولا علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کو صدیق یا فاروق سے افضل بتائے گمراہ بدمذہب ہے۔

(۳) اِن خلفائے راشدین کی خلافتیں برترتیب فضیلت ہیں یعنی جو عند اللہ افضل و اعلیٰ و اکرم تھا وہی پہلے خلافت پاتا گیا۔ (بہار شریعت۔ حصہ اوّل)

خلافت راشدہ کے بارہ میں حدیث

صحابیء رسول حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ الخلافة ثلاثون سنة ثم يكون ملكاً ۔ خلافت

---

(۱) ملک سے مراد غیر رسل ملائکہ یعنی عام ملائکہ ہیں کما لا یخفیٰ

میرے بعد) تیس سال ہوگی پھر بادشاہت ہوگی۔ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد۔
(مشکوٰۃ۔ جلد دوم۔ ص ۱۶۷)

امام جلال الدین سیوطی نے یہ حدیث ان لفظوں میں نقل فرمائی۔ **الخلافة بعدی فی امتی ثلاثون سنة ثم یکون ملک بعد ذلک** ۔ میرے بعد میری امّت میں خلافت تیس سال ہوگی پھر بادشاہت ہوگی۔ رواہ احمد والترمذی وابو یعلیٰ فی مسندہ وابن حبان فی صحیحہ ھذا حدیث صحیح (الجامع الصغیر۔ جلد دوم ص ۱۳)

اور امام علی قاری اس حدیث کی تخریج میں لکھتے ہیں۔ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وکذا النسائی ذکرہ السید جمال الدین (مرقاۃ۔ جلد۔ ۱۰۔ ص ۱۲۴)

خلافت راشدہ کی مدّت کی تفصیل

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدّت جیسا کہ جامع الاصول وغیرہ کتب میں مذکور ہے دو سال اور چار مہینے ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدّت دس سال اور چھ مہینے ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت چندروز کم بارہ سال ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت چار سال اور نو مہینے ہے۔ اس حساب سے خلفائے اربعہ کی خلافتوں کی کل مدت انتیس سال سات ماہ نو دن بنتی ہے۔ اور تیس سالوں سے جو تقریباً پانچ مہینے بچتے ہیں یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے پورے ہو جاتے ہیں۔ پس امام حسن بھی خلیفہء راشد ہیں''۔ (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۲۸۵)

خلفائے راشدین کی خلافتوں کی ترتیب کا ثبوت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آج رات ایک نیک آدمی نے خواب میں دیکھا ہے کہ ابوبکر رسول اللہ سے جڑے ہوئے ہیں اور عمر ابوبکر سے جڑے ہوئے ہیں اور عثمان عمر سے جڑے ہوئے ہیں۔ پھر جب

ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اُٹھ آئے تو ہم کہنے لگے کہ نیک شخص تو خود رسول اللہ ہیں۔ اور ان حضرات کا آپس میں جڑنا اس امر کے والی ہونے میں ان کا اتصال ہے جس کے ساتھ اللہ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا۔ (سنن ابی داؤد۔ ص ۲۸۱ جلد ۲۔ مشکوٰۃ ص ۲۵۰ جلد ۲)

شیخ عبدالحق دہلوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ یعنی خلفائے اویند در اجرائے احکام دین و شریعت بہمیں ترتیب۔ یعنی یہ تینوں حضرات رسول اللہ ﷺ کے خلفاء ہوں گے دین و شریعت کے احکام جاری کرنے میں اُسی ترتیب کے ساتھ جو بیان فرمائی گئی۔ (اشعۃ اللمعات ص ۶۶۲ جلد ۴)

حضرت صدیق اکبر کی خلافت کی طرف اشارے موجود ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول ﷺ کو اس بات کا علم عطا فرمایا تھا کہ ان کے وصال کے بعد ان کے خلفاء ابوبکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں گے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اپنی امت کی راہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی خلافتوں کی طرف اشارہ فرماتے رہے ہیں۔ چند احادیث ہدیہء ناظرین کی جاتی ہیں۔

(۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر وعمر ۔ میرے بعد جن دو شخصوں کی تم پر پیروی فرض ہے وہ ابوبکر و عمر ہیں۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وصححہ، السیوطی (الجامع الصغیر۔ ص ۵۱ جلد ۱)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابوبکر وعمر ۔ میرے بعد میرے صحابہ میں سے جن دو شخصوں کی پیروی تم پر لازم ہے وہ ابوبکر و عمر ہیں۔ رواہ الترمذی وصححہ، السیوطی (الجامع الصغیر ص ۵۱ جلد ۱)

(۲) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ

ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اُسے پھر حاضرِ بارگاہ ہونے کا حکم دیا تو اس نے عرض کیا۔ آپ ذرا یہ تو بتائیں کہ اگر میں پھر آؤں اور آپ کو نہ پاؤں (تو پھر میں کس کے پاس جاؤں گی)۔ آپ نے فرمایا۔ ان لم تجدینی فأت ابا بکر ۔ اگر تو مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس آؤ۔ اخرجہ البخاری ومسلم۔ (صواعق محرقہ ص ۲۰)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ ان جئت فلم تجدینی فأت ابا بکر الخلیفة من بعدی ۔ اگر تو آئے اور مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس آؤ جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ اخرجہ ابن عساکر۔ (صواعق محرقہ ص ۲۰)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ یکون خلفی اثنا عشر خلیفة ابو بکر لایلبث الّا قلیلاً ۔ میرے بعد بارہ خلیفے ہوں گے۔ ابو بکر بہت تھوڑی مدت ٹھہریں گے۔ اخرجہ ابو القاسم البغوی بسند حسن۔ (صواعق محرقہ ص ۲۰)

(۴) حضرت انس رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ظاہری حیات کے آخری ایام میں ایک خطبہ میں فرمایا۔ سدّوا عنّی کل خوخة فی هذا المسجد غیر خوخة ابی بکر ۔ اس مسجد میں مجھ سے سب روشن دان بند کر دو سوائے ابو بکر کے روشن دان کے۔ (صواعق محرقہ ص ۲۲)

بخاری ومسلم کے الفاظ یہ ہیں۔ لا تبقین فی المسجد خوخة الّا خوخة ابی بکر ۔ مسجد میں ابو بکر کے روشن دان کے سوا کوئی روشن دان ہرگز باقی نہ رکھو۔ (مشکوٰۃ ص ۲۴۳ جلد ۲)

امام احمد بن حجر ہیتمی اس حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں اس حدیث میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ خلیفہ مسجد کے قرب کا محتاج ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ لوگوں کو نمازیں پڑھاتا اور ان کے امور کو سر انجام دیتا ہے۔ (صواعق محرقہ ص ۲۲)

(۵) حضرت انس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگوں نے مجھے

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس غرض کے لئے بھیجا کہ میں آپ سے یہ بات پوچھوں کہ
آپ کی وفات کے بعد یہ قبیلہ اپنے صدقات کس شخص کو ادا کرے گا۔ میں نے حاضر خدمت
ہوکر یہ بات عرض کی تو آپ نے فرمایا۔ الی ابی بکر۔ ابوبکر کو ادا کرو گے۔ اخرجہ الحاکم
وصححہ۔ (صواعق محرقہ ص۲۲)

(۶) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے
مرض الوفاۃ میں مجھ سے فرمایا۔ اپنے والد اور اپنے بھائی کو بلا لاؤ تا کہ میں وصیت لکھوا دوں
مجھے خوف ہے کہ تمنا کرنے والا کوئی شخص تمنا کرے گا اور کہے گا کہ میں خلافت کا زیادہ
حقدار ہوں۔ ویابی اللّٰہ والمؤمنون الّا ابا بکر ۔ حالانکہ اللہ اور مومن لوگ ابوبکر کے سوا
ہر شخص کا انکار کریں گے۔ اخرجہ مسلم فی صحیحہ۔ (صواعق محرقہ ص۲۲)

(۷) حضرت ابن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مرض الوفاۃ میں رسول
اللہ ﷺ نے صحابہ کو باجماعت نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اس وقت ابوبکر موجود نہ تھے۔ اس لئے
حضرت عمر آگے بڑھے اور انہوں نے نماز پڑھا دی۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
لا لالا یابی اللّٰہ والمسلمون الّا ابا بکر فیصلی بالناس ابوبکر ۔نہیں نہیں نہیں۔ اللہ اور
مسلمان ابوبکر کے سوا ہر ایک شخص کا انکار کریں گے اس لئے ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھائیں۔
(صواعق محرقہ ص۲۳)

امام ابن حجر اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں۔ علماء حق نے فرمایا ہے کہ اس حدیث
میں اس بات پر واضح دلیل موجود ہے کہ صدیق اکبر صحابہ میں مطلقاً سب سے افضل، خلافت
کے سب سے زیادہ حقدار اور امامت میں سب سے بہتر تھے۔ (صواعق محرقہ ص۲۳)

(۸) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض
کیا۔ یا رسول اللہ۔ میں نے ایک ڈول دیکھا جو آسمان سے لٹکا ہوا ہے۔ ابوبکر آئے اور
انہوں نے اُسے پکڑا اور تھوڑا سا اُس سے پیا۔ پھر عمر آئے اور انہوں نے اُسے پکڑا اور
انہوں نے اس سے سیر ہوکر پیا۔ پھر عثمان آئے اور انہوں نے اسے پکڑا اور اس سے سیر ہو
کر پیا۔ پھر علی آئے۔ آپ نے اس سے چند گھونٹ پیے تھے کہ وہ ڈول واپس کھینچ لیا گیا۔

رواہ احمد وابوداؤد (صواعق محرقہ ص ۲۵)

(۹) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ جب آپ نے چاہا ابوبکر کو آگے کیا تو آپ نے فرمایا لست انا اقدمہ ولکن اللہ قدمہ۔ میں اُسے آگے نہیں بڑھاتا بلکہ اللہ نے اُسے آگے بڑھایا ہے۔ رواہ ابوبکر الشافعی وابن عساکر (صواعق محرقہ ص ۲۵)

مسلمان ان احادیث متبرکہ کو پڑھیں سمجھیں اور سوچیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا یہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء کی ترتیب اس طرح ہو کہ پہلے خلیفہ ابوبکر ہوں، دوسرے عمر، تیسرے عثمان اور چوتھے علی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ ولہذا اس بلافصل ترتیب کو ماننا ہی حق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت بخشے۔

رسول اللہ کے وصال پر خلافت کا مسئلہ کس نے اٹھایا تھا؟

ملک شیر محمد خان اعوان اپنے مضمون ''جانشین رسول کا انتخاب۔ صحیح تاریخ کے آئینے میں'' میں رقمطراز ہیں۔ ''آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ مقصد یہ تھا کہ باہمی مشورہ سے انصار میں آپ کا ایک جانشین منتخب کرلیں۔ عصر حاضر کے مشہور مؤرخ محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں۔ یہ ایک فطری امر تھا اور انصار کے احساس ہونے کا نتیجہ تھا۔ وہ نبی ءکریم ﷺ کے وصال کی خبر سنتے ہی مدینے کے زمام حکومت کے بارہ میں فوراً سوچ میں پڑ گئے۔ (ابوبکر صدیق اکبر)

مسند ابویعلیٰ میں حضرت عمر کا حسب ذیل قول درج ہے۔ ہم رسول اللہ کے خانہ مبارک میں بیٹھے تھے کہ دفعتہً دیوار کے پیچھے سے ایک آدمی نے آواز دی کہ ابن خطاب باہر آؤ۔ میں نے کہا۔ چلو۔ ہٹو۔ ہم لوگ آنحضرت کے بندوبست میں مشغول ہیں۔ اس نے کہا۔ ایک حادثہ پیش آیا ہے یعنی انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہوئے ہیں۔ اس لئے جلد پہنچ کران کی خبر لو۔ ایسا نہ ہو کہ انصار کچھ ایسی بات کر بیٹھیں جس سے لڑائی چھڑ جائے۔ اس وقت میں نے ابوبکر سے کہا۔ چلو''۔

اس سے ظاہر ہوا کہ نہ حضرت ابوبکر نے اور نہ حضرت عمر نے خلافت کی بحث کو
چھیڑا تھا اور نہ وہ اپنی خوشی سے سقیفہ بنی ساعدہ کو جانا چاہتے تھے۔
اس وقت مسلمانوں کی جماعت تین گروہوں میں تقسیم کی جاسکتی تھی۔ بنو ہاشم جس
میں حضرت علی بھی شامل تھے۔ مہاجرین جن کے رئیس حضرت ابوبکر وعمر تھے۔ انصار جن کے
شیخ قبیلہ سعد بن عبادہ تھے۔ ان تینوں میں سے ایک گروہ بھی خلافت کے خیال سے خالی نہ
تھا۔ انصار نے تو اعلانیہ اپنا ارادہ ظاہر کردیا تھا۔ آنحضرت کے وصال کے بعد حضرت
فاطمہ کے گھر میں ایک مجمع ہوا جس میں تمام بنو ہاشم اور ان کے متبع شریک تھے۔ اور حضرت
علی ان کے پیش رو تھے۔ صحیح بخاری میں حضرت عمر کی زبانی یہ روایت ہے کہ ہماری
سرگذشت یہ ہے کہ جب خدا نے اپنے پیغمبر کو اٹھا لیا تو انصار نے قاطبۃً ہماری مخالفت کی
اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ اور علی اور زبیر اور ان کے ساتھیوں نے مخالفت کی اور
مہاجرین ابوبکر کے پاس جمع ہوئے۔ امام مالک کی روایت میں یہ واقعہ اور صاف
ہوگیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں اور علی اور زبیر اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے وہ حضرت
فاطمۃ الزہرا کے گھر میں ہم سے الگ ہوکر جمع ہوئے۔ (فتح الباری)
تاریخ طبری میں ہے۔ اور حضرت علی و زبیر نے علیحدگی اختیار کی اور زبیر نے
تلوار میان سے کھینچ لی اور کہا جب تک علی کے ہاتھ پر بیعت نہ کی جائے میں تلوار کو میان میں
نہ ڈالوں گا۔
ان تمام روایتوں سے صاف یہ نتائج نکلتے ہیں کہ آنحضرت کے وصال کے ساتھ
ہی خلافت کے باب میں مسلمانوں کے تین گروہ ہوگئے تھے۔ انصار۔ مہاجرین اور
بنو ہاشم۔ مہاجرین حضرت ابوبکر کے ساتھ تھے اور بنو ہاشم حضرت علی کے ساتھ۔ جس طرح
حضرت ابوبکر وعمر آنحضرت کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے تھے اسی طرح حضرت علی بھی
آنحضرت کے پاس سے چلے گئے تھے۔ اور حضرت فاطمہ کے گھر میں بنو ہاشم کا مجمع ہوا تھا۔
(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت ستمبر ۲۰۰۰ء ص

صدیق اکبر کا انتخاب

ابن سعد، حاکم اور بیہقی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جب انصار حضرت سعد بن عبادہ کے گھر کے چبوترہ پر جمع ہوئے اور اُس وقت ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی موجود تھے تو انصار کا ایک خطیب اٹھ کھڑا ہوا اور وہ اس طرح گویا ہوا۔ اے مہاجرین کی جماعت۔ اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب تمہارے کسی شخص کو کسی کام پر مامور فرماتے تھے تو اس کے ساتھ ہمارے شخص کو بھی شریک کرتے تھے۔ پس ہماری رائے یہ کہ دو حکمران ہوں گے ایک ہماری جماعت سے اور دوسرا تمہاری جماعت سے۔ بعد ازاں انصار کے باقی خطیبوں نے بھی اسی رائے پر زور دیا۔ آخر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا۔ اے انصار۔ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین میں سے تھے۔ اور ان کا خلیفہ مہاجرین ہی سے ہوگا۔ ہم رسول اللہ کے انصار تھے۔ ہم ان کے خلیفہ کے انصار ہوں گے جس طرح ہم رسول اللہ کے انصار تھے۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا۔ یہ تمہارے صاحب ہیں۔ حضرت زید کی اس تقریر کے خاتمہ پر حضرت عمر نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی پھر باقی مہاجرین نے بیعت کی پھر انصار نے بیعت کی۔ پھر جب حضرت ابوبکر منبر رسول پر خطبہ دینے کے لئے بیٹھے تو آپ نے لوگوں کے چہرے دیکھے۔ مگر حضرت زبیر کا چہرہ نہ دیکھا تو اُن کو بلا بھیجا۔ جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا۔ اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے اور ان کے مددگار۔ کیا آپ نے مسلمانوں کا عصا توڑنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ حضرت زبیر نے فرمایا۔ لا تثریب یا خلیفۃ رسول اللّٰہ۔ اے رسول اللہ کے خلیفہ کوئی ملامت کی بات نہیں۔ پھر وہ اٹھے اور انہوں نے آپ کی بیعت کی۔ پھر حضرت ابوبکر نے لوگوں کے چہروں کو دیکھا تو حضرت علی کو نہ دیکھا۔ آپ نے ان کو بلا بھیجا وہ آئے تو آپ نے فرمایا۔ اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے اور ان کے داماد۔ کیا آپ نے مسلمانوں کا عصا توڑنے کا ارادہ کیا ہے۔ حضرت علی نے بھی فرمایا۔ لاتثریب یا خلیفة

رسول اللہ ۔ اے رسول اللہ کے خلیفہ ۔ کوئی ملامت کی بات نہیں ۔ فبا یعہ ۔ پھر حضرت علی نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ (صواعق محرقہ ۔ ص ۱۱)

حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت میں تاخیر کیوں کی تھی؟

امام جلال الدین سیوطی نے مؤرخ ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق نے خلافت سنبھالی اور منبر پر بیٹھ کر پہلا خطبہ دیا تو سب مسلمانوں نے آپ کی بیعت قبول کی ۔ اس موقع پر حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ **ماغضبنا الا لانا اخرناعن المشورة وانانری ابابکر احق الناس بها انه لصاحب الغار وانالنعرف شرفه وخیره ولقد امره رسول اللہ ﷺ بالصلوٰة بالناس وهو حیّ** ۔ ہمیں صرف اس بات نے غصہ میں ڈالا ہے کہ ہمیں مشورہ میں شامل نہیں کیا گیا ورنہ ہم مانتے ہیں کہ ابوبکر خلافت کے سب لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں ۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے یار غار ہیں اور ہم ان کے شرف و برتری کو جانتے ہیں اور بے شک رسول اللہ ﷺ نے اپنی ظاہری زندگی میں آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے ۔ (تاریخ الخلفاء ص ۵۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ جب ان کی وفات کے بعد خلافت کا مسئلہ پیدا ہوگا تو امت میں اختلاف عظیم ظاہر ہوگا ۔ اور مسلمانوں میں پھوٹ پڑے گی ۔ اس لئے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کردینے کے بارہ میں صحابہ سے مشورے لینے شروع کردیئے ۔ امام سیوطی امام واقدی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر مرض الوفاۃ میں مبتلاء ہوئے تو آپ نے سب سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا۔ عمر بن خطاب کے بارہ میں مجھے خبر دو ۔ انہوں نے عرض کیا ۔ آپ جس امر کے بارہ میں مجھ سے پوچھتے ہیں اُسے آپ خود مجھ سے زیادہ جانتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا۔ اگرچہ میں اچھی طرح جانتا ہوں لیکن پھر بھی مشورہ لیتا ہوں ۔ انہوں نے عرض کیا ۔ خدا کی قسم ۔

آپ جو رائے رکھتے ہیں وہ بہتر ہے۔ پھر آپ نے حضرت عثمان کو بلایا اور ان سے بھی فرمایا۔ مجھے عمر کی خبر دو۔ انہوں نے عرض کیا آپ اس بارہ میں زیادہ آگاہی رکھتے ہیں۔ پھر آپ نے سعید بن زید اور اسید بن حضیر وغیرھما مہاجرین وانصار کے سرکردہ اشخاص سے بھی مشورہ لیا۔ انہوں نے بھی اس رائے کو اچھا بتایا۔ بعض صحابہ آپ کے پاس آئے اور انہوں نے حضرت عمر کی سخت گیری کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔ تو مجھے خدا کا خوف یاد دلاتا ہے۔ اگر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں مجھ سے پوچھا تو میں کہوں گا۔ اے اللہ۔ میں نے تیری مخلوق میں سب سے بہتر شخص کو خلیفہ بنایا تھا۔ چیدہ صحابہ سے مشاورت کے بعد آپ نے حضرت عثمان کو بلایا اور یہ وصیت نامہ لکھوایا۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ عہد ہے جو ابوبکر بن قحافہ نے اس دنیا سے نکلنے اور آخرت میں داخل ہونے کے اس وقت میں کیا ہے جس وقت میں کافر ایمان لے آتا ہے اور فاجر یقین کرتا ہے اور جھوٹا سچ بولتا ہے۔ میں نے اپنے بعد تم پر عمر بن خطاب کو خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ پس تم اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ میں نے اس بارہ میں اللہ کے حق، اس کے رسول کے حق، اس کے دین کے حق، اپنے حق اور تم سب مسلمانوں کے حق میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ سو اگر وہ اپنے دور خلافت میں انصاف کرے گا تو یہ میرا اس کے بارہ میں حسن ظن اور علم ہے اور اگر ایسا نہیں کرے گا تو ہر شخص اپنے کیے کا ذمہ دار ہے۔ میں نے بہتری کا ارادہ کیا ہے۔ اور میں غیب کا علم نہیں رکھتا اور عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ وہ کس قسم کے انجام کی طرف پھریں گے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''۔

یہ عہد نامہ لکھوانے کے بعد آپ نے اس پر اپنی مہر لگائی پھر حضرت عثمان کو حکم دیا تو وہ یہ عہد نامہ مہر لگا کر نکلے اور لوگوں نے حضرت عمر کی بیعت کی اور اس بیعت پر رضامند ہو گئے۔ پھر حضرت عمر کو بلا کر جو نصیحتیں کرنی تھیں وہ پردے میں کیں۔ پھر حضرت ابوبکر نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی۔ اللھم لم ارد بذلک الا صلاحھم وخفت علیھم الفتنۃ فعملت فیھم لما انت اعلم بہ واجتھدت لھم رأیاً فولیت علیھم خیر ھم واقوھم علیھم واحرصھم علیٰ ما ارشد ھم وقد حضرنی من امرک ما حضر فاخلفنی فیھم فھم عبادک ونواصیھم

بیدک اصلح اللھم ولا تھم واجعلہ من خلفاء ک الراشدین واصلح لہ رعیتہ ۔
اے اللہ ۔ میں نے نہیں ارادہ کیا مگر لوگوں کی اصلاح کا اور میں ان پر فتنے کا خوف رکھتا تھا تو میں نے ان پر اس شخص کو عامل بنایا جس کو تو بہتر جانتا ہے ۔ اور میں نے اپنے اجتہاد سے کام لیا تو ان پر ان کے بہترین شخص کو والی بنایا جو ان میں سب سے زیادہ قوت والا اور مسلمانوں کی ہدایت پر سب سے زیادہ حرص والا تھا ۔ پس تو اسے اپنے راشدین خلفاء میں سے کر اور اس کے لئے اس کی رعایا کو درست بنا دے ۔ (تاریخ الخلفاء ص ۶۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو پسند فرمایا تھا

ابن عساکر یسار بن حمزہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مرض الوفاۃ میں مبتلاء ہوئے تو آپ نے روشندان سے سر نکال کر لوگوں سے فرمایا ۔ میں نے ایک عہد لکھوا دیا ہے کیا تم اس عہد پر راضی ہو؟ سب لوگوں نے بیک زبان کہا ۔ رضینا یا خلیفۃ رسول اللہ ۔ اے رسول اللہ کے خلیفہ ہم راضی ہو گئے ہیں ۔ پھر حضرت علی نے اٹھ کر کہا ۔ لا نرضی الاّ ان یکون عمر ۔ ہم صرف اس صورت میں راضی ہوں گے کہ آپ نے جس شخص کو خلیفہ مقرر کیا ہے وہ عمر ہوں ۔ آپ نے فرمایا ۔ فانہ عمر ۔ تو پھر بے شک وہ عمر ہی ہیں ۔ (صواعق محرقہ ص ۸۹)

الحمد للہ ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دانش مندی کی وجہ سے آپ کی وفات کے بعد مسلمان کسی قسم کی پریشانی میں مبتلاء نہ ہوئے ۔ سب مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کر لیا ۔ اور آپ کی خلافت پر اجماع صحابہ قائم ہو گیا ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جب قاتلانہ حملہ کیا گیا اور آپ کو زندگی سے ناامیدی ہوئی تو آپ نے اپنے بعد خلیفۃ المسلمین کے انتخاب کے لئے چھ صحابہ کرام کی مجلس شوریٰ

بنائی۔ان بزرگوں کے نام یہ ہیں۔حضرات عثمان،علی،طلحہ،زبیر،عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص۔اوران حضرات کے لئے اپنی وفات کے بعد تین دنوں کے اندر اندر خلیفہ چننے کی قید بھی لگادی۔جب آپ کو اپنا وصی مقرر کرنے کے لئے کہا گیا تو آپ نے فرمایا میں ان چھ آدمیوں سے زیادہ خلافت کا کسی کو حقدار نہیں سمجھتا کیونکہ ان چھ شخصوں سے رسول اللہ ﷺ وفات کے وقت راضی تھے۔پھر آپ نے فرمایا عبداللہ بن عمر کو بھی اس معاملہ میں گواہ بنایا جائے لیکن اسے خلیفہ نہ چنا جائے اور اگر خلافت سعد کو ملے تو فبہا ورنہ جو تم میں سے امیر بن جائے وہ ان سے امور خلافت میں مدد ضرور لے۔میں نے انہیں کسی عجز یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔پھر فرمایا۔میں نے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے کی وصیت کرتا ہوں اور اُسے مہاجرین وانصار کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور شہر والوں کے ساتھ بھی اسی قسم کا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔

محدث حاکم حضرت سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں **فلما فرغ من دفنه ورجعوا اجتمع هؤلاء الرهط** ۔جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین سے فراغت حاصل ہوئی تو یہ چھ شخص ایک جگہ جمع ہوئے۔عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا تم اپنا معاملہ تین شخصوں کے سپرد کردو اور تین شخص خود بخود دست بردار ہو جاؤ۔حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنا معاملہ علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کردیا ہے۔اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنا معاملہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے حوالے کردیا ہے اور طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنا معاملہ عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے کردیا ہے۔پھر عبدالرحمٰن۔عثمان اور علی رضی اللہ عنہم ایک جگہ جمع ہوئے۔عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا میں خلافت کا ارادہ نہیں رکھتا۔پھر تم دونوں میں سے کون خلافت سے دستبردار ہوتا ہے۔دونوں بزرگ خاموش رہے۔فرمایا۔تم خلیفہ کے انتخاب کا معاملہ میرے سپرد کردو جو تم میں سے افضل ہوگا میں اسی کو خلیفہ بناؤں گا۔دونوں نے بیک زبان کہا۔ہاں آپ اس معاملہ میں خود مختار ہیں۔پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خلوت میں کہا۔اسلام لانے میں آپ کی پہل ہے اور آپ

رسول اللہ کے قرابت دار بھی ہیں ۔ اگر میں آپ کو خلیفہ بنا دوں تو کیا آپ انصاف کریں گے اور اگر آپ پر دوسرے کو خلیفہ بنا دوں تو آپ اس کی بات سنیں گے اور اس کی اطاعت کریں گے ؟ آپ نے فرمایا ۔ ہاں ۔ پھر یہی بات انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی کہی اور انہوں نے بھی ہاں کی ۔ **فلما اخذ میثا قھما بایع عثمان و بایعہ علی و کانت مبایعتہ بعد موت عمر بثلاث لیال** ۔ پھر جب دونوں بزرگوں سے یہ عہد لے چکے تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسی وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ۔ اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد تین دنوں کے اندر اندر خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ حل ہو گیا ۔ (صواعق محرقہ ص ۱۰۵)

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کرنے سے پہلے مہاجرین اور انصار کے دیگر سرکردہ اشخاص سے بھی مشورہ کیا تھا ۔ چونکہ اکثریت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتخاب کی رائے دی تھی اس لئے انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کیا تھا ۔ سو جب حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے لئے بیٹھے تو آپ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا ۔ **انی رأیت الناس یابون الا عثمان** ۔ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ سب سوائے عثمان کے ہر شخص کی خلافت کا انکار کرتے ہیں ۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمایا ۔ **اما بعد یا علی فانی قد نظرت فی الناس فلم ارھم یعدلون بعثمان . فلا تجعلن علی نفسک سبیلاً** ۔ اے علی ! میں نے لوگوں کی رائے میں غور کیا تو میں نے انہیں عثمان رضی اللہ عنہ سے ہٹتے ہوئے نہیں پایا اس لئے آپ ہرگز اپنے نفس پر کوئی راہ نہ بنائیں ۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا ۔ **نبایعک علی سنۃ اللّٰہ و سنۃ رسولہ و سنۃ الخلیفتین بعدہ فبایعہ عبدالرحمن و بایعہ المھاجرون والانصار** ۔ پھر حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ہم تیری

بیعت اللہ کی سنت اس کے رسول کی سنت اور رسول اللہ کے دو خلیفوں کی سنت پر کرتے ہیں پھر مہاجرین اور انصار نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ (صواعق محرقہ ص ۱۰۶)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خلوت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا اگر میں آپ کو خلیفہ نہ بناؤں تو آپ مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناؤ۔ پھر یہی بات خلوت میں حضرت علی سے پوچھی تو انہوں نے فرمایا۔ عثمان کو خلیفہ بناؤ۔ پھر حضرت زبیر سے یہی بات پوچھی تو انہوں نے کہا علی یا عثمان کو خلیفہ بناؤ۔ پھر سعد سے یہی بات پوچھی تو انہوں نے کہا عثمان کو خلیفہ بناؤ پھر آپ نے بڑے بڑے بزرگوں سے اس بارہ میں مشورہ لیا تو اکثریت کو حضرت عثمان کے حق میں پایا۔ (صواعق محرقہ ص ۱۰۶)

حضرت علی نے خلفائے ثلاثہ کی خلافتوں کو تسلیم کیا تھا

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم کے انتخابات کے بارہ میں ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس سے روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان تینوں بزرگوں کی خلافتوں کو تسلیم کیا ہے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ امام ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں۔ ان ساری بحثوں سے ثابت ہوا کہ حضرت عثمان کی خلافت صحیح ہے اور اس پر اجماع صحابہ قائم ہوا ہے۔ اور اس میں نہ کوئی شک ہے اور نہ کوئی نزاع ہے۔ وان علیاً رضی اللّٰہ عنہ من جملۃ من بایعہ وقد مر ثناء ہ علیہ وقولہٗ انہ غزا معہ واقام الحدود بین یدیہ ومرایضاً احادیث کثیرۃ دالۃ علی خلافتہ وانہا بعد خلافۃ عمر فلا نحتاج الیٰ اعادۃ ذلک ھنا وانہا فرع عن خلافۃ عمر التی ھی فرع عن خلافۃ الصدیق وقد قام الاجماع وادلۃ الکتاب والسنۃ علی حقیۃ خلافۃ ابی بکر ولزم من ذلک قیامہا علی حقیۃ خلافۃ عمر ثم علی حقیقۃ خلافۃ عثمان فکانت بیعۃ صحیحۃ وخلافۃ حقاً لا مطعن فیہا۔ اور بے شک علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضرت عثمان

کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اور یہ بیان بھی گزر چکا ہے کہ حضرت علی نے حضرت عثمان کی خلافت کو سراہا ہے اور حضرت عثمان کی خلافت کے دوران حضرت علی ان کے ہمراہ جہاد اور اللہ کی حدیں قائم کرتے رہے ہیں۔ اور بہت سی حدیثیں گزر چکی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عثمان خلافت کریں گے اور ان کی خلافت حضرت عمر کی خلافت کے بعد ہوگی۔ اور اس بات میں تو کوئی شبہ نہیں کہ حضرت عثمان کی خلافت حضرت عمر کی خلافت کی فرع اور حضرت عمر کی خلافت حضرت ابوبکر کی فرع ہے اور اجماع اور کتاب وسنت کی دلیلیں اس بات پر قائم ہیں کہ حضرت ابوبکر کی خلافت حق ہے۔ سو اس کے حق ہونے سے لازم آتا ہے کہ حضرت عمر کی پھر حضرت عثمان کی خلافتیں بھی حق ہوں سو حضرت عثمان کی بیعت صحیح ہے اور اس کی خلافت حق ہے اس میں کسی قسم کا کوئی طعن پایا نہیں جاتا۔ (صواعق محرقہ ص ۱۰۶)

خلفائے ثلاثہ کی خلافتوں کا انکار کفر ہے

الحمدللہ۔ یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافتیں برحق ہیں اور ان کے برحق ہونے پر صحابہء کرام کا بمع اہل بیت اجماع قائم ہے۔ حضرت علی اور ان کے گھر خاندان کے باقی سب افراد نے بھی ان خلافتوں کو حق تسلیم کیا ہے لہذا جو شخص ان تینوں حضرات کی خلافتوں کا انکار کرے یا معاذ اللہ ان کو خلافت ہائے غاصبہ کہے وہ دائرۂ ایمان واسلام سے خارج ہے۔ ہمارے حنفی فقہائے کرام کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد طحطاوی لکھتے ہیں وان انکر خلافة الصديق كفر كمن انكر الاسراء لا المعراج والحق فی الفتح عمر بالصديق فی هذا الحكم والحق فی البرهان عثمان بهما ايضاً۔ اور اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے جیسا کہ اسراء کا انکار کرنے والا کافر ہے لیکن معراج (زمین سے آسمانوں تک) کا انکار کرنے والا کافر نہیں اور امام ابن الھمام نے کتاب فتح القدیر میں حضرت عمر کو اس حکم میں حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور کتاب برھان میں حضرت عثمان کو بھی ان دونوں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ (حاشیہ مراقی الفلاح فی بیان الالحق بالامامۃ ص ۲۰۴)

وهـذا آخـر ما اردنا ايراده فی هذه المقالة المباركة تقبلها اللّٰه تعالىٰ بمنّه العظيم ورسوله الـكـريـم ﷺ وانا الفقير ابو الكرم احمد حسين قاسم الحيدری الهاشمی القريشی غفر اللّٰه تعالىٰ لی الـمـدرس بـالـجـامـعة الـحيـدرية فضل المدارس سهنسه من مضافات آزادكشمير (۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ بمطابق ۴ جولائی ۲۰۰۴ء بروز سوموار بوقت ۵ بجے شام)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

چوبیسواں مقالہ

ولایتِ خاصہ کا ثبوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ (۱) اولیاء اللہ ہیں یا نہیں ؟ (۲) اولیاء اللہ کے بارہ میں میری ایک مولوی صاحب سے بحث ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اولیاء اللہ مکھی کا پر بھی نہیں بنا سکتے اور اگر ان پر مکھی بیٹھ جائے تو اسے اڑانے کی سکت نہیں رکھتے ۔ (۳) اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی ولی نہیں ۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا واقعی اولیاء اللہ اتنے کمزور ہیں یا ان میں کوئی پوشیدہ جوہر ہوتا ہے؟ جواب مدلل مفصل دے کر عنداللہ تعالیٰ ماجور ہوں ۔ (السائل امداد علی خان ساکن اسلام آباد تحصیل سہنسہ آزاد کشمیر)

الجواب : وھوالموفق للصدق والصواب

بلا شبہ اولیاء اللہ ہیں اور وہ قیامت کے قرب تک رہیں گے ۔ جس دن روئے زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنا والا (ولی اللہ) نہ ہوگا ۔ اس دن قیامت قائم ہو جائے گی ۔ اولیاء اللہ کا ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہے ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔ **الا ان اولیآء اللّٰہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون . الذین امنو و کانو یتقون لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ. لا تبدیل لکلمت اللہ ذلک ھو الفوزالعظیم.**

ترجمہ: خبردار بیشک اللہ کے ولیوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔ ان کے لیے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے ۔ اللہ کی باتوں کے لیے کوئی تبدیلی نہیں ۔ یہی بڑی کامیابی ہے ۔ (پ ۱۱ رکوع ۱۲)

اور رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ۔ " بلا شبہ اللہ کے بندوں میں بعض وہ ہیں جو نہ تو انبیاء ہیں اور نہ شہدا ۔ قیامت کے روز انبیاء وشہدا ان پر ان کے مرتبہ کی وجہ سے رشک کریں گے جو انہیں اللہ کے پاس حاصل ہوگا ۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیں ان لوگوں کے بارہ میں خبر دیجئے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حب

ہی کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں حالانکہ ان کی آپس میں کوئی رشتہ داری نہیں اور نہ
ل و دولت کا لین دین ہے۔ سو اللہ کی قسم ان کے چہرے پُر نور ہوں گے اور وہ خود نُور پر
وں گے جب لوگ خوف زدہ ہوں گے انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ اور جب لوگ غمگین ہوں
گے تو انہیں کوئی غم نہ ہوگا۔ پھر آپ نے گواہی کے طور پر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی ۔ الآ
ن اولیآء اللّٰہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون ۔ خبردار بے شک اللہ کے ولیوں پر کوئی خوف
ہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۸ جلد ۲)

اور حدیثِ قدسی میں اللہ کریم جل شانہٗ ارشاد فرماتا ہے۔ " جو شخص میرے کسی
لی سے دشمنی رکھے میں اُس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ اور بندہ فرض کی ادائیگی کے
ریعہ سے جو میرا قرب پاتا ہے وہ اور کسی عمل سے نہیں پاتا۔ اور میرا بندہ نفلی عبادات کے
ذریعہ سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں
اس کی شنوائی بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور میں اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس
سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاؤں
بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ میں اس کا دل
بن جاتا ہوں جس سے وہ سوچتا ہے اور میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ
بولتا ہے۔ فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی اور وہ میرے سبب سے سنتا ہے اور
وہ میرے سبب سے دیکھتا ہے اور وہ بندہ میرے سبب سے پکڑتا ہے اور وہ بندہ میرے ذریعہ
سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور اس کا سوال پورا کرتا ہوں۔ اور
اگر وہ میرے پاس پناہ مانگے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔"
(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ص ۱۸۱ جلد ۲)

اور حدیث قدسی میں ہے۔" میرے بندوں میں میرا ولی وہ ہے جو میرا ذکر
کرتا ہے تو میں اس کا ذکر کرتا ہوں" (تفسیر صاوی ص ۱۶۶ جلد ۲)

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کسی شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ
اولیاء اللہ کون ہیں؟ فرمایا اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جن کی زیارت جب بھی کی جائے تو اللہ

یاد آجاتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۲۲ جلد۲)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "لوگوں کے اندر سے اور قبیلوں کے درمیان سے ایک قوم آئے گی جن کی آپس میں کوئی رشتہ داری نہ ہوگی۔ وہ اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت رکھیں گے۔ اور اللہ کی خاطر آپس میں میلان رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے قیامت کے روز نورانی ممبر رکھے گا تو وہ ان پر بیٹھیں گے۔ لوگ خوف و ہراس میں ہوں گے اور وہ خوف و ہراس میں نہ ہوں گے۔ اور وہ اولیاء اللہ ہیں کہ جن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔" (تفسیر ابن کثیر۔ ص ۴۲۳ جلد۲)

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "بعض وہ محبوبان خدا ہیں کہ جن کے بال بکھرے ہوتے ہیں اور دروازوں سے ہٹائے گئے ہوتے ہیں۔ اگر وہ اللہ پر قسم کھائیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور پورا کر دیتا ہے۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۱ جلد۲)

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "ابدال شام میں ہیں۔ اور وہ چالیس مرد ہیں جب ان میں سے کوئی ایک مرد فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ میں کسی دوسرے شخص کو مقرر کر دیتا ہے۔ انہی کے سبب سے بارشیں ہوتی ہیں اور انہی کی وجہ سے دشمنوں پر امداد دی جاتی ہے۔ اور انہی کی وجہ سے اہل شام سے عذاب پھیرا جاتا ہے۔" (حسن الجلال السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۲۲ ج ۱)

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "زمین ان چالیس مردوں سے کبھی خالی نہیں ہوگی جن کے دل خلیل الرحمٰن کے دل پر ہوتے ہیں۔ سو انہیں کے سبب سے بارشیں ہوتی ہیں۔ اور انہی کے سبب سے مدد پہنچائی جاتی ہے۔ اور جب بھی ان سے کوئی ایک فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ میں کسی دوسرے شخص کو مقرر فرما دیتا ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت حسن بصری ان مردوں میں داخل ہیں۔" (الحاوی للفتاوی ص ۲۴۵ جلد۲)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اس امت میں تیس ابدال ہوتے ہیں جن کے دل ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے دل پر ہوتے ہیں۔ جب کوئی ایک فوت ہو جاتا ہے تو اللہ

تعالیٰ اس کی جگہ میں کسی دوسرے شخص کو مقرر کر دیتا ہے۔ (ھذا حدیث صحیح کما قال السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۲۲ جلد اول)

اور رسول اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا "میری امت میں ابدال تیس ہیں۔ انہی کے سبب سے زمین قائم ہوتی ہے اور انہیں کی وجہ سے بارشیں ہوتی ہیں اور انہی کے باعث امدادالٰہی شاملِ حال ہوتی ہے۔" (جامع صغیر ص ۱۲۲ جلد ۱)

اور رسول اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا "اہل شام میں ابدال ہیں اور انہی کے سبب سے امداد دی جاتی ہے اور انہی کے باعث رزق پہنچایا جاتا ہے۔ (ھذا حدیث حسن کما قال السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۲۲ جلد ۱)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ نے فرمایا ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک مرد فوت ہو جاتا ہے تو اللہ اس کی جگہ میں کسی دوسرے شخص کو فائز فرما دیتا ہے۔ انہی کے سبب سے بارشیں ہوتی ہیں اور انہی کی وجہ سے دشمنوں پر امداد کی جاتی ہے۔ اور انہی کے ذریعہ سے اہل شام سے عذابِ الٰہی پھیرا جاتا ہے۔" (ھذا حدیث حسن کما قال السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۲۲ جلد ۱)

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ " پھر اگر تو کہے کہ ابدال کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے جیسا کہ شیخ ابن عربی نے کتاب فتوحات مکیہ کے تہتر ویں باب میں فرمایا کہ ابدال کو ابدال اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان میں سے جب کوئی ایک اپنی جگہ سے چلا جاتا ہے تو وہ اپنی جگہ میں اپنی صورت پر اپنا خلیفہ چھوڑ جاتا ہے۔ کہ دیکھنے والے کو اس میں کوئی شبہ نہیں ہوتا کہ یہ وہی ابدال ہے۔ (الیواقیت والجواہر ص ۸۲ جلد ۲)

اور مفسر قرآن امام احمد صاوی فرماتے ہیں۔ اور جس طرح کہ اولیاء اللہ جن کو اللہ تعالیٰ کائنات میں تصرف کرنے کی طاقت عطا فرماتا ہے۔ سو ان میں سے کوئی ایک اپنی جگہ میں بیٹھا ہوتا ہے حالانکہ اس کی روح متعدد جگہوں میں (اپنی مثالی صورتوں کے ذریعہ سے) چل پھر رہی ہوتی ہے۔ اور تیرا رب ہر شئے پر قادر ہے"۔

(تفسیر صاوی ص ۱۶۸ جلد ۱)

اور خاتمۃ المحدثین امام جلال الدین سیوطی شیخ مفرج دمامینی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ ولی جب اپنی ولایت میں پختہ کار ہو جاتا ہے تو اسے یہ قدرت مل جاتی ہے کہ وہ متعدد مثالی صورتوں میں متشکل ہو اور اس کی روحانیت آن واحد میں متعدد جہتوں میں ظاہر ہو۔ سو جو صورت بھی کسی شخص کو نظر آئے گی وہ اس ولی ہی کی صورت ہو گی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک جسم ایک وقت میں متعدد جگہوں میں موجود پایا گیا بلکہ یہ تعددِ صور کا معاملہ روحانیت سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ جسمانیت سے۔" (الحاوی للفتاوی ص ۲۵۴ جلد ۲)

اور اسی قبیل سے حضور سیدنا غوث اعظم شیخ سلطان سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ واقعہ ہے جس میں آیا ہے کہ آپ نے ایک شام ستر مریدوں کے گھر دعوت کا کھانا کھایا۔

گئے اک وقت میں ستر مریدوں کے یہاں آقا
سمجھ میں آ نہیں سکتا معمہ غوث اعظم کا

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" بلا شبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے زمین میں تین سو مرد ہیں جن کے دل آدم علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ اور اس کے چالیس مرد ہیں جن کے دل موسیٰ کے دل پر ہیں۔ اور سات مرد ہیں جن کے دل ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ اور پانچ مرد ہیں جن کے دل جبرائیل علیہ السلام کے دل پر ہیں اور ایک مرد ہے جس کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہے۔ سو جب وہ ایک مرد فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین مردوں میں سے ایک کو اس کی جگہ کر دیتا ہے۔ اور جب تین میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو وہ پانچ میں سے ایک کو اس کی جگہ کر دیتا ہے اور جب پانچ میں سے ایک مرتا ہے تو سات میں سے ایک کو اس کی جگہ کر دیتا ہے۔ اور جب سات میں سے کوئی ایک فوت ہوتا ہے تو چالیس میں سے ایک کو اس کی جگہ کر دیتا ہے۔ اور جب چالیس میں سے ایک فوت ہوتا ہے تو تین سو میں سے ایک کو اس کی جگہ کر دیتا ہے اور جب تین سو میں سے ایک فوت ہوتا ہے تو عامۃ المسلمین میں سے ایک کو

اس کی جگہ کر دیتا ہے ۔ اللہ انہی مردوں کے سبب سے اس امت سے بلائیں رفع فرماتا ہے ۔ (روض الریاحین ۔ص ۱۵)

امام عبداللہ بن اسعد یافعی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں ۔

والواحد المذکور فی هذا الحدیث هو القطب وهو الغوث ومکانته من الاولیاء کالنقطه من الدائرة هی مرکزها به یقع صلاح العالم ۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ذکر ہونے والا ایک مرد قطب ہے اور یہی غوثِ زمانہ بھی ہوتا ہے ۔ اولیاء اللہ میں اس کو وہی مقام حاصل ہوتا ہے جو دائرہ کے اس نکتہ کو حاصل ہوتا ہے جسے مرکز کہا جاتا ہے ۔ اور اسی غوث زمانہ کے سبب سے کائنات میں درستی واقع ہوتی ہے ۔ (روض الریاحین ۔ص ۱۶)

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ خضر علیہ السلام نے فرمایا ۔ تین سو مرد اولیاء اللہ ہیں اور ستر نجیب ہیں اور چالیس اوتاد ہیں اور دس نقیب ہیں اور سات عریف ہیں اور تین مختار ہیں اور ایک غوث زمانہ ہے ۔" (روض الریاحین ص ۱۶)

اور حضرت کعب الاخبار فرماتے ہیں ۔کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین میں ہمیشہ ایسے چودہ اشخاص موجود رہے ہیں جن کے سبب سے اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب دور فرماتا رہا ہے ۔" (الحاوی للفتاویٰ ص ۲۵۱)

اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں " کوئی بھی بستی نہیں اور نہ کوئی شہر ہے مگر اس میں کوئی نہ کوئی ایسا شخص ضرور ہوتا ہے جس کے سبب سے اللہ تعالیٰ اس کے رہنے والوں سے عذاب دور فرماتا ہے ۔" (الحاوی للفتاویٰ ص ۲۵۱ جلد ۲)

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔" زمین کبھی بھی ستر صدیقوں سے خالی نہیں ہوتی اور وہ ابدال ہیں ۔ جب ان میں سے کوئی ایک فوت ہو جاتا ہے تو اللہ اس کے مثل کو اس کی جگہ مقرر فرما دیتا ہے ۔ چالیس ابدال شام میں ہیں اور تیس ساری روئے زمین میں ۔ (الحاوی للفتاویٰ ص ۲۵۰ جلد ۲)

قرآن مجید کی آیت کریمہ اور مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے ثابت ہوگیا کہ

ہر زمانے میں ولی اللہ ہوتے ہیں۔ اور وہ قربِ قیامت تک مسلسل ہوتے رہیں گے۔"

جواب سوال دوم

کسی مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ اولیاء مکھی کا پر نہیں بنا سکتے اور اگر ان پر مکھی بیٹھ جائے تو وہ اسے اڑانے کی سکت نہیں رکھتے۔ ان کے بد مذہب خارجی منکر ولایت و کرامت ہونے کی واضح دلیل ہے۔ قرآن مجید کی جس آیت سے انہوں نے اولیاء اللہ کے متعلق یہ عقیدہ اخذ کیا وہ مفسرین کے اتفاق سے بتوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ اولیاء اللہ کے متعلق نازل نہیں ہوئی۔ تفسیر جلالین میں ہے۔ اے لوگو یعنی اے اہل مکہ ایک مثال بیان کی گئی ہے اسے کان لگا کر سنو۔ اور وہ یہ کہ تم جنہیں اللہ کے سوا پکارتے ہو یعنی پوجتے ہو اور وہ بت ہیں ایک مکھی نہ بنا سکیں گے اگرچہ سب اس کے بنانے پر اکٹھے ہو جائیں۔ اور اگر مکھی ان سے کچھ یعنی وہ خوشبو اور زعفران جو ان پر مل دیا جاتا ہے اس میں سے کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑا نہ سکیں یعنی لوٹا نہ سکیں بوجہ اپنی کمزوری کے سو تم ان کے عبادت کیسے کرتے ہو۔" (تفسیر جلالین مترجما ص ۲۸۶)

اور حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں۔ "یہ آیت مشرکین کے متعلق نازل ہوئی اور یہاں دعا سے مراد پوجنا ہے نہ کہ پکارنا اور بتوں پر کفار زعفران اور شہد وغیرہ مل دیتے تھے اور ان پر مکھیاں بھنکتی تھیں تو ایسے مجبور کی پوجا کرنی حماقت ہے۔" (نور العرفان ص ۵۴۳)

چونکہ مولوی صاحب مذکور بالا کا تعلق اس خارجی ٹولہ سے ہے جو بتوں کی آیات اولیاء اللہ پر اور مشرکین کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتا ہے۔ اس لئے انہوں نے بتوں کی اس آیت کو دیدہ دانستہ اولیاء اللہ پر چسپاں کر کے یہ عقیدہ ظاہر کیا ہے کہ اولیاء اللہ مکھی کا پر نہیں بنا سکتے اور اگر ان پر مکھی بیٹھ جائے تو وہ اسے اڑانے کی سکت نہیں رکھتے"

خارجیوں کے اس طریقہ کی مذمت صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے چنانچہ امام بخاری اپنی صحیح میں فرماتے ہیں کان ابن عمر رضی اللہ عنہما

یراھم شرار خلق اللّٰہ وقال انھم انطلقو االیٰ آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علیٰ المؤمنین ۔یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کو بدترین مخلوق جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ کفار کے حق میں نازل شدہ آیات کو مومنوں پر چسپاں کرتے ہیں ۔"
(بخاری شریف ص۱۰۲۴)

اب مولوی صاحب کی مرضی کہ وہ اپنے اس باطل عقیدہ سے توبہ کریں یا بدترین مخلوق خوارج کے زمرے میں داخل رہیں ۔ واللّٰہ لا یھدی القوم الظالمین.

ایک شبہ

بعض خارجی مولوی کہتے ہیں کہ یہ آیت اگرچہ بتوں کے حق میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے الفاظ کا عموم اولیاء اللہ کو بھی شامل ہے ۔اس لئے اس آیت سے بتوں اور اولیاء اللہ دونوں کا مجبور محض ہونا ثابت ہوا

اس شبہ کا پہلا جواب

تو یہ ہے کہ چونکہ بتوں کے متعلق نازل ہونے والی آیات معرض ذم میں نازل ہوئی ہیں اس لئے اگر ان کو اولیاء اللہ پر بھی چسپاں کیا جائے گا تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنے مبغوضوں (بتوں) کی جہاں مذمت فرمائی ہے وہاں اس نے اپنے محبوبوں (اولیاء اللہ) کی بھی مذمت فرمائی ہے ۔اور یہ کوئی عقل مند انسان ماننے کو تیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کہیں اپنے محبوبوں کی مذمت کی ہے ۔اس لئے اس آیت میں صرف بت ہی مراد ہوں گے ۔اللہ کے محبوب اولیاء اللہ مراد نہیں ہوں گے ۔اللہ تو اپنے قرآن میں اپنے محبوبوں کی تعریف بیان کرتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا الا ان اولیآء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون . (پ ۱۱ ،۱۲) خبردار بے شک اللہ کے ولیوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔

اور اس شبہ کا دوسرا جواب

یہ ہے کہ بت اللہ کے مبغوض ہیں اور بے روح ہوتے ہیں اس لئے وہ مکھی کو اڑانے کی سکت نہیں رکھتے۔ مگر اولیاء اللہ اللہ کے مقبول بندے ہیں اور جاندار بھی ہیں اس لئے یہ کہنا کہ ان پر مکھی بیٹھ جائے تو وہ اس کے اڑانے کی سکت نہیں رکھتے پرلے درجہ کا احمقانہ قول ہے۔ غور فرمایئے کہ جب ایک عام انسان اپنے جسم پر بیٹھنے والی مکھی کو اڑانے کی سکت رکھتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اولیاء اللہ اس کی سکت نہیں رکھتے۔ سچ کہا گیا ہے۔ خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے۔

اولیاء اللہ مکھی کا پر بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

اب رہا یہ سوال کہ اولیاء اللہ مکھی کا پر بنا سکتے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہل اللہ کے لئے مکھی کا پر بنانا تو کجا وہ باذن اللہ تعالیٰ گارے سے پرند کی مورت بنا کر اس میں پھونک ماریں تو وہ زندہ ہو کر اڑنے لگتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول نقل فرماتا ہے۔ انی قد جئتکم بآیۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللّٰہ وابرئی الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللّٰہ (پ ۳ ۱۳) بے شک میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانیاں لے کر آیا ہوں کہ میں تمہیں مٹی سے ایک پرندہ کی شکل بنا دیتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑتا جانور ہو جاتا ہے۔ اور مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردے زندہ کرتا ہوں (ترجمہ مولوی احمد علی لاہوری دیوبندی)

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی وتبرئی الاکمہ والابرص باذنی واذتخرج الموتی باذنی . اور جب تو مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے بناتا تھا پھر تو اس میں پھونک

مارتا تھا تب وہ میرے حکم سے اڑنے والا جانور ہو جاتا تھا اور مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے تو اچھا کرتا تھا اور جب مردوں کو میرے حکم سے تو نکال کھڑا کرتا تھا۔ (پ ۷ رکوع ۵ ترجمہ مولوی احمد علی لاہوری دیوبندی)

ان دونوں آیتوں کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کے عرض کرنے پر چمگادڑ کی شکل بنا کر اس میں پھونک ماری تو وہ زندہ ہو کر اڑنے لگا اور آپ نے صدہا سال پیشتر فوت ہونے والے حضرت سام بن نوح کی قبر پر جا کر انہیں زندہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے محبوبوں کی کرامت یا معجزے سے اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ عمر دیتا ہے جو پہلے اپنی عمر پوری کر کے فوت ہو چکے تھے۔ لہٰذا اگر حضور غوث پاک نے بارہ برس کی ڈوبی ہوئی کشتی کو صحیح سلامت نکالا ہو تو کیا بعید ہے۔ اس برات کے دولہا کا نام کبیر الدین ہے۔ اور اس کا لقب دریائی دولہا ہے۔ اب انہیں شاہ دولہ کہا جاتا ہے۔ اور ان کی قبر شہر گجرات پاکستان میں ہے۔ (نور العرفان ص ۲۰۰)

اور امام صاوی فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کل چار مردے زندہ فرمائے۔ اپنا دوست جن کا نام عازر تھا، ایک بوڑھیا کا بیٹا، چنگی وصول کرنے والے ایک شخص کی بیٹی یہ تینوں زندہ ہونے کے بعد عرصہ تک زندہ رہے اور ان کے ہاں اولاد ہوئی اور حضرت سام بن نوح کو زندہ فرمایا پھر ان کی خواہش پر انہیں دوبارہ موت دی گئی۔ (تفسیر صاوی ص ۲۷۳ جلد ۱)

اور دیوبندی جماعت کے مشہور و معتبر مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں "بہر حال یہ معجزہ آپ نے دکھلایا اور کہتے ہیں بچپن میں ہی بطور ارہاص آپ سے یہ خرق عادت ظاہر ہوا تا کہ تہمت لگانے والوں کو ایک چھوٹا سا نمونہ خداوندی کا دکھلا دیں کہ جب میرے نفخہ (پھونکنے) پر خدا تعالیٰ مٹی کی بے جان صورت کو جاندار بنا دیتا ہے اسی طرح اگر اس نے بدون مسِ بشر محض روح القدس کے نفخہ سے ایک برگزیدہ عورت کے پانی پر روح عیسوی فائز کر دی تو کیا تعجب ہے۔ (حاشیہ القرآن ص ۹۵)

اور دیوبندی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔ علامہ

تاج الدین سبکی نے طبقات کبریٰ میں بیان کیا ہے کہ کرامتوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔(۱) مردوں کو زندہ کرنا اور دلیل میں ابو عبید بصری کا قصہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک جنگ میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ ان کی سواری کو زندہ فرمادیں اور حق تعالیٰ نے اس کو ان کی دعا سے زندہ فرمایا تھا۔ اور مفرج دمامینی کا قصہ ذکر کیا ہے انہوں نے مری ہوئی بلی کو آواز دی تو وہ ان کے پاس آگئی اور شیخ عبدالقادر جیلانی کی حکایت لکھی ہے کہ آپ نے گوشت کھا لینے کے بعد مرغ کو فرمایا کہ اس خدا کی اجازت سے اٹھ کھڑا ہو جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ فرماتا ہے تو مرغ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور شیخ ابو یوسف دہانی کا واقعہ کہ آپ ایک مردہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا خدا تعالیٰ کی اجازت سے اٹھ جا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور پھر عرصہ دراز تک زندہ رہا اور شیخ زین الدین فاروقی شافعی مدرس شامیہ کا قصہ بھی لکھا ہے کہ ان کے گھر میں ایک چھوٹا بچہ چھت سے گر گیا اور مر گیا تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر دیا تھا۔" (جمال الاولیاء ص ۲۲)

الحاصل اہل اللہ انبیاء و اولیاء باذن اللہ تعالیٰ مردہ زندہ کر سکتے ہیں۔ اور مٹی کی مورت میں پھونک ماریں تو اسے زندہ پرندہ بنا کر اڑا سکتے ہیں۔ خارجیوں بدمذہبوں کا اہل اللہ کو بتوں کی طرح بے جان اور کمزور ماننا مردود ہے اور بتوں کی آیات سے اہل اللہ کی روحانی طاقت کا انکار کرنا ان کا معجزات و کرامات سے کھلا کفر ہے۔ مسلمان ایسے بداعتقاد مولویوں سے ہرگز ہرگز درس نہ لیں۔ اور نہ ان کی بے جا غلط باتوں پر کان دھریں اور مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا درج ذیل شعر ہمیشہ ذہن نشین رکھیں۔

؎ اولیاء راہست قدرت از الٰہ　　تیرِ جستہ باز گرداند ز راہ

ترجمہ: اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ قدرت ملی ہے کہ وہ چھوٹا ہوا تیر راستے سے کمان میں لا سکتے ہیں۔

اور علامہ اقبال بھی فرماتے ہیں۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ　　غالب و کار آفریں کارکشا کارساز

؎ نگاہ مردمومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

؎ نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اور ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

واللہ اعلم بالصواب

جواب سوال سوم

خارجی مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی ولی نہیں یہ بھی ان کی کم علمی اور بد مذہبی کی واضح دلیل ہے۔ اگر اللہ کے سوا کوئی ولی نہ ہوتا تو وہ خود قرآن مجید میں یہ کیوں فرماتا۔ **الا ان اولیآء اللّٰہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون** ۔خبردار بے شک اللہ کے ولیوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور وہ یہ کیوں فرماتا۔ **انما ولیکم اللّٰہ ورسوله والذین امنو الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون** ۔تمہارے ولی نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ (پ ۶ ۱۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ ایمان والوں کا ولی ہے اور اس کے رسول بھی ان کے ولی ہیں اور نیکوکار ایمان والے بھی ولی ہیں۔ خارجی مولوی صاحب کا یہ قول کہ اللہ کے سوا کوئی ولی نہیں ان دونوں آیتوں کا صریح انکار ہے۔ اب رہا مولوی صاحب کا **مالکم من دون اللہ من ولی و لا نصیر** ۔اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی ولی اور مددگار

نہیں ۔ (پ ۱ ۱۳) کی طرح کی آیات سے اپنا مدعائے باطلہ ثابت کرنا تو یہ ان کی اس قسم کی جملہ آیات پر کوتاہ نظری کی واضح دلیل ہے ۔ کیونکہ اس مضمون کی بہت سی آیات صریح دلالت کرتی ہیں کہ ولی کا نہ ہونا کفار کے حق میں فرمایا گیا ہے نہ کہ مومنوں کے حق میں ۔ چنانچہ درج ذیل آیات پر غور کریں تو یہ مسئلہ سمجھ آجائے گا ۔

(۱) ان اللّٰہ لعن الکفرین واعدلھم سعیرا. خالدین فیھآ ابداً لایجدون ولیاولانصیرا. بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی اوران کے لئے بھڑکتی آگ تیار کررکھی ہے ۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ مددگار ۔ (پ۲۲ رکوع ۵)

(۲) ومن یضلل اللّٰہ فمالہ من ولی من بعدہ ۔ اور جس شخص کو اللہ گمراہ کرے اس کا کوئی رفیق نہیں اللہ کے مقابل ۔ (پ ۲۵ رکوع ۶)

(۳) والظالمون مالھم من ولی ولا نصیر اور ظالموں کا نہ کوئی ولی اور نہ کوئی مددگار ہے ۔ (پ ۲۵ رکوع ۲)

(۴) ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا ۔ اور اللہ جسے گمراہ کرے تو تو ہرگز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پائے گا ۔ (پ ۵ رکوع ۱۵)

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ ولی اور مددگار نہ ہونا کفار کے لئے عذاب ہے ۔ مومنوں کے لئے اللہ تعالیٰ بہت سے مددگار بنادے گا ۔ رب فرماتا ہے ۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا ۔ سوائے اس کے نہیں کہ تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور ایمان والے ۔ لہٰذا جو کہے کہ میرا کوئی ولی نہیں وہ گمراہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کو صحیح سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

آخری مفید بات

اگر ایمان والوں کو اللہ کے سوا کسی ولی کی ضرورت نہ تھی تو پھر اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے بعد کفار مکہ کے ہاتھوں میں رہ جانے والے کمزور مسلمانوں اور عورتوں بچوں کی یہ دعا قرآن مجید میں کیوں ذکر فرمائی ۔ ربنآ اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا

من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا ۔ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی ولی دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے۔ (پ ۵ رکوع ۷)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ جس شخص پر مہربان ہوتا ہے اس کے لئے ولی مددگار مقرر فرمادیتا ہے اور جس پر قہر فرماتا ہے اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے۔ اسی لئے مددگار اور ولی بنانے کی دعا مانگنے کا حکم دیا۔ غیر اللہ کی مدد شرک نہیں بلکہ رب کی رحمت ہے۔ دعا کا مقصد یہ ہے کہ مولا یا تو ہمیں مکہ سے نکال یا مجاہدین کو بھیج جو ہمیں کفار کے چنگل سے چھڑائیں۔ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ غازیانِ اسلام نے مکہ فتح فرمایا اور ان کمزوروں کو ظالموں سے چھڑایا۔ (تفسیر نورالعرفان ص ۱۴۱)

الحمد للہ یہاں تک تینوں سوالوں کا جواب مدلل مفصل طریقہ سے دیا گیا ہے۔ خارجی مولوی کا ہدایت پانا تو متوقع نہیں ہاں اس کی لایعنی باتوں پر کان دھر کر گمراہی کی طرف چلے جانے والے سنی مسلمانوں کی حفاظت ایمان کی امید ہے۔ اللہ کریم اس دینی خدمت کو شرفِ مقبولیت بخشے اور مسلمانوں کو بد مذہب مولویوں کی لایعنی باتوں پر کان دھرنے سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

وهذا آخر ما اردنا ایرده فی هذه المقالة المبارکة تقبلها اللّٰه تعالیٰ بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللّٰه تعالیٰ له خادم التدریس بالجامعة الحیدریة فضل المدارس ببلدة سهنسه من مضافات آزاد کشمیر

(۲۳ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

پچیسواں مقالہ

اولیاء اللہ کی پہچان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد۔

محترم عزیزم قاری محمد افراہیم تتہ پانوی کی استدعاء پر یہ مختصر رسالہ "اولیاء اللہ کی پہچان" ترتیب دینے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ مقبولیت بخشے اور باعثِ اجروثواب بنائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

ولایت خاصہ کا ثبوت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ الآ ان اولیآء اللّٰہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون ہ الذین امنوا وکانوا یتقون ہ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ ط لاتبدیل لکلمت اللّٰہ ط ذلک ھوالفوز العظیم. (پ ۱۱ رکوع ۱۲)

ترجمہ: سن لو۔ بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔ وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔ انہیں خوشخبری ہے دنیا کی اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

ولی کا لغوی معنی

پیر محمد کرم شاہ ولی کے لغوی معنی کی تحقیق میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری سے نقل فرماتے ہیں۔ " قاموس (لغت کی کتاب) میں ہے۔ الولی القرب والدنو۔ ولی کا معنی ہے قرب اور نزدیکی۔ ولی اس سے اسم ہے۔ اس کا معنی ہے قریب، محب، صدیق اور مددگار۔ قرب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قرب ہے جو ہر انسان بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ کو اپنے خالق سے ہے۔ اور اگر یہ قرب نہ ہو تو کوئی چیز موجود نہ ہو سکے۔ دوسرا قرب وہ ہے جو خاص بندوں کو میسر ہے اسے قرب محبت کہتے ہیں۔ قرب محبت کے بیشمار درجے ہیں۔ ایک سے ایک بلند۔ ایک سے ایک اعلیٰ۔ ایمان شرط اول ہے۔ دولت ایمان سے مشرف ہونے کے بعد اہل عزم وہمت ترقی کے مختلف درجات طے کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے

جاتے ہیں ۔ یہاں تک کہ اس بلند مقام پر فائز ہوجاتے ہیں جس کی وضاحت حضور رحمت عالمیاں ﷺ نے یوں فرمائی ۔ **لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احببتهٗ فاذا احببتهٗ کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به.** (حدیث قدسی میں) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بندہ نفلی عبادات سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں ۔ اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے ۔ اور میں ہی اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے ۔ رواہ البخاری عن ابی هریرہ رضی اللہ عنہ ۔ اس قربِ محبت کا سب سے بلند وارفع مقام وہ ہے جہاں محبوب رب العالمین ﷺ فائز ہیں ۔ حضور کا طائر ہمت جہاں محوِ پرواز ہے وہاں کی رفعتوں کو کوئی جان نہیں سکتا سوائے اس ذاتِ بے ہمتا کے جس نے اپنے محبوب بندے کو یہ ہمتیں اور حوصلے ارزانی فرمائے ہیں ۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد دوم ص ۳۱۲)

ولی کا اصطلاحی معنی

پیر کرم شاہ صاحب تفسیر مظہری سے ناقل کہ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ولی اس کو کہتے ہیں جس کا دل ذکر الٰہی میں مستغرق رہے ۔ شب وروز وہ تسبیح وتہلیل میں مصروف ہو ۔ اس کا دل محبت الٰہی سے لبریز ہو اور کسی غیر کی وہاں گنجائش نہ ہو ۔ وہ اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے اور اگر کسی سے نفرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے ۔ یہی وہ مقام ہے جسے فنا فی اللہ کا مقام کہتے ہیں ۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد دوم ص ۳۱۳)

سلسلہء ولایت قیامت تک جاری رہے گا

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ' الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ۔ ابدال شام میں ہیں ۔ اور وہ چالیس مرد ہیں ۔ جب ان میں سے کوئی ایک مرد فوت ہوجاتا ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ میں کسی دوسرے شخص کو فائز فرمادیتا ہے ۔ انہی کے سبب سے بارشیں ہوتی ہیں اور انہی کی وجہ سے دشمنوں پر امداد کی جاتی ہے ۔ اور انہی کی وجہ سے اہلِ شام سے عذابِ الٰہی پھیرا جاتا ہے ۔

ھذا حدیث حسن (جامع الصغیر للجلال السیوطی المجلد الثانی ص ۱۲۲)

اور محدث طبرانی معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا **لن تخلو الارض من اربعین رجلاً مثل خلیل الرحمن فبھم یسقون وبھم ینصرون مامات منھم احدالاابدل اللّٰہ مکانہ آخر** ۔ یعنی زمین ان چالیس مردوں سے کبھی خالی نہ ہوگی جن کے دل خلیل الرحمٰن کے دل پر ہوتے ہیں ۔ سوانہی کی وجہ سے بارشیں برستی ہیں ۔ اور انہی کے سبب سے مدد پہنچائی جاتی ہے اور جب بھی ان میں سے کوئی ایک فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ میں کسی دوسرے شخص کو مقرر فرما دیتا ہے ۔ (الحاوی للفتاوی للجلال السیوطی ۔ جلد دوم ص ۳۴۵)

ان دو حدیثوں سے ثابت ہوا کہ سلسلہ ء ولایت قیامت تک جاری و ساری رہے گا ۔ جب بھی کوئی مرد خدا فوت ہوتا ہے خداوند تعالیٰ اس کی جگہ میں کسی دوسرے شخص کو مقرر فرما دیتا ہے ۔ پس جو لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ پہلے وقتوں میں اللہ کے ولی گزرے ہیں ۔ اس دور میں کوئی ولی اللہ موجود نہیں وہ غلطی پر ہیں ۔

ولیوں کی تعداد اور مدارج

اولیاء اللہ کی تعداد اور ان کے مراتب و مدارج کے بارہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ۔ بلاشبہ زمین میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے تین سو مرد ہیں ۔ جن کے دل آدم علیہ السلام کے دل پر ہیں ۔ اور اس کے چالیس مرد ہیں جن کے دل موسیٰ علیہ السلام کے دل پر ہیں اور سات مرد ہیں جن کے دل ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہیں اور پانچ مرد ہیں جن کے دل جبرائیل علیہ السلام کے دل پر ہیں ۔ اور تین مرد ہیں جن کے دل میکائیل علیہ السلام کے دل پر ہیں ۔ اور ایک مرد ہے جس کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہے ۔ سو جب وہ ایک مرد فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین مردوں میں سے ایک مرد کو اس کی جگہ کر دیتا ہے اور جب تین میں سے ایک فوت ہو جاتا ہے تو وہ پانچ میں سے ایک کو اس کی جگہ کر دیتا ہے ۔

اور جب پانچ میں ایک فوت ہو جاتا ہے تو سات میں سے ایک کو اس کی جگہ میں کر دیتا ہے۔ اور سات میں سے ایک فوت ہو جاتا ہے تو چالیس میں سے ایک کو اس کی جگہ میں کر دیتا ہے۔ اور جب چالیس میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو تین سو میں سے کسی کو اس کی جگہ میں کر دیتا ہے۔ اور جب تین سو میں سے ایک فوت ہو جاتا ہے تو عامۃ المسلمین میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ میں کر دیتا ہے۔ اللہ انہی کے سبب سے اس امت سے بلائیں ٹالتا ہے۔
(روض الریاحین۔ص ۱۵)

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا تین سو مرد اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ اور ستر نجباء ہوتے ہیں۔ اور چالیس اوتاد ہوتے ہیں۔ اور دس نقباء ہوتے ہیں اور سات عرفاء ہوتے ہیں اور تین مختارین ہوتے ہیں۔ اور ایک غوثِ زمانہ ہوتا ہے۔ (روض الریاحین ص ۱۶)

(نوٹ) یہ تعداد اولیائے تکوینی کی ہے۔

اولیآء اللہ کے اوصاف و خصائل

مولانا صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں۔ "ولی کی اصل ولاء ہے۔ جو قرب و نصرت کے معنی میں ہے۔ ولی اللہ وہ ہے جو فرائض سے قرب الٰہی حاصل کرے اور اطاعت الٰہی میں مشغول رہے۔ اور اس کا دل نور جلال الٰہی کی معرفت میں مستغرق ہو۔ جب دیکھے دلائل قدرت الٰہی کو دیکھے اور جب سنے اللہ کی آیتیں ہی سنے اور جب بولے تو اپنے رب کی ثناء ہی کے ساتھ بولے اور جب حرکت کرے تو طاعت الٰہی کے ساتھ حرکت کرے اور جب کوشش کرے تو اسی امر میں کوشش کرے جو ذریعہ قرب الٰہی ہو۔ اللہ کے ذکر سے نہ تھکے اور چشم دل سے خدا کے سوا غیر کو نہ دیکھے۔ یہ صفات اولیآء اللہ کی ہیں۔ بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اس کا ولی و ناصر اور معین و مددگار اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ متکلمین کہتے ہیں کہ ولی وہ ہے جو اعتقاد صحیح مبنی بر دلیل رکھتا ہو اور اعمال صالحہ

شریعت کے مطابق بجالاتا ہو۔ عارفین نے فرمایا کہ ولایت نام ہے قرب الٰہی اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہنے کا۔ جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی چیز کا خوف نہیں رہتا اور نہ کسی شئے کے فوت ہونے کا اسے غم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ یاد آئے۔ یہی طبرانی کی حدیث میں بھی ہے۔ ابن زید نے کہا کہ ولی وہی ہے جس میں وہ صفت ہو جو اس آیت میں مذکور ہے الذین امنوا وکانو یتقون یعنی ایمان وتقویٰ دونوں کا جامع ہو۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ولی وہ ہیں جو خالص اللہ کے لیے محبت کریں۔ اولیاء کی یہ صفت احادیث کثیرہ میں وارد ہوئی ہے۔ بعض اکابر نے فرمایا۔ ولی وہ ہیں جو طاعت سے قرب الٰہی طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کرامت سے ان کی کارسازی فرماتا ہے۔ یا وہ جن کی ہدایت کا برہان کے ساتھ اللہ کفیل ہو اور وہ اس کا حق بندگی ادا کرنے اور اس کی خلق پر رحم کرنے کے لئے وقف ہوں۔ یہ معانی اور عبارات اگرچہ جداگانہ ہیں۔ لیکن ان میں اختلاف کچھ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ ہر ایک عبارت میں ولی کی ایک ایک صفت بیان کر دی گئی ہے۔ جسے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے یہ تمام صفات اس میں ہوتے ہیں۔ ولایت کے درجے اور مراتب میں ہر ایک بقدر اپنے درجے کے فضل وشرف رکھتا ہے۔ (خزائن العرفان ص ۳۸۸)

ولایت عطائی و وہبی و کسبی

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ اللہ کے مقبول بندے اولیاء اللہ کہلاتے ہیں۔ ان مقبولوں میں بعض تو طہارت وتقویٰ وغیرہ کی وجہ سے مقبول ہو جاتے ہیں۔ یہ ولایت کسبی ہے اور بعض مادرزاد ولی ہوتے ہیں۔ یہ ولایت عطائی ہے۔ بی بی مریم مادرزاد ولیہ تھیں۔ آدم علیہ السلام پیدا ہوتے ہی مسجود ملائکہ ہوئے۔ اور بعض لوگ کسی کی نگاہ کرم سے ولی بن جاتے ہیں۔ اسے ولایت وہبی کہتے ہیں۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے جادوگر کہ آناً فاناً مومن صحابی شہید ہوئے یا حبیب نجار جو عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں آناً فاناً ولی ہو گئے۔ یہ آیت الآ ان اولیآء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون ۔ تینوں قسموں کے

ولیوں کوشامل ہے۔(نورالعرفان ص ۳۴۳)

کسبِ ولایت کا طریقہ

قاضی ثناءاللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ مرتبہء ولایت کے حصول کی یہی صورت ہے کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ آئینہ دل پر آفتاب نبوت کے انوار کا انعکاس ہونے لگے۔اور پرتو جمال محمدی قلب وروح کو منور کردے۔یہ نعمت انہی کو بخشی جاتی ہے جو بارگاہ رسالت میں یا حضور کے نائبین یعنی اولیائے امت کی صحبت میں بکثرت حاضری دیتے ہیں۔مسنون طریقہ سے کثرت ذکر الٰہی اس نسبت کو قوی کرتی ہے۔حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے ہر چیز کے زنگ کو دور کرنے کے لئے کوئی چیز ہوتی ہے۔اور دل کا زنگ ذکر اللہ سے دور ہوتا ہے۔(تفسیر ضیاءالقرآن جلد دوم ص ۳۱۳)

اور امام صدرالشریعہ فرماتے ہیں۔ولایت وہبی شئے ہے نہ یہ کہ اعمال شاقہ سے آدمی خود حاصل کرلے۔البتہ غالبًا اعمالِ حسنہ اس عطیہ الٰہی کے لیے ذریعہ ہوتے ہیں اور بعضوں کو ابتداء میں ولایت مل جاتی ہے۔ولایت بے علم کو نہیں ملتی۔خواہ علم بظاہر حاصل کیا ہو یا اس مرتبہ پر پہنچنے سے پیشتر اللہ عزوجل نے اس پر علوم منکشف کردیئے ہوں۔

(بہارشریعت حصہ اول ص ۷۷)

کرامت برحق ہے

کرامت اولیاءحق ہے۔اس کا منکر گمراہ ہے۔(بہارشریعت ص ۷۸ حصہ اول)

ہاں ولایت کے لیے کشف وکرامت شرط نہیں۔عام لوگ ولی اللہ اسی کو مانتے ہیں جن کو کشف حاصل ہو اور وہ غیب کی باتیں بتائیں یا ان کے ہاتھ پر کرامتوں کا ظہور ہو۔لیکن یہ معیار عوام کا قائم کردہ ہے شرع کا معیار نہیں۔شرع کا معیار ایمان اور تقویٰ ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

بعض اولیاء صاحبِ تصرف ہوتے ہیں

حضرت صدر الشریعہ لکھتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے اولیائے کرام کو بہت بڑی طاقت دی ہے۔ ان میں جو اصحاب خدمت ہیں ان کو تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے۔ سیاہ سفید کے مختار بنا دیئے جاتے ہیں۔ یہ حضرات نبی علیہ السلام کے سچے نائبین ہیں۔ ان کو اختیارات وتصرفات حضور علیہ السلام کی نیابت میں ملتے ہیں۔ علوم غیبیہ ان پر منکشف ہوتے ہیں۔ ان میں بہت کو ما کان و ما یکون اور تمام لوح محفوظ کے علوم پر اطلاع دیتے ہیں۔ مگر یہ حضور اقدس علیہ السلام کے واسطہ وعطا سے ہوتا ہے ۔ بے وساطت رسول کوئی غیر نبی کسی غیب پر مطلع نہیں ہوسکتا۔ مردہ زندہ کرنا۔ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دینا۔ مشرق سے مغرب تک ساری زمین ایک قدم میں طے کر جانا ۔ غرض تمام خوارق عادات اولیاء سے ممکن ہیں۔ (بہار شریعت حصہ اول ص ۷۸)

اور مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ ولی دو قسم کے ہیں۔ ولی تشریعی اور ولی تکوینی ۔ ولی تشریعی ہر نیک مسلمان ہے۔ جسے قرب الٰہی حاصل ہو۔ تکوینی ولی وہ ہے جسے عالم میں تصرف کا اختیار دیا گیا ہو۔ ولی تشریعی تو ہر چالیس مسلمانوں میں ایک ہوتا ہے ۔ اور ولی تکوینی کی جماعت مخصوص ہے ۔ غوث قطب ابدال وغیرہ اس جماعت کے افراد ہیں۔ (نور العرفان ص ۳۴۳)

ولی اللہ مومنوں میں مخفی ہوتا ہے

ہر ولی اللہ مومن متقی ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر مومن متقی ولی اللہ ہو کیونکہ ولی اللہ وہ نیک مسلمان ہے جسے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ اور قرب الٰہی کا حصول ہر نیک مسلمان کے لیے ضروری نہیں ہے۔ اسی وجہ سے متقی مومنین میں ولی اللہ مخفی ہوتا ہے۔ جیسے لیلۃ القدر کو مخفی رکھا گیا ہے ۔ اگرچہ اس کی تعین میں متعدد اقوال ملتے ہیں لیکن عند اللہ لیلۃ القدر کونسی رات ہوتی ہے اس کا علم اللہ تعالٰی یا اس کے بتائے سے اس کے خاص

بندوں ہی کو ہوتا ہے۔ مفسر صاوی لکھتے ہیں۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ رب تبارک وتعالیٰ نے بعض حکمتوں کی وجہ سے بعض امور اپنی جنس کے امور میں پوشیدہ کیے ہوتے ہیں۔ مثلاً لیلۃ القدر کو دوسری راتوں میں مخفی رکھا گیا ہے تاکہ ساری راتوں کی عبادت کی جائے۔ اور جمعہ کے دن قبولیت کی ساعت کو اس دن کی باقی ساعتوں میں مخفی رکھا گیا ہے تاکہ اس دن کی سب ساعتوں میں دعائیں مانگی جائیں اور صلوٰۃ وسطیٰ کو پانچ نمازوں میں پوشیدہ رکھا گیا ہے تاکہ سب نمازوں پر محافظت اور پابندی کی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کو اس کے باقی ناموں میں پوشیدہ رکھا گیا ہے تاکہ اس کے سارے ناموں کو پکارا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی جس عبادت میں ہے اسے اس کی دوسری عبادات میں مخفی رکھا گیا ہے تاکہ اس کی ساری عبادتیں کی جائیں اور اس کی ناراضگی جس گناہ میں ہے اسے باقی گناہوں میں پوشیدہ رکھا گیا ہے تاکہ سارے گناہوں سے بچا جائے اور ولی اللہ کو مؤمنین متقین میں مخفی رکھا گیا ہے تاکہ سارے مومن متقی لوگوں کے ولی اللہ ہونے کا حسن ظن رکھا جائے۔ (تفسیر صاوی جلد چہارم ص ۲۸۷)

بعض اولیآء اللہ کی ولایت ظاہر ہوتی ہے: یہ جو لکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو یا اس کے بتائے سے اس کے خاص بندوں ہی کو ولی اللہ کا حقیقی علم ہوتا ہے۔ یہ ان مؤمنین متقین کے بارہ میں ہے جن کی ولایت ظاہر باہر نہ ہو۔ ورنہ جن اولیاء اللہ کی محبوبیت اللہ تعالیٰ خود ظاہر فرما دیتا ہے ان کی ولایت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا۔ جیسے سیدنا غوث اعظم محبوب سبحانی شیخ سلطان سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کہ آپ سے کسی نے پوچھا۔ آپ نے اپنا ولی اللہ ہونا کب جانا؟ فرمایا۔ میں دس برس کی عمر میں اپنے شہر میں رہتا تھا اس دوران میں جب بھی میں مدرسہ کی طرف جانے لگتا تو فرشتے میرے اردگرد چلنے لگتے تھے۔ اور جب میں مدرسہ میں پہنچ جاتا تھا تو میں انہیں میرے ساتھیوں کو یہ کہتے ہوئے سنتا تھا۔ افسحوا لولی اللہ حتی یجلس ۔ اللہ تعالیٰ کے ولی کے لئے جگہ کشادہ کرو تاکہ وہ بیٹھیں۔ (قلائد الجواہر ص ۹)

اور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اولیائے بغداد کے ایک بڑے مجمع میں منبر پر بیٹھ کر فرمایا۔ قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ۔ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔
(قلائد الجواہر ص ۲۲)

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا**۔ انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اس طرح کے منہ سے خود بخود نکلتا ہے کہ یہ ولی ہے۔ جیسے حضور غوث پاک یا خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔ یہ ولی کی بڑی علامت ہے مقبولیت فی الخلق قبول خالق کی علامت ہے۔ (نور العرفان ص ۳۴۳)

اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو طالب و مرید ہوتے ہیں اور دوسرے جو مطلوب و مراد ہیں۔ ایک وہ ہیں۔ اور دوسرے وہ ہیں جنہیں محبوبیت کی خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا گیا ہے۔ جو اولیاء اللہ مقصود و محبوب ہیں ان کا ذکر اس حدیث میں ہے جسے مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جرائیل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے۔ اے جرائیل! میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ پس جرائیل بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ پھر وہ آسمانوں میں منادی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر سب اہل آسمان اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کی مقبولیت کا چرچا ہو جاتا ہے۔ اور لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔
(تفسیر ضیاء القرآن جلد دوئم ص ۳۱۳)

الغرض جن علمائے کاملین کی ولایت مسلمہ ہوتی ہے ان کی ولایت کا انکار درست نہیں۔ ان کی ولایت کا انکار گویا ان سے دشمنی کرنے کے مترادف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **من عادلی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب**۔ جو شخص میرے کسی بھی ولی سے دشمنی کرے گا میں اسے جنگ کا اعلان کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کی محبت اور عقیدت نصیب رکھے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

کیا ولی کو اپنے ولی ہونے کا علم ہوتا ہے

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ضروری نہیں کہ ولی کو اپنی ولایت کا علم ہو اور بعض کے نزدیک اسے علم ہوتا ہے اور قرین قیاس یہی ہے کہ بعض اولیاء کی ولایت ان پر مخفی رکھی جاتی ہے۔ اور بعض کی ان پر ظاہر کر دی جاتی ہے۔ تفصیل کے لیے کتاب نزہۃ الناظرین ص ۴۸ کا مطالعہ کریں۔

ولی را ولی می شناسد

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ " چار ہزار ان (اولیاء اللہ) میں سے ایسے ہیں جو پوشیدہ ہیں اور ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے اور اپنے جمال کا حال نہیں جانتے اور سب احوال میں اپنے سے اور لوگوں سے چھپے رہتے ہیں۔ اور جو اولیاء اللہ اہل حل وعقد ہیں وہ تین سو ہیں ان کو اخیار کہتے ہیں۔ اور چالیس اور ہیں کہ ان کو ابرار کہتے ہیں۔ اور سات اور ہیں کہ ان کو ابدال کہتے ہیں۔ اور چار اور ہیں ان کو اوتاد کہتے ہیں۔ اور تین اور ہیں جن کو نقباء بولتے ہیں اور ایک وہ ہے جس کو قطب کہتے ہیں اور غوث بھی۔ اور یہ سب ایک دوسرے کو جانتے ہیں اور کاموں میں ایک دوسرے کے اذن کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور روایت کی گئی حدیثیں اس پر گواہ ہیں اور اہل سنت ان کی صحت پر متفق ہیں اور اس کی شرح کرنا اور پھیلانا اس جگہ مقصود نہیں۔ (کشف المحجوب ص ۲۴۴)

ولی اپنی ولایت کو لوگوں سے چھپاتا ہے

اکثر اولیاء کاملین خلوت پسند ہوتے ہیں۔ مخلوق خدا سے دوری اختیار کرتے ہیں۔ اس لیے وہ اپنی ولایت کو عام لوگوں سے چھپائے رہتے ہیں۔ بزرگوں کا قول ہے کہ ولی اللہ اپنی ولایت کو اس طرح چھپاتا ہے اور لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتا جس طرح حائضہ اپنے حیض کے چیتھڑے لوگوں سے چھپاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الحاصل

اولیاء اللہ کی پہچان مشکل ہے۔ عام مسلمانوں کے لیے یہی حکم شرع ہے کہ وہ ہر مومن متقی کے بارہ میں یہ حسن ظن رکھیں کہ وہ ولی اللہ ہوسکتا ہے۔ اس لیے اس کا ادب بجالائیں۔ اور اس کی دشمنی سے بچیں۔ (۲۲ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھبیسواں مقالہ

مسئلہ استعانت بالغیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس بارہ میں کہ محبوبانِ خدا انبیاء و اولیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام کی قبروں پر حاجتیں، رزق، روزی، اولاد اور مال و دولت وغیرہ مانگنے کے لیے جانا ازروئے شرع شریف کیسا ہے؟ (پیش کردہ مولانا غلام رسول صاحب۔ عارف القادری سمور ٹھارہ)

الجواب: محبوبانِ خدا، انبیاء و اولیاء زندہ ہوں یا وفات یافتہ ان سے استمداد و استعانت حاصل کرنے کی چار صورتیں ہیں۔ وھی ھذہٖ۔

پہلی صورت: محبوبانِ خدا کی سرکار میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ سے بایں الفاظ دعا مانگی جائے کہ "اے اللہ! بطفیل اپنے اس محبوب بندے کے میری یہ حاجت پوری فرما دے"۔ اس صورت میں مراد تو حقیقۃً اللہ تعالیٰ سے طلب کی جاتی ہے اور اسے استمداد من اولیاء تجوزاً کہا جاتا ہے۔ ولہٰذا اس طرح کی استعانت قطعاً یقیناً جائز ہے۔ اور اسے ناجائز نہ کہے گا مگر جاہل اجہل۔ اس قسم کی استمداد احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ شفا شریف ص ۱۰۴ جلد ا میں ہے۔ **وحکیٰ ابو محمد المکی وابو اللیث السمر قندی وغیرھما انّ آدم علیہ السلام عند معصیتہ قال اللھم بحق محمد اغفرلی خطیئتی.** اور ابو محمد مکی اور ابو لیث سمرقندی وغیرہما نے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کے وقت یہ دعا مانگی۔ اے اللہ! بطفیل حقِ محمد ﷺ کے میری لغزش معاف فرما۔ اور ترمذی شریف کتاب الدعوات میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نابینا شخص بارگاہِ نبوت میں آیا اور اس نے عرض کیا۔ ادع اللہ ان یعافینی۔ حضور آپ اللہ تعالیٰ سے میری عافیت مانگیں۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ اچھی طرح وضو کر کے بدیں الفاظ دعا مانگے۔ **اللھم انی اسئالک واتوجہ الیک بنبیّک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی توجھت بک الیٰ ربی فی حاجتی لیقضی لی اللھم شفعہ فی.** اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور

تیرے نبی محمد ﷺ کے طفیل تیری طرف رجوع کرتا ہوں جو رحمتوں والے نبی ہیں۔ اے محمد! میں اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف بطفیل آپ کے رجوع کرتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری کی جائے۔ اے اللہ! میرے بارے میں ان کی شفاعت منظور فرما۔ اور بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فاروقِ اعظم نبی ء پاک کی وفات کے بعد بدیں الفاظ حضرت عباس کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے۔ **اللھم انا کنا اذ قحطنا توسلنا الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا محمد ﷺ فاسقنا**۔ اے اللہ جب ہم قحط میں مبتلاء ہوتے تھے تو تیری بارگاہ میں اپنے نبی کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے تو تُو ہمیں بارش دیا کرتا تھا۔ اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں تاکہ تو ہمیں بارش دے۔

دوسری صورت

استمداد بالاولیاء کی دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص محبوبان خدا سے یوں عرض کرے کہ اے اللہ کے بندو! میری حاجت یہ ہے آپ حق تعالیٰ سے اس کے پورا ہو جانے کی دعا مانگیں۔ یہ صورت بھی بلاشبہ جائز اور قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **واذقلتم یا موسیٰ لن نصبر علیٰ طعام واحد فادع لنا ربک یخرج لنا مما تنبت الارض الآیۃ**۔ اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا تو آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ زمین کی اگائی چیزیں ہمارے لئے نکالے (پ ۱، رکوع ۷) اور حضرت عثمان بن حنیف کی حدیث میں گزر چکا ہے کہ سائل نے بارگاہ نبوی میں بدیں الفاظ عرض کیا۔ **ادع اللّٰہ ان یعافینی**۔ آپ اللہ تعالیٰ سے میری عافیت مانگیں۔

تیسری صورت

استمداد کی تیسری صورت یہ ہے کہ سائل کسی محبوبِ خدا سے یہ عرض کرے کہ آپ مجھے یہ چیز اللہ تعالیٰ سے دلادیں۔ یہ صورت بھی جائز ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اور

صورتِ دوم میں لفظی فرق تو موجود ہے مگر دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے حاجت دلانے کا یہ مفہوم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ میری حاجت پوری فرماوے ولہٰذا اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ وجیہ نہیں۔ **ومایقول الوھابیة فی عدم جوازہ فی زعمھم فھو من جملة ھذیا ناتھم فافھم ولاتغتر باباطیلھم واللّٰہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم.**

چوتھی صورت

محبوبانِ خدا سے استمداد و استعانت کی چوتھی صورت یہ ہے کہ ان سے یہ کہا جائے کہ آپ ہماری یہ حاجت پوری فرمادیں۔ یا میں آپ سے جنت مانگتا ہوں۔ یا آپ میرے رزق میں کشائش پیدا فرمادیں۔ یا مجھے اولاد عنائت فرمائیں وغیرہ وغیرہ۔ اس صورت استمداد میں وہابیہ زمانہ نے بے حد غلو کیا ہے اور بے دریغ مشرکین کے حق میں نازل ہونے والی آیاتِ قرآنیہ کو اُن مسلمانوں پر چسپاں کیا اور ان پر کفر و شرک کے بے بنیاد فتوے جڑے ہیں جو اس قسم کی استمداد کے جواز کے قائل ہیں۔ تحقیقی نظر سے وہابیت کی عینک اتار کر دیکھا جائے تو اس صورت استمداد میں شرک کی بُو تک موجود نہیں۔ کیونکہ محبوبانِ خدا نعماتِ خداوندی کے حصول کا سبب ہیں اور سبب کی طرف فعل کا اسناد علیٰ سبیل المجاز جائز بلکہ قرآن و حدیث و محاورۂ عامۃ الناس میں جاری و ساری اور خود وہابیہء زمانہ کے گھروں میں موجود۔ سو اس اسناد کی بناء پر شرک کا فتویٰ جاری کرنے کا نتیجہ ساری دنیا کے لوگوں کو مشرک بنانا اور اللہ و رسول کو مشرک ساز قرار دینا ہے۔ اور ایسا نہ کرے گا مگر جاہل اجہل۔ **ولاحول ولاقوة الا باللّٰہ واللّٰہ لایھدی القوم الظالمین.**

بتوفیقہ تعالیٰ۔ ہم پہلے یہ ثابت کرتے ہیں کہ محبوبانِ خدا نعماتِ خداوندی کا ذریعہ اور سبب ہیں۔ سو محدث طبرانی اور ابن احمد بن حنبل اور اُمام بغوی نقل فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ **ان اللّٰہ لیدفع بالمسلم الصالح عن مائة اھل بیت من جیرانہ البلاء** ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایک نیکوکار مسلمان کے سبب سے اس کے پڑوس کے ایک سو

گھروں سے بلائیں دفع فرماتا ہے۔ اور طبرانی میں حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے کہ جو شخص ہر روز ستائیس مرتبہ مومن مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگتا ہے وہ مستجاب الدعوات لوگوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ ویرزق بھم اھل الارض۔ اور ان کے سبب سے تمام روئے زمین والوں کو روزی دی جاتی ہے۔ اور بخاری شریف میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے **ھل تنصرون وترزقون الا بضعفاء کم** ۔تمہیں تمہارے کمزوروں کے طفیل نصرت ورزق دیا جاتا ہے۔

اور طبرانی نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا **الابدال فی امتی ثلاثون بھم تقوم الارض وبھم تمطرون وبھم تنصرون** ۔ میری امت میں تیس ابدال ہیں ان کے طفیل زمین قائم ہے اور ان کے وسیلہ سے تمہیں بارش دی جاتی ہے۔ اور ان کے وسیلہ سے تمہیں نصرت ملتی ہے۔

اور تیسری روایت میں ہے **یسقیٰ بھم الغیث وینتصر بھم علی الاعدآء ویصرف عن اھل الشام بھم العذاب** ۔ ان کے وسیلہ سے بارشیں ہوتی ہیں اور ان کے سبب سے دشمنوں پر نصرت دی جاتی ہے۔ اور ان کی وجہ سے اہل شام سے عذاب الٰہی دور کیا جاتا ہے۔

اور تیسری روایت میں ہے **یصرف عن اھل الارض البلاء والغرق** ۔ روئے زمین والوں سے مصیبتیں اور سیلاب پھیر دیے جاتے ہیں۔

اور چوتھی روایت میں ہے **یحفظ اللّٰہ بھم الأرض** ۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے روئے زمین کی حفاظت فرماتا ہے۔

اور پانچویں روایت میں ہے **فیھم یحیی ویمیت ویمطر وینبت ویدفع البلاء** ۔ انہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زندہ کرتا، مارتا، بارش دیتا، فصل اگاتا اور بلائیں دفع فرماتا ہے۔ (کلھا من الأمن والعلاء)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ محبوبانِ خدا انعاماتِ خداوندی کا سبب ہیں تو اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ مجازی طور پر فعل کا اسناد اس کے سبب کی طرف قرآن وحدیث اور عام

محاورہ میں موجود ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ "فرشتے بولے ہم ایک مجرم قو
کی طرف بھیجے گئے ہیں مگر لوط کے گھر والے ان سب کو ہم بچالیں گے"۔ (پ۱۴ ارکوع ۴)
اور فرماتا ہے! " فرشتے بولے بلاشبہ ہم اس بستی والوں کو ہلاک کریں گے"
(پ۲۰ رکوع ۱۶)
اور فرماتا ہے!" بلاشبہ ہم تیری بیوی کے سوا سب گھر والوں کو بچالیں گے"۔
اور فرماتا ہے! بلاشبہ ہم اس بستی والوں پر آسمانی عذاب نازل کریں گے"۔
اور فرماتا ہے!" سو شیطان نے ان دونوں کو جنت سے لغزش دی پھر انہیں ا
جگہ سے نکال دیا جس میں وہ تھے"۔ (پ ا رکوع ۴)
اور فرماتا ہے!۔ " اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے تو جو انہیں اللہ ا
اس کے رسول نے دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے۔ اب اللہ اپنے فضل سے دیتا ہے اور ا
کا رسول"۔ (پ۱۰ ارکوع ۱۳)
اور فرماتا ہے!" جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا" (پ۱۵ ارکوع ۳
اور فرماتا ہے!۔ " بلاشبہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی صورت پیدا ک
ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو فوراً وہ زندہ ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور اللہ
حکم سے میں مادرزاد اندھوں اور سفید داغ والوں کو شفا دیتا ہوں اور مردوں کو زند
دیتا ہوں" (پ۳ رکوع ۱۳)
اور فرماتا ہے!۔ " اور جب تو میرے حکم سے پرند کی سی مورت کیچڑ سے
پیدا کرتا ہے پھر اس میں پھونک مارتا ہے تو وہ میرے امر سے پرند بن جاتی ہے او
میرے حکم سے مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو شفا دیتا ہے اور میرے امر سے مرد
نکالتا ہے"۔ (پ۷ رکوع ۵)
اور فرماتا ہے۔!" اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فض
سے غنی کر دیا"۔ (پ۱۰ ارکوع ۱۶)
اور فرماتا ہے۔!" اس دانے کی طرح جس نے سات با

گا ئیں"۔(پ۳رکوع۴)

اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ماینقم ابن جمیل الا انہ کان فقیراً فاغناہ اللہ ورسولہٗ ۔ابن جمیل کو صرف یہ بات بری لگی کہ وہ محتاج تھا تو اللہ اور اس کے رسول نے اسے غنی کر دیا۔(بخاری) اور فرمایا۔ اعلموا ان الارض للہ ولرسولہ ۔جان لو کہ بلا شک زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔(بخاری) اور حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ جب میں آپ کے لئے وضو کا پانی اور ضرورت کی اشیاء لایا تو آپ نے فرمایا مانگ ۔ میں نے عرض کیا ۔حضور! میں آپ سے آپ کا ساتھ جنت میں مانگتا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اوغیر ذلک . آیا کچھ اور درکار ہے تو میں نے عرض کیا بس یہی درکار ہے۔(مسلم) اور طبرانی کی روایت میں ہے ۔یا ربیعۃ سلنی فاعطیک ۔اے ربیعہ مجھ سے کچھ مانگو تا کہ میں آپ کو عطا کروں ۔کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا۔

اگر خیریتِ دُنیا وعقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہرچہ میخواہی تمنا کن

اور اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

سائل ہوں ترا مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو — معلوم ہے اقرار کی عادت تری مجھ کو

الغرض قرآن وحدیث میں اسناد مجازی بکثرت موجود اور محاورۂ عوام میں بھی اس کی مثالیں موجود مثلاً کوئی شخص حکیم صاحب سے اگر یہ کہے کہ آپ نے جو دوائی دی اس نے مجھے شفا بخشی تو یہ اسناد مجازی ہر عقلمند کے نزدیک جائز ہوگا یونہی اولیاء کرام وانبیاء عظام کی طرف جو افعال مسند ہوتے ہیں ان میں اسناد مجازی ہوتا ہے ولہٰذا نہ اس میں شرک نہ شرک کی بو موجود۔ وہابیہ زمانہ اپنی نادانی اور جہالت سے بات بات پر شرک کا فتویٰ لگاتے اور اپنے منہ آپ مشرک بنتے ہیں۔ سچ ہے۔ ان الوھابیۃ قوم لایعقلون ۔

اگر کوئی کہے کہ اسناد میں اصل حقیقت ہے۔ کلام کا حقیقی معنی مراد ہوا کرتا ہے اگر کوئی قرینہ صارفہ عن الحقیقۃ الیٰ المجاز ہو تو پھر مجازی معنی مراد لیا جاتا ہے۔عوام جو الفاظ

اولیاء اللہ وانبیاء کرام کے بارہ میں بولتے ہیں مثلاً یوں کہتے ہیں کہ فلاں ولی اللہ نے مجھے
بیٹا بخشا۔ فلاں نے مجھے روزگار دلایا اور فلاں نے میری روزی میں کشائش پیدا کی۔ ان کو
حقیقت سے پھیرنے والا کونسا قرینہ پایا جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ان کا اسلام قرینہ صارفہ
بنتا ہے کیونکہ جو مسلمان اس قسم کے الفاظ بولتا ہے اس کی مراد یہی ہوتی ہے کہ اولیاء کرام کی
دعاؤں اور برکتوں کے صدقے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ نعمت عنایت فرمائی ہے۔ علامہ ابن
زینی دحلان کتاب مستطاب دررالسنیہ میں فرماتے ہیں۔ **فاذاقال العامی من المسلمین**
نفعني النبی ﷺ اواغاثنی اونحو ذلک فانما یرید الاسناد المجازی والقرنیة علیٰ ذلک
انه مسلم موحد لایعتقد التاثیر الا للّٰه فجعلهم ذلک وامثاله من الشرک جهل محض
وتلبیس علیٰ العوام الموحدین ۔ سو جب کوئی عامی مسلمان یہ کہے کہ مجھے نبی پاک نے نفع دیا
یا میری مدد کی تو اس کلام میں اسناد مجازی مراد ہوتا ہے اور اس پر یہ بات قرینہ بنتی ہے کہ
وہ مسلمان توحید پرست ہے۔ کیونکہ وہ تاثیر صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اعتقاد کرتا ہے۔ سو اس
قسم کی کلام کو شرک قرار دینا محض جہالت اور عوام المسلمین کو دھوکہ دینا ہے۔

ایک طرف محبوبانِ خدا سے مدد طلب کرنے کے جواز کے ان دلائل کو پڑھیے اور
دوسری طرف جماعت اسلامی کے بانی مبانی اور امیر سابق ابوالاعلیٰ مودودی صاحب
کا استمداد کے بارہ میں عقیدہ سنیے چنانچہ وہ احیاء دین کے صفحہ ۱۰۳ پر لکھتے ہیں۔ " جو لوگ
حاجتیں طلب کرنے کے لئے اجمیر یا سالار مسعود کی قبر پر یا ایسے ہی دوسرے مقامات پر
جاتے ہیں وہ اتنا بڑا گناہ کرتے ہیں کہ قتل اور زنا کا گناہ اس سے کمتر ہے۔ "

نعوذ باللہ منہ۔ مزید برآں یہ کہ اس عقیدہ کو مودودی صاحب نے شاہ ولی اللہ
صاحب کی طرف منسوب کیا اور اسے ان کے شاندار کارناموں میں شمار کر ڈالا۔ سبحانک
هذا بهتان عظیم۔ اولاً یہ عبارت ہماری پیش کردہ آیات واحادیث کے معارض ہونے کی
وجہ سے قطعاً مردود ہے کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ یہ شاہ صاحب کی اپنی عبارت نہیں بلکہ کسی
وہابیت زدہ شخص نے اپنی طرف سے شاہ صاحب کی کتاب تفہیمات میں درج کر دی ہے اور
آنجناب ابوالاعلےٰ مودودی صاحب نے بے سوچے سمجھے نقل کر دی۔ کیونکہ اگر شاہ صاحب

کا عقیدہ وہی ہوتا جو مودودی صاحب نے ان کی طرف منسوب کیا تو پھر شاہ صاحب اپنی کتاب انفاس العارفین کے صفحہ ۱۰۶ پر اپنے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کا یہ ارشاد نقل نہ فرماتے۔ "می فرمودند حدیث قدسی بر دو نوع است یکے آنکہ اورا جبریل آورد اما در قرآن داخل نہ شد بسبب آنکہ کلام معجز نبود دوم آنکہ خدا تعالیٰ بر نبی ﷺ انداخت بے واسطہ در معنی اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور ے فرمودند احتمال دارد کہ مراد از استعانت آن باشد کہ یاد کردن احوال موتیٰ وعبرت گرفتن از یشاں توجہ باموردنیویہ را رفع میکند۔ یعنی شاہ عبدالرحیم فرماتے ہیں کہ حدیث قدسی دو قسم کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ پیغام خداوندی جبریل امین لے کر نبی پاک کے پاس آئیں مگر وہ قرآن میں داخل نہ ہو بوجہ اپنے معجز نہ ہونے کے اور دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جبریل کے واسطے کے بغیر نبی پاک پر کوئی وحی بھیجے جیسا کہ یہ ارشاد الٰہی ہے کہ جب تم امور میں حیران و پریشان ہو جاؤ تو قبر والوں سے حاجتیں مانگو۔ پھر فرمایا۔ اس حدیث قدسی استعانت باصحاب القبور سے ممکن ہے کہ یہ مراد ہو کہ جب تم امور میں پریشان ہو جاؤ تو مردوں کے احوال کو یاد کرو اور ان سے عبرت پکڑو کہ ان کی طرف توجہ کرنا امور دنیویہ کی پریشانی رفع کرتا ہے۔

اور اگر شاہ صاحب کا یہی عقیدہ ہوتا جو مودودی صاحب نے ان کی طرف منسوب کیا تو وہ اپنے والد ماجد کا یہ ارشاد انفاس العارفین کے صفحہ ۳ پر نہ نقل فرماتے۔ "مرا در مبدأ حال بمزار شیخ رفیع الدین الفتے پیدا شد آنجا میرفتم وبقبر ایشاں متوجہ میشدم بسا می بود کہ غیبت دست دادی واز احساس حر و برد معزول شدی" مجھے شروع شروع میں شیخ رفیع الدین کے مزار سے الفت پیدا ہوگئی اور میں ان کی قبر کی طرف متوجہ ہوتا تھا۔ اکثر یہ ہوتا کہ قدرتِ خداوندی امداد کرتی تھی اور گرمی و سردی کا احساس زائل ہو جاتا تھا۔ اور نہ ہی وہ انفاس العارفین کے صفحہ ۲۰ پر یہ نقل فرماتے" درآن اثناء بمزار فائض الانوار حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ متوجہ می بودند ازاں جناب دار یابہا یافتند وفیضہا گرفتند" یعنی اس اثناء میں حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ کے انوار بخش مزار کی طرف وہ متوجہ ہوتے تھے اور اس سرکار سے مقاصد پاتے اور فیض حاصل کرتے تھے۔

وھـذاآخـر مـاردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المبارکۃ تقبلھا اللّٰہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ستائیسواں مقالہ

اعانت واستعانت

کی صحیح شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد!

روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی کے ہفتہ وار ملی ایڈیشن میں "اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت" کے عنوان سے پیر سید نصیر الدین شاہ صاحب گولڑوی کا ایک مضمون مسلسل شائع ہورہا ہے۔ چونکہ پیر صاحب نے اپنے اس مضمون میں اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت صحیح طریقہ سے بیان نہیں کی ہے اس لیے افادۂ عامۃ المسلمین کے لیے اس مختصر رسالہ میں ہم نے اس کی صحیح شرعی حیثیت بیان کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق بیانی کی توفیق بخشے اور اس سعی کو شرف مقبولیت عطا فرمائے۔ اور اسے ذریعہ ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم ۔

پیر صاحب کے مضمون کی مؤاخذہ طلب عبارتیں

اعانت واستعانت کے بارہ میں پیر صاحب کی قابل اعتراض عبارتیں پہلے درج کی جاتی ہیں تاکہ قارئین پیر صاحب کا مؤقف سمجھنے کے بعد ہماری معروضات کو پڑھیں۔ وباللہ التوفیق۔

پیر سید نصیر الدین شاہ صاحب لکھتے ہیں

(۱) "میری رباعی پر یہ اعتراض ہوا کہ ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم کے تحت میں نے جو رباعی کہی۔ ایک تو اس کے تیسرے مصرعہ میں کہا ہے

۔ کیوں مانگ رہا ہے مانگنے والوں سے۔ (اعتراض یہ ہے کہ) یہ کہہ کر آپ نے بیک وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے مانگنے سے روکا۔ دوسرا (اعتراض) یہ کہ بشمول انبیآء واولیآء آپ نے سب کو اللہ سے مانگنے والوں میں شمار کیا ہے۔ اور تیسرا (اعتراض) یہ کہ یہ آیت بتوں کے بارے میں نازل ہوئی اور اس کے مخاطب مشرکین ہیں۔ آپ نے اہل ایمان کو مخاطب بنایا اور نعوذ باللہ انبیآء واولیآء کو اصنام قرار دیا۔ اور چوتھا (اعتراض) یہ کہ اس

آیت میں تدعون بمعنی تعبدون آیا ہے۔ جس کے معنے ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو جبکہ آپ نے پکارنے اور مانگنے کا معنی لیا ہے۔ بظاہر یہ تمام اعتراضات وقیع اور لاینحل معلوم ہوتے ہیں۔ مگر میں ان شآء اللہ ان کا جواب قرآن وسنت اور اکابر امت کی تعلیمات سے پیش کروں گا۔" (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی بابت ۲۰ ستمبر ۲۰۰۲ء)

(۲) "دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں نے اگر اللہ کے بغیر کسی سے مانگنے سے روکا ہے تو میں نے سنت انبیاء پر عمل کیا ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء کا اللہ ہی سے سوال کرنا اور مانگنا ثابت ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ آیت کریمہ واللّٰہ الغنی وانتم الفقرآء۔ (اللہ غنی اور اے انسانو! تم سب اس کے فقیر اور منگتے ہو) میں الف لام استغراق کا ہے۔ جس کے نتیجے میں تمام افراد انسان اس میں داخل ہیں۔ کیونکہ ایک اور مقام پر یوں بھی ارشاد ہوا۔ یا یھاالناس انتم الفقرآء الی اللّٰہ واللّٰہ ھوالغنی الحمید۔ (اے انسانو! تم سب کے سب اللہ کی طرف محتاج ہو اور وہ اللہ مطلق بے نیاز تعریف کی جانے والی ذات ہے) اگر قرآن وسنت میں اللہ کے سوا کسی اور سے مانگنے کی نشاندہی اور اجازت موجود ہے تو ثابت کیا جائے۔ اگر ثابت ہو گیا اور ذہن نے تسلیم کر لیا تو پھر ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر انبیآء اہل بیت، صحابہ اور صوفیاء سمیت پوری کائنات کو اللہ کا سائل کہنے میں کسی کو کیا تکلیف ہے؟" (ملی ایڈیشن بابت ۲۷ ستمبر ۲۰۰۲ء)

(۳) "ان مثالوں سے ثابت ہوا کہ انبیآء اولیآء اپنے آپ کو اللہ کا نہ صرف محتاج سمجھتے تھے بلکہ اپنی حاجات بھی اسی کی بارگاہ میں پیش کیا کرتے تھے۔ گویا ایسا کرنا سنت انبیآء واولیآء ہے۔ اب جو لوگ ان کی اس واضح سنت پر عمل نہیں کرتے اور مختلف توجیہات پیش کر کے اپنے ذہنی مفروضات اور اختراعی عقائد کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ صریح غلطی پر ہیں۔ اب محولہ بالا مفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے میری رباعی کے تیسرے مصرعے کو پڑھیے۔ ۔ کیوں مانگ رہا ہے مانگنے والوں سے" (ملی ایڈیشن۔ ۲۷ ستمبر ۲۰۰۲ء)

(۴) "توحید خالص یعنی جن سے تو مانگ رہا ہے وہ تو خود اللہ سے مانگتے ہیں جیسا کہ حدیث محولہ حضرت پیرانِ پیر کی رباعی اور آپ کے مواعظ وخطبات کے اقتباسات سے

ثابت ہوا۔ اب مانگنے والے پر ضروری ہے کہ وہ اپنی محبوب و مکرم شخصیات انبیآء واولیآء کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس ذات سے مانگے جس سے خود انبیآ واولیآء مانگتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو وہ محبت کے دعویٰ میں جھوٹا ہوگا" (ملی ایڈیشن ۲۷ ستمبر ۲۰۰۲ء)

(۵) "معبود تو عابد سے اعلیٰ وارفع ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیآء علیہم السلام میں سے کسی نے کسی نبی یا رسول کو مدد کے لیے نہیں پکارا۔ بلکہ سب نے صرف اللہ ہی کو پکارا۔ جس کے ثبوت میں بے شمار قرآنی آیات اور احادیث پیش کی جاسکتی ہیں" (ملی ایڈیشن۔ ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۲ء)

(۶) "چونکہ انبیآء و مرسلین سے افضل و اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لئے انہوں نے اپنے اپنے ادوار مقدسہ میں بجائے کسی انسان سے غیبی مافوق الاسباب اور غیر مرئی مدد مانگنے کے اللہ ہی سے مدد مانگی۔ اور اسی کا درس دیا" (ملی ایڈیشن ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۲ء)

(۷) "ایک مقام پر فرمایا یسالہ من فی السموات والارض۔ اگر چہ یہ صورۃً جملہ خبریہ ہے مگر حقیقۃً یہ امر اور جملہ انشائیہ ہے کہ زمین وآسمان کی ساری مخلوق کو چاہیے کہ وہ مجھ سے مانگے اور سوال کرے اور مجھ ہی سے اپنی حاجت براری کرائے۔ کیونکہ قاضی الحاجات صرف میری ذات ہے۔ البتہ صالحین متقین اور اولیآء عظام کا دعا میں توسل جائز ہے کہ صالحین کے توسل سے دعا قبول ہوتی ہے" (ملی ایڈیشن ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۲ء)

(۸) "حضرت گولڑوی (پیر مہر علی شاہ صاحب) کے نزدیک بھی دعا عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ کے لیے خاص ہے۔ گویا حضرت پیر صاحب کے نزدیک بھی اللہ ہی سے مانگنا چاہیے۔ اگر کسی اور سے مانگا جائے گا تو یہ اس لیے جائز نہ ہوگا کہ مانگنا یعنی دعا عبادت ہے اور عبادت بالاتفاق اللہ تعالیٰ کے لیے خاص اور غیر اللہ کے لیے حرام اور موجب شرک ہے لہٰذا شاعر (نصیر الدین شاہ) کا یہ کہنا کہ

ع کیوں مانگ رہا ہے مانگنے والوں سے۔ عقیدۂ توحید، سنت انبیاء، اور تعلیمات مہریہ کے

عین مطابق ٹھہرا۔" (ملی ایڈیشن ۱۷ جنوری ۲۰۰۳ء)

(۹) "اس کے علاوہ اگر معترض کے علم میں اللہ کے سوا اور کوئی ذات ہے تو اس کی نشاندہی ضرور کرے تاکہ ذرا مزہ بدلنے ہی کی خاطر کچھ دیر کے لیے اسے بھی پکارا جائے۔ اور اپنی تکالیف کا درماں کرالیا جائے۔" (ملی ایڈیشن ۱۷ جنوری ۲۰۰۳ء)

(۱۰) "ہم نے اپنے اس تفصیلی تجزیہ میں جو کچھ پیش کیا اس کا تعلق براہ راست قرآن وسنت سے ہے یا پھر صوفیائے کرام کی ان تحریرات سے ہے جو انہوں نے شرعی حیثیت کو واضح کرنے کے لیے بصورت فتویٰ صادر فرمائیں۔ لہٰذا ہم اس سطح کا جواب تسلیم کریں گے۔اھ بلفظہ۔ (ملی ایڈیشن۔ ۱۷ جنوری ۲۰۰۳ء)

پیر صاحب کا عقیدہ نصوص شرعیہ کے خلاف ہے

پیر نصیر الدین شاہ صاحب نے اپنی رباعی کے تیسرے مصرعہ میں جو یہ کہا ہے کہ

ع کیوں مانگ رہا ہے مانگنے والوں سے۔

قرآن وحدیث اور تعلیماتِ بزرگانِ دین کے سراسر خلاف ہے۔ چونکہ پیر صاحب نے قرآن وحدیث اور تعلیماتِ بزرگانِ دین کا پوری طرح سے مطالعہ نہیں کیا ہے۔ اس لیے ان کی چشم کشائی کے لیے چند آیاتِ کریمہ، احادیث مبارکہ اور اقوال بزرگانِ دین پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔ اللہ کرے ہماری اس تحریر سے پیر صاحب کو راہ حق نظر آجائے اور وہ حق سے روگردانی ترک فرماکر حق شعاری سے بہرہ ور ہوں۔ آمین یارب العالمین بجاہ نبیک الکریم ﷺ

آیاتِ کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ووجدک عائلاً فاغنی فاما الیتیم فلا تقھر واما السائل فلا تنھر۔ (پ ۳۰ رکوع ۱۸) ترجمہ: اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو اور منگتا کو نہ جھڑکو۔ (کنزالایمان ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت امام ابوالبرکات نسفی حنفی آخری آیت کریمہ واما السائل فلا تنھر کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔فلاتزجرہ فابذل قلیلاً اور ذجمیلاً۔آپ اپنے منگتے کو نہ جھڑکیں بلکہ اس پر کچھ نہ کچھ خرچ کریں یا اسے اچھا جواب دیں۔(تفسیر نسفی جلد چہارم ص ۳۶۴)

اور حضرت امام احمد صاوی اس آیت کے بارہ میں لکھتے ہیں۔والمعنی اغن عبادی واعطھم کما اغنیتک واعطیتک۔اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محبوب آپ ہمارے بندوں کو غنی بنائیں اور انہیں عطا فرمائیں جس طرح ہم نے آپ کو غنی بنایا اور عطا کیا۔(تفسیر صاوی جلد چہارم ص ۳۷۹)

اور علاء الدین خازن لکھتے ہیں۔لاتزجرہ اذاسالک۔اے محبوب جب کوئی آپ سے مانگے تو آپ اسے نہ ڈانٹیں۔(تفسیر خازن جلد چہارم ص ۲۶۰)

اور مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں" خیال رہے کہ مال کا منگتا غنی کے دروازہ پر، کمال کا منگتا کامل کے دروازہ پر، دوا کا منگتا حکیم کے دروازے پر اور داد کا منگتا حاکم کے دروازے پر جاتا ہے۔لیکن حضور ﷺ کا دروازہ وہ دروازہ ہے جہاں سارے منگتوں کا بھلا ہے۔کیونکہ یہاں (اس آیت میں) سائل میں کوئی قید نہیں۔پھر یہ تمام دروازے داتاؤں کے مرنے پر بند ہو جاتے ہیں۔مگر حضور ﷺ کا دروازہ ہر منگتے کے لیے ہمیشہ کھلا رہے گا کہ حشر میں بھی حضور ﷺ ہی سے سارا عالم شفاعت کی بھیک مانگے گا۔کیونکہ یہاں زمانے کی بھی قید نہیں۔جیسے مہربان باپ یہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے کہ اس کے بیٹے کے دروازے فقراء کے لیے کھلے ہیں ایسے ہی رب تعالیٰ اس سے خوش ہے کہ اس کے محبوب کے دروازے پر بھکاریوں کی بھیڑ ہے۔لفظ سائل سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ایک یہ کہ حضور ﷺ سے ہر قسم کی دینی و دنیاوی نعمتیں مانگنا جائز ہے۔حضور! مجھے جنت، اولاد، ایمان دے دیں۔اور دوزخ سے بچالیں وغیرہ وغیرہ۔کیونکہ رب نے عالم کو حضور ﷺ کا سائل قرار دیا اسی لیے صحابہ نے حضور ﷺ سے شفا، شفاعت، جنت اور اولاد مانگی، جانوروں نے داد فریاد مانگی۔

اور دوسرا مسئلہ یہ کہ رب نے حضور ﷺ کے خزانے بھر دیے ورنہ سائلوں کو وہاں

نہ بھیجا جاتا۔ فرماتا ہے ولوانھم اذظلموا انفسھم جآؤک۔ ڈپو میں پہلے آٹا کھانڈ حکومت کی طرف سے جمع کر دیا جاتا ہے پھر کارڈ والوں کو وہاں بھیجا جاتا ہے۔ اور تیسرا مسئلہ یہ کہ حضور ﷺ سے ہر جگہ سے مانگنا جائز ہے، مدینہ پاک حاضر ہونے کی قید نہیں اور چوتھا مسئلہ یہ کہ عالم طلباء کو، مشائخ مرید صادق کو اور غنی بھکاری کو نہ جھڑکیں کہ یہ سب سائلین ہیں۔ کبھی سائلین کے لباس میں کوئی مقبول بندہ ہوتا ہے جو ہمارے امتحان کے لیے آتا ہے۔"

(نور العرفان ص ۹۵۰)

اور پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں۔" سائلوں سے برافروختہ وہ ہوتا ہے جس کو اپنے سرمایہ کے ختم ہو جانے یا کم ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ جب آپ کے رب نے آپ کو غنی کر دیا ہے تو یہ خزانے کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ پھر آپ کسی سائل کو کیوں جھڑکیں یا سائلوں کی کثرت سے تنگ دل کیوں ہوں۔ آپ کو آپ کے رب نے بے شمار دولتیں اور بے حساب نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ آپ انہیں سائل کی استعداد کے مطابق بانٹتے ہیں۔ آپ کے در پر آنے والا کوئی سائل خالی نہ جائے۔ (تفسیر ضیاء القرآن حصہ پنجم ص ۵۹۲)

الحمد للہ ان آیات کریمہ اور ان تفسیرات متبرکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ کریم جل شانہٗ نے اپنے محبوب کریم رؤوف رحیم ﷺ کو غنی بنا دیا ہے۔ اور آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کسی یتیم پر دباؤ نہ ڈالیں اور نہ کسی مانگنے والے کو جھڑکیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سے مانگنا اور آپ کے دروازہ پر گداگر بننا شرعاً جائز ہے۔ یہ شرک نہیں عین توحید ہے۔

یہ جن و ملک جانور اللہ اللہ	فدا ان پہ سارے بشر اللہ اللہ
میں نام نبی سن کے شیدا ہوا ہوں	انہیں ڈھونڈتی ہے نظر اللہ اللہ
زمانے میں جن کا سہارا نہیں ہے	ہے ان کا سہارا یہ در اللہ اللہ
یہ ان کا فضل ہے، یہ ان کا کرم ہے	کہ ہوتی ہے اچھی بسر اللہ اللہ
تیرا سایہ لطف جاتا ادھر ہے	میں جاتا ہوں آقا جدھر اللہ اللہ
خدا اس کو آیا نظر میرے آقا	جسے آپ آئے نظر اللہ اللہ
دیئے جا رہے ہو کرم ہم کو ہر دم	نہیں چھوڑتے ہو قصر اللہ اللہ

ہیں عنوانِ محفل مدینے کے آقا　　　لبوں پہ ہے ان کا ذکر اللہ اللہ
نہ قاسم کریں بددعا سختیوں میں　　　یہ شانِ قناعت و صبر اللہ اللہ

احادیث مبارکہ

صحیح مسلم شریف میں مروی ہے کہ صحابی ء رسول حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ہاں رات گزارتا تھا تو میں آپ کے لیے وضو اور ضرورت کی چیزیں لاتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا۔ مانگ، **فقلت اسئالک مرافقتک فی الجنۃ** ۔ میں نے عرض کیا۔ میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت اور سنگت مانگتا ہوں۔ فرمایا **اوغیر ذلک** ۔ اور کیا چیز اس کے علاوہ۔ عرض کے **ھو ذاک**. بس یہی چیز ہے۔ فرمایا۔ **فاعنی علیٰ نفسک بکثرۃ السجود** ۔ پھر تو اپنے نفس کے مقابلہ میں سجدوں کی کثرت کے ذریعہ سے میری مدد کر۔ (مسلم شریف ص ۲۱۳ جلد اوّل، مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ فی السجود۔ جلد اول ص ۷۷)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں واز اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ وتخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست وہمت وکرامتِ اوست ﷺ ۔ وہر چہ خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔

فان من جودک الدنیا وضرتھا　　　ومن علومک علم اللوح والقلم

اگر خیریت دنیا وعقبیٰ آرزو داری　　　بدرگاہش بیاؤ ہر چہ می خواہی تمنا کن۔

ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ کے سوال کے اطلاق سے کہ فرمایا مانگ اور کسی خاص مطلوب کی تخصیص نہ فرمائی معلوم ہوتا ہے کہ ساری مخلوق کا کاروبار آپ کے ہاتھ، ہمت اور کرامت میں ہے ﷺ ۔ آپ ﷺ جو کچھ چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔

شعر۔ سو بلاشبہ دنیا اور اس کی سوکن (آخرت) آپ کی سخاوت کا ایک حصہ ہے۔ اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم کا ایک جزو ہے۔

شعر۔ اگر تو دنیا و آخرت کی بھلائی کی آرزو رکھتا ہے تو پھر ان کی بارگاہ میں چلا آ اور جو کچھ چاہے اس کا سوال کر۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۳۹۶)

اور ملا علی قاری اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہے۔ **ویؤخذ من اطلاقه علیه السلام الامر بالسوال ان اللّٰه تعالیٰ مکنه من اعطاء کل ما ارادمن خزائن الحق** ۔ اور رسول اللہ ﷺ کے سوال کے اطلاق سے یہ مسئلہ اخذ کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات پر قدرت دی ہے کہ وہ اللہ کے خزانوں سے جو کچھ کسی کو دینے کا ارادہ فرمائیں عطا فرمائیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد دوم ص ۳۲۳)

اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" صحیح مسلم شریف وسنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ ومعجم کبیر طبرانی میں سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے ہے۔ **قال کنت ابیت مع رسول اللّٰه ﷺ فاتیته بوضوء ہ وحاجته فقال لی سل (ولفظ الطبرانی فقال یوماً یا ربیعة سلنی فاعطیک رجعنا الی لفظ مسلم) قال فقلت اسئالک مرافقتک فی الجنة فقال اوغیر ذلک فقلت ھوذاک قال فاعنی علیٰ نفسک بکثرة السجود** ۔ میں حضور پرنور سید المرسلین ﷺ کے پاس رات کو حاضر رہتا۔ ایک شب میں حضور کے لیے آب وضو وغیرہ ضروریات لایا۔ (رحمت عالم کا بحرِ رحمت جوش میں آیا۔) ارشاد فرمایا۔ مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا فرمائیں۔ میں نے عرض کی۔ میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ فرمایا۔ کچھ اور، میں نے عرض کی میری مراد تو صرف یہی ہے۔ ۔ کہ حیف باشد وغیرانہ تمنائے

سائل ہوں تیرا مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو معلوم ہے اقرار کی عادت تیری مجھ کو

فرمایا۔ تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے۔

الحمد للہ: یہ جلیل ونفیس حدیث صحیح اپنے ہر ہر جملے سے وہابیت کش ہے۔ حضور اقدس خلیفۃ اللہ الاعظم ﷺ کا مطلقاً بلا قید و بلا تخصیص ارشاد فرمانا سل، مانگ کیا مانگتا ہے۔ جانِ وہابیت پر کیسا پہاڑ ہے۔ جس سے صاف ظاہر کہ حضور ﷺ ہر قسم کی حاجت روا فرما سکتے ہیں۔ دنیا و

آخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں۔ جب تو بلا تقیید ارشاد ہوا مانگ کیا مانگتا ہے۔ یعنی جو جی میں آئے مانگو کہ ہماری سرکار میں سب کچھ ہے۔

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری بدر گاہش بیاد ہر چہ می خواہی تمنا کن۔

پھر اس حدیث میں سب سے بڑھ کر جان وہابیت پر کیسی آفت کہ حضور اقدس ﷺ کے ارشاد پر حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ خود حضور سے جنت مانگتے ہیں۔ اسئالک مرافقتک فی الجنة ۔ یارسول اللہ میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں رفاقت عطا ہو۔ وہابی صاحبو! یہ کیسا کھلا شرک وہابیت ہے جسے حضور مالکِ جنت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ قبول فرمارہے ہیں۔ وللّٰہ الحجۃ الساطعہ " (کتاب الامن والعلی مؤلفہ اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۱۲۵)

حدیث نمبر۲

طبرانی معجم اوسط میں اور خرائطی مکارم الاخلاق میں امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجھہ الکریم سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے جب کوئی شخص سوال کرتا۔ اگر منظور ہوتا۔ نعم فرماتے۔ یعنی اچھا۔ اور نہ منظور ہوتا تو خاموش رہتے کسی چیز کو لا یعنی نہ نہ فرماتے۔ ایک روز ایک اعرابی نے حاضر ہو کر سوال کیا اس پر حضور اقدس ﷺ نے جھڑکنے کے انداز میں فرمایا۔ سل ماشئت یا اعرابی ۔ اے اعرابی جو تیرا جی چاہے ہم سے مانگ لے۔ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہٗ فرماتے ہیں کہ یہ حال دیکھ کر ہمیں اس اعرابی پر رشک آیا۔ ہم نے اپنے جی میں کہا کہ اب یہ حضور ﷺ سے جنت مانگے گا۔ اعرابی نے کہا میں حضور سے سواری کا ایک اونٹ مانگتا ہوں۔ فرمایا عطاء ہوا۔ پھر عرض کی۔ حضور! زاد راہ مانگتا ہوں۔ فرمایا۔ عطا ہوا۔

ہمیں اس کے ان سوالوں پر تعجب ہوا۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا کتنا فرق ہے اس اعرابی کی مانگ اور بنی اسرائیل کی ایک پیر زن کے سوال میں۔ پھر حضور نے اس کا ذکر ارشاد فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو دریا اترنے کا حکم ہوا اور کنارۂ دریا تک پہنچے

سواری کے جانوروں کے منہ اللہ تعالیٰ نے پھیر دیئے کہ خود بخود واپس پلٹ آئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ الٰہی یہ کیا حال ہے؟ ارشاد ہوا تم قبر یوسف کے پاس ہو۔ ان کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے لو۔ موسیٰ علیہ السلام کو قبر کا پتہ معلوم نہ تھا۔ فرمایا اگر تم میں سے کوئی آدمی جانتا ہے تو بتائے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ شاید بنی اسرائیل کی پیرزن کو معلوم ہو۔ اس کے پاس آدمی بھیجا کہ تجھے یوسف علیہ السلام کی قبر معلوم ہے؟ کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ تو تُو مجھے بتادے۔ عرض کی لا واللّٰہ حتی تعطینی ماا سئالک۔ نہیں خدا کی قسم میں نہ بتاؤں گی یہاں تک کہ میں جو کچھ آپ سے مانگوں وہ آپ مجھے عطا فرمادیں۔ فرمایا تیری عرض قبول ہے۔ پیرزن نے عرض کی فانی اسئلک ان اکون معک فی الدرجة التی تکون فیھا فی الجنة۔ تو میں حضور سے یہ مانگتی ہوں کہ میں جنت میں آپ کے ساتھ رہوں اس درجہ میں جس میں آپ ہوں گے۔ فرمایا سلی الجنة۔ جنت مانگ لے یعنی تجھے یہی کافی ہے۔ اتنا بڑا سوال نہ کر۔ عرض کی خدا کی قسم میں نہ مانوں گی مگر یہی کہ میں آپ کے ساتھ رہوں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اس سے یہی ردوبدل کرتے رہے تو اللہ نے وحی بھیجی۔ موسیٰ! وہ جو مانگ رہی ہے تو اسے وہی عطا کردے کہ اس میں تمہارا کچھ نقصان نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمادی۔ تو اس نے یوسف علیہ السلام کی قبر بتائی اور موسیٰ علیہ السلام نعش مبارک کو ساتھ لے کر دریا سے عبور فرما گئے۔ (الامن والعلیٰ ص ۲۲۸)

حدیث نمبر ۳

حضور سید دوعالم ﷺ ہوازن کی غنیمتیں تقسیم کررہے تھے۔ ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کی۔ یارسول اللہ۔ حضور نے مجھ سے کچھ وعدہ فرمایا تھا۔ ارشاد ہوا۔ تو نے سچ کہا۔ اچھا جو جی میں آئے حکم لگادے۔ عرض کی۔ اسی دنبے اور ان کا چرانے والا غلام عطا ہو۔ فرمایا۔ یہ تجھے عطا ہوا اور تو نے بہت چھوٹی چیز مانگی۔ اور بے شک وہ ضعیفہ عورت جس نے یوسف علیہ السلام کا تابوت بتایا تھا تجھ سے زیادہ دانشمند تھی جبکہ اسے موسیٰ علیہ السلام نے اختیار دیا تھا کہ تو جو چاہے مانگ لے۔ اس نے کہا تھا۔ حکمی ان تردنی شابة و ادخل

معک الجنة ۔ میں قطعی طور پر یہی مانگتی ہوں کہ آپ میری جوانی واپس فرمادیں او
میں آپ کے ساتھ جنت میں آپ کے ساتھ جاؤں ۔ یونہی ہوا۔ وہ ضعیفہ فوراً نوجوا
ہوگئی ۔ اس کا حسن و جمال واپس آیا۔ اور جنت میں بھی معیت کا وعدہ کلیم کریم علیہ الصلوٰ
والسلام نے عطا فرمایا۔ رواہ ابن حبان والحاکم فی المستدرک مع اختلاف عن اب
موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ اور حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔" (الامن والعل
ص ۲۳۶)

حدیث نمبر ۴

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اطلبوا الخیر والحوائج من حسّان الوجوہ
بھلائی اور حاجتیں خوش رویوں سے مانگو۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس رض
اللہ تعالیٰ عنھما۔ (الامن والعلیٰ ص ۲۹)

حدیث نمبر ۵

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اطلبوا الحوائج الی ذوی الرحمة من امتی ترزقو
وتفلحوا۔ میرے رحم دل امتیوں سے اپنی حاجتیں مانگو۔ رزق پاؤ گے اور ان کے دام
میں آرام سے رہو گے ۔ رواہ العقیلی والطبرانی فی الاوسط ۔ (الامن والعلیٰ ص
۲۹)

حدیث نمبر ۶

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اطلبوا الحوائج الی ذوی الرحمة من امتی
ترزقوا وتنجوا فان اللہ تعالیٰ یقول رحمتی فی ذوی الرحمة من عبادی ۔ میرے رحم د
امتیوں سے اپنی حاجتیں مانگو تم رزق پاؤ گے اور کامیاب ہو جاؤ گے ۔ کیونکہ اللہ تعا
فرماتا ہے میری رحمت میری رحمت والے بندوں میں ہوتی ہے ۔ رواہ البیھقی فی الشعب

والطبرانی فی الکبیر عن ابی سعید رضی اللّٰہ عنہ۔ (جامع صغیر جلد ۱ ص ۴۴)

مسلمان ان احادیث مبارکہ کو پڑھیں، سمجھیں اور غور کریں کہ سرکار دو عالم ﷺ اور دیگر انبیاء و اولیاء و صالحین سے مانگنے کی یہ کیسی کیسی روشن دلیلیں ہیں۔ بصیرت سے کورے عقیدت سے محروم لوگ ہی محبوبانِ خدا سے مانگنے کو ناجائز کہیں گے۔ رسول اللہ ﷺ تو حسان الوجوہ (اچھے چہرہ والے لوگوں) سے مانگنے کا ہمیں حکم دے رہے ہیں واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم۔

بزرگانِ دین رسول اللہ ﷺ سے مانگتے چلے آئے ہیں

جس طرح دور رسالت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین رسول اللہ ﷺ سے اپنی حاجتیں مانگتے رہے۔ اسی طرح بعد کے ادوار کے بزرگانِ دین بھی آپ سے اپنی حاجتیں عرض کرتے چلے آئے ہیں۔ بطور نمونہ مشتے از خروارے عرض کیا جاتا ہے۔

امام بوصیری کا عقیدہ

صاحب قصیدہ بردہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وکلھم من رسول اللہ ملتمس　　غرفاً من البحر او رشفاً من الدیم

ترجمہ: اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت رسول اللہ ﷺ سے ایک کف دست یعنی چلو کے طالب ہیں۔ یا بقدر ایک قطرہ کے ہیں آپ کے علم کے باران ہائے بسیار سے۔ (نشر الطیب مؤلفہ دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی ص ۱۷)

حاجی امداد اللہ صاحب کا عقیدہ

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی جو اکابر دیوبند کے پیر و مرشد ہیں اور صاحبزادہ نصیر الدین صاحب کے پڑدادا پیر سید مہر علی شاہ صاحب نے ان سے سلسلہء چشتیہ صابریہ کی خلافت حاصل کی بارگاہِ رسالت سے بدیں الفاظ مانگتے ہیں۔

اے رسول کبریا فریاد ہے　　یا محمد مصطفٰے فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل　　　　اے میرے مشکل کشا فریاد ہے

(کلیات امدادیہ)

اعلیٰ حضرت بریلوی کا عقیدہ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ اپنے اشعار میں جابجا رسول اللہ ﷺ سے اپنی حاجتیں مانگتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

؎ وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا　　　　ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

؎ سائلو دامن سخی کا تھام لو　　　　کچھ نہ کچھ انعام تو ہو جائے گا

؎ واہ کیا جود و کرم ہے شاہ بطحا تیرا　　　　نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا　　　　تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے دریا تیرا

فیض ہے یا شاہ تسنیم نرالا تیرا　　　　آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا　　　　اصفیاء چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستہ تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب　　　　یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال　　　　جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

(حدائق بخشش ص ا

سبحان اللہ۔ اعلیٰ حضرت کے ان اشعار سے اعلیٰ حضرت کا عقیدہ خوب واضح ہوتا ہے۔ بالخصوص آخری نعت کے پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ میں آپ کا "مانگنے والا تیرا" فرما اس بارہ میں بالکل صریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مانگنا شرک نہیں عین ایمان ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ عنا و عن سائر المسلمین خیر الجزآء فی الآخرۃ

راقم الحروف کی ایک نعت

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آخری نعت کے پہلے شعر کے پہلے مصرعہ سے متاثر ہوکر راقم الحروف نے ایک نعت لکھی جو ہدیہء ناظرین کی جاتی ہے۔

مطمعِ کل یہ حرم ہے شاہِ بطحا تیرا — واہ کیا جود و کرم ہے شاہِ بطحا تیرا
جو بھی مانگے تیرا سائل ہو اسے وہی عطا — اس قدر جوشِ کرم ہے شاہِ بطحا تیرا
اللہ اللہ یہ وجاہت، اللہ اللہ یہ وقار — عرشِ اعظم پہ قدم ہے شاہِ بطحا تیرا
کن کی کنجی خالقِ کونین نے جس کو کیا — وہی لب حق کی قسم ہے شاہِ بطحا تیرا
تیرے آگے سر جھکاتے ہیں وجاہت والے — اس قدر جاہ و حشم ہے شاہِ بطحا تیرا
ہم بھی بخشے جائیں گے تیری شفاعت کے طفیل — ہم پہ بھی بے حد کرم ہے شاہِ بطحا تیرا
ہے سرِ کونین پہ تیری وجاہت کا قدم — عرشِ اعظم پہ علم ہے شاہِ بطحا تیرا
رشک اس کی خوش نصیبی پہ کریں اہل نصیب — وصف جو کرتا، رقم ہے شاہِ بطحا تیرا
تیرا کلمہ ہر جگہ توحید حق کے ہمراہ — ہے عرب تیرا، عجم ہے شاہِ بطحا تیرا
جس کے آثار حسیں رہتے ہیں میرے ذہن میں — وہی گلزار ارم ہے شاہِ بطحا تیرا
زندگی جس نے گزاری ہو گناہوں میں سبھی — اس پہ بھی لطف و کرم ہے شاہِ بطحا تیرا
تیرے قاسم کی امیدیں بھی کرے گا بارور — اس پہ جو ابرِ کرم ہے شاہِ بطحا تیرا

(ہفت روزہ کوٹلی ٹائمز کوٹلی آزاد کشمیر بابت 11 اگست ۱۹۹۶ء)

پیر نصیر الدین صاحب کا نذرانہء عقیدت

پیر نصیر الدین شاہ صاحب گولڑوی مشہور و معروف شاعر بھی ہیں۔ موجودہ نظریات اپنانے سے پہلے پیر صاحب موصوف نے جو نعتیہ اشعار اور بزرگانِ دین کے مناقب لکھے ہیں ان میں انہوں نے بھی محبوبانِ خدا سے بہت کچھ مانگا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

دونوں عالم میں ہے دن رات اجالا تیرا — چھب انوکھی ہے تیری، حسن نرالا تیرا
تُو وہ شمعِ ضیا بار دو عالم کے لیے — ڈھونڈتے پھرتے ہیں کونین اجالا تیرا
حشر میں ایک قیامت میرے دل پہ گزری — بن گئی بات وسیلہ جو نکالا تیرا
صدقِ دل سے ہے نصیر اہل طلب میں شامل — آسرا حشر میں ہے اے شہِ والا تیرا

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ دسمبر ۱۹۸۳ء)

شاہان جہاں کس لیے شرمائے ہوئے ہیں — کیا بزم میں طیبہ کے گدا آئے ہوئے ہیں
حاجت نہیں جنبش کی یہاں اے لبِ سائل — وہ یوں بھی کرم حال پہ فرمائے ہوئے ہیں
کل اپنی عنایت سے نہ رکھیں ہمیں محروم — کچھ بھی ہیں مگر آپ کے کہلائے ہوئے ہیں
سلطانِ دو عالم کی عطا اور یہ عاصی — کچھ لوگ تو اس بات پہ چکرائے ہوئے ہیں
یا شاہِ امم ایک نظر ان کی طرف بھی — دامانِ تمنا کو جو پھیلائے ہوئے ہیں
بن جائے گی محشر میں نصیرؔ اب تیری بگڑی — سرکار شفاعت کے لیے آئے ہوئے ہیں

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور جولائی ۱۹۹۲ء)

اس کو نہ چھو سکے کبھی رنج و بلا کے ہاتھ — اٹھے ہیں جس کے حق میں رسول خدا کے ہاتھ
ان کے طرف بڑھیں گے نہ لطفِ خدا کے ہاتھ — جو پھر گئے رسول خدا سے چھڑا کے ہاتھ
پہنچے کہاں کہاں نہ حبیب خدا کے ہاتھ — کونین کا ہے نظم و عمل مصطفےٰ کے ہاتھ
ہم عاصیوں کے آپ ہی تو دستگیر ہیں — ہم سب کا آسرا ہے شہِ دوسرا کے ہاتھ
تفسیر مارمیت ہے ایمان کا سبق — یعنی نبی کے ہاتھ ہیں بے شک خدا کے ہاتھ
محشر میں مجھ پہ سایۂ لطفِ رسول ہو — میں یہ دعائیں مانگ رہا ہوں اٹھا کے ہاتھ
خاطر میں کب وہ لائے گا شاہانِ وقت کو — اٹھتے ہوں صرف ان کی طرف جس گدا کے ہاتھ
ذکر حبیب نے وہ غنی کر دیا مجھے — بیٹھا ہوا ہوں دونوں جہان سے اٹھا کے ہاتھ
سو رنج ہوں، ہزار الم، لاکھ مشکلیں — ہم نے بڑھا دیئے ہیں ادھر مسکرا کے ہاتھ
بس اک نگاہِ لطف کا امیدوار ہوں — کچھ اور ہو طلب تو کٹیں التجاء کے ہاتھ
بے حد و بے شمار خطائیں سہی مگر — کچھ غم نہیں کہ لاج ہے اب مصطفےٰ کے ہاتھ
وہ رحمتِ تمام ہیں دونوں جہان میں — دامن تک ان کے پہنچیں گے شاہ و گدا کے ہاتھ
محروم رہ نہ ساقیٔ کوثر کے فیض سے — پڑھ کر درود جام اٹھا لے بڑھا کے ہاتھ
امید ہے دعائے حضوری قبول ہو — روداد جو بھیج تو دی ہے صبا کے ہاتھ

دامن رسول کا مرے ہاتھوں میں آگیا | یہ ہاتھ شاہ کے ہیں، نہیں بے نوا کے ہاتھ
اس کا نہ مول اور نہ اس کی مثال ہے | جو بک چکا ہے ان کی ادائے عطا کے ہاتھ
جو کوئی وسوسہ مجھے لاحق ہوا کبھی | سینے پہ رکھ دیئے وہیں حضرت نے آکے ہاتھ
طاعت ہے فرض ہم پہ خدا اور رسول کی | عزت خدا کے ہاتھ ہے یا مصطفٰے کے ہاتھ
ہم پر کرم ہے صاحبِ خلق عظیم کا | افلاک سے بلند ہیں جودو عطا کے ہاتھ
سرکار دو جہاں کی نگاہیں جو پڑ گئیں | شل ہوکے رہ گئے ستمِ ناروا کے ہاتھ
وہ خوش نصیب دولتِ کونین پا گئے | جو پوچھتے تھے اپنا مقدر دکھا کے ہاتھ
ہے ارفع و بلند وسیلہ رسول کا | عرشِ بریں سے دور نہیں اولیاء کے ہاتھ
میں ہوں گدائے کوچہ ء آلِ نبی نصیر | دیکھے تو مجھ کو نار جہنم لگا کے ہاتھ

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور فروری ۱۹۸۹ء) روزنامہ "نوائے وقت" راولپنڈی۔ مجلد ذاتی اخبارات نمبرا۔ص ۱۴۷)

ستم کا نشانہ مری زندگی ہے کرم کی نظر شہریارِ مدینہ
اسے مل گئی دین و دنیا کی دولت ہوا دل سے جو خواستگار مدینہ
نصیؔر اپنی کوشش نہیں کام آتی بلاتے ہیں خود تاجدارِ مدینہ

(سہ ماہی طلوع مہر اسلام آباد۔ جلد سوم شمارہ نمبر ۹)

ہے ٹکڑے ٹکڑے عقائد کی رو سے پھر امت مدد کا وقت ہے پھر الغیاث یا صدیق

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ جولائی ۱۹۷۹ء)

''نعتِ رسول مقبول''

اب تنگیٔ داماں پہ نہ جا اور بھی کچھ مانگ | ہیں آج وہ مائل بعطاء اور بھی کچھ مانگ
ہر چند کہ آقا نے بھرا ہے تیرا کشکول | کم ظرف نہ بن، ہاتھ بڑھا اور بھی کچھ مانگ
سلطانِ مدینہ کی زیارت کی دعا کر | جنت کی طلب چیز ہے کیا اور بھی کچھ مانگ

جن لوگوں کو شک ہے کہ کرم ان کا ہے محدود — ان لوگوں کی باتوں پہ نہ جا اور بھی کچھ مانگ
سرکار کا در ہے درِ شاہاں تو نہیں ہے — جو مانگ لیا مانگ لیا اور بھی کچھ مانگ
اس در پہ یہ انجام ہوا حسنِ طلب کا — جھولی میری بھر بھر کے کہا اور بھی کچھ مانگ
پہنچا ہے جو اس در پہ تو رہ رہ کے نصیرؔ آج — آواز پہ آواز لگا اور بھی کچھ مانگ

(پیر نصیر الدین شاہ گولڑوی۔ ماہنامہ الملتکیہ اوکاڑہ بابت جنوری ۲۰۰۳ء صفحہ ۳)

؎ مجھ پہ بھی چشمِ کرم اے میرے آقا کرنا — حق تو میرا بھی ہے رحمت کا تقاضا کرنا
میں کہ ذرہ ہوں مجھے وسعتِ صحرا دے دے — کہ تیرے بس میں ہے قطرے کو بھی دریا کرنا
میں ہوں بے کس تیرا شیوہ ہے سہارا دینا — میں ہوں بیمار تیرا کام ہے اچھا کرنا
مجھ پہ محشر میں نصیرؔ ان کی نظر پڑ ہی گئی — کہنے والے اسے کہتے ہیں خدا کا کرنا

(سہ ماہی طلوع مہر ۔ جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۹)

؎ مر جائیں حاسد جل جل کر — غم مت کر اے میرے پیمبر
دیتا جا بھر بھر کے ساغر — انا اعطیناک الکوثر

(سہ ماہی طلوع مہر۔ گولڑہ شریف جلد سوم شمارہ ۹ ص ۴۰)

؎ اللہ آج دینے پہ آیا ہے، مانگ لو — کھلتا ہے آج بابِ کرم غوث پاک کا
کچھ غم نہیں مجھے، زمانہ خلاف ہے — ہے میرے سر پہ دستِ کرم غوثِ پاک کا

(سہ ماہی طلوع مہر گولڑہ شریف ۔ جلد سوم شمارہ نمبر ۱۰)

ہزاروں کے مقدر کھل گئے ہیں اک اشارے میں — پکاریں گے تمہیں ہم کہہ کے پالن ہار بابو جی
تمہاری راہنمائی سے، تمہاری ناخدائی سے — ہزاروں ڈوبتے بیڑے ہوئے ہیں پار بابو جی
کرم کا ہے تمہارے چارسو چرچا زمانے میں — عنایت کا تمہاری سب کو ہے اقرار بابو جی
تمہیں نے ہر شرف بخشا تمہیں پر ناز ہے اس کو — تمہارا تھا تمہارا ہے، نصیرؔ زار بابو جی

(سہ ماہی طلوع مہر گولڑہ شریف۔ جلد سوم شمارہ ۱۰ ص ۵۷)

؎ کسی اور کے کس لئے در پہ جاؤں ، کسی اور کو کیوں میں اپنا بناؤں

بہر ہر کار مردے ، بہ ہر مرد کارے مرے پیشوا پیر مہر علی ہیں

(سہ ماہی طلوع مہر ۔ جلد نمبر۳ شمارہ نمبر۹)

؎ دلِ بے تاب کی تسکین مرے بس میں نہیں لو سنبھالو کہ یہ ہے کام تمہارا داتا

آپ کی چشمِ کرم جس کی طرف اٹھ جائے دین و دنیا میں نہ ہو اس کو خسارا داتا

(سہ ماہی طلوع مہر ۔ جلد سوم شمارہ ۹)

؎ جس نے غم میں تجھے پکارا ہے تُو ہے اس کا معین معین الدین

بے نوا آستانِ عالی کا ہے نصیر حزیں معین الدین

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ۔ مئی ۱۹۸۲ء)

اعانت و استعانت کی صحیح شرعی حیثیت

الحمد للہ ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے روزِ روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ محبوبانِ خدا انبیآء و اولیآء اور صالحین و متقین سے دین و دنیا کی نعمتوں کا مانگنا ازروئے شرع شریف جائز ہے ۔ آیاتِ قرآنی ، احادیثِ نبوی اور تعلیماتِ بزرگانِ دین سے اس کا جواز ثابت ہے ۔ ولہٰذا پیر نصیر الدین شاہ صاحب کی اپنی رباعی میں یہ لکھنا کہ ۔ کیوں مانگ رہا ہے مانگنے والوں سے ۔ نصوص شرعیہ کے سراسر خلاف ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے براہِ راست مانگنا جس طرح جائز ہے ۔ اسی طرح انبیآء و اولیآء کو مظاہرِ عونِ الٰہی سمجھ کر ان سے مانگنا بھی قطعاً جائز ہے ۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے ۔ آمین

؎ وہ کیا شئے ہے جو ملتی نہیں خدا سے جسے تم ڈھونڈتے ہو اولیآء سے

توسل مل نہیں سکتا خدا سے جسے ہم ڈھونڈتے ہیں اولیآء سے

وهذا آخر ما اردنا ایراده فی هذه المقالة المفیدة تقبلها الله تعالیٰ بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی القریشی الهاشمی غفر الله تعالیٰ لهٗ المدرس بالجامعة الحیدریة فضل المدارس سهنسه آزاد کشمیر ۔(۱۷ ذوالقعده ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۱ جنوری ۲۰۰۳ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اٹھائیسواں مقالہ

اثباتِ امدادُ الصالحین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارہ میں کہ ختم غوثیہ شریف میں "یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ المدد" وغیرہ کلماتِ استمداد واستعانت کا پڑھنا ازروئے شرع شریف کیسا ہے؟ (یکے از قارئینِ سبیل ہدایت۔)

الجواب وھوالموفق للصدق والصواب

"یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ المدد" وغیرہ کلماتِ استمداد کا ختم غوثیہ شریف میں پڑھنا بلاشبہ جائز ہے۔ کہ یہ ختم شریف عموماً مصیبت کے وقت پڑھا جاتا ہے اور بوقتِ مصیبت اللہ کے بندوں کو مدد کے لئے پکارنا خود حدیث شریف سے ثابت ہے۔ چنانچہ محدث ابویعلیٰ اپنے مسند میں اور امام ابن السنی اور محدث طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا "جب تم میں سے کسی ایک کا چوپایہ بنجر جگہ میں چھوٹ جائے تو وہ پکارے **یاعباد اللّٰہ احبسوا علی دابتی**۔ اے اللہ کے بندو تم میرے لیے میرے چوپائے کو روکو۔ بلاشبہ زمین میں اللہ کے بندے حاضر ہوتے ہیں جو اسے (یعنی چھوٹے ہوئے جانور کو) تمہارے لئے روک لیتے ہیں۔" (جامع صغیر ص ۲۲ جلد ۱)

اس حدیث شریف سے تین مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ زمین کی ہر جگہ میں اللہ کے بندے حاضر رہتے ہیں۔ کوئی جگہ اللہ کے بندوں سے خالی نہیں ہوتی۔ دوسرا یہ کہ اللہ کے بندے صاحب تصرف ہوتے ہیں۔ جو انہیں مدد کے لیے پکارے اس کی امداد کرتے ہیں اور تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ان متصرف فی الامور بندگان کو بوقتِ مصیبت پکارنا جائز ہے۔ شرک نہیں۔ والحمدللہ علیٰ ذلک۔

اس حدیث کے ماتحت شیخ الاسلام سید احمد بن زینی دحلان لکھتے ہیں۔ اور فقہائے کرام نے آدابِ سفر میں اس بات کو بھی ذکر کیا ہے کہ جب کسی مسافر کا چوپایہ ایسی جگہ میں

چھوٹ جائے جہاں اس کا کوئی ساتھی نہ ہو تو اسے یہ کہنا چاہیے۔ "اے اللہ کے بندو روکو" اور جب کوئی شئے گم ہو جائے اور وہ مدد حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو کہے "اے اللہ کے بندو میری فریاد کو پہنچو" بلا شبہ اللہ کے کچھ ایسے بندے موجود ہوتے ہیں جن کو مسافر نہیں دیکھتے۔

اور سفر کے اس ادب پر فقہاء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جسے امام ابن السنی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "جب بنجر زمین میں تم میں سے کسی شخص کا چوپایہ چھوٹ جائے تو اسے پکار کر کہنا چاہیے **یا عباد اللہ احبسوا** ۔اے اللہ کے بندو! روکو۔ بلا شبہ اللہ کے بندے موجود ہوتے ہیں جو اس کی پکار کو قبول کرتے ہیں۔"

سو اس حدیث میں نداء بھی موجود ہے اور اللہ کے غائب بندوں سے بوجہ ان کے وسیلہ ہونے کے طلب نفع بھی۔ اور امام طبرانی کی ایک اور حدیث میں یہ لفظ آئے ہیں کہ "جب تم میں سے کسی کی کوئی شئے گم ہو جائے یا وہ مدد لینے کا ارادہ کرے اس حال میں کہ وہ ایسی جگہ ہو جہاں اس کا کوئی ساتھی نہیں تو اسے کہنا چاہیے"۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو" اور ایک اور روایت میں ہے "اے اللہ کے بندو میری فریاد کو پہنچو" بلا شبہ اللہ کے بندے موجود ہوتے ہیں جنہیں تم نہیں دیکھتے۔

علامہ ابن حجر کتاب ایضاح المناسک کے حواشی میں فرماتے ہیں۔**وھو مجرب**۔ اور یہ عمل مجرب ہے۔ جیسا کہ یہ بات خود اس حدیث کے راوی نے بھی ذکر کی ہے"

(الدرر السنیہ ص ۲۳)

مخالفین اہل سنت اس حدیث کے جواب میں عموماً یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر ان کو شاید یہ معلوم نہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہوا کرتی ہے۔اگر یہ حدیث ضعیف اور نامعتبر ہوتی تو فقہائے کرام اس کا کوئی اعتبار نہ کرتے اور وہ نہ اس حدیث کی بناء پر مذکورہ بالا ادب سفر اپنی کتابوں میں ذکر فرماتے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث ہمارے فقہائے کرام کے نزدیک معتبر ہے۔

دیوبندیوں کے نزدیک بھی یہ حدیث معتبر ہے

دیوبندی مولوی غلام اللہ خان آف راولپنڈی اپنے ان الفاظ میں اس حدیث کے معتبر ہونے کا اعتراف کرتا ہے " اس حدیث میں عباد اللہ سے اولیاء اللہ مراد نہیں ہیں بلکہ اس نے مراد مؤکل فرشتے ہیں جو اللہ کی طرف سے اسی کام پر مامور ہیں اور ان کی تعداد کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ان کے دستے بامرِ الٰہی ہر جگہ چکر لگاتے رہتے ہیں۔ اور مسافر جہاں راستہ بھول جاتا ہے وہاں یا اس کے قرب و جوار میں وہ موجود ہوتے ہیں اس لئے ن کی پکار ان کے عالم الغیب اور مافوق الاسباب حاضر و ناظر ہونے کی بناء پر نہیں۔ بلکہ وہ اپنی ڈیوٹی کے سلسلہ میں وہاں موجود ہوتے ہیں۔ اور ان (۱) کا جو دستہ ایک جگہ موجود ہوتا ہے وہ دوسری جگہ موجود نہیں ہوتا اور نہ ہی دوسری جگہ کے بارے میں انہیں کچھ علم ہوتا ہے۔ چنانچہ طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں **فان للّٰہ عباد لاترو ھم**۔ یعنی وہاں اللہ کے کچھ بندے موجود ہوتے ہیں جو تمہیں نظر نہیں آتے۔ اور امام ابو یعلیٰ کے یہاں یہ الفاظ ہیں۔ **فان للّٰہ فی الارض حاضراً یحبسہ علیکم**۔ کیونکہ زمین میں اللہ کے کچھ فرشتے (۲) موجود ہوتے ہیں جو تم پر مقرر ہوتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے **فان للّٰہ ملکاً حاضراً سیحبسھا کما فی المجربات للدیر بی**۔ یعنی اللہ (۳) کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر موجود ہوتے

---

(۱) مگر اس دعویٰ پر تمہارے پاس کون سی دلیل ہے۔ دعویٰ بلا دلیل مردود ہوتا ہے۔

(۲) حاضراً کا ترجمہ فرشتہ کرنا توحیدی صاحب کی منہ زوری ہے۔

(۳) توحیدی صاحب کا یحبسہ، علیکم کا ترجمہ " جو تم پر مقرر ہوتے ہیں " بتانا اپنی جہالتِ تامہ کا واضح ثبوت دینا ہے۔ بہر حال اس کا ترجمہ وہ نہیں جو توحیدی صاحب نے یہاں لکھا ہے بلکہ اس کا ترجمہ ہے " وہ تمہارے لئے اس چوپایہ کو روک لیں گے " چونکہ توحیدی صاحب عباد اللہ کی روحانی طاقتوں کے منکر ہیں اس لئے انہیں یہاں غلط ترجمہ لکھ کر اپنے عقیدت مندوں کو دھوکہ دینے کی ضرورت پڑی ہے۔ واللہ لا یھدی القوم الظالمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ہیں۔ اور (۴) ایک جگہ متعین ہوتے ہیں ۔ مختلف روایتوں کو جمع کرنے سے حدیث کا اصل مفہوم واضح ہوگیا۔ اور یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ اس حدیث کو اولیاء اللہ کے غیب دان اور حاضر و ناظر ہونے سے کوئی واسطہ نہیں ۔" (توحیدی پاکٹ بک ص ۳۷۹)

بہر حال قطع نظر اس سے کہ اس حدیث میں عباد اللہ سے مراد اولیاء اللہ ہیں یا ملائکۃ اللہ اس حدیث سے ہمارا مدعا ثابت ہوگیا کہ مصیبت کے وقت بندگانِ خدا کو مدد کے لئے پکارنا شرک نہیں عین توحید ہے۔ اور اس حدیث کے حکم کی تعمیل ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہم بوقتِ مصیبت فرشتوں سے بھی مدد طلب کرتے ہیں اور اولیاء و انبیاء وغیرھم محبوبانِ خدا سے بھی کہ یہ سب اس حدیث کے لفظ یا عباداللہ اعینونی کے اطلاق میں داخل ہیں۔ اور دیوبندی توحیدی ٹولہ صرف فرشتوں سے امداد طلب کرتا ہے اولیاء و انبیاء سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون واللہ لایھدی القوم الظالمین ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم.**

(۲) اور امام عقیلی کتاب الضعفاء میں اور امام طبرانی اوسط میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ " تم میری امت کے مہربان لوگوں سے حاجتیں طلب کرو کہ تمہیں حاجتیں عطا کی جائیں گی اور تم کامیاب ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میری رحمت میرے بندوں میں جو مہربانی والے ہیں ان میں ہے۔ اور تم سخت دل لوگوں سے حاجتیں طلب نہ کرو کہ تمہیں حاجتیں عطا نہ کی جائیں گی اور نہ تم کامیاب ہوگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میری ناراضگی ان لوگوں میں ہے۔ (جامع صغیر ص ۴۴ جلد ۱)

اس حدیث کو امام جلال الدین سیوطی نے ضعیف لکھا ہے۔ مگر اس کا ضعف مضر نہیں

---

(۴) توحیدی صاحب کا سیحبسھا کا ترجمہ "اور ایک جگہ متعین ہوتے ہیں" بتانا بھی اپنی جہالت تامہ کا واضح ثبوت دینا ہے۔ بلکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ " وہ حاضر فرشتہ چوپائے کو عنقریب روک دے گا" اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا سوال ہے۔ واللہ اعلم

کیونکہ فضائل الاعمال میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہوتی ہے۔ **کمالا یخفی واللہ اعلم۔**

(۳) اور محدث جلیل حاکم مستدرک میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میری امت کے مہربان لوگوں سے اچھائی مانگو تو تم ان کی پناہ میں چین سے زندگی گزارو گے۔ (الأمن والعلیٰ ص ۲۸)

(۴) اور امام بخاری تاریخ میں اور امام ابن ابی الدنیا کتاب قضاء الحوائج میں اور ابو یعلیٰ مسند میں اور طبرانی معجم کبیر میں اور امام بیہقی شعب الایمان میں اور ابن عدی کامل میں اور امام ابن عساکر وغیرھم محدثین حضرت عائشہ صدیقہ وغیرھا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ۔** بھلائی اور اپنی حاجتیں خوش رویوں سے مانگو۔ (جامع صغیر ص ۴۴ جلد ا وحسنہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

اس حدیث مبارکہ کے ماتحت امام اہل سنت فاضل بریلوی لکھتے ہیں۔ " یہ خوش رو حضرات اولیاء کرام ہیں کہ حسن ازلی جن سے محبت فرماتا ہے۔ **من کثرت صلاتہ باللیل حسن وجھہ بالنھار** اور جود کامل وسخائے کامل بھی انہیں کا حصہ ہے کہ وقت عطا شگفتہ روئی جس کا ادنیٰ ثمرہ ہے۔" (الأمن والعلیٰ ص ۲۹)

الحمدللہ ان چار احادیث متبرکہ سے ہر ایمان والے پر یہ روشن ہوگیا کہ بوقت مصیبت وحاجت اللہ کے بندوں سے امداد طلب کرنا اور ان سے اپنی حاجتوں کا سوال کرنا جائز ہے۔ کلمہ مذکورہ " یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی المدد " بھی بندگانِ خدا سے استمداد ہی کا کلمہ ہے تو یہ کیونکر جائز نہ ہوگا۔ اور اس کا کہنے والا کیونکر مشرک ہو جائے گا۔ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔

علمائے اہل سنت کی تصریحات

اگرچہ ہماری پیش کردہ ان چار حدیثوں سے کلمہء مبارکہ " یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ " کا کلمہء حق ہونا بخوبی ثابت ہوگیا ہے مگر ہم اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے علمائے اہل سنت کی بعض تصریحات بھی پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا سید ابوالبرکات احمد شاہ صاحب لاہوری لکھتے ہیں۔ " اب تحقیق فقہاء اور ملاحظہ فرمالیں کہ وہ امداد کن امداد کن کے لئے کیا فرمار ہے ہیں۔حضرت شیخ امام جلال الملۃ والدین جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کتاب انتباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء میں فرماتے ہیں۔" حضور ﷺ اعمالِ امت پر نظر رکھتے ہیں، ان کے گناہ بخشواتے، ان کی بلائیں دفع کراتے ہیں اور حدود زمین میں حضور کا ورود ہے۔ کہیں برکت عطا فرماتے ہیں، کہیں امت کا کوئی نیک آدمی انتقال کرے تو اس کے جنازہ پر تشریف لاتے ہیں اور یہ سب امور آپ کے اشغال برزخ میں سے ہیں اور اس کی سند میں بہت سی حدیثیں اور آثار وارد ہیں"۔

اور شاہ ولی اللہ اپنی کتاب انتباہ میں قضاء حاجات کے لئے یہ ختم شریف کا قاعدہ نقل کرتے ہیں " اول دو رکعت نفل بعد از آں یک صد و یازدہ بار درود شریف بعد از اں یک صد و یازدہ بار کلمہ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیئا للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی " اور شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری اپنے فتاویٰ میں پوری بحث فرما کر لکھتے ہیں۔" بے شک انبیاء مرسلین اولیاء وصلحاء سے مدد مانگنی جائز ہے اور انبیاء و رسل و اولیاء و صالحین وفات کے بعد بھی امداد فرماتے ہیں۔"

اور علامہ خیر الدین رملی ندائے یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ کو جائز فرمار ہے ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ خیریہ میں ہے۔ قولهم یا شیخ عبدالقادر فهو نداء اذا اضیف الیه شئی فهو طلب الشئی اکراماً فما الموجب لحرمته . یعنی لوگوں کا یا شیخ عبدالقادر شیئا للہ کہنا ایک ندآء ہے جب اس کی طرف کوئی شئے نسبت کی جائے تو اس شئے کا اللہ تعالیٰ کی عزت و اکرام کے لئے مانگنا مراد ہوتا ہے۔ پھر اس کی حرمت کی کیا وجہ ہے۔"

اور علامہ شامی حاشیہ درمختار میں گم شدہ چیز کے ملنے کا ایک عمل بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔" بلندی پر جا کر حضرت سید احمد بن علوان یمنی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے فاتحہ پڑھے پھر یوں کہے یا سیدی احمد یا ر بن علوان تو وہ گم شدہ چیز (اے میرے سردار احمد یار بن علوان آپ میری گم شدہ چیز عطا فرمادیں۔) ان شاء اللہ مل جائے گی۔"

ناظرین خود فیصلہ کریں کہ جب نداء یا شیخ شرک ہے تو کیا یہ اولیآء وفقہاء علماء سب کے سب شرک کی تعلیم دینے والے ہوئے؟

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی جن کی بدولت ہندوستان میں حدیث آئی اپنی کتاب زبدۃ الآثار شریف میں فرماتے ہیں۔ کہ شیخ الکونین غوث الملوین سیدی محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ فی حاجۃ قضیت لہ۔ یعنی جو شخص تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے اس کی تکلیف دفع ہو جائے۔ اور جو سختی کے وقت میں میرا نام لے کر پکارے اس کی سختی دور ہو۔ اور جو اپنی حاجت میں اللہ تعالیٰ کے حضور میرا وسیلہ پیش کرے اس کی مراد برآئے۔ (کتاب وہابیوں کے شرک کی کہانی ان کے اکابر کی زبانی ص ۱۲۱)

الحمدللہ ان احادیث متبرکہ اور ارشادات عالیہ سے "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ المدد" کہنے کا جواز اپنے ذروۂ کمال کو پہنچا اور یہ ماننے والوں کے لئے کافی وافی ہے ورنہ معاندین کے لئے تو دفتر بے کار ہیں۔ واللہ لایهدی القوم الظالمین وهذاآخر ماأردنا ايراده فی هذه المقالة المباركة تقبلها الله تعالیٰ بمنه العظيم ورسوله الكريم ﷺ وانا الفقير الحقير ابو الكرم احمد حسين قاسم الحيدری الرضوی الهاشمی القريشی غفر الله لهٗ. خادم دارالافتاء بالجامعة الحيدرية فضل المدارس ببلدة سهنسه من مضافات آزادكشمير. (۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ء)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

انتیسواں مقالہ

فیضانِ قبورالصالحین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الامین وعلیٰ الہٖ واصحابہ اجمعین اما بعد۔

آج کل اہلِ سنت مشکلات و حاجات درپیش ہونے پر اولیاء کاملین کے مزاراتِ طیبہ پر حاضری دیتے اور ان کے وسیلہ سے اپنی مرادیں اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں مثلاً خواجہ معین الدین چشتی، داتا گنج بخش علی ہجویری، پیر شاہ غازی، بابا فرید گنج شکر اور پیر غلام حیدر علی شاہ جلالپوری وغیرھم اولیائے کاملین رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات طیبہ پر حاضری کا دستور سوادِ اعظم اہلِ سنت میں موجود ہے۔ مگر آج کل کا نام نہاد توحیدی ٹولہ قبورِ صالحین کی برکتوں کا منکر ہے۔ وہ ان سے فیضانِ الٰہی کے حصول کو خلافِ اسلام قرار دیتا ہے۔ اور اہلِ سنت جو قبورِ صالحین کی برکتوں کے قائل ہیں اور ان سے کسبِ فیضانِ الٰہی کے لئے ان پر حاضری دیتے ہیں وہ انہیں مشرک و قبر پرست قرار دیتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ.

حالانکہ اگر احادیث و تفاسیر اور بزرگانِ دین کے واقعات کا مطالعہ کیا جائے تو اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ صحابہءکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دورِ سعید سے لے کر آج تک ہر دور کے مسلمان قبورِ صالحین کی برکتوں کے قائل ہیں اور وہ ان پر اپنی حاجتیں لے کر حاضری دیتے اور مرادیں حاصل کرتے رہے ہیں۔ ولہٰذا قبورِ صالحین پر حاجتیں لے جانے کو حرام و شرک قرار دینا سخت گمراہی اور بے دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین

اس مختصر رسالہ میں ہم جید علمائے اہلِ سنت کی کتبِ معتبرہ سے چند واقعات نقل کرتے ہیں جن سے ہمارے متذکرہ بالا دعویٰ کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ وباللہ التوفیق.

۱۔ خاتمۃ المحدثین امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ "حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا مانگی۔ انت ولي في الدنيا والاخرة ج توفني مسلماً والحقني بالصالحين۔ پھر اس کے بعد وہ ایک ہفتہ یا اس سے چند دن زائد زندہ رہ کر فوت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ اہلِ مصر ان کی قبر کے متعلق جھگڑے تو انہیں مرمری صندوق میں رکھ کر دریائے نیل کی اعلیٰ جانب میں دفنا دیا گیا۔

تا کہ دریائے نیل کی دونوں جانبوں کو ان کی برکت حاصل ہو۔ (تفسیر جلالین ص ۱۹۹)

اور اس کے حاشیہ میں خطیب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "اہلِ مصر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جائے دفن کے بارہ میں جھگڑے کیونکہ ہر محلہ والے ان کی برکت کی امید رکھتے ہوئے انہیں اپنے محلہ میں دفنانا چاہتے تھے۔ پھر اس پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ انہیں مرمر کی صندوق میں رکھ کر دریائے نیل کی اس جگہ میں دفنایا جائے جہاں سے اس کا پانی تقسیم ہونا شروع ہوتا ہے۔ تا کہ ان کی قبر پر سے سارا پانی گزرے تو دونوں طرف کے لوگ ان کی برکت سے فیض یاب ہوں۔ اور حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ پہلے انہیں دائیں جانب میں دفنایا گیا تو دائیں جانب ہری ہوتی مگر بائیں جانب خشک رہ جاتی تھی۔ پھر انہیں بائیں جانب میں دفنایا گیا تو بائیں جانب ہری ہوتی مگر دائیں جانب خشک رہ جاتی تھی۔ اس وجہ سے انہوں نے انہیں دریائے نیل کے وسط میں دفنایا تا کہ دونوں جانبیں ہری ہوں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے ان کا وہ تابوت نکلوایا اور انہیں ملک شام میں لے جا کر اپنے آباء و اجداد کی قبور کے قریب دفنایا" (حاشیہ جلالین ص ۱۹۹)

۲۔ اور عارف باللہ امام غزالی لکھتے ہیں۔ "روایت میں آیا ہے کہ ایک دن ابلیس لعین نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔ کیا آپ ہی وہ شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے رسالت کے لئے چنا اور ان سے کلام فرمائی؟ فرمایا۔ ہاں۔ اور اے فلاں! تیرا مقصود کیا ہے؟ اور تُو کون ہے؟ ابلیس نے کہا۔ اے موسیٰ! آپ اپنے رب سے فرمائیں کہ تیری مخلوقات میں سے ایک مخلوق نے تجھ سے توبہ کا سوال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیج کر فرمایا۔ آپ اس سے فرمائیں کہ بلاشبہ اللہ نے تیرا سوال سن لیا ہے۔ اور آپ اسے حکم دیں کہ وہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کو سجدہ کرے۔ فاذاسجد لہٗ قبلت توبتہ ٗ وغفرتُ لہ ذنوبہٗ ۔ پس جب وہ آدم کی قبر کو سجدہ کرے گا میں اس کی توبہ قبول کروں گا اور اس کے گناہ بخش دوں گا۔

موسیٰ علیہ السلام نے ابلیس کو یہ حکم خداوندی سنایا تو وہ کہنے لگا۔ اے موسیٰ! میں

نے جنت میں آدم کو سجدہ نہیں کیا تھا۔ اب ان کے مرنے کے بعد ان کی قبر کو کیسے سجدہ کروں۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۳۶)

اس سے معلوم ہوا کہ صالحین کی قبور پر توبہ کرنے والے کی توبہ ضرور قبول ہوتی ہے اور اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ مگر یہ فیضان اسی کے دامنِ مراد میں پڑتا ہے جو صالحین کا ادب واحترام کرتا اور ان سے محبت وعقیدت رکھتا ہے۔ ورنہ محرومی ہی مقدر بنتی ہے۔

۳۔ اور محدث جلیل امام دارمی اپنی صحیح میں اور محدث خطیب بغدادی مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت ابوالجوزاء سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اہلِ مدینہ سخت قحط سالی میں مبتلاء ہوئے تو انہوں نے اس کی شکایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی۔ مائی صاحبہ نے فرمایا۔ **انظروا الی قبر رسول اللہ ﷺ فاجعلوا منه كوةً الیٰ السمآء حتی لا یکون بینهٗ وبین السمآء سقف** . رسولِ اللہ ﷺ کی قبر کی طرف نظر کرو۔ پھر آسمان کی طرف اس کا ایک روشن دان بناؤ تاکہ قبرِ رسول اللہ ﷺ اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ ہو۔ سو انہوں نے یہی کام کیا تو اتنی بارشیں ہوئیں کہ اس سال خوب گھاس پیدا ہوئے اور اونٹ اتنے موٹے تازے ہوئے کہ ان کی چربی ان کے جسموں سے پھوٹنے لگی اور اس سال کا نام عام الفتق (چربی پھوٹنے کا سال) رکھا گیا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۳۵ جلد ۲)

تیرے روضے کو نہ کیوں قبلہء حاجات کہوں — لوٹ کر شاد گیا جو کوئی ناشاد آیا
لے گیا دل کی مرادوں سے وہ بھر کر دامن — جو تیرے روضہ پہ کرتا ہوا فریاد آیا

(قبالہء بخشش ص ۲۰)

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا — نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

(حدائق بخشش ص ۳)

اور امام احمد بن زینی وحلان اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ "علامہ مراغی نے فرمایا ہے کہ قحط سالی کے وقت اہلِ مدینہ کا دستور ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ

کی قبرِ انور پر روشن دان بناتے ہیں۔ اور اس روشن دان کی صورت یہ ہے کہ حجرۂ مطہرہ کے قبہ کی نچلی سطح میں روشندان بنایا جاتا ہے۔ اگرچہ حجرہ کا چھت قبر شریف اور آسمان کے درمیان حائل رہتا ہو۔

اور علامہ سید سمہودی علامہ مراغی کی یہ کلام نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں اور آج کل اہلِ مدینہ کا یہ دستور ہے کہ وہ قحط سالی کے وقت حضور ﷺ کے مواجہ شریف کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور وہ خود وہاں جمع ہوتے ہیں۔ (الدرر السنیہ۔ ص ۲۰)

غریبوں کی آماجگاہ بن گیا ہے مقدس فروزاں محمد کا روضہ
جہاں رات زن اترتی ہے مسلسل عنایت کی باراں محمد کا روضہ

۴۔ اور مفسر جلیل امام خازن اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں "صحابی رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسطنطنیہ کی سرزمین میں آخری غزوہ کے دوران شہادت پائی اور وہ اس شہر کی فصیل کے دامن میں مدفون ہوئے. فھم یتبر کون بقبرہ ویستسقون به۔ پس اہلِ قسطنطنیہ آپ کی قبر سے برکت حاصل کرتے ہیں اور اس قبر کے وسیلہ سے بارشیں مانگتے ہیں۔ (تفسیر خازن ص ۱۷۱ جلد ۱)

۵۔ اور جلیل القدر حنفی امام علامہ ابن عابدین شامی حاشیہ درّ مختار میں لکھتے ہیں " اور معرف کرخی بن فیروز مشائخ کبار میں سے ہیں۔ وہ مستجاب الدعوات تھے لوگ ان کی قبر کے وسیلہ سے بارشیں مانگتے ہیں۔ وہ سری سقطی کے استاد ہیں اور ان کی وفات ۲۰۰ء میں ہوئی ہے۔ (ردّ المحتار علیٰ الدّر المختار ص ۴۴ جلد ۱)

۶۔ اور امام قسطلانی مواہب للدنیہ میں فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص نبیء اکرم ﷺ کی قبرِ انور کے پاس کھڑا ہوا اور اس نے یہ دعا مانگی " اے اللہ تو نے غلام آزاد کرنے کا حکم دے رکھا ہے اور یہ تیرے حبیب ہیں اور میں تیرا بندہ ہوں۔ پس تو مجھے اپنے حبیب کے روضہ کے پاس دوزخ سے آزادی عطا فرمادے۔" جونہی اس نے یہ دعا ختم کی ہاتف نے آواز دے کر کہا۔" اے فلاں! تو صرف اپنی آزادی کا سوال کرتا ہے اور تو نے سب مومنوں کی آزادی کا سوال کیوں نہیں کیا؟ چلا جا۔ میں نے تجھے دوزخ سے آزاد

کر دیا ہے۔" (الدرر السنیہ ص ۲۴)

؎ ہے جنت بداماں محمد کا روضہ　　ہے برتر ز بستان محمد کا روضہ
محبت کی دکاں محمد کا روضہ　　عقیدت کا ساماں محمد کا روضہ

۷۔ اور امام طریقت حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حاتم اصم حضور پر نور علیہ ﷺ کے روضہ منورہ پر کھڑے ہوئے اور یہ دعا مانگی۔ "اے میرے رب میں نے تیرے نبی کی قبر کی زیارت کی ہے۔ تو ہمیں یہاں سے محروم نہ لوٹا" ہاتف نے آواز دی۔ اے فلاں! ہم نے تجھے اپنے حبیب کی قبر کی زیارت کا اذن نہیں دیا مگر اس لئے کہ ہم تیری زیارت قبول کریں۔ لوٹ جا اس حال میں کہ ہم نے تجھے اور تیرے ساتھ والے سب زاہرین کو بخش دیا ہے۔ (الدرر السنیہ ص ۲۴)

؎ میری آنکھ کا نور خاک مدینہ　　میں ہوں جس پہ قرباں محمد کا روضہ
عقیدت کا مرکز مدینے کی گلیاں　　غمِ دل کا درماں محمد کا روضہ

۸۔ اور امام شافعی کے استاد امام عتبی کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ علیہ ﷺ کی قبر شریف کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دیہاتی شخص آیا اور اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ پر سلامتی ہو۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ "اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں" (پ ۵ رکوع ۶) اور میں آپ کی بارگاہ میں چلا آیا ہوں اور میں اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور اپنے رب کے پاس آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ دیہاتی نے یہ عرض کرنے کے بعد استغفار پڑھی اور چلا گیا۔ پھر میری آنکھ پر نیند غالب ہوئی تو میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ اے عتبی! اس دیہاتی شخص سے ملو اور اسے بخشش کی خوشخبری سناؤ۔ جاگنے پر میں نے اس دیہاتی کو بہت تلاش کیا مگر وہ مجھے نہ مل سکا۔ (الدرر السنیہ ص ۲۱) (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۸۶۷ جلد ۲)

غریبو سوائے درِ مصطفےٰ کے　　کہیں بھی نہ ہوگا گزارا تمہارا

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

۹۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ کی وفات کے تین دن بعد ایک دیہاتی شخص آیا اور اس نے اپنے آپ کو قبر مصطفےٰ پر پھینک دیا اور عرض کیا ۔ یارسول اللہ! آپ نے فرمایا اور ہم نے آپ کا قول سنا اور آپ نے وہی بات اللہ تعالیٰ سے محفوظ کی جو ہم نے آپ سے محفوظ کی اور جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا گیا اس میں یہ آیت کریمہ موجود ہے " اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں " (پ ۵ رکوع ۶) یارسول اللہ! میں اپنے نفس پر ظلم کر چکا ہوں اور میں اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور آپ کے دربار میں آ پہنچا ہوں ۔ اسی وقت قبر سے آواز آئی ۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ہے "۔ (حجۃ اللہ ص ۸۵۷ جلد۲) (الدرر السنیہ ص ۲۲)

کرم کا سمندر مدینے کی وادی کفیل غیر یباں محمد کا روضہ

بڑا لطف پرور، بڑا کیف آور بڑا انور افشاں محمد کا روضہ

(۱۰) اور امام محمد بن المنکدر کے بیٹے فرماتے ہیں کہ ایک یمنی شخص نے میرے والد کے پاس اسی دینار امانت رکھے کیونکہ وہ جہاد میں جانے کا ارادہ رکھتا تھا ۔ جاتے وقت اس نے کہا اگر آپ کو یہ رقم خرچ کرنے کی ضرورت پڑے تو آپ اسے خرچ کر سکتے ہیں ۔ ان دنوں مدینہ میں قحط پڑا تو میرے والد نے وہ رقم فی سبیل اللہ تقسیم کر دی ۔ جب وہ یمنی آدمی واپس آیا اور اس نے اپنی امانت کا مطالبہ کیا تو میرے والد نے فرمایا کل آکر اپنی رقم لے جانا ۔ جب رات ہوئی تو میرے والد نے وہ رات مسجد نبوی میں اس حال میں گزاری کہ کبھی وہ روضہء انور کے پاس جا کر گریہ وزاری کرتے اور کبھی منبر شریف کے پاس آکر گڑگڑاتے ۔ سحری کے وقت ایک شخص آیا اور اس نے کہا ۔ اے محمد! یہ لے لو ۔ میرے والد نے ہاتھ بڑھا کر ایک تھیلی لے لی ۔ دیکھا تو اس میں پورے اسی دینار موجود تھے ۔ دوسرے دن جب وہ یمنی شخص آیا تو آپ نے وہ رقم اس کے حوالہ کر دی ۔ (حجۃ اللہ علی

العالمین)

؎ ہے رحماتِ حق کا وہ مہبط جہاں پہ ہے دیدہ فروزاں محمد کا روضہ
ہے آنکھوں کی ٹھنڈک مدینے کی بستی سکونِ دل وجاں محمد کا روضہ

(۱۱) اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خازن مالک الدار روایت بیان کرتے ہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہء خلافت میں ایک مرتبہ لوگوں کو سخت قحط سالی پہنچی ۔ بلال بن حارث نامی ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کی قبرِ انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کے لیے بارش مانگیں کیونکہ وہ ہلاک کی جا چکی ہے۔ خواب میں انہیں رسول اللہ کی زیارت ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ عمر کے پاس جا اور اسے میرا اسلام پیش کر اور اسے خبر دے کہ لوگوں کو بارش ملے گی ۔ اور اسے کہہ کہ وہ ہوشیار رہیں ۔ جب حضرت بلال نے یہ پیغام فاروق اعظم کو پہنچایا تو وہ رونے لگے اور فرمانے لگے میں اپنے مقدور میں کوئی کمی نہیں کروں گا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۸۰۷ جلد ۲)

اس حدیث کو امام بیہقی اور امام ابن شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے ۔ (جواہر البحار ص ۱۳۱۴ جلد ۴ عن خلاصۃ الوفاء)

؎ جو خالی ہاتھ آتے ہیں مرادیں لے کے جاتے ہیں تمہارے در پہ اک میلہ لگا ہے اہلِ حاجت کا
(قبالہ بخشش)

؎ خوب ہے جود و عطائے مصطفےٰ دونوں عالم ہیں گدائے مصطفےٰ
جس سے ملتی ہیں خدا کی نعمتیں ہے وہ سنگِ بارگاہِ مصطفےٰ

(۱۲) اور حرم مدینہ کے مجاور یوسف بن علی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھ پر قرض ہو گیا۔ میں نے مدینہ منورہ سے نکل جانے کا ارادہ کیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور قرض کے متعلق فریاد کی ۔ پھر خواب میں آپ کی زیارت ہوئی تو آپ نے مجھے بیٹھے رہنے کا اشارہ فرمایا۔ بیدار ہونے پر میں نے جانے کا ارادہ ترک کر دیا ۔ تھوڑے دنوں میں اللہ تعالیٰ نے میرے پاس ایسے لوگ بھیجے جنہوں نے میرا قرض ادا کر دیا۔
(حجۃ اللہ العالمین ص ۷۹۰ جلد ۲)

انہی کے در کا صدقہ بٹ رہا ہے بزم عالم میں　　یہ داتا ہیں انہی کے در پہ منگتا سب خدائی ہے
خدا نے بخش دی ان کو حکومت سارے عالم کی　　جہاں کے ذرہ ذرہ پہ انہی کی شہنشاہی ہے

(۱۳)۔ امام ابو بکر بن مقری فرماتے ہیں کہ میں اور امام طبرانی اور ابو شیخ تینوں حرم مدینہ میں سخت بھوک کی حالت میں تھے۔ شام کے وقت میں قبر نبوی پر حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم بھوکے ہیں۔ پھر میں واپس آ گیا۔ میں تو سو گیا میرے دونوں ساتھی بیٹھے مطالعہ کر رہے تھے۔ اچانک ایک علوی شخص اپنے دو نوکروں کے ہمراہ ایک تھال میں بہت سا کھانا رکھے ہوئے آیا اور وہ تھال ہمارے حوالے کیا۔ ہم نے بیٹھ کر کھانا کھایا اور بچا ہوا کھانا سنبھال لیا۔ پھر وہ شخص کہنے لگا۔ لوگو! تم نے رسول اللہ سے شکایت کی ہے تو انہوں نے مجھے خواب میں تم پر کھانا پیش کرنے کا حکم دیا ہے۔ (جواہر البحار ص ۱۳۱۴ جلد ۴ عن خلاصۃ الوفاء)

دو جہاں کی نعمتوں سے مالا مال　　آستاں پہ ہر گدائے مصطفےٰ

(۱۴)۔ اور ابو العباس ضریر سے مروی ہے کہ ایک دفعہ وہ تین دن تک مدینہ منورہ میں بھوکے رہے پھر قبر مصطفےٰ پر حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں بھوکا ہوں۔ انہوں نے وہ رات کمزوری کی حالت میں گزاری صبح کے وقت ایک خاتون نے انہیں ٹھوکر مار کر جگایا اور وہ انہیں اپنے ساتھ گھر لے گئی اور ان پر گندم کی روٹی، کھجوریں، اور گھی پیش کیے۔ اور کہا۔ اے ابو العباس! کھاؤ۔ کیونکہ میرے نانا جان نے مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے اور تم جب بھی بھوکے ہو ہمارے گھر آ کر کھانا کھا لیا کرو۔ (جواہر البحار ص ۱۳۱۴ جلد ۴ عن خلاصۃ الوفاء)

ہیں جن کی عنایات بے حد و پایاں　　وہ بحر عطا سرور انبیاء ہیں
زمانہ کے حاجت روا، خیر خواہ اور　　مشکل کشا سرور انبیاء ہیں

(۱۵) اور امام عبدالرحمن جزولی فرماتے ہیں کہ ہر سال میری آنکھیں دکھا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ میں مدینہ شریف میں تھا تو میری آنکھیں دکھیں۔ میں رسول اللہ کے روضہ پر حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کے پاس پناہ مانگتا ہوں۔ کیونکہ میری آنکھوں

میں درد ہے۔ یہ کہنا تھا کہ فوراً میری آنکھیں درست ہوگئیں پھر آج تک نبی ﷺ کی برکت سے کبھی نہیں دکھیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۷۹۱ جلد ۲)

(۱۶) اور شیخ ابوعبداللہ رندی فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ کے شہر میں تھا۔ جب میں نے وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا تو میرے ساتھ چند فقراء تھے۔ میں نے روضہ پر حاضر ہوکر عرض کیا۔ یارسول اللہ! مجھے ۲۰ درہم کی حاجت ہے۔ فوراً ایک شخص نے مجھے ۲۰ درہم عطا کردیے۔ (حجۃ اللہ ص ۷۹۱ جلد ۲)

ہر طرف ہوجائے باراں کرم　　　تم نگاہیں جو اٹھاؤ یارسول
دور ہوجائیں ہماری سختیاں　　　ہم کو ہر غم سے بچاؤ یارسول

(۱۷) اور ابوالقاسم بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ روضہ شریف کے پاس ایک شخص نے آذان دی۔ جب اس نے الصلوٰۃ خیر من النوم کہا تو خادم مسجد آیا اور اس نے اسے ایک تھپڑ رسید کیا۔ وہ شخص رویا اور کہنے لگا۔ یارسول اللہ! آپ کی موجودگی میں میرے ساتھ یہ سلوک ہوا ہے۔ فوراً خادم کا ہاتھ شل ہوگیا، اسے اٹھا کر گھر لے جایا گیا اور تین دن بعد مرگیا۔ (حجۃ اللہ ص ۷۹۲ جلد ۲)

بٹ رہی ہے آج بھی جس کی عنائتیں　　　وہ ہے کریم السائلین کون آپ کے سوا

(۱۸) اور روضہ الرسول کی ایک خادمہ ایک ہاشمیہ خاتون سے مروی ہے کہ مجھے تین خادم اذیت دیا کرتے تھے۔ آخر میں نے نبی اکرم سے فریاد کی تو حجرۂ شریفہ سے آواز آئی۔ کیا تیرے لئے میرے اندر نمونہ موجود نہیں؟ صبر کر جس طرح میں نے صبر کیا یا اسی قسم کی کلام فرمائی۔ یہ سنتے ہی میرے دل کا صدمہ چلا گیا اور وہ تینوں خادم مرگئے۔ (حجۃ اللہ ص ۷۹۳ جلد ۲)

ان کے در کا مانگنے والا بنے گا شوق سے　　　جو بھی دیکھے گا بندہ پروری سرکار کی

(۱۹) اور ابن الجلاء فرماتے ہیں کہ میں فاقہ کی حالت میں روضۃ الرسول پر حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یارسول! میں آپ کا مہمان ہوکر فاقہ سے مررہا ہوں۔ پھر خواب میں آپ نے مجھے روٹی عطا فرمائی۔ اس میں سے نصف کھانے کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو باقی

نصف روٹی میرے ہاتھ میں موجود تھی۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۸۰۵ جلد ۲)

آپ کے در کی گدائی یا رسول　　دراصل ہے شہنشاہی یا رسول

(۲۰) اور امام ابن حجر ھیتمی فرماتے ہیں "جاننا چاہیے کہ ہمیشہ سے اہل علم اور اہل حاجات امام اعظم ابو حنیفہ کی قبر کی زیارت کرتے رہے ہیں۔ اور وہ اپنی حاجتیں پوری ہونے کے لئے ان کا وسیلہ پکڑتے رہے ہیں۔ اور اپنی حاجتوں کے حصول کو دیکھتے رہے ہیں۔ امام شافعی جب بغداد میں تھے تو ان سے یہ مروی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں امام ابو حنیفہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ اور ان کی قبر پر حاضری دیتا ہوں۔ پھر جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نفل پڑھ کر امام ابو حنیفہ کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور ان کی بارگاہ میں اپنی حاجت کے پورا ہونے کا سوال کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ میری حاجت جلد پوری فرما دیتا ہے۔" (الخیرات الحسان عربی ص ۶۳)

(۲۱) اور سید احمد بن زینی دحلان فرماتے ہیں "سلطان محمد نے شیخ شمس الدین سے التماس کی کہ وہ انہیں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر کی جگہ دکھائیں۔ شیخ نے فرمایا۔ میں نے ایک جگہ نور دیکھا ہے شاید وہی ان کی قبر ہو۔ پھر وہ اس جگہ آ کر مراقبہ کرنے لگے۔ پھر فرمایا۔ میں نے ابو ایوب انصاری کی روح سے ملاقات کی ہے۔ اور انہوں نے قسطنطنیہ کے فتح ہونے کی خوشخبری دی ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری کوششیں قبول فرمائے کیونکہ تم نے مجھے کفر کے اندھیروں سے نجات دلائی ہے" (الدولۃ العثمانیہ ص ۱۲۷)

(۲۲) اور یہی امام لکھتے ہیں "پھر سلیمان شاہ غرق ہو گئے اور وہ غریق شہید ہو کر فوت ہوئے۔ لوگوں نے انہیں سمندر سے نکال کر جعبر کے قلعہ کے پاس دفنایا۔ وہاں ان کی قبر مشہور ہے۔ لوگ ان کی قبر کی زیارت کرتے ہیں اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ (الدولۃ العثمانیہ ص ۱۱۰)

(۲۳) اور شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں "شاہ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث قدسی دو قسم کی ہے۔ ایک تو یہ کہ پیغام خداوندی جبریل امین لے کر نبی پاک کے پاس آئیں مگر وہ

قرآن میں داخل نہ ہو بوجہ اپنے معجزنہ ہونے کے اور دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جبریل کے واسطہ کے بغیر نبی پاک پر کوئی وحی بھیجے جیسا کہ یہ ارشاد الٰہی ہے۔ اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور۔ جب تم امور میں حیران و پریشان ہو جاؤ تو اصحابِ قبر سے مدد طلب کرو۔ (انفاس العارفین فارسی ص ۱۰۶)

(۲۴) اور مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی کتاب جمال الاولیاء میں ہے۔" آپ کی وفات ۵۲۵ھ میں ہوئی ہے اور اسی جزیرہ میں اپنی مسجد کے برابر مدفون ہوئے ہیں۔ اور آپ کی تربت برکت و فضل میں وہاں مشہور تربتوں میں ہے۔ ان بزرگوں کے آثار و برکات اس مبارک جگہ ظاہر ہوتی رہتی ہیں اور نیک بندوں کا ملجا و ماوٰی ہے۔ اس کو شرجی نے بیان کیا ہے" (جمال الاولیاء ص ۹۵)

یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا ہے اس سے ہر عقلمند صاحبِ انصاف شخص جان سکتا ہے کہ محبوبان خدا، انبیاء و اولیاء و صالحین کے مزاراتِ مقدسہ طیبہ عوام المسلمین کی قبور کی طرح بے فیض نہیں ہوتے بلکہ سعادت مند زائرین جو عقیدتمندی سے ان پر حاضری دیتے اور فیضان قبور الصالحین کا اعتقاد رکھتے ہیں وہ ان اصحابِ قبور بزرگان دین کے روحانی فیوضات و برکات سے ضرور مالا مال ہوتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ خواجہء اجمیری غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی ہجویری کے مزار پرانوار پر چلہ کش رہے۔ اور ان کے باطنی فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے تو آپ نے داتا صاحب کی شان میں یہ شعر کہا جو آج کل مشہور عام ہے۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہر نورِ خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

اللہ کریم جل شانہٗ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بزرگان دین کے روحانی باطنی فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین وھذا آخر ماوردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ النافعۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی سھنسہ من مضافات آزاد کشمیر۔ (۱۳ ربیع الآخر ۱۴۰۸ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

تیسواں مقالہ

محبوبانِ خدا کی

مشکل کشائی کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد۔

ماہ اپریل ۱۹۹۷ء میں راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفراللہ تعالیٰ لہ کو علاقہ سمور (ٹھارہ) تحصیل ڈڈیال ضلع میرپور آزاد کشمیر میں جانے کا اتفاق ہوا۔ نمازِ فجر کے فوراً بعد ایک ساتھی نے کہا کہ ایک مسئلہ بتائیں۔ اور وہ یہ ہے کہ "یا علی مشکل کشا" کہنا جائز ہے یا نہیں؟ راقم الحروف نے پوچھا یہ مسئلہ آپ اپنی طرف سے پوچھ رہے ہیں یا کسی نے یہ مسئلہ اٹھایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ایک اہلِ علم نے کہا ہے کہ یا علی مشکل کشا کہنا گناہ ہے۔ اس لئے آپ سے مسئلہ دریافت کر رہا ہوں۔ اس وقت راقم الحروف نے اس مسئلہ کی زبانی طور پر وضاحت کر دی۔ پھر خیال ہوا کہ عامۃ المسلمین کے افادہ کے لئے اس مسئلہ کو قدرے تفصیل سے لکھ دینا چاہیے۔ بدیں وجہ یہ مختصر رسالہ لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

آیت کریمہ

اللہ رب العزۃ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے۔ **وان یمسسک اللّٰہ بضر فلا کاشف لہٗ الا ھو ج وان یردک بخیر فلارآد لفضلہ یصیب بہ من یشآء من عبادہ ط وھو الغفور الرحیم**

ترجمہ: اور اگر اللہ تجھے تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں اور اگر وہ تیرا بھلا چاہے تو اس کے فضل کا رد کرنے والا کوئی نہیں۔ اسے پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے۔ اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ ۱۱ رکوع ۱۶)

تفسیر: مفسر جلیل امام احمد صاوی **فلا کاشف لہٗ الا ھو** (تو اس کے سوا اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں) کا مفہوم بدیں الفاظ لکھتے ہیں۔ **ای لا دافع ولا مانع لہٗ الا اللّٰہ حقیقۃً فنسبۃ النفع او الضر لغیر اللّٰہ تعالیٰ باعتبار ان اللّٰہ تعالیٰ اجری علی ایدیھم ذلک** ...جار

ہم الخالقون له فان نسبة ذلک لهم من هذه الحيثية كفر.

ترجمہ: یعنی اس کو ٹالنے والا اور روکنے والا حقیقت میں اللہ کے سوا کوئی نہیں ۔ سوا اللہ کے غیروں کی طرف نفع یا نقصان دینے کی جو نسبت کی جاتی ہے وہ اس اعتبار سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نفع یا نقصان کو ان کے ہاتھوں پر جاری فرما دیتا ہے۔ اور اس اعتبار سے نہیں کہ وہ نفع یا نقصان پیدا کرنے والے ہیں۔ کیونکہ اس حیثیت سے غیرِ خدا کی طرف نفع و نقصان کی نسبت کرنا کفر ہے۔ (تفسیرات صاویہ علی الجلالین حصہ دوم ص ۱۷۵)

مشکل کشائی کی قسمیں

آیت کریمہ کی اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ مشکل کشا کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مشکل کشا حقیقی (۲) مشکل کشا مجازی۔ مشکل کشا حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات ہے اور مشکل کشا مجازی اللہ کے محبوب بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنی مشکل کشائی کا سبب بناتا ہے اور وہ ان کے ذریعہ سے عام بندوں کی مشکلیں حل فرماتا ہے۔ اس تقسیم کو نہ ماننا اور محبوبانِ خدا کو مشکل کشا ماننے پر مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ صادر کرنا وہابیہ دیوبندیہ کی ضلالت و جہالت ہے۔ واللّٰہ یهدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم۔

فرشتے باذنہٖ تعالیٰ مشکل کشا ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ سے اپنے بندوں کی مشکلات حل فرماتا ہے اور ان کے سبب سے ان کی مدد فرماتا ہے جیسا کہ بدر و حنین وغیرھما غزوات میں واقع ہوا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لقد نصركم الله فی مواطن كثيرة ويوم حنين. بے شک اللہ تعالیٰ نے بہت جگہوں میں تمہاری مدد فرمائی اور حنین کے دن میں۔ (پ ۱۰ رکوع ۱۰) پھر اپنی اس مدد کی کیفیت بدیں الفاظ بیان کرتا ہے۔ وانزل جنودا لم تروها۔ اور اس نے فرشتوں کے وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے۔ (پ ۱۰ رکوع ۱۰)

اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔ اذ تستغيثون ربكم فاستجاب لكم انی ممدكم بالف من

الملا ئکة مردفین ۔ جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری فریاد سن لی ک
میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزار فرشتوں کی قطار سے ۔ (پ ۹ رکوع ۱۵)
اور تیسری جگہ ارشاد فرماتا ہے اذیوحی ربک الیٰ الملا ئکة انی معکم فثبتو
الذین امنوا ۔ اے محبوب جب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں
مسلمانوں کو ثابت رکھو ۔ (پ ۹ رکوع ۱۶)
الحمد للہ ان آیاتِ متبرکہ سے بالتصریح معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں ک
مشکلات دور کرنے کے لیے فرشتوں کو ذریعہ اور سبب بنا دیتا ہے اس لئے فرشتوں کو مجاز
طور پر مشکل کشا سمجھنا عین اسلام ہے ۔ اسے شرک کہنا سراسر گمراہی ہے ۔

بندگانِ خدا باذنہٖ تعالیٰ مشکل کشا ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ جس طرح بندوں کی مشکلات حل کرنے کے لئے فرشتوں کو اپنی مشکل
کشائی کا ذریعہ بناتا ہے اسی طرح وہ اپنے محبوب انسانوں اور جنوں کو بھی عام بندوں
مشکلات حل کرنے کا ذریعہ بنا دیتا ہے ۔ چنانچہ امام نووی کتاب الاذکار باب مایقو
اذاانفلتت دآبتہٗ میں لکھتے ہیں. روینا فی کتاب ابن السنی عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰ
عنہ عن رسول اللّٰہ ﷺ قال اذا انفلتت دآبة احد کم بارض فلاة فلیناد یاعباد ال
احبسوا یاعباداللّٰہ احبسوا . فان للّٰہ عزوجل فی الارض حاضراً سیحبسہٗ ۔ ترجمہ ۔ اما
ابن السنی کی کتاب میں ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روای
کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کا چوپایہ بنجر زمین می
چھوٹ کر بھاگ جائے تو اسے چاہیے کہ وہ پکار کر کہے ۔ اے اللہ کے بندو! روکو ۔ اے ال
کے بندو! روکو ۔ کیونکہ اللہ عزوجل کے کچھ (بندے) موجود ہوتے ہیں جو عنقریب اس
روک دیں گے ۔ (کتاب الاذکار ص ۲۰۱)

یہ عمل مجرب ہے

امام نووی اس عمل کے مجرب ہونے کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ قلت حکی لی بعض شیوخنا الکبار فی العلم انه انفلتت لهٗ دآبة اظنها بغلة وکان یعرف هذا الحدیث فقالهٗ فحبسها اللّٰه علیهم فی الحال وکنت انا مرةً مع جماعة فانفلتت منها بهیمة وعجز وا عنها فقلتهٗ فوقفت فی الحال بغیر سبب سوی هذاالکلام

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ علم میں بڑے بڑے مشائخ میں سے ایک بزرگ نے مجھ سے اپنا واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ان کی خچر چھوٹ گئی اور وہ اس حدیث کو جانتے تھے اس لیے انہوں نے فرمایا یا عباد اللہ احبسوا، اے اللہ کے بندو! روکو تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اسے اسی حالت میں روک دیا اور ایک مرتبہ میں خود ایک جماعت میں تھا تو ہمارا چوپایہ چھوٹ گیا۔ سب لوگوں نے اسے روکنے کی کوشش کی مگر وہ عاجز آ گئے۔ میں نے کہا۔ یا عباد اللّٰہ احبسوا۔ اے اللہ کے بندو! روکو سو وہ اسی حالت میں رک گیا حالانکہ اس کلام کے سوا اسے روکنے والا بظاہر اور کوئی سبب نہ تھا۔ (کتاب الاذکار ص ۲۰۱)

یہ حدیث حسن ہے

وہابیہ دیوبندیہ کا طریقہ ہے کہ جو آیت یا حدیث ان کے خانہ زاد عقیدے کے خلاف ہو وہ اس آیت کی من گھڑت تاویل کر دیتے ہیں اور اس حدیث کو ضعیف کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔ اس لئے اس حدیث کے بارہ میں محدثین کی تحقیق پیش کرنا نہایت مناسب ہوگا۔ چنانچہ امام علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وفی الحصن وان ارادعونا فلیقل یا عباد اللّٰه اعینونی ثلاثا رواه الطبرانی عن زید بن علی عن عتبة بن غزوان رضی اللّٰه عنه عن النبی ﷺ انه قال اذا ضل احدکم شیئاً اوارا دعوناً وهو بارض لیس بها انیس فلیقل یا عباد اللّٰه اعینونی فان للّٰه عباذًا لاتروهم قال بعض العلماء الثقات هذا حدیث حسن یحتاج الیه المسافرون وروی عن المشائخ انه مجرب قرن به التبجج

ترجمہ: اور کتاب (۱) حصن الحصین (مؤلفہ امام محمد جزری شافعی رحمۃ اللہ علیہ) میں لکھا
ہے کہ اگر کوئی شخص مدد حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو وہ تین بار کہے یا عباد اللہ اعینونی
(اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو) اس حدیث کو امام طبرانی نے حضرت زید بن علی سے
اور انہوں نے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے
روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب تم میں سے کسی ایک شخص کی کوئی شئے گم
ہو جائے یا وہ مدد حاصل کرنے کا ارادہ کرے اس حال میں کہ وہ ایسی جگہ میں ہو جہاں اس
کا کوئی ساتھی نہ ہو تو وہ کہے یا عباداللہ اعینونی ۔ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو سوا
کے بندے موجود ہیں جن کو تم نہیں دیکھتے۔ بعض ثقہ علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے
اور مسافروں کو اس حدیث کی ضرورت پڑتی ہے اور مشائخ سے مروی ہے کہ یہ عمل مجرب
ہے جس کے ساتھ وقار پایا جاتا ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۱۲ جلد ۵)

الحمد للہ۔ قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں اور اپنے مخصوص
بندوں کو عام بندوں کے لیے بوقت مصیبت و مشکل حاجت روا مشکل کشا بنا دیتا ہے۔ اور
ان کے ذریعہ سے مصیبت اور مشکلیں دور فرماتا ہے ولہٰذا حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ
عنہ کو مشکل کشا کہنا جائز ہے۔ ہرگز ہرگز گناہ نہیں۔ جو اس کو گناہ کہتا ہے وہ درحقیقت وہا
دیوبندی عقیدہ والا ہے۔ کیونکہ دیوبندی وہابی ہی غیر خدا کو مشکل کشا کہنے کو ناجائز بلکہ
شرک کہتے ہیں۔ چنانچہ وہابی مولوی عبدالرب دہلوی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا

---

(۱) کتاب حصن حصین مترجم مطبوعہ تاج کمپنی لمٹیڈ کراچی کے ص ۱۷۴ پر ہے "سفر میں
ضرورت کے وقت مدد طلب کرنے کے لیے دعا اور مجرب عمل۔ (۱) سفر میں سواری کا جانور
چھوٹ کر بھاگ جائے تو بلند آواز سے کہے اعینو ایاعباد اللہ رحمکم اللہ ۔ مدد کرو اے اللہ
کے بندو! اللہ تم پر رحم فرمائے۔ (۲) اور اگر کسی مددگار کو بلانا ہو تو بلند آواز سے کہے یا عباد
اللہ اعینونی ۔ (اے اللہ کے بندو میری مدد کرو) مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ عمل آزمودہ
ہے۔

واقعہ لکھنے کے بعد لکھتا ہے ۔ " اب یہاں ایک امر ضروری ہے وہ لکھتا ہوں ۔ بتوفیق اللہ تعالیٰ ۔ وہ یہ ہے کہ مسجد کے ستون کے پیچھے ابن ملجم چھپا کھڑا رہا ۔ آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو خبر نہ ہوئی پھر نادان ہیں وہ لوگ جو آپ کو مشکل کشا جان کر اپنی مشکلوں میں آپ سے مدد طلب کرتے ہیں اور یا علی کا نعرہ لگاتے ہیں ۔ خوف کریں وہ اس بات سے کہ ایسے عقیدہ سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے اور شرک ظلم عظیم ہے " ۔ (فردوس آسیہ ص ۱۸۸)

اور مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کا یہ عقیدہ بھی ملاحظہ ہو کہ " اکثر عوام حضرات اولیاء اللہ کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر اس نیت سے فاتحہ و نیاز دلاتے ہیں کہ ان سے ہماری کاربراری ہوگی ، مال اولاد ملے گی ، ہمارا رزق بڑھے گا ، اور اولاد کی عمر بڑھے گی ہر مسلمان جانتا ہے کہ اس طرح کا عقیدہ صاف شرک ہے ۔ " (اصلاح الرسوم ص ۱۸۴)

بزرگانِ اہلسنت محبوبانِ خدا کو مشکل کشا جانتے ہیں

وہابیہ دیوبندیہ نے عقیدۂ مشکل کشائی کو شرک قرار دیا ہے جیسا کہ ابھی دو حوالے گزرے ہیں ۔ لیکن بزرگانِ اہلسنت علماء و مشائخ محبوبان خدا کو مشکل کشا جانتے اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتے چلے آئے ہیں ۔ چند حوالے ہدیہء ناظرین کئے جاتے ہیں ۔ چنانچہ

(۱) حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی مہتم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور اپنے فتویٰ مبارکہ میں لکھتے ہیں " حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشکل کشا ماننے والے کو گناہگار کہنے والا شخص اکابرین کے مسلک سے جاہل ہے ۔ ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے ۔ تفسیر عزیزی میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

اویسیاں تحصیل مطالب کمالات باطنی از آنہا می نمایند ۔ ترجمہ ۔ اویسی لوگ باطنی کمالات کا مقصد ان سے حاصل کرتے ہیں ۔ اور فرماتے ہیں ۔ اربابِ حاجات حلِ مشکلات خود از آنہا می طلبند ۔ ترجمہ : اہل حاجت اپنی مشکلوں کا حل ان سے طلب کرتے

ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ از اولیاء مدفونین استفادہ جاری است ترجمہ: مدفون اولیاء سے استفادہ جاری ہے۔ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں۔ این فقیر خرقہ از شیخ کردی پوشیدہ وایشاں بعمل آنچہ در جواہر خمسہ است اجازت دادند۔ ترجمہ: اس فقیر نے شیخ ابو طاہر کردی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے جواہر خمسہ میں جو کچھ ہے اس کے عمل کی اجازت دی۔ اسی جواہر خمسہ میں دعائے سیفی کی ترکیب میں لکھا ہے۔ ناد علی ہفت بار یا سہ بار یا یک بار بخواند وآن این است ناد علیاً مظہر العجائب تجدہ عونا لک فی النوائب کل ھم وغم سینجلی بولایتک یا علی یا علی یا علی۔ ترجمہ: ناد علی کو سات بار یا تین بار یا ایک بار پڑھے اور وہ یہ ہے۔ ندا کر حضرت علی کو جو عجائبات کے مظہر ہیں تو تُو ان کو ناگہانی آفتوں اور مصیبتوں میں مددگار پائے گا۔ ہر رنج وغم دور ہو جائے گا آپ کی ولایت کی برکت سے اے علی اے علی۔ اکابر تو فرمائیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رنج وغم اور مشکلوں میں پکارو کہ آپ مشکل کشا ہیں جبکہ مذکورہ شخص جاہل گنوار کہے کہ یہ گناہ ہے۔ ایسا شخص امامت کے قابل نہیں۔ لہٰذا اسے امام نہ بنایا جائے۔"

اھ مافی فتوٰی مولانا عبدالقیوم ہزاروی دامت برکاتھم العالیہ (۱)۔

(۲)۔ حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے تصرف کے متعلق مرزا مظہر جانِ جاناں فرماتے ہیں۔ میں بلا و مصیبت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی روح مبارک سے مدد لیتا ہوں اور یہی مرزا صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں نسبت ما بجناب امیر المؤمنین علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہٗ می رسد وفقیر را نیاز خاص بآن جناب ثابت ست ور وقت عروض عارضہ جسمانی توجہ بہ آنحضرت واقع می شود وسبب حصول شفا می گردد (الامن والعلیٰ ص ۱۰) یعنی میری حضرت امیر المؤمنین شیر خدا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہٗ سے نسبت ہے اور میرے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے خاص نیازمندی ثابت ہے۔ مجھے جب کوئی جسمانی عارضہ (بلاء و مصیبت) لاحق ہوتا ہے تو اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی توجہ حاصل

---

(۱) یہ فتوٰی ہم نے خود اس مسئلہ کے بارہ میں ان سے حاصل کیا ہے۔ اور وہ ہمارے پاس موجود ہے۔

ہوتی ہے اور آپ کی توجہ وعنایت سے شفا حاصل ہو جاتی ہے۔

؎ علی امام من است ومنم غلام علی
ہزار جانِ گرامی فدا بنامِ علی

(ماہنامہ رضوان لاہور بابت نومبر ۱۹۹۵ء صفحہ نمبر ۳۱)

۳۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اولیاء را ہست قدرت از الہ تیر جستہ باز آرندش زراہ۔ ترجمہ: اللہ کے ولیوں کو اس کی طرف سے یہ قدرت ملی ہے کہ وہ چھوٹا ہوا تیر واپس لے آئیں۔

۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

؎ اگر خیریت دنیا وعقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہرچہ می خواہی تمنا کن

ترجمہ: اگر تجھے دنیا وآخرت کی خیریت کی خواہش ہے تو تُو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں چلا آ اور جو کچھ چاہے مانگ لے۔

۵۔ حضرت خواجہ غریب نواز شیخ الاسلام قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "مندرجہ ذیل شعر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توجہ کے لیے کثرت سے پڑھنا چاہیے۔ تعداد کا اندازہ محبت پر موقوف ہے۔

بگیسوئے شہید کربلا وروئے گل گونش
گرہ از کار ما شیر خدا مشکل کشا بکشا

ترجمہ: شہدکربلا کے گیسو اور پھول جیسے خوبصورت چہرہ کے طفیل ہمارے کام سے گرہ اے شیرِ خدا مشکل کشا کھول دے۔ (انوار قمریہ ص ۱۴۹)

۷۔ حضرت میاں محمد صاحب عارف کھڑی شریف لکھتے ہیں۔

؎ ہر مشکل دی کنجی یارو ہتھ مرداں دے آئی
مرد نگاہ کرن جس ویلے مشکل رہ نہ کائی

اور یہی بزرگ حضرت پیر شاہ غازی بادشاہ قلندر کھڑی شریف رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں

لکھتے ہیں۔

؎ پیر میرا ہے دمڑی والا پیر شاہ قلندر
ہر مشکل وچ مدد کریندا دویں جہانیں اندر

۸۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین ملت حضرت مولانا احمد خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
یا رسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے
مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے
کر بلائیں رد شہید کربلا کے واسطے

حاکم حکیم داد و دوا دیں، یہ کچھ نہ دیں
مردک مراد یہ کس آیت خبر کی ہے

(حدائق بخشش)

دیوبندی حوالے

(۱) اکابر اہل دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی لکھتے ہیں۔

؎ اے رسول ہاشمی فریاد ہے یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آجکل اے مرے مشکل کشا فریاد ہے

(کلیات امدادیہ صفحہ نمبر ۳۲۳)

؎ کھول دے دل میں در علم حقیقت میرے رب
ہادی عالم علی مشکل کشا کے واسطے (کلیات امدادیہ ص ۹۳)

۳۔ دیوبندی مولوی قاضی زاہد الحسینی لکھتا ہے۔ "ناظرین کی روحانی تربیت کے لئے

شجرۂ چشتیہ صابریہ حسینیہ درج کیا جاتا ہے۔ یہ وہ شجرہ ہے جو اس گناہگار کا ورد ہے۔ اور اسی کو بحمدہٖ تعالیٰ حج کے دوران پڑھا گیا ہے۔ الی اَن قال

جہل وغفلت دور کر دے اور اٹھا دے سب حجاب

دل سے بس علم وعمل کا، میرے چمکے آفتاب

ہادیء عالم علی مشکل کشا کے واسطے

(نجاتِ دارین ص ۲۶۶)

۳۔ دیوبندی مولوی حسین احمد مدنی۔ "شجرہ مبارکہ منظومہ چشتیہ صابریہ امدادیہ رشیدیہ حسینیہ مدنیہ" کے عنوان کے ماتحت لکھتا ہے۔

کر عطا ظاہر میں آثارِ شریعت میرے رب

کر عطا باطن میں اسرارِ طریقت میرے رب

دور کر دل سے حجابِ جہل وغفلت میرے رب

کھول دے دل میں درِ علم حقیقت میرے رب

ہادیء عالم علی مشکل کشا کے واسطے (سلاسل طیبہ ص ۱۰۲)

۴۔ دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی نے درج ذیل شعر لکھا ہے۔

دستگیری کیجئے میرے نبی کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی

۵۔ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے حاجی امداد اللہ صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ حاجی صاحب نے فرمایا۔ "ایک بار مجھے ایک مشکل پیش تھی اور حل نہ ہوتی تھی۔ میں نے حطیم میں کھڑے ہو کر کہا کہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم وبیش اولیاء اللہ یہاں ہو اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو۔ یہ کہہ کر میں نے نماز نفل شروع کر دی۔ میرے نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا اور وہ بھی میرے پاس ہی نماز میں مشغول ہو گیا۔ اس کے آنے سے میری مشکل حل ہو گئی۔ جب میں نے نماز ختم کی وہ بھی سلام پھیر کر چلا گیا"۔ (امداد المشتاق ص ۱۲۱)

۶۔ مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی کی وفات پر مولوی محمود الحسن دیوبندی نے ان

کے بارہ میں چند مرثیے لکھے جنہیں کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارن پور نے شائع کیا۔
اس کے چند اشعار ہدیہء ناظرین کیے جاتے ہیں۔

ے علائق اور امیدوں کے لئے خدام واعدآء کے
وہ حلال معاقد تھے غضبِ تیغ صفا ہانی (مرثیہ ص ۱۰)

ے مشکلات ہوتے تھے سب اس کے اشاروں پر طے
مہر اور قہر میں تھے اس کے نعم اور نقم (مرثیہ ص ۲۲)

ے سب مریضوں کے لئے ایک وہی تھا انار
سینکڑوں زہر تھے تریاق تھا بس اس کا دم
مردوں کو زندہ کیا، زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم (مرثیہ ص ۲۲)

وہابی حوالے

مولانا ڈاکٹر سعید احمد الحق نقشبندی فریدی اپنے مضمون " وسیلہ " میں لکھتے ہیں " یہ مسئلہ اب اختلافی ہوا ہے ورنہ کچھ عرصہ قبل تمام مکاتبِ فکر کے اکابرین کلماتِ ندا کے ساتھ وسیلہ طلب کرتے رہے ہیں۔

ے قبلہء دیں مدد دے، کعبہء ایماں مدد دے
ابن قیم مدد دے' قاضی شوکاں مدد دے

علامہ وحید الزمان صاحب اہل حدیث (وہابی) اپنی معروف تصنیف ہدیۃ المھدی کے صفحہ نمبر ۲۳ پر رقمطراز ہیں۔ " غیر اللہ کے لیے نداء مطلقاً جائز ہے۔ چاہے زندہ کو پکارا جائے چاہے مردہ کو۔ اور حدیث اعمٰی (یہ حدیث زیب عنوان ہے) میں ثابت ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ کا پاؤں سن ہوگیا تو انہوں نے یا محمد کہا اور ایک حدیث میں یا عباد اللہ اعینونی کہنے کا حکم ہے۔ اسی طرح جب شاہِ روم نے تین مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف بلایا تو انہوں نے وامحمداہ کہا۔ نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت

اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے یا عمراہ یا عمراہ کہا۔ اور سید نے اپنی کتابوں میں ابن قیم مددوے قاضی شوکاں مددوے تحریر کیا ہے۔ اور مدد چاہی ہے۔ بزرگانِ دین سے استمداد حق ہے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ اپنے پیارے محبوب کے وسیلہ سے صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین" (ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال بابت ستمبر ۱۹۹۷ء صفحہ نمبر ۶)

الحمد للہ۔ یہاں تک جو حوالے پیش کیے گئے ہیں ان سے ثابت ہوا کہ بریلوی علمائے اہل سنت اور دیوبندی وہابی مولوی محبوبانِ خدا کو حاجت روا مشکل کشا سمجھتے ہیں اور ان سے اپنی حاجات و مشکلات کے حل ہونے کی التجائیں بھی کرتے ہیں۔ ولہٰذا محبوبانِ خدا کو بالعموم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بالخصوص مشکل کشا کہنا جائز ہے۔ کسی طرح گناہ نہیں۔ جو اسے گناہ کہتا ہے جاہل اکابر کے مسلک سے بے خبر ہے۔ واللّٰہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم۔

اہل دیوبند پر اعتراض

اہل دیوبند پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ وہ ایک طرف غیر خدا کو مشکل کشا سمجھنے کو شرک کہتے ہیں جیسا کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے اصلاح الرسوم میں لکھا ہے۔ اور دوسری طرف وہ خود محبوبانِ خدا کو مشکل کشا حاجت روا کہتے ہیں جیسا کہ چند حوالے ابھی گزرے ہیں اس لئے یا تو ان کا یہ فتویٰ غلط ہے یا اگر یہ فتویٰ صحیح ہے تو ان کے جن جن مولویوں نے محبوبانِ خدا کو مشکل کشا کہا ہے اور ان سے امدادیں مانگی ہیں وہ سب مشرک ہونے چاہئیں۔ اس اعتراض سے بچنے کے لئے قاضی زاہد الحسینی آف اٹک لکھتا ہے۔"

حضرت مدنی نے اپنے ایک گرامی نامہ میں لفظ مشکل کشا کے استعمال کی جو وجہ بتلائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ مشکل کشا عربی کے حلال المعاقد کا ترجمہ ہے جس کا معنی ہے علمی مشکل امور کو کھولنے والا۔ چونکہ حضرت علی بڑے بڑے مشکل مسائل حل کرنے میں مہارت رکھتے تھے اس لئے اکابردین نے حضرت علی کے لئے مشکل کشا کا لقب اسی معنی میں استعمال فرمایا۔ اس سے مراد خدائی صفت یعنی تکوینی مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور کرنا نہیں۔" (مکتوبات شیخ

الاسلام جلد اول ص ۴۳۸ مکتوب نمبر ۱۴۰) (نجات دارین مؤلفہ قاضی زاہد الحسینی۔ اٹک شہر ص ۲۶۶)

اور قاضی مظہر حسین چکوالی نے مکتوبات شیخ الاسلام کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا۔ " چونکہ آج کل اکثر عوام الناس مشکل کشا سے مراد یہ لیتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کی ہر جگہ ہر زمانے میں مصیبتیں دور فرماتے ہیں اور اس معنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ان الفاظ کا استعمال ناجائز ہے اس لئے احباب شجرہ اگر بجائے مشکل کشا کے علی المرتضٰی کے الفاظ پڑھیں تو بہتر ہوگا۔ تاکہ اعتقادی خرابی نہ پیدا ہو۔ واللہ اعلم الاحقر مظہر حسین۔" (حاشیہ سلاسل طیبہ ص ۱۰۲)

مدنی صاحب کی تاویل باطل ہے

اعتراض سے بچنے کے لئے مدنی صاحب نے مشکل کشا کی جو یہ تاویل کی ہے کہ مشکل سے مراد علمی مشکل ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشکل کشا ہونے کا مطلب علمی مشکلیں کھولنے والا ہے باطل محض ہے۔ کہ اولاً یہ تاویل مدنی صاحب کی خود ساختہ ہے۔ کسی بزرگ کے حوالہ سے انہوں نے پیش نہیں کی ہے۔ ثانیاً خود دیوبند کے اکابر نے مشکل کشا کا لفظ مطلق مشکل کشا کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ محمود الحسن دیوبندی نے مرثیہ میں مولوی رشید احمد گنگوہی کو ہمہ جہت مشکل کشا مانتے ہوئے کہا ہے۔

مشکلات ہوتے تھے سب اس کے اشاروں پر طے ۔ مہر اور قمر میں تھے اس کے نعم و قسم

دیکھئے یہاں مشکلات جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور پھر تخصیص کا احتمال ختم کرنے کے لئے سب کا لفظ بھی لائے ہیں اور مہر و قمر میں نعم و قسم کی موجودگی کا ماننا بھی اس کے عموم کی دلیل ہے۔

ثالثاً اکابر دیوبند کے مسلم بزرگ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی معمول بہ کتاب جواہر خمسہ میں جو نادِ علی لکھا ہے اس میں کل ھم وغم سینجلی بولایتک یا علی کے الفاظ بھی تخصیص کی نفی کر رہے ہیں۔ اور کل کا لفظ عموم کا فائدہ دے رہا ہے۔

رابعاً اگر علمی مشکل کشا ماننا شرک نہیں تو تکوینی مشکل کشا ماننا بھی شرک نہیں ہوگا کہ یہ دونوں مطلق مشکل کشا کی قسمیں ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک قسم کی مشکل کشائی تو عین اسلام ہو اور دوسری قسم کی صاف شرک۔ **فمن ادعی الفرق فعلیه البیان ۔ والله یقول الحق وهو یهدی السبیل .**

حرفِ آخر

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے روزِ روشن کی طرح روشن ہوا کہ اللہ رب العزۃ جل جلالہٗ اپنے مخصوص محبوب بندوں کو روحانی طاقت عطا فرماتا ہے جس کی وجہ سے وہ عام بندوں کے مصائب و مشکلات میں وہ ان کی امداد فرماتے ہیں۔ محبوبانِ خدا کی صفت مشکل کشائی کا انکار گمراہی ہے اور اس عقیدہ کو صاف شرک قرار دینا محبوبانِ خدا کی برکتوں سے محرومی کا ذریعہ اور شرع شریف پر افترٰی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین و **حرره الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر الله تعالیٰ لهٗ.** سہنسہ آزاد کشمیر . (۲۲ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اکتیسواں مقالہ

قبور الصالحین کو بوسہ دینے کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد

بزرگان دین انبیاء و اولیاء کے مزاراتِ متبرکہ کو تعظیماً بوسہ دینے کے مسئلہ میں یہ مختصر رسالہ ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ مقبولیت بخشے آمین۔

فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔

ولا یمسح القبر ولا یقبلہٗ فانّ ذلک من عادۃ النصاری ولا باس بتقبیل قبر والدیہ کذا فی الغرائب ۔ اور زاہر قبر کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ چومے کیونکہ یہ نصرانیوں کا طریقہ ہے اور اپنے والدین کی قبروں کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ کتاب الغرائب میں مذکور ہے۔
(حوالہ فتاوٰی عالمگیری جلد پنجم ص ۳۵۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قبور دو قسم کی ہیں۔ عامۃ المسلمین کی قبور اور معظمین و محبوبانِ خدا کی قبور۔ تعظیمی بوسہ عامۃ المسلمین کی قبور کو نہ دیا جائے کہ ان کی تعظیم کے اظہار کی ضرورت نہیں اور معظمین کی قبور کو تعظیمی بوسہ دیا جائے کہ ان کی تعظیم کا اظہار مقصود ہے۔ بدیں وجہ امام ابن حجر کتاب فتح الباری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں۔

استنبط بعضھم من مشروعیۃ تقبیل الارکان جواز تقبیل کل من یستحق العظمۃ من ادمی وغیرہ و نقل عن الامام احمد انہ سئل عن تقبیل منبر النبی ﷺ و تقبیل قبرہ فلم یربہ باساً ونقل عن ابن ابی الصیف الیمانی احد علماء ملۃ من الشافعیۃ جواز تقبیل المصحف و اجزاء الحدیث وقبور الصالین ۔ یعنی بعض علماء نے ارکان کعبہ کے چومنے کے جواز سے ہر عظمت کی مستحق شئے آدمی وغیرہ کو بوسہ دینے کا جواز اخذ کیا ہے۔ اور امام احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کے منبر اور قبر کو بوسہ دینے کے بارہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور شافعی المذھب عالم دین ابن ابی الصیف الیمانی سے قرآن و حدیث کی کتابوں اور نیکوں کی قبور کو چومنے کا جواز نقل کیا گیا ہے۔ (فتح الباری بحوالہ کتاب جاء الحق ص ۳۶۹)

اور امام جلال الملۃ والدین سیوطی توشیح میں فرماتے ہیں۔ **استنبط بعض العارفین من تقبیل**

الحجر الاسود تقبیل قبور الصالحین (جاء الحق ص ۳۶۹)

یعنی حجر اسود کے بوسہ سے بعض نے صالحین کی قبور کے بوسہ کا جواز اخذ کیا ہے۔

اور شیخ محمود حسن ربیع الازہری (مدرس جامعۃ الازہر۔مصر) کتاب الجواب المشکور عن اسئلۃ القبور میں لکھتے ہیں۔ قد صرّح غیر واحد من الائمة هداة الامة باباحة التمسح بقبور الصالحین و تقبیلها و تمریغ الخد علیها حتّٰی و تقبیل اعتابها بقصد التبرک و منع من ذلک بعضهم لکنّه قال بالکراهة لا بالحرمة فضلاً عن التکفیر ۔ بہت سے امت کے ہدایت دہندہ علمائے دین نے صالحین کی قبور کو ہاتھ لگانے اور چومنے اور ان پر اپنے رخسار رگڑنے کی اباحت کی تصریح کی ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے صالحین کی چوکھٹوں کو تعظیماً چومنا بالتصریح جائز قرار دیا ہے۔ اور بعض علماء نے ان کاموں سے جو منع کیا اس میں ان کی مراد کراہت ہے نہ کہ حرمت یا تکفیر۔

پھر ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں۔ امام زرقانی نے اپنی شرح میں فرمایا ہے کہ امام ابن ابی الصیف الیمانی الشافعی سے قرآن مجید اور قبور صالحین کے بوسہ کا جواز منقول ہے۔ اور امام سید سمہودی کتاب خلاصۃ الوفاء میں لکھتے ہیں کہ امام اسماعیل تیمی نے حضرت ابن المنکدر کے بارہ میں روایت بیان کی ہے کہ انہیں بہرہ پن کی بیماری لاحق ہوتی تو وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر پر اپنا رخسار رکھ دیتے تھے۔ پھر جب انہیں اس فعل پر ملامت کی گئی تو انہوں نے فرمایا. انه یستشفی بقبر النبی ﷺ۔ یعنی وہ نبی ﷺ کی قبر سے شفا طلب کرتے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم ﷺ کی قبر پر اپنا ہاتھ رکھا کرتے تھے اور عمدہ سند کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب شام کے علاقہ سے آکر روضہ نبوی کی زیارت کی تو رونے لگے و یمرّغ وجههٗ علی القبر الشریف لمحضر من الصحابة و لم ینکر ذلک علیه احد ۔ اور قبر شریف پر اپنا چہرہ رگڑنے لگے اور انہوں نے یہ کام صحابہ کی موجودگی میں کیا اور کسی ایک صحابی نے بھی ان کے اس عمل پر اعتراض نہ کیا۔ اور اسی طرح حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں بھی مروی ہے کہ انہوں نے روم سے آکر اسی طرح کیا تھا

اور ملامت کرنے والوں سے فرمایا ما اجھلکم بفعل العاشقین ۔تم عاشقوں کے فعل سے کس قدر بے خبر ہو اور پھر شاعر کا یہ شعر پڑھا۔

امر علی الدیار دیار سلمیٰ ۔ اُقبّلُ ذالجدار و ذالجدار

وماحبّ الدیار شغفن قلبی ۔ و لکنّ حبّ من سکن الدیار

میں سلمیٰ کے شہر سے گزرتا ہوں تو اس کی دیواروں کو چومتا ہوں ۔اس شہر کی محبت نے میرے دل کو مشغول نہیں کیا بلکہ جو اس میں آباد ہے اس کی محبت نے میرے دل کو مشغول کیا ہے۔

اور شیخ منصور بہوتی حنبلی کی کتاب حاشیۃ الاقناع میں ہے۔اور تیرے لئے ان کی جلالت قدر کافی ہے کہ امام احمد بن حنبل کے شاگرد ابراہیم بن حربی نے فرمایا۔یستحب تقبیل حجرۃ النبی ﷺ ۔حضور ﷺ کے حجرۂ مبارکہ کو چومنا مستحب ہے۔اور کتاب حاشیۃ الایضاح میں فرمایا کہ امام عز بن جماعۃ نے مصنف ایضاح کے قبر نبوی کو چومنے اور چھونے سے منع کرنے پر امام احمد بن حنبل کے اس قول سے ان کا رد فرمایا کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔اور انہوں نے اُن پر امام ابن ابی الصیف اور امام طبری کے اس قول سے بھی رد فرمایا کہ قبر شریف کو چومنا اور چھونا جائز ہے ۔و علیہ عمل العلماء الصالحین اور اس طریقہ پر نیک علماء کا عمل ہے۔اور امام سبکی کے اس قول سے بھی رد فرمایا کہ قبر نبوی کو چھونے کی ممانعت پر اجماع امت قائم نہیں ہوا ہے۔پھر امام سبکی نے وہ حدیث ذکر فرمائی جس میں مذکور ہے کہ اچانک مروان کے پاس ایک شخص قبر شریف سے چمٹا ہوا تھا۔اور اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ وہ شخص حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ و ھذا الحدیث اخرجہ احمد والطبرانی و النسائی اور اس حدیث کو امام احمد بن حنبل طبرانی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

مشائخ چشتیہ کا موقف

انہی روایات مبارکہ کی بناء پر ہمارے مشائخ چشتیہ اولیاء کرام کی قبور مبارکہ کو

بوسہ دینے کے جواز کے قائل ہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔ یہاں صرف اختصار کے پیشِ نظر تقبیل قبور صالحین کے متعلق چند دلائل سپرد قلم کیے جاتے ہیں۔

(۱) صاحب عقل وفہم کے سامنے یہ بات مخفی نہیں کہ مقدس ومتبرک چیزوں کو بوسہ دینا سجدہ نہیں۔

اگر بوسہ دینا سجدہ ہوتا تو پیشانی زمین پر رکھے بغیر ہر رکعت کے بعد دوبار زمین چومنے سے سجدہ ادا ہو جاتا اور نماز جائز ہو جاتی حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

(۲) متبرک اشیاء ومقامات مقدسہ کو بوسہ دینے کے لئے یہ ایک واضح برھان اور دلیل ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دیا جاتا ہے۔

(۳) علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں تحریر فرماتے ہیں۔ اما تقبیل الاماکن الشریفة علیٰ قصد التبرک و کذلک تقبیل ایدی الصالحین و ارجلهم فهو حسن محمود باعتبار القصد والنیّة۔ یعنی حسن نیت سے خیر و برکات کے حصول کے لئے مقدس مقامات اور صالحین کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا بہتر اور امر مستحسن ہے۔

(۴) حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منبر اور قبر نبی ﷺ کو بوسہ دینے کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

رسالہ تنویر الابصار بتقبیل المزار

حضرت خواجہ شیخ الاسلام قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اس مسئلہ میں عربی زبان میں تنویر الابصار بتقبیل المزار کے نام سے ایک مستقل رسالہ بھی مرتب فرمایا ہے اس رسالہ کا اردو ترجمہ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے جون ۱۹۸۹ء کے شمارہ میں شائع ہوا ہے۔ اس رسالہ میں اس مسئلہ کے ثبوت میں چھ دلائل پیش کئے گئے ہیں۔

پہلی دلیل میں فرماتے ہیں۔

" حضرت علامہ عینی (حنفی) رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری کی

جلد۴ صفحہ نمبر ۲۰۷ پر ایک نفیس بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مقدس مقامات کو بطور تبرک بوسہ دینے اور بزرگانِ دین کے مبارک ہاتھ پاؤں کو قصداً وارادۃً چوم لینے میں کوئی حرج نہیں ۔ یہ ایک مستحسن فعل ہے ۔ بعد ازاں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نواسہء رسول حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا ۔ آپ مجھے وہ بابرکت جگہ دکھائیں جس پر ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بوسہ دیا تھا ۔ آپ نے ناف مبارک سے کپڑا اٹھایا تو حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خانوادۂ مصطفویہ اور آثارِ نبویہ ﷺ سے برکت حاصل کرنے کے لئے اس جگہ پر بوسہ دیا ۔"

اور دوسری دلیل میں فرماتے ہیں ۔

" حضرت علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مجھے حافظ ابوسعید بن علائی نے بتلایا کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قدیم نسخہ جس پر اُن کے ناظر اور دیگر حفاظ کرام کا حاشیہ درج ہے ۔ اس کے اندر لکھا ہوا دیکھا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا ۔ کیا حضور نبی کریم ﷺ کے روضۂ انور اور آپ کے منبر مبارک کو بوسہ دینا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا ۔ جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ۔ حافظ ابوسعید کہتے ہیں کہ میں نے یہ عبارت شیخ تقی الدین بن تیمیہ کو جا کر دکھائی تو وہ متعجب ہوا اور کہنے لگا ۔ میں امام احمد کی جلالتِ علمی کا صمیم قلب سے معترف ہوں لیکن اِن کے اس فتویٰ سے انتہائی حیران ہوں کہ یہ اُن کا کلام اور اُن کے کلام کا مفہوم کیسے ہوسکتا ہے؟ حافظ ابوسعید فرمانے لگے کہ میں تمہیں ان کے متعلق اس سے زیادہ حیرت انگیز بات سناتا ہوں وہ یہ کہ ہمارے سامنے امام احمد بن حنبل کے متعلق یہ روایت بیان کی گئی کہ آپ نے ایک مرتبہ اپنے استادِ مکرم حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قمیص مبارک کو دھویا پھر وہ پانی جس سے قمیص دھوئی تھی اسے بطور تبرک نوش فرمالیا ۔ جب امام احمد کے نزدیک اہلِ علم کی تعظیم کا یہ حال ہے تو ان کے ہاں صحابہ کرام کی قدر ومنزلت اور انبیاءِ کرام علیہم السلام کے آثار وتکریم کا کیا حال ہوگا ۔"

اور تیسری دلیل میں فرماتے ہیں ۔

" امام طبری فرماتے ہیں کہ جب حجرِ اسود کو بوسہ دینا جائز ہے تو اس سے ہم بوسہ

دینے کا جواز مستنبط کر سکتے ہیں۔ کیونکہ جس چیز کے چومنے میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم پوشیدہ ہو اُسے بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ بفرض محال اگر بوسہ کے مستحب ہونے کے لئے ہمارے پاس کوئی روایت بطور دلیل موجود نہ ہو تو بوسہ کے مکروہ ہونے کے بارہ میں بھی تو کہیں کوئی روایت نہیں ملتی"

اور چوتھی دلیل میں فرماتے ہیں۔

"علامہ عینی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا جان حضرت محمد بن ابی بکر کی ایک کتاب کے حاشیہ میں یہ روایت دیکھی کہ انہوں نے اسے امام ابوعبداللہ محمد بن ابوالصیف سے روایت کیا کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم جب قرآن حکیم دیکھتے تو اسے بوسہ دیتے۔ اور جب صالحین کے مزارات دیکھتے تو انہیں بھی تبرکاً چوما کرتے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ بعید نہیں کہ وہ یہ امور سرانجام دیتے ہوں جن جن امور میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم پوشیدہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

اور پانچویں دلیل میں فرماتے ہیں۔

"امام المحدثین امام احمد بن محمد بن حنبل اپنی مسند میں حضرت داؤد بن صالح سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک روز خلیفہ مروان مدینہ منورہ آیا تو اُس نے ایک شخص کو دیکھا جو سرکار دو عالم ﷺ کے مزار اقدس پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے تھا۔ مروان نے کہا تم یہ کیا کر رہے ہو؟ وہ اُس کی طرف متوجہ ہوا تو مروان کیا دیکھتا ہے کہ وہ میزبانِ رسول ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ فرمایا ہاں مجھے بخوبی علم ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں؟ میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے دربارِ پُرانوار پر حاضر ہوا ہوں کسی بے جان پتھر کے پاس نہیں آیا۔ کان کھول کر سن لے کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جب دین کے والی اُس کے اہل ہوں اُس وقت دین پر نہ رونا۔ بلکہ جب دین کے والی نااہل آجائیں تب دین کی خستہ حالی پر اشک بہانا۔" (مسند امام احمد جلد ۵ ص ۴۲۲ مطبوعہ مصر)

اور چھٹی دلیل میں مروان والی مذکورہ بالا حدیث ہی امام حاکم کی کتاب مستدرک جلد

۴ص ۵۱۵ حدیث صحیح الاسناد کے حوالہ سے ذکر فرمائی ہے۔
پھر آخر پر "مسئلہ تقبیل مزارت کا ماحصل" ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔
"اے اپنی عقل اور اپنے علم پر ناز کرنے والو۔ ہوش مندی سے ذرا غور و فکر کر کے بتلاؤ کہ آیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے۔ جبکہ نبی مکرم ﷺ کا واضح ارشاد گرامی ہے۔" میرے صحابہ ہدایت کے ستارے ہیں۔ اُن میں سے جس کسی کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔" اب خود ہی بتلاؤ کہ کیا تاجدار کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت و تکریم سے آدمی کافر ہو جاتا ہے"۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ جون ۱۹۸۹ء)

حضرت قبلہ امیر حزب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ

شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا رسالہ پر ہمارے پیر و مرشد حضرت قبلہ امیر حزب اللہ سیّد ابوالبرکات محمد فضل شاہ صاحب جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تقریظ تحریر فرمائی جس کا ترجمہ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور میں بدیں الفاظ شائع ہوا ہے۔ " حضرت شیخ الاسلام نے اس پمفلٹ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ سو فی صد درست ہے۔ بلاشک آپ کے اندازِ بیان میں کمال جدّت و ندرت اور طرزِ استدلال میں حد درجہ استحکام پایا جاتا ہے۔ اب (اس رسالہ کے بعد) حق ظاہر ہو گیا اور حق ظاہر ہونے کے بعد بجز گمراہی کے اور کچھ نہیں۔

حضرت قبلہ امیر حزب اللہ جلالپوری کے ارشادات

میرے پیر و مرشد حضرت قبلہ امیر حزب اللہ سیّد ابوالبرکات محمد فضل شاہ جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں پروفیسر عبدالغنی صاحب لکھتے ہیں۔
" صاحبزادہ سیّد محمد فضل شاہ صاحب نے دیر تک کٹہرے کو بوسے دیے۔ آنکھیں لگائیں۔ رخسار رگڑے۔ صاحبزادہ صاحب یعنی حضرت قبلہ امیرِ حزب اللہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر

فرماتے ہیں کہ ایک ہندوستانی مولوی نے دمشق کی تعریف میں کئی صفحات سیاہ کر ڈالے۔ مگر مدینہ منورہ کے متعلق وہ لکھتا ہے کہ کٹہرے کو بوسہ دینا ممنوع ہے۔ صاجزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مولوی خشک ملانے ہیں۔ جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش کو بوسہ دیا اور خلیفہ اوّل صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رفیقِ غار کے جسم اطہر پر فوتیدگی کے بعد بوسہ دیا تو ہم کہاں کے ایسے متقی پرہیزگار اور بدعات سے مجتنب رہنے والے نکل آئے کہ نبی اکرم ﷺ کے اس مزار کو بھی بوسہ نہ دیں جن کے ہم پر بے شمار احسان واکرام ہیں۔

؎ شکرِ نعمت ہائے تُو چنداں کہ نعمت ہائے تُو

صاجزادہ صاحب نے مولوی صاحب کو متنبہ کیا کہ

؎ گر فرقِ مراتب نکنی زندیقی۔

اور فرمایا کہ ہم سجدۂ قبر کے تہ دل سے مخالف ہیں اور سجدہ لغیر اللہ کو ناجائز سمجھتے ہیں بلکہ اگر عبادت کے طور پر کیا جائے تو مرتکب کو کافر تک کہنے کو تیار ہیں مگر ایسی اکڑفوں کے قائل نہیں کہ بوسہ تک نہ دیں۔ حالانکہ فقہاء نے اپنے والدین کی قبر پر بوسہ دینا مستحسن بلکہ سنت لکھا ہے۔

حدیث وقرآن سے ثابت ہے کہ وہ مسلمان مسلمان ہی نہیں جو اپنے رسول کو اپنے والدین اور خویش واقارب سے زیادہ دوست نہ رکھے۔

؎ فکرِ ہرکس بقدر ہمّت اُوست (کتاب امیر حزب اللہ ص ۱۶۳)

راقم الحروف کے مشاہدات

(۱) خواجہ غریب نواز حضرت قبلہ امیر حزب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ظاہری میں بارہا عرس شریف پر راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفراللہ تعالیٰ لہٗ کو حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ اپنے پیر ومرشد کامل رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ اعلیٰ حضور پیر سیّد غلام حیدر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ مبارکہ کی چوکھٹ اور مزار اقدس کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ والحمد

للہ علیٰ ذلک

(۲) ۱۳۷۸ھ میں راقم الحروف فقیر حیدری رضوی کو آستانہ عالیہ سیال شریف پر حاضری کا شرف ملا۔ مزاراتِ مقدسہ پر حاضری کے وقت دیکھا کہ حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ ننگے سر ننگے پاؤں دیوانہ وار مزاراتِ طیبہ کو چومتے اُن پر رخسار رگڑتے اور اپنے بزرگانِ طریقت کی بارگاہ میں عجز و نیاز پیش کر رہے ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ لکھتے ہیں۔ " مولانا برھان الحق کا رسالہ دربارہ تقبیلِ قبر مدت سے آیا ہوا ہے۔ ماشآء اللہ بہت اچھا لکھا ہے۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور فقیر کا مختار دربارۂ مزاراتِ طیبہ بلحاظ ادب منع عوام ہے۔"
(اکرام امام احمد رضا ص ۱۲۹ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور)

اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خواص کے لئے مزاراتِ طیبہ کو بوسہ دینا جائز ہے۔ پھر جو کام خواص کے لئے جائز ہو وہ عوام کے لئے زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی (۱) ہی ہوسکتا ہے۔ اور مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہوتا ہے نہ کہ ناجائز یا حرام و شرک

خود اعلیٰ حضرت دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے۔ اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔ **لکل مقام مقال ولکل مقال رجال ولکل رجال مجال ولکل مجال منال نسأل اللّٰہ حسن المال و عندہ العلم بحقیقۃ کل حال واللّٰہ تعالیٰ اعلم.** " (احکام شریعت ص ۲۳۴)

---

(۱) شیخ محمود حسن ربیع ازھری کا یہ قول گزر چکا ہے ومنع من ذلک بعضھم لکنہ قال بالکراھۃ لابالحرمۃ فضلاعن التکفیر اس سے ثابت ہوا کہ مانعین کے نزدیک کراہت تنزیہی ہے۔ جواز کا انکار انہیں بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

امام الوھابیہ فی الھند مولوی اسماعیل دہلوی نے بزرگانِ دین کی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی ملنے اور اُن کا غلاف پکڑ کر دعا کرنے کو اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں شرک لکھا تو اس کے ردّ میں حضرت صدر الافاضل مولانا سیّد نعیم الدین مراد آبادی خلیفہ اعلیٰ حضرت نے لکھا۔

" دیوار کجا خاص قبر شریف پر رخسار رکھ دینا تو صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل صفحہ ۱۲۴ میں ہے۔ سبکی کی مثل ایک جماعت نے نووی کی مخالفت کی بایں دلیل کہ حضرت ابن المنکدر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما اصحابِ رسول ﷺ سے منقول ہے کہ اُن میں سے ہی ایک صاحب نے اپنا رخسار قبر اطہر پر رکھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنا داہنا ہاتھ قبر شریف پر رکھا اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا چہرہ مزار شریف پر رکھا۔ پھر سب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ بے شک محبت میں استغراق اور وارفتگی اس کی اجازت دیتی ہے اور اس سے تعظیم ہی مقصود ہے۔ اور حالتِ حیات کی طرح اب بھی اہلِ ذوق کے مراتب مختلف ہیں۔ بعض بے قرار ہو کر اس کی مبادرت کرتے ہیں اور بعض کو قرار ہوتا ہے تو وہ پیچھے رہتے ہیں۔ ایسا ہی خلاصۃ الوفاء ص ۶۱ میں ہے۔ مگر اس میں اس قدر اور بھی ہے۔ ونقل عن ابی الصیف والمحب الطبری جواز تقبیل قبور الصالحین۔ یعنی ابوالصیف اور محب طبری سے قبور صالحین کو بوسہ دینے کا جواز منقول ہے۔ اگرچہ عوام کی گمراہی کے اندیشہ سے اس میں احتیاط مناسب ہے۔ لیکن جو افعال کہ صحابہء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہیں اُن کو محض اپنی رائے فاسد سے بے دھڑک شرک بتا دینا صحابہ پر الزام شرک لگانا اور کھلی گمراہی ہے" (اطیب البیان ص ۲۰۰)

امام شہاب الدین خفاجی کا ارشاد

امام شہاب الدین خفاجی شرح شفا شریف میں لکھتے ہیں ۔وھذا امر غیر مجمع علیہ ولذاقال احمد والطبری لاباس بتقبیلہ والتزامہ وروی انّ ابا ایوب الانصاری کان یلتزم القبر الشریف وقیل و ھذا لغیر من لم یغلبہ الشوق والمحبۃ و ھو کلام حسن ۔اور اس بات (یعنی صالحین کی قبور کو بوسہ دینے کی ممانعت) پر اجماع قائم نہیں ہوا ہے۔ ولہذا امام احمد بن حنبل اور امام طبری نے فرمایا۔ صالحین کی قبروں کو بوسہ دینے اور ان سے چمٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک ﷺ کی قبر شریف کے ساتھ چمٹا کرتے تھے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ (قبر کو بوسہ نہ دینا اور اس سے نہ چمٹ جانا) اُس شخص کے حق میں ہے جس پر شوق ومحبت کا غلبہ نہ ہو۔ اور یہ کلام اچھی ہے۔ (نسیم الریاض جلد سوم ص ۵۲۴ مطبوعہ مصر)

شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

شاہ احمد سعید مجددی لکھتے ہیں۔" میں کہتا ہوں کہ مطالب المومنین میں مرقوم ہے کہ والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ روی عن ابن عمر انہ کان یضع یدہ الیمنی علیٰ القبر ۔حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ قبر نبوی پر اپنا دایاں ہاتھ رکھا کرتے تھے۔ وورد فی سند جیّد انّ بلا لاًلمّا زارہ ﷺ من الشام للمنام السابق ذکرہ جعل یبکی و یمرّغ وجھہ علی القبر ۔اور عمدہ سند کے ساتھ آیا ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ خواب کی وجہ سے شام سے آکر نبی ﷺ کی زیارت کی تو وہ رونے لگے اور قبر پر اپنا چہرہ رگڑنے لگے۔ و جآء عن فاطمۃ رضی اللہ عنھا انّہ ﷺ لمّا قبر اخذت فاطمۃ ابنتہٗ قبضۃً من تراب قبرہ و جعلتہ علیٰ عینیھا بکت وانشدت

ماذا علیٰ من شمّ تربة احمد . ان لایشم مدی الزمان غوالیا

صبّت علّی مصائب لو انّها . صبت علی الایام صرن لیا لیا.

(ترجمہ) اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں روایت میں آیا ہے کہ جب حضور ﷺ کو قبر انور میں داخل کیا گیا تو انہوں نے قبر انور کی مٹی سے ایک مُٹھی لی اور اُسے اپنی آنکھوں پر رکھا اور رونا شروع کر دیا اور یہ شعر پڑھے۔ کیا حرج ہے اُس شخص کے لئے جس نے حضور ﷺ کے مزار کی مٹی سونگھی ہو کہ وہ مدت دراز تک قیمتی خوشبوئیں نہ سونگھے.. مجھ پر مصائب ڈال دیئے گئے اور اگر وہ مصائب دنوں پر ڈالے جاتے تو وہ راتیں ہو جائے۔

اور حضرت بلال اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی روایتیں ذکر کرنے کے بعد محدث خطیب نے فرمایا۔ بلا شبہ محبت میں استغراق قبر بوسی کے جواز و اجازت پر ابھارتا ہے۔ اور اس سے مقصود صاحب قبر کا احترام و تعظیم ہے۔ والناس یختلف مراتبھم فی ذلک کما یختلف فی حیا ته فأ نا س حین یرون لا یملکون انفسھم بل یبادرون ۔ اور اس بارہ میں لوگوں کے مراتب مختلف ہیں جس طرح کہ صاحبِ قبر کی زندگی میں معاملہ ہوتا ہے۔ سو بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جو مزارت کو دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے بلکہ وہ مبادرت کر کے قبر کو بوسہ دیتے ہیں۔" (تحقیق الحق المبین بجواب مسائل اربعین ص ۶۶ مطبوعہ بزم رضا گوجرانوالہ) و ھذا آخر ماردنا ایراده فی ھذه المقالة المفیدة تقبلھا اللّٰہ تعالیٰ بمنّه العظیم و رسوله الکریم ﷺ (۱۵ جمادی الآخر ۱۴۱۴ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بتیسواں مقالہ

نجاۃ الطالحین

بشفاعۃ عباداللہ الصالحین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد ۔

جناب راجہ معروف حسین خان صاحب (ساکن موضع بھیائی تحصیل سنہسہ آزاد کشمیر) حال مقیم انگلینڈ نے اپنے ایک خط میں راقم الحروف کو خواجہ محمد اسلام کی کتاب "موت کا منظر" مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور کے صفحہ نمبر ۱۸۷ کی فوٹوسٹیٹ کاپی بھیجی اور اس کے بارے میں بایں الفاظ استفسار کیا کہ "میں نے اسلامی بک جس کا نام موت کا منظر ہے اور اس کے رائٹر جناب خواجہ محمد اسلام صاحب ہیں اس میں چند ایسی باتیں پڑھی ہیں جو میں نہیں سمجھ سکا۔ اس لئے میں اس کی دو عدد فوٹو کاپیاں آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ آپ مہربانی کر کے انہیں پڑھیں اور بتائیں کہ کیا یہ باتیں ہمارے عقیدہ کے مطابق ٹھیک ہیں یا نہیں؟ ذرا تفصیل سے بتائیں۔ آپ کی مہربانی ہوگی" بدیں وجہ ہم نے یہ مختصر رسالہ لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعہ ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

کتاب "موت کا منظر" کی بھیجی ہوئی عبارت

خواجہ محمد اسلام نے اپنی کتاب "موت کا منظر" کے صفحہ نمبر ۱۸۷ پر جو عبارت لکھی ہے اور راجہ معروف حسین نے ہمیں بھیجی ہے وہ یہ ہے۔ "ارشاد فرمایا سرور عالم ﷺ نے کہ قیامت کے روز حضرت ابراہیم کی ان کے باپ آذر سے ملاقات ہو جائے گی۔ ان کے باپ کے چہرے پر سیاہی ہوگی اور گرد پڑی ہوگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے فرمائیں گے۔ کیا میں نے نہ کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟ ان کا باپ کہے گا میں آج آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں عرض کریں گے کہ آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ قیامت کے دن مجھے آپ رسوا نہ کریں گے۔ اس سے زیادہ کیا رسوائی ہوگی کہ میرا باپ ہلاک ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے کافروں پر جنت حرام کر دی ہے۔ (تمہارا باپ عذاب سے بچ کر جنت میں نہ جا سکے گا۔) پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ آپ کے پاؤں میں کیا

ہے؟ وہ نظر کریں گے تو ایک لتھڑا ہوا بجو نظر آئے گا۔ پھر اس بجو کی ٹانگیں پکڑ کر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (بخاری)

اللہ تعالیٰ شانہ اپنی قدرت سے آزر کو بجو کی شکل میں کر دیں گے۔ تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسوائی نہ ہو۔ اور ان کو اپنے باپ کی صورت دیکھ کر ترس بھی نہ آوے۔ اللہ اللہ یہ کس کے باپ کا انجام ہوا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا جو نبیوں کے باپ ہیں۔ اور خدا کے دوست جن کی ملت کا اتباع کرنے کا حکم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ہوا۔ جنہوں نے خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ کافر باپ کے حق میں ان کی سفارش بھی نہ چلی۔ کہاں ہیں وہ پیر فقیر جو نسب اور رشتہ پر فخر کرنے والے ہیں اور جو برے کرتوتوں کے ساتھ رشتوں کی آڑ لے کر بخشے جانے کی امید وار بنے ہوئے ہیں"۔ (موت کا منظر ص ۱۸۷، ۱۸۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بتوفیق الملک الوہاب عزوجل

خواجہ محمد اسلام کی مندرجہ بالا عبارت بلاشبہ ہمارے عقیدہ کے سراسر خلاف ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارخ ہیں آزر آپ کا چچا ہے۔

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے

محقق علمائے کرام کے نزدیک آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں بلکہ چچا ہے اور آپ کے والد کا نام تارخ ہے۔ قرآن مجید میں آزر کو جو ابراہیم علیہ السلام کا باپ کہا گیا ہے یہ حقیقۃً نہیں بلکہ مجازاً کہا گیا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ "اہل تواریخ و اہل کتابین کا اجماع ہے کہ آزر باپ نہ تھا۔ سیدنا خلیل علیہ سلام الجلیل کا چچا تھا۔" (شمول الاسلام ص ۱۵)

اور مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں" یہاں (آیت کریمہ واذ قال ابراہیم لابیہ

آذر) باپ سے مراد چچا ہے۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا۔ وہ موحد مومن تھے۔ چچا کا نام آذر تھا۔ یہ مشرک تھا۔ **(ازقاموس ومسالک الحنفاء لعلامہ سیوطی ازخزائن العرفان)**

عرب میں عام طور پر چچا کو باپ کہا جاتا ہے۔ قران کریم نے بھی چچا کو باپ بہت جگہ فرمایا ہے۔ **والہ آباءک ابراھیم واسماعیل واسحٰق** ۔ حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنا والد فرمایا۔ (مفردات امام راغب وتفسیر کبیر وغیرہ ازخزائن العرفان)

(نورالعرفان حاشیہ کنزالایمان ص ۲۱۷)

الحمد للہ اس سے معلوم ہوا کہ اس مؤلف کا یہ لکھنا کہ اللہ اللہ یہ کس کے باپ کا انجام ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا جونبیوں کے باپ ہیں الخ" خلاف تحقیق ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

سرور انبیاء شفیع المذنبین ہیں

ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ " قیامت کے دن مرتبہ شفاعت کبریٰ حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ جب تک حضور ﷺ فتح باب شفاعت نہ فرمائیں گے کسی کو مجال شفاعت نہ ہوگی۔ بلکہ حقیقۃً جتنے شفاعت کرنے والے ہیں وہ سب اپنی شفاعت حضور ﷺ کے دربار میں لائیں گے۔ اور اللہ عزوجل کے حضور میں مخلوقات میں صرف حضور ﷺ شفیع ہیں اور شفاعت کبریٰ مومن کافر مطیع عاصی سب کے لئے ہے کہ وہ سب انتظار حساب جوسخت جانگزا ہوگا جس کے لئے لوگ تمنائیں کریں گے کہ کاش جہنم میں پھینک دیئے جاتے اور اس انتظار سے نجات پاتے اس بلا سے چھٹکارا کفار کو بھی حضور ﷺ کی بدولت ملے گا۔ جس پر اولین وآخرین، موافقین ومخالفین اور مومنین وکافرین سب حضور ﷺ کی حمد کریں گے۔ اسی کا نام مقام محمود ہے۔ اور شفاعت کے اور اقسام بھی ہیں۔ مثلاً بہتوں کو بلا حساب جنت میں داخل فرمائیں گے۔ جن میں چار ارب نوے کروڑ کی تعداد معلوم ہے۔ اس سے بہت زائد اور ہیں جو اللہ ورسول عزوجل ﷺ کے علم میں ہیں۔ بہترے وہ ہوں گے جن کا

حساب ہو چکا ہے اور مستحق جہنم ہو چکے ان کو جہنم سے بچائیں گے۔ اور بعضوں کی شفاعت فرما کر جہنم سے نکالیں گے۔ اور بعض کے درجات بلند فرمائیں گے اور بعضوں سے تخفیف عذاب فرمائیں گے۔ الغرض ہر قسم کی شفاعت حضور ﷺ کے لئے ثابت ہے۔ **شفاعت بالوجاهه، شفاعت بالمحبة، شفاعت بالاذن** ان میں سے کسی کا انکار وہی کرے گا جو گمراہ ہے۔ نیز منصب شفاعت حضور ﷺ کو دیا جا چکا ہے۔ حضور ﷺ خود فرماتے ہیں **اعطیت الشفاعة** (میں شفاعت دیا گیا ہوں) اور ان کا رب فرماتا ہے۔ **واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات** ۔ مغفرت چاہو اپنے خاصوں کے گناہوں اور عام مومنین و مومنات کے گناہوں کی۔ شفاعت اور کس چیز کا نام ہے۔ **اللھم ارزقنا شفاعة حبیبک الکریم یوم لاینفع مال ولا بنون الامن اتی اللہ بقلب سلیم**" (بہار شریعت ص ۱۹ حصہ اول)

؎ آپ کے ماسوا آج محشر کے دن — کس کو اذن شفاعت میرے مصطفےٰ
یا شفیع المذنبین یا رحمۃ اللعالمین — اپنے قاسم کے گناہوں کو گوارا کرلیں

حضور ﷺ اہل کبائر کی شفاعت فرمائیں گے

ائمہ محدثین حضرات احمد بن حنبل، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، حاکم، طبرانی اور خطیب حضرات جابر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا **شفاعتی لاھل الکبائر من امتی** ۔ میری شفاعت میری امت کے بڑے بڑے گناہگاروں کے لئے ہے۔ (جامع الصغیر ص ۴۰ جلد ۲)

؎ آج لے ان کی پناہ اور آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

(۲) محدث خطیب حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا **شفاعتی لاھل الذنوب من امتی وان زنی وان سرق** ۔ میری شفاعت میری امت کے گناہگاروں کے لئے ہے۔ اگرچہ کسی نے زناکاری کی ہوگی اور اگرچہ کسی نے

چوری کی ہوگی۔ (جامع صغیر ص ۴۰ جلد ۲)

؎ سیاہ کاری بڑھی حد سے سوا اے قاسمؔ عاصی
چلو ہم بھی بسیں جا کر شفیع المذنبیں کے پاس

(۳) ابو نعیم حلیہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا **شفاعتی مباحة الالمن سب اصحابی** ۔ میری شفاعت حلال ہے مگر اس شخص کے لئے حلال نہیں ہے جو میرے صحابہ کو گالیاں دے گا۔ (جامع صغیر ص ۴۰ جلد ۲)

؎ ہم کو بھی قاسمؔ قیامت میں بچائیں گے وہی ہوں گے جو روز قیامت غمزدہ سب کے لئے

(۴) ابن منیع حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا **شفاعتی یوم القیامة حق فمن لم یؤمن بها لم یکن من اهلها** قیامت کے روز میری شفاعت حق ہے سو جو شخص اس پر ایمان نہیں رکھتا وہ میری شفاعت کا حقدار نہیں ہوگا۔ (جامع صغیر ص ۴۰ جلد ۲ وصحہ)

؎ حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے اور حق کے
قاسمؔ مابین ہے ذات رسول اللہ کی

تنبیہ: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں " منکر مسکین اس حدیث متواتر کو دیکھے اور اپنی جان پر رحم کر کے شفاعت مصطفےٰ ﷺ پر ایمان لائے۔" (اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین ۱۶)

؎ نہ گھبرا قاسمؔ عاصی سیاہکاری کی کثرت سے
وہ دیکھو شافع روز جزا تشریف لے آئے

انبیآء علماء اور شہداء کی شفاعت

امام ابن ماجہ اور امام بیہقی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **یشفع یوم القیامة الانبیآء ثم العلماء ثم الشهداء**

قیامت کے روز سب سے پہلے انبیاء شفاعت فرمائیں گے پھر علماء اور پھر شہداء (بدور السافرۃ ۱۵۹)

(۲) محدث بزار انہی سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یشفع یوم القیامۃ الانبیآء ثم العلماء ثم الشہداء ثم المؤذنون ۔قیامت کے روز سب سے پہلے انبیآء پھر علماء پھر شہداء پھر مؤذنین شفاعت کریں گے۔ (بدور السافرہ ۱۵۰)

(۳) امام طبرانی کبیر میں اور امام بیہقی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" جنت میں مسلمانوں کی ایک قوم ضرور داخل کی جائے گی اللہ کی رحمت اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کے سبب سے جس کو دوزخ میں عذاب ہو رہا ہوگا"۔ (بدور السافرہ ۱۵۹)

(۴) امام اصبہانی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (قیامت کے روز) عالم اور عابد کو لایا جائے گا پھر عابد کو کہا جائے گا۔تو جنت میں داخل ہو جا اور عالم کو کہا جائے گا کہ تُو ٹھہر اور سفارش کر۔

(بدور السافرہ ۱۵۹)

(۵) امام دیلمی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفا روایت بیان کرتے ہیں کہ (قیامت کے روز) عالم دین کو کہا جائے گا کہ تو اپنے شاگردوں کی سفارش کر اگرچہ ان کی تعداد آسمان کے ستاروں کی گنتی کو پہنچ گئی ہو۔ (بدور السافرہ ص ۱۵۹)

اللھم ارزقنا شفاعۃ انبیآء ک واصفیاء ک یوم القیامۃ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

عام مومنین کی شفاعت

(۱) امام بزار اور بیہقی صحیح سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ان الرجل یشفع فی الرجل والرجلین والثلاثۃ یوم القیامۃ (مومن) مرد قیامت کے روز ایک مرد اور دو مردوں اور تین مردوں

کے لئے شفاعت کرے گا۔ (بدور السافرہ ۱۶۰)

(۲) امام طبرانی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا لاتزال الشفاعة بالناس وهم يخرجون من النار حتى ان ابليس الاباليس ليتطاول لها رجاء ان تصيبه ۔مسلمانوں کی شفاعت ہوتی جائے گی اور وہ دوزخ سے نکلتے جائیں گے یہاں تک کہ سب سے بڑا شیطان امید کرے گا کہ شفاعت اس کو بھی پہنچے گی۔
(بدور السافرہ ص ۱۶۰)

(۳) امام بیہقی حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" بلاشبہ میرے رب نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت سے ستر ہزار افراد بے حساب جنت میں داخل فرمائے گا پھر ان میں سے ہر ہزار افراد ستر ہزار افراد کے لئے شفاعت کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے دست قدرت سے تین چلو بھر کر (جنت میں) لائے گا۔" (بدور السافرہ ۱۶۰)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" بلاشبہ ایک جنتی شخص دوزخیوں پر جھانک کر دیکھے گا تو اہل دوزخ میں سے ایک شخص اسے پکار کر کہے گا۔ اے فلاں! کیا تو مجھے نہیں پہچانتا؟ تو وہ کہے گا میں تجھے نہیں پہچانتا۔ تو کون ہے؟ وہ کہے گا کہ میں وہ شخص ہوں کہ دنیا میں تو میرے پاس سے گزرا تھا تو تو نے مجھ سے پانی مانگا تھا اور میں نے تجھے پانی پلایا تھا۔ وہ کہے گا میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔ وہ کہے گا تو اپنے رب کی بارگاہ میں میری سفارش کر سو وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا اور اس کی سفارش کرے گا تو وہ دوزخ سے نکال دیا جائے گا۔" (بدور السافرہ ص ۱۶۱)

(۵) ابن ابی عاصم اور ابو نعیم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان فيو فيهم اجورهم و يزيد هم من فضله (سو ان کی مزدوری انہیں بھرپور دے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا۔ پ ۶ رکوع ۴) کے بارے میں فرمایا يوفيهم اجورهم يد خلهم الجنة ويزيدهم من فضله الشفاعة لمن وجبت له النار ممن صنع اليهم المعروف في الدنيا ۔ اللہ ان کے اجر انہیں بھرپور دے گا

یعنی جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا یعنی وہ ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جن کے لئے دوزخ لازم ہو چکا ہوگا اور انہوں نے دنیا میں ان پر احسان کیا تھا۔ (بدور السافرہ ۱۶۱)

حاجی کی شفاعت

بزار حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا " حاجی اپنے خاندان کے چار سو اشخاص کی شفاعت کرے گا " (بدور السافرہ ص ۱۶۲)

اہل قرآن کی شفاعت

امام ترمذی و ابن ماجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ من قرأ القرآن فاستظهره فاحل حلاله وحرم حرامه ادخله الله الجنة وشفعه فی عشرة من اهل بيته قد وجبت لهم النار ۔ جس شخص نے قرآن پڑھا اور اسے محفوظ کیا پھر اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام جانا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور اسے اس کے گھر والوں میں سے دس اشخاص کی شفاعت کا اذن دے گا جن کے لئے دوزخ لازم ہو چکا ہوگا۔ (بدور السافرہ ص ۱۶۲)

مسلمانوں کے فوت شدہ بچے کی شفاعت

ابو نعیم حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" مسلمانوں کی فوت شدہ اولاد قیامت کے روز عرش کے نیچے اس حال میں ہوگی کہ وہ اپنے ماں باپ کے لئے شفاعت کرے گی تو اس کی شفاعت قبول ہوگی ۔ " (بدور السافرہ ص ۱۶۲)

الحمد للہ ۔ یہاں تک جو احادیث مبارکہ پیش کی گئی ہیں ان سے یہ روز روشن کی

طرح روشن ہوگیا ہے کہ قیامت کے دن انبیاء علماء، شہداء، صلحاء اور عام جنتی مومن
گنا ہگاروں کی شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے ان نیک بندوں کی شفاعت سے
گنا ہگاروں کو بخشے گا اور جنت میں داخل فرمائے گا۔ پس مؤلف کا یہ لکھنا کہ " کہاں ہیں
وہ پیر فقیر جو برے کرتوتوں کے ساتھ رشتوں کی آڑ لے کر بخشے جانے کے امیدوار بنے
ہوئے ہیں " سراسر جہالت وضلالت ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

وہابیہ کا شفاعت کے بارہ میں عقیدہ

امام الوھابیہ فی الھند مولوی اسمٰعیل دہلوی کی مشہور معروف کتاب تفویۃ
الایمان ص ۵۵ میں شفاعت کے بارہ میں وہابیہ کا عقیدہ ان لفظوں میں لکھا ہوا ہے کہ "
اس جگہ ایک بات بڑے کام کی ہے۔ اس کو کان رکھ کر سن لینا چاہیے کہ اکثر لوگ اولیا
انبیاء کی شفاعت پر پھول رہے ہیں اور اس کے معنی غلط سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں۔
شفاعت کی حقیقت سمجھ لینا چاہیے۔ سننا چاہیے کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو اور دنیا میں
سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے جیسے ظاہر کہ بادشاہ کے ہاں کسی شخص کی چوری ثابت ہو جا۔
اور کوئی امیر و وزیر اس کو اپنی سفارش سے بچالے تو ایک یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی
اس چور کے پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچتی ہے مگر ا
امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ و
امیر اس کی سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے۔
بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصہ کو تھام لینا اور ایک چور سے درگزر کر جانا بہتر
اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دیجئے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جاویں او
سلطنت کی رونق گھٹ جاوے اس کو شفاعت وجاہت کہتے ہیں۔ اس امیر کی وجاہت
سبب سے اس کی سفارش چلی۔ اور شفاعت کی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہ زادو
میں سے یا بیگمات میں سے یا کوئی بادشاہ کا معشوق اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جائے ا
چوری کی سزا نہ دینے دے۔ بادشاہ اس کی محبت سے لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف

کر دے تو اس کو شفاعت محبت کہتے ہیں یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی۔ اور وہ یہ بات سمجھے کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس رنج سے کہ جو اس محبوب کے روٹھ جانے سے مجھ کو ہوگا۔ اور شفاعت کی تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری ثابت ہوگئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا سو اس پر شرمندہ ہے۔ رات دن ڈرتا ہے۔ بادشاہ کے آئین کو سر آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیر وار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا۔ رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھیے میرے حق میں کیا حکم فرمائے سو اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس کے آئین کی قدر گھٹ نہ جائے۔ سو کوئی امیر وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے سو اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لئے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر۔ کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی (وہ شخص جو چوروں کو اپنے گھر میں چھپا رکھے اور پناہ دے) جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ ہی چور ہو جاتا ہے۔ اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروانگی سے ہوتی ہے۔ سو اللہ کی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی ولی کی شفاعت کا قرآن وحدیث میں مذکور ہے سو اس کے معنی یہی ہیں۔ سو ہر بندے کو چاہیے کہ ہر دم اللہ ہی کو پکارے۔ اسی سے ڈرتا رہے۔ غرضیکہ جیسی ہر حاجت اپنی اسی کو سونپا چاہیے اسی طرح ہر حاجت بھی اسی کے اختیار پر چھوڑ دیجیے۔ جس کو چاہیے ہمارا شفیع کر دے نہ یہ کہ کسی کی حمایت پر بھروسہ کیجیے اور اس کو اپنی حمایت کے لئے پکاریئے۔" (تفویۃ الایمان مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ۔ شیش محل روڈ لاہور نمبر ۲ کا صفحہ نمبر ۵۵، ۵۶، ۵۷)

وہابیہ کے اس عقیدہ کی تردید

حضرت مولانا صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے وہابیہ کے اس عقیدہ کی تردید بڑے مفصل طریقہ سے اپنی کتاب "اطیب البیان رد تقویت الایمان" میں لکھی ہے۔ اختصار کے پیش نظر یہاں اس کتاب کی چیدہ چیدہ عبارات درج کی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ " صاحب تقویۃ الایمان نے شفاعت کی تین قسمیں بتائی ہیں شفاعت بالوجاہت، شفاعت بالمحبہ اور شفاعت بالاذن یہ بات اس کے دل کی گھڑی ہوئی ہے۔ کہیں سے منقول نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ان کے جو معنے اس نے تجویز کیے ہیں ان پر شفاعت صادق ہی نہیں آتی کیونکہ شفاعت کے معنے ہیں کسی شخص کا اپنے بڑے کے حضور میں اپنے چھوٹے کے لئے سفارش کرنا۔ فتح الباری پارہ ۲۷ صفحہ نمبر ۱۹۴ میں ہے ھی انضمام الادنیٰ الی الاعلیٰ لیستعین به علی مایرومه ۔ اگرچہ کتب میں شفاعت کے یہ معنی لکھے ہیں اور ہر شخص جانتا ہے کہ شفاعت و سفارش اس کا نام ہے کہ کسی صاحب مرتبہ علیا کی جناب میں کوئی قرب و اختصاص رکھنے والا بلحاظ اپنی نیازمندی کے اپنے زیر دستوں کے حق میں لب کشائی کرے مگر امام الوہابیہ کو اب تک شفاعت کے معنی معلوم نہیں ہیں۔ وہ اسی جہل مرکب میں گرفتار ہے کہ شفاعت دھمکی اور دباؤ سے کسی بات کے منوانے کو کہتے ہیں۔ اور شافع کی بات کسی خوف کے اندیشہ کی وجہ سے مانی جاتی ہے۔ چنانچہ اس نے شفاعت کی تینوں قسموں میں اندیشہ اور خوف کو ملحوظ رکھا ہے۔ امام الوہابیہ کے نزدیک شفاعت ڈر اور دب کر مانی جاتی ہے۔ یہ تو ان کی عقل ہے مگر دنیا کے عام لوگ بھی اتنا جانتے ہیں کہ دب کر بات ماننا قبول سفارش نہیں بلکہ نامردی و بزدلی اور مجبوری و ناچاری ہے اور دباؤ سے کام نکالنے کو دھمکی اور دھونس کہتے ہیں نہ کہ شفاعت و سفارش"

(اطیب البیان ص ۲۹۳)

(۲) " مولوی اسمٰعیل نے تیسری قسم کی شفاعت بالاذن کی جو صورت لکھی ہے اس سے اس گمراہ کے خیال میں اللہ تعالیٰ کو قانون کی قدر گھٹنے کا اندیشہ لگا ہوا ہے اور وہ اس سے

خائف ہے۔ معاذ اللہ یہ ہے اس گمراہ فرقہ کا ایمان اور پھر شفاعت مانی تو اس طرح کہ خدا بخشنا تو خود چاہتا ہے۔ گناہگار کی حالت دیکھ کر اس کے دل میں ترس آ گیا ہے مگر آئین کی قدر گھٹنے کے اندیشہ سے کھل کر معاف نہیں کر سکتا۔ ظاہر میں دوسرے کی سفارش کا نام کر کے بخش دیتا ہے یعنی مجبور ہے۔ پالیسی اختیار کرتا ہے۔ وہابیوں کی طرح ان کے خدا کا بھی ظاہر و باطن یکساں نہیں۔ شافع پر مفت کرم داشتن بے فائدہ احسان رکھتا ہے۔ ماقدروا اللّٰہ حق قدرہ اب وہابیہ سے پوچھیے کہ یہ شفاعت ہوئی یا تقیہ اور پالیسی۔ غرض ان تینوں قسموں پر شفاعت کے معنی صادق نہیں آتے۔" (اطیب البیان ص ۲۹۶)

(۳) تفویت الایمان والے کا یہ قول بھی باطل اور خلاف شرع ہے کہ شفاعت کسی قرابت یا آشنائی کی وجہ سے نہیں ہوتی۔ قرابت تو قرابت وہاں تو ادنیٰ ادنیٰ تعلق بھی ظاہر کیے جائیں گے اور کام آئیں گے۔ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ دوزخی صف بستہ کھڑے کیے جائیں گے پھر ان پر ایک جنتی کا گزر ہو گا۔ اس سے ایک دوزخی کہے گا کیا آپ نہیں پہچانتے ہیں میں وہ ہوں جس نے آپ کو ایک مرتبہ پانی پلایا تھا۔ اور کوئی کہے گا میں وہ ہوں جس نے آپ کو وضو کے لئے پانی دیا تھا۔ فیشفع له فیدخله الجنة۔ پس وہ بہشتی اس کی شفاعت کر کے اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اب دیکھئے کہ پانی پلانا بھی کام آئے گا اور اتنا تعلق بھی فائدہ پہنچائے گا چہ جائیکہ قرابت و آشنائی۔ تفویت الایمان والے نے صریح حدیث کی مخالفت کی۔ یہ تو اس کا شیوہ ہی ہے۔ ایک ستم یہ کیا کہ اس نے شفاعت کرنے والوں کو چور اور چوروں کا تھانگی کہا۔ اس بدتمیزی کی کچھ انتہاء ہے کہ قرابت یا رشتہ داری کی وجہ سے چور کی شفاعت کرنے والے کو چور اور چور کا تھانگی نہ خدا نے فرمایا نہ رسول نے۔ بدنصیب نے مسئلہ دل سے گھڑ دیا۔ یہ بدعت سیئہ اور احداث فی الدین ہے تفویت الایمان پر ایمان رکھنے والے وہابی یاد رکھیں کہ کوئی رشتہ دار کسی جرم میں ماخوذ ہو تو اس کے مقدمہ کی پیروی اور سفارش نہ کریں ورنہ وہ خود اسی جرم میں پکڑے جائیں گے۔ چور کی سفارش کی تو چور ہو جائیں گے۔ وہابی کچھ بھی ہو جائیں ہماری بلا سے۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ کلمہ کہاں تک پہنچتا ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث سے ابھی معلوم ہوا کہ مقبولین بارگاہ

ادنیٰ تعلق سے گناہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔ طبرانی و دارقطنی کی حدیث میں ہے۔
اول من اشفع له من امتی اهل بیتی ثم الاقرب فالا قرب (صواعق محرقہ ۹۵) حضور ﷺ
نے فرمایا سب سے پہلے میں اپنی امت میں سے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر
درجہ بدرجہ اقارب کی۔ اندھے وہابیوں کو دکھاؤ کہ حضور ﷺ بعلاقہ قرابت شفاعت
فرمارہے ہیں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہر گناہگار کی شفاعت فرمائیں گے۔
گستاخ بے ادب چور اور چوروں کا تھانگی کس کو کہتا ہے خاک بدھن ناپاکش۔ ایسی گستاخی
و بے باکی تمام انبیاء و مرسلین اور جملہ مقربین کی جناب میں کفر نہیں تو کیا ہے۔ وہابیہ کا
ایمان ہے۔ خذلهم اللّٰہ۔ (اطیب البیان ۲۹۸)

الحمد للہ۔ اطیب البیان کی پیش کردہ مندرجہ بالا تین عبارات سے وہابیہ کا دربار
شفاعت عقیدہ کی مکمل تردید ہوگئی ہے۔ صاحب انصاف مومن کے لئے اتنا کافی ہے ورنہ
ہٹ دھرم کے لئے تو دفتر بیکار ہیں۔ واللّٰہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم.

آزر کے قصہ سے استدلال باطل ہے

"موت کا منظر" کے مؤلف کا قصہ آزر سے شفاعت کی نفی پر استدلال کرنا
درست نہیں کیونکہ شفاعت دو طرح کی ہے۔

(۱) مسلمان کا مسلمان کے لئے شفاعت کرنا۔

(۲) مسلمان کا کافر کے لئے شفاعت کرنا۔ پہلی قسم کی شفاعت کا ثبوت ان حدیثوں سے
ہے جو ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں اور دوسری قسم کی شفاعت عند اللہ مقبول نہیں ہے۔ اور قصہ
آزر میں دوسری قسم کی شفاعت ہی مراد ہے۔ اس سے پہلی قسم کی شفاعت کا انکار کرنا
جہالت و ضلالت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یایها الذین امنوا انفقوا مما رزقنا کم من
قبل ان یاتی یوم لا بیع فیه ولا خلة ولا شفاعة والکافرون هم الظالمون۔ اے ایمان
والو! اللہ کی راہ میں ہمارے دیئے سے خرچ کرو۔ وہ دن آنے سے پہلے جس میں نہ خرید و
فروخت ہے اور نہ کافروں کے لئے دوستی اور نہ شفاعت اور کافر خود ہی ظالم ہیں۔

(کنزالایمان ص ۶۵ پ ۳ رکوع ۲)

اس کی تفسیر میں مولانا احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔" کافروں کے لئے نہ دوستی کام آئے نہ کسی کی شفاعت۔اسی لئے آگے فرمایا۔والکافرون هم الظلمون ۔ (اور کافر خود ہی ظالم ہیں۔) مسلمانوں کے لئے دونوں چیزیں باذن الٰہی مفید ہوں گی۔ رب فرماتا ہے الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدوالا المتقون ۔گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔(کنزالایمان ص ۷۸۸ پ ۲۵ رکوع ۱۲) اس سے معلوم ہوا کہ مومنوں کی قرابت داریاں اور دوستیاں قیامت میں کام آئیں گی۔لہٰذا نبی اور ولی کی قرابت ضرور کام آئے گی۔حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دو مومن دوستوں میں سے ایک مرجاتا ہے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کرتا ہے کہ مولٰی میرا فلاں دوست مجھے اچھے کام کا مشورہ دیتا تھا۔ اور برے کاموں سے روکتا تھا۔مولا اسے میرے بعد گمراہ نہ کرنا اس کا ایسا ہی اکرام فرمانا جیسا میرا اکرام فرمایا اور دو کافر دوستوں سے جب ایک مرجاتا ہے تو وہ عرض کرتا ہے کہ یارب فلاں شخص مجھے اچھی باتوں سے روکتا اور بری باتوں کا مشورہ دیتا تھا تو اسے ہلاک فرما۔غرضیکہ قیامت سے پہلے یہ عداوتیں شروع ہوجاتی ہیں۔(خزائن العرفان و روح البیان)
(حاشیہ نورالعرفان علی کنزالایمان ص ۷۸۸)

الحمدللہ۔یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا اس سے شفاعت کا مسئلہ پوری طرح واضح ہوگیا ہے۔اللہ تعالیٰ حق سمجھے اور اسے قبول کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

وهذا آخر ماردنا ایراده فی هذه المقالة المبارکة تقبلها اللّٰه تعالیٰ بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللّٰه تعالیٰ لهٗ المدرس بالجامعة الحیدریة فضل المدارس بقریة بهیانی من مضافات سهنسه آزادکشمیر . (۱۱ جمادی الآخری ۱۴۱۹ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تینتیسواں مقالہ

عملیات کا کاروبار

اسلام کی نظر میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد

عزیزم مولوی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن موضع چنام تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی اپنے خط میں لکھتے ہیں۔" چند مسائل کے بارے میں عرصہ سے ذہن میں بڑی الجھن رہتی ہے۔ پوچھنے سے قاصر رہا۔ اب فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون کے ماتحت پوچھنے کی جسارت کر رہا ہوں کیونکہ خود کم علم بلکہ لاعلم ہوں۔

چونکہ موجودہ دور بیماریوں، پریشانیوں، الجھنوں اور بے چینیوں کا دور ہے اس لئے اس دور کے ان حالات سے جہاں حکیم اور ڈاکٹر لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں وہاں ان سے زیادہ فائدہ حساب وکتاب والے لوگ یعنی علم نجوم، علم رمل اور علم جفر والے اٹھا رہے ہیں۔ جب کسی کی کوئی شئے گم ہوئی یا بیماری قدرے لمبی ہوئی تو کم علم اور جاہل لوگ ان (حساب کرنے والے) لوگوں کے پاس دوڑ پڑتے ہیں۔ اسی طرح جنات والوں یا کسی قسم کے عمل والوں کے پاس بھی جاتے ہیں۔

جہاں تک میرے عقیدہ کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ علم غیب درائیت، حساب وکتاب اور انکل پچو سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کا علم نہ ہو سکا تو اب میں آپ سے پوچھنا چاہوں گا کہ علم نجوم، علم جفر کی کیا حقیقت ہے؟ کیا ان علوم کے ذریعہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں شخص کو فلاں بیماری ہے یا فلاں شخص کی گمی ہوئی چیز فلاں شخص نے چرائی ہے۔ اور وہ فلاں جگہ میں ہے۔ اسی طرح فلاں شخص نے فلاں پر جادو کر رکھا ہے۔ یا بعض لوگ عمل کے ذریعہ سے لوگوں کے گھروں سے تعویذ نکال کر دکھاتے ہیں۔ یہ کیا شعبدہ بازی ہے؟ بعض لوگ انگوٹھوں پر سیاہی لگا کر نابالغ بچے کے ذریعہ سے تعویذ یا گم شدہ شئے معلوم کرتے کراتے ہیں۔ بعض قرآن مجید سے فال نکالتے ہیں حالانکہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں اسے ناجائز بتایا ہے۔ اس کے باوجود بعض قرآنی نسخوں میں قرآنی فالنامہ بھی شائع کیا جاتا ہے۔ نیز حروف ابجد کے ذریعہ سے فال یا بیماری معلوم کرنا کیسا ہے؟ نیز کچھ عرصہ قبل سنا کرتے تھے کہ فلاں مولوی

صاحب کے پاس کوئی کتاب ہے جسے کھول کر وہ بتا دیتے ہیں کہ فلاں بیماری ہے یا تمہاری فلاں چیز فلاں کے پاس ہے۔ براہ مہربانی ان تمام باتوں کی تفصیل کتاب کی صورت میں تحریر فرما کر لوگوں کو غلط عقائد و نظریات سے بچائیں۔"

مولوی صاحب موصوف کی اس فرمائش پر ہم نے یہ رسالہ ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ذاتی علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے

"اللہ تعالیٰ غیب و شہادت سب کو جانتا ہے۔ علم ذاتی اس کا خاصہ ہے۔ جو شخص غیب یا شہادت کا ذاتی علم غیر خدا کے لیے ثابت کرے کافر ہے۔ علم ذاتی کے یہ معنی ہیں کہ خدا کے دیئے بغیر خود بخود حاصل ہو۔" (بہار شریعت حصہ اول نمبر ۵)

انبیآء کا علم غیب عطائی ہوتا ہے

"اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی۔ زمین و آسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیشِ نظر ہے مگر علم غیب کہ ان کو حاصل ہے اللہ کے دیئے سے ہے۔ لہٰذا ان کا علم عطائی ہوا اور علم عطائی اللہ عزوجل کے لیے محال ہے کہ اس کی کوئی صفت کوئی کمال کسی کا دیا ہوا نہیں ہوسکتا بلکہ ذاتی ہے۔" (بہار شریعت حصہ اول نمبر ۱۴)

اولیائے کاملین کو بھی علم غیب عطا ہوتا ہے

اولیاء کاملین کو بھی عطائی طور پر علم غیب حاصل ہوتا ہے مگر بواسطہ انبیآء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے" (بہار شریعت حصہ اول نمبر ۱۵)

انبیاء کا علم من جانب اللہ ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من ورآء حجاب

اویرسل رسولاً فیوحی باذنه مایشآء ط انه علی حکیم ۔ ترجمہ: اور کسی آدمی کو یہ نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا پردہ کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم پر وحی کرے جو وہ چاہے ۔ بے شک وہ بلندی و حکمت والا ہے ۔ (سورۃ الشوریٰ رکوع ۵ ۔ پ ۲۵ رکوع ۶)

امام ابوالبرکات حنفی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں "اور کسی آدمی کو یہ نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی یعنی الہام کے ذریعہ سے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی ہے یا خواب میں جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے ۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں اپنا بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیا گیا یا (اللہ تعالیٰ کلام فرمائے) پردہ کے پیچھے سے اور نبی اس کے کلام کو سنے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلا واسطہ کلام الٰہی کو سنا بغیر اسے دیکھے ہوئے ۔ یا (اللہ تعالیٰ کلام فرمائے) فرشتہ بھیج کر سو فرشتہ اللہ کے نبی تک اللہ کی کلام پہنچائے ۔ (مدارک التنزیل حصہ چہارم نمبر ۱۱۱)

انبیاء کا علم شائبہء کذب سے پاک ہے

انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں اور ان کا علم اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہوتا ہے ۔ اس لیے ان کا علم شائبہء کذب سے قطعاً یقیناً پاک ہوتا ہے ۔ امام احمد صاوی فرماتے ہیں "الہام سے مراد فرشتہ کے واسطہ کے بغیر دل میں علم ڈالنا ہے ۔ اور الہام غیر انبیاء کو بھی ہوتا ہے ۔ جیسا کہ اولیاء اللہ کے الہامات ۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اولیاء کے الہام میں شیطان کی دخل اندازی کا احتمال پایا جاتا ہے کیونکہ وہ معصوم نہیں ہوتے ۔ لیکن انبیاء کے الہام میں یہ احتمال موجود نہیں ہوتا کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں ۔ (تفسیرات صاوی علی الجلالین حصہ چہارم نمبر ۳۸)

انبیاء سے غیب پوچھنا جائز ہے

چونکہ انبیاء کا علم در بارہ امور غیبیہ من جانب اللہ ہوتا ہے۔ اور وہ حق ہوتا ہے اور اس میں شیطان کی دخل اندازی نہیں ہوتی اس لیے ان سے کوئی غیب کی بات پوچھنا شرعاً جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوکر آئندہ آنے والے واقعات کے بارے میں دریافت کرتے تھے تو آپ ﷺ انہیں جواب ارشاد فرماتے۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں۔ بعض لوگ سید دو عالم ﷺ سے بہت سے بے فائدہ سوال کیا کرتے تھے۔ یہ خاطر مبارک پر گراں ہوتا تھا۔ ایک روز فرمایا کہ جو جو دریافت کرنا ہو دریافت کرو۔ میں ہر بات کا جواب دوں گا۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ میرا انجام کیا ہے؟ فرمایا۔ جہنم۔ دوسرے نے دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے اس کے اصلی باپ کا نام بتا دیا جس کے نطفہ سے وہ تھا کہ صداقہ ہے۔ باوجودیکہ اس کی ماں کا شوہر اور تھا جس کا یہ شخص بیٹا کہلاتا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی یاایھا الذین امنو الاتسئلوعن اشیآء ان تبدلکم تسئو کم ۔ اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔ یعنی فرمایا گیا کہ ایسی باتیں نہ پوچھو جو ظاہر کی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں۔ (تفسیر خزائن العرفان نمبر ۲۲۴)

استراق السمع کا ثبوت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ولقد جعلنا فی السمآء بروجاً وزینا ھاللناظرین ٭ وحفظنا ھا من کل شیطان رجیم ٭ الا من استرق السمع فاتبعه شهاب مبین ٭ ۔ اور بے شک ہم نے آسمان میں برج بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لئے آراستہ کیا اور ہم نے اسے ہر شیطان مردود سے محفوظ رکھا مگر جو چوری چھپے سننے جائے تو اس کے پیچھے روشن شعلہ پڑتا ہے۔ (پ۱۴ ار لوح ۲)

اور دوسرے مقام پر فرمایا۔ الامن خطف الخطفة فاتبعهٗ شهاب ثاقب ٭ مگر جو

ایک آدھ بار اچک لے چلا تو روشن انگارہ اس کے پیچھے لگا۔ (پ ۲۳ رکوع ۵)

ان آیات کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے جنات و شیاطین بے تکلف آسمان پر جاتے تھے اور فرشتوں کی باتیں سنتے تھے۔ پھر وہ باتیں کاہنوں اور جنات کے عامل انسانوں تک پہنچاتے تھے۔ لوگ جب کاہنوں سے آئندہ کے بارے میں کوئی بات پوچھتے تو ان سے نذرانہ لے کر شیطانوں کی بتائی ہوئی باتوں میں اپنی طرف سے جھوٹ ملا کر بتاتے تھے۔ کبھی کبھار چوری چھپے سننے والے شیاطین کو شہاب کا نشانہ بھی بنایا جاتا تھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد جنات و شیاطین کا آسمان پر جانا بند کر دیا گیا اور فرشتوں کا پہرہ سخت کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وانا لمسنا السمآء فوجدنا ها ملئت حرساً شدیداً و شهباً ۰ وانّا کنّا نقعد منهامقاعد للسمع ط فمن یستمع الآن یجد لهٗ شهـابـاً رصداً ۰** اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو اسے پایا کہ سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے اسے بھر دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ ہم پہلے آسمان میں سننے کی جگہوں پر بیٹھا کرتے تھے پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک میں آگ پائے۔ (پ ۲۹ رکوع ۱۱)

اب جو جن آسمان پر جاتا ہے اور فرشتوں کی بات سن لیتا ہے تو آگ کی چنگاری کا اسے نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ کی بعثت کے بعد ستارے ٹوٹنے کا عمل زیادہ مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ ھذا فی تفسیر خازن وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کاہنوں کی باتیں جھوٹ سے ملوث ہوتی ہیں

جنات و شیاطین استراق السمع کے ذریعہ سے جو باتیں فرشتوں سے سنتے ہیں ان میں اپنی طرف سے جھوٹ ملا کر کاہنوں تک پہنچاتے ہیں۔ پھر کاہن اپنی طرف سے ان میں جھوٹ ملا کر لوگوں سے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ " لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ **انهم لیسوا بشیٔ** ۔ وہ کسی شئے کے ساتھ نہیں ہیں۔ عرض کیا گیا۔ وہ بھی کسی بات کی خبر دیتے ہیں تو وہ واقع ہوتی ہے۔ فرمایا۔ **تلک الکلمة من الحق یخلطها**

الجنی فیقرھا فی اذن ولیه قرالدجاجة فیختلطون فیها اکثر من مائة کذبة ۔ یہ کلمہ حق ہوتا ہے جس میں جن اپنی طرف سے باتیں ملاتا ہے پھران باتوں میں کاہن لوگ سو سے زیادہ جھوٹ ملاتے ہیں ۔متفق علیہ ۔(مشکوٰۃ جلد دوم نمبر ۱۱۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استراق السمع کے ذریعہ سے سنی جانے والی حق باتوں میں شیطانوں اور کاہنوں کی طرف سے جھوٹی باتیں ملائی جاتی ہیں اس لیے ان کی بتائی ہوئی اکثر باتیں غلط ثابت ہوتی ہیں اور صرف فرشتوں سے سنا گیا کوئی کلمہ ہی درست ثابت ہوتا ہے۔

استراق السمع کی کیفیت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ " بلاشبہ ملائکہ آسمان سے اتر کر بادلوں میں داخل ہوتے ہیں اور وہ اس امر کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جس کا فیصلہ آسمان میں ہو چکا ہوتا ہے۔ شیطان چوری چھپے اس گفتگو کو سن لیتے ہیں تو وہ اس کو کاہنوں کے کانوں میں ڈال دیتے ہیں۔ پھر کاہن اس کے ساتھ سو جھوٹی باتیں اپنی طرف سے شامل کر دیتے ہیں۔رواہ البخاری۔(مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۱۰)

(۲) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔" جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے انکساری سے اپنے سر جھکاتے ہیں گویا پتھر پر زنجیر لگتی ہے۔ پھر جب ان کے دلوں سے خوف دور کر دیا جاتا ہے تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا کہا۔ مقربین فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ حق ہے۔ اور وہ بلندی و بڑائی والا ہے۔ پھر اس حق بات کو جنات چوری چھپے سن لیتے ہیں۔ حدیث کے راوی نے اپنی ہتھیلی کو پھیلایا پھر انگلیوں کو کشادہ کر کے کہا وہ اس طرح ایک دوسرے کے اوپر نیچے ہوتے ہیں۔ جب اوپر والے جنات کوئی کلمۂ حق سنتے ہیں وہ اسے نیچے والوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ پھر وہ نیچے والوں تک پہنچا دیتے ہیں یہاں تک

کہ سب سے نیچے والے جنات اسے جادوگر یا کاہن کی زبان پر ڈال دیتے ہیں۔ بعض دفعہ شہاب چھوٹتا ہے اور جن کو کاہن تک اس کلمہ حق کے پہنچانے سے قبل لگتا ہے۔ اور بعض دفعہ شہاب کے پہنچنے سے پہلے وہ ساحر کی زبان پر القاء کر دیتا ہے۔ پھر کاہن اس کے ساتھ جھوٹ ملاتا ہے اور لوگوں سے بیان کرتا ہے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ کیا کاہن نے ہمیں فلاں دن فلاں بات نہیں بتائی تھی تو اس کلمہ حق کی وجہ سے جو جنوں نے آسمان سے سن لیا ہوتا ہے کاہن کی تصدیق کی جاتی ہے۔ رواہ البخاری۔ (مشکوۃ ص ۱۱۱ جلد دوم)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ "مجھے ایک انصاری نے یہ بات بتائی ہے کہ ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ایک تارہ چھوٹا اور روشن ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ جاہلیت کے دور میں جب اس طرح تارہ چھوٹتا تھا تو تم کیا کہا کرتے تھے؟ عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ ہم کہا کرتے تھے کہ اس رات کوئی بڑا شخص پیدا ہوا ہے۔ یا کوئی بڑا شخص مرا ہے۔ فرمایا۔ تارہ کسی کی موت یا حیات کے لیے نہیں چھوٹتا بلکہ رب سبحانہ وتعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو حاملین عرش فرشتے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ پھر ان کے قریب آسمان والے فرشتے تسبیح بیان کرتے ہیں یہاں تک کہ آسمان دنیا کے فرشتوں تک تسبیح پہنچتی ہے۔ پھر حاملین عرش سے ان کے قریب آسمان والے فرشتے پوچھتے ہیں۔ تمہارے رب نے کیا کہا؟ وہ انہیں خبر دیتے ہیں۔ پھر دوسرے آسمان والے فرشتے ایک دوسرے سے خبر پوچھتے ہیں تو آسمان دنیا والوں تک خبر پہنچتی ہے۔ جن فرشتوں کی اس بات کو سن کر اچک لیتا ہے اور اپنے دوستوں یعنی کاہنوں کے کانوں میں ڈال دیتا ہے۔ اس وقت اس جن کو تارہ مارا جاتا ہے۔ سو جو سچی بات وہ بیان کرتے ہیں وہ حق ہوتی ہے لیکن اس میں جھوٹی باتیں ملا دیتے ہیں اور زیادتی کر دیتے ہیں۔ رواہ مسلم۔ (مشکوۃ ص ۱۱۱ جلد دوم)

کاہنوں کی تصدیق شرعاً منع ہے

چونکہ کاہنوں اور نجومیوں کی باتوں میں بہت سے جھوٹ ملا دیئے جاتے ہیں اس

لئے ان کے پاس جانے ، ان سے باتیں پوچھنے اوران کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرنے سے شرع شریف نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ من اتی عرافاً فسألہٗ عن شئی لم تقبل له صلوٰة اربعين ليلة ۔ جوشخص کسی دست شناس کے پاس آئے پھراس سے کچھ پوچھے تو اس کی چالیس راتوں کی نمازیں قبول نہ کی جائیں گی ۔ (مسلم شریف جلد دوم ص ۲۴۱)

۲۔ حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ۔ یارسول اللہ! ﷺ جاہلیت کے دور میں ہم کچھ کام کیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک کام یہ تھا کہ ہم کاہنوں کے پاس جاتے تھے۔ فرمایا۔ فلا تأتوا الكهان ۔ کاہنوں کے پاس نہ آؤ۔ (مسلم شریف جلد دوم ص ۲۴۰)

۳۔ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نھی رسول اللہ ﷺ عن ثمن الكلب ومهر البغی وحلوان الكاهن ۔ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت ، زنا کی اجرت اور کاہن کو نذرانہ دینے سے منع فرمایا۔ (ترمذی جلد دوم ص ۳۷)

۴۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ من اتی حائضاً اوامراۃ فی دبرھا او کاھناً فصدقه كفر بما انزل علی محمد ﷺ ۔ جوشخص حیض والی سے صحبت کرے یا کسی عورت کے دبر میں وطی کرے یا کاہن کے پاس آئے پھر اس کوسچا جانے تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ۔ (حدیقہ ندیہ جلد دوم ص ۴۹۰)

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ من اقتبس باباً من علم النجوم بغير ماذكر الله فقد اقتبس شعبة من السحر المنجم كاهن والكاهن ساحر والساحر كافر ۔ جس شخص نے علم نجوم کا کوئی ایسا باب سیکھا جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے ذکر نہیں فرمائی تو اس نے جادو کی ایک قسم کو سیکھا۔ نجومی کاہن ہے اور کاہن جادوگر ہے اور جادوگر کافر ہے۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۱۱)

۶۔ اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا من اتی كاهنا فصدقه بما

يقول اواتى امراء تـه فى دبرها فقد برىء مما انزل على محمد۔ جوشخص کاہن کے پاس
آئے پھراس کی باتوں کو سچا سمجھے یا اپنی بیوی کے دبر میں صحبت کرے تو وہ اس شئے سے بری
ہے جو محمد پر اتاری گئی ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۱۱)

۷۔ امام احمد اور حاکم حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ نے فرمایا من اتى عرافاً اوكاهنا فصدقه بما يقول فقد كفر بما انزل على محمد
جوشخص دست شناس یا کاہن کے پاس آئے پھر اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے
اس چیز کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۱۷ جلد ۹ وحسنہ السیوطی
فی الجامع الصغیر ۔ ص ۱۵۹ جلد دوم)

۸۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔ من اتى كاهناً فسأ له عن شئى حجبت عنه التوبة
اربعين ليلة فان صدقه بما قال كفر . جوشخص کاہن کے پاس آئے پھر اس سے کوئی بات
پوچھے تو چالیس رات تک کے لیے اس سے توبہ چھپا دی جاتی ہے ۔ پھر اگر وہ اس کی کہی
ہوئی بات کی تصدیق کرے تو وہ کفر میں چلا جاتا ہے ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن واثلہ
وضعفہ ، السیوطی (جامع صغیر جلد ۲ ص ۱۵۹)

فقہائے کرام کی عبارات

رسول اللہ ﷺ کی مندرجہ بالا احادیث مبارکہ کی بنا پر فقہائے امت نے نجومیوں
، کاہنوں اور دست شناسوں کے پاس جانے اور ان سے کچھ پوچھنے کو حرام قرار دیا ہے
چند عبارات ہدیہء ناظرین کی جاتی ہیں ۔

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں ۔ "امام طیبی نے کہا ہے کہ کاہن اس شخص کو
کہتے ہیں جو آئندہ پیش آنے والے واقعات و حالات کی خبر دے اور چھپی باتوں اور
بھیدوں کے جاننے کا دعویٰ کرے ۔ عرب میں مختلف قسم کے کاہن تھے ۔ ایک وہ جن کے تابع
جنات ہوتے تھے ۔ جنات استراق السمع کے طریق سے ان تک خبر پہنچاتے تھے ۔ اور بعض
کاہن مقدمات ، اسباب اور فعلی یا قولی یا حالی قرائن سے چھپے بھید بتاتے تھے ان کو عراف

جاتا تھا۔ اہل رمل اور نجومی بھی کاہن کے اطلاق میں داخل ہیں۔ واین افعال حرام است وگرفتن مال برآن نیز حرام وگیرندہ ودہندہ ہردوآثم وبرمحتسب منع وتادیب ایشاں لازم۔ یعنی مذکورہ بالا سب افعال حرام ہیں ان پر مال لینا بھی حرام ہے۔ مال لینے دینے والے دونوں گناہگار ہیں اور حاکم پر لازم ہے کہ وہ انہیں منع کرے اور سزادے۔

(اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۶۲۶)

۲۔ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں۔ **وھذا الاضرب کلھا تسمی کھانۃ وقد اکذبھم کلھم الشرع ونھی تصدیقھم واتیانھم** ۔ یہ سب قسمیں کہانت کہلاتی ہیں اوران سب کی شرع نے تکذیب کی ہے اور کاہنوں وغیرھم کے پاس آنے اوران کی تصدیق کرنے سے منع کیا ہے۔ (شرح مسلم للنووی جلد دوم ص ۲۴۰)

۳۔ عارف باللہ امام عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں کاہن کے قول کی تصدیق میں شیاطین کے قول کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ اگرچہ وہ فی نفسہ سچی بات ہو کیونکہ صدق مقبول صرف وہی ہے جو نبوی وحی یا الہامی طریقہ سے حاصل ہوا ہو۔ اوراس کے علاوہ جو خبریں ہیں وہ شرعاً غیر مقبول ہیں اگرچہ وہ واقعہ کے مطابق ہوں۔ **ومن ھذاالقبیل العراف واصحاب الرمل و الطوارق بالحصا والشعیر وعلم الزایر جآء لانہ مبنی علی النجوم** ۔ اور اسی قبیل سے دست شناسی، اصحاب رمل کا عمل، کنکری یا جو پھینکنے کا عمل اور علم زایرجآء ہیں۔ کیونکہ ان سب کی بنیاد علم نجوم ہے۔ (حدیقہ ندیہ ص ۴۹۰ جلد ۲)

قرآن سے فال نکالنا ممنوع ہے

امام عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں۔ **فظھر مما ذکر ان المراد بالفأل المحمود لیس الفأل الذی یفعل فی زماننا فیتطلبون بہ معرفۃ الحال من الخیر والشر کانہ استکشاف عن الغیب مما یسمونہ فال القرآن اوفال دانیال او نحوھما من الکتب المصنفۃ فی استخراج ذلک والزایر جات الموضوعۃ للاطلاع علی الاحوال المستقبلۃ بل ھی من قبیل الا ستقسام بالا زلام فلا یجوز استعمالھا ای ھذہ الاشیاء المذکورۃ التی ھی من**

قبیل استقسام بالازلام ولا اعتقا دها حقاً کیف وان فیها الخبر عن الغیب ولایعلم الغیب الاالله فمن ادعاه با لا ستقلال لنفسه من دون علامة اوغلبة الظن بفراسة ونحوهافقد کفر ۔یعنی قرآن سے فال نکالنا استقسام بالازلام کے قبیل سے ہے۔اہل عرب تیروں سے فال لیتے تھے۔ یہ فال بھی اسی قبیل سے ہے۔لہٰذا اس کا استعمال جائز نہیں اور نہ اس کے حق ہونے کا اعتقاد درست ہے۔(الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۲۶)

علم جفر مفید جائز علم ہے

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔" جفر بے شک نہایت نفیس جائز فن ہے۔حضرات اہل بیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا علم ہے۔ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے اپنے خواص پر اس کا اظہار فرمایا اور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اسے معرض کتابت میں لائے۔کتاب مستطاب جفر جامع تصنیف فرمائی۔ علامہ سید شریف رحمۃ اللہ علیہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں امام جعفر صادق نے جفر جامع میں ماکان ومایکون تحریر فرمادیا۔سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الدر لمکنون والجوہر المصون میں اس علم شریف کا سلسلہ سیدنا آدم وسیدنا شیث وغیرہما انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے قائم کیا اور اس کے طرق واوضاع اوران میں بہت سے غیوب کی خبریں دیں۔ عارف باللہ نابلسی قدس سرہ القدسی نے ایک رسالہ اس کے جواز میں لکھا۔اس کا انکار نہ کرے گا مگر ناواقف یا گمراہ متعصب اور علم تکسیر سے علم جفر سے جدا دوسرا فن ہے اگر چہ جفر میں بھی تکسیر سے کام پڑتا ہے یہ بھی اکابر سے منقول ہے۔امام حجۃ الاسلام غزالی وامام فخر الدین رازی وشیخ اکبر محی الدین عربی وشیخ ابوالعباس بونی وشاہ محمد غوث گوالیاری وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ اس فن کے مصنف و مجتہد گزرے ہیں۔طلسم ونرنجات سراسر ناجائز ہیں۔ نیرنج تو شعبدہ ہے اور شعبدہ حرام کمافی الدرالمختار وغیرہ من الاسفار اور طلسم تصاویر سے خالی نہیں اور تصاویر حرام۔ اشد الناس عذاباً یوم القیامة من قتل نبیاً او قتلهٗ نبی والمصورون .والله تعالیٰ اعلم ."

(فتاویٰ رضویہ حصہ دوم جلد دہم ص ۱۳۶)

الحمدللہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ غیب کی خبریں نجومیوں، کاہنوں، دست شناسوں، رمل والوں اور عرافوں سے معلوم کرنا اور ان کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرنا شرعاً حرام ہے۔ جنات کو تابع بنانے والوں سے آئندہ کی خبریں دریافت کرنا جائز نہیں۔ انکل پچو یا غیر معتبر حساب و کتاب کے ذریعہ سے خبریں دینے والوں کی باتوں کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ یونہی کتاب دیکھ کر حساب کرنے والوں کی باتیں بھی شرعاً غیر معتبر ہیں۔ ہاں اولیائے کاملین اپنی خداداد فراست یا الہامی طریقہ سے حاصل ہونے والے علم کی بناء پر کوئی خبر دیں تو وہ درست مانی جائے گی۔ علم جفر کے ماہرین یا علم تکسیر کے ذریعہ سے حساب کرنے والے
علمائے کاملین کی خبریں درست تسلیم کی جائیں گی۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب وھذا آخر ما اردنا ایراده فی هذه المقالة المبارکة تقبلها اللّٰه تعالیٰ بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الفقیر ابو الکریم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللّٰه تعالیٰ لهٗ المدرس بالجامعة الحیدریة فضل المدارس، بهیائی من مضافات سهنسه آزادکشمیر.

(ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چونتیسواں مقالہ

اثباتِ ایصالِ ثواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارہ میں کہ ہمارے علاقہ میں لوگ اموات المسلمین کے لئے تلاوت قرآن مجید و صدقات و خیرات کا ثواب بخشتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا ان کا ثواب اموات کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور اس سے انہیں کوئی نفع حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انسان مرکر مٹی ہو جاتا ہے اس لئے اسے ثواب بخشنا فضول ہے۔ بینوا توجروا (مستفتی محبوب حسین قریشی ہاشمی ساکن پلندری شہر آزاد کشمیر)

الجواب بتوفیق اللہ الوہاب عزوجل

اہل سنت و جماعت کے نزدیک اموات المسلمین کو عبادات بدنیہ و مالیہ کا ثواب پہنچانا جائز ہے۔ جو اعمال خیر ان کے لئے کئے جائیں ان کا ثواب انہیں ضرور پہنچتا ہے۔ وہ ان سے نفع پاتے ہیں۔ ان کے سبب سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں کی معافی ہوتی ہے۔ اور وہ اس ثواب کے ملنے پر بے حد خوش ہوتے ہیں۔ متعدد احادیثِ مبارکہ و عبارات فقہائے اہل سنت اس کے ثبوت میں موجود ہیں۔ ہم یہاں بعض کے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق.

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ایک غزوہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تشریف لے گئے اور ان کی والدہ پر مدنیہ منورہ میں وفات کا وقت آ پہنچا۔ لوگوں نے انہیں کہا آپ وصیت کریں۔ انہوں نے کہا۔ مال تو سعد کا ہے میں کس مال میں وصیت کروں؟ حضرت سعد کے آنے سے پہلے وہ فوت ہوگئیں۔ جب حضرت سعد واپس آئے تو ان سے یہ بات ذکر کی گئی تو انہوں نے عرض

کیا یارسول اللہ هل ینفعها ان اتصدق عنها ۔ یارسول اللہ! ان کی طرف سے میرا صدقہ کرنا کیا انہیں فائدہ دے گا؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ حضرت سعد نے اپنے ایک باغ کا نام لے کر فرمایا۔حائط کذا وکذا صدقة عنها ۔ فلاں فلاں باغ میری والدہ کی طرف سے صدقہ ہے۔ (نسائی شریف ص ۱۳۲ جلد ۲)

اور امام بخاری انہی سے روایت کرتے ہیں کہ بنی ساعدہ کے ایک شخص سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ان کی عدم موجودگی میں فوت ہوگئیں تو وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللّٰہ ان امی توفیت وانا غائب عنها فهل ینفعها شئی ان تصدقت به عنها ۔ یارسول اللہ! میری والدہ میری عدم موجودگی میں فوت ہوئیں۔ سو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا وہ انہیں نفع دے گا؟ فرمایا ہاں! انہوں نے عرض کیا .فانی اشهدک ان حائطی المخراف صدقة علیها ۔ پھر میں آپ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ مخراف ان کی طرف سے صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری ص ۳۸۷ جلد ۱)

نوٹ: یہ حدیث تقریباً انہی الفاظ سے نسائی شریف ص ۱۳۳ جلد ۲ اور ترمذی شریف ص ۱۱۴ جلد ۱ میں بھی مروی ہے اور امام ابوعیسیٰ ترمذی نے فرمایا هذا حدیث حسن یہ حدیث حسن ہے۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا۔ان امی افتلتت نفسها واراها لو تکلمت تصدقت افا تصدق عنها ۔ میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہیں اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ کلام کرتیں تو صدقہ کرتیں۔ سو کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ نے فرمایا نعم تصدق عنها . ہاں ان کی طرف سے صدقہ کر۔ (بخاری شریف ص ۳۸۶)

اور مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ ان امی افتلتت نفسها ولم توص واظنها لو تکلمت تصدقت افلها اجر ان تصدقت عنها میری والدہ اچانک فوت ہوگئیں اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی۔ میرا خیال ہے۔ اگر وہ بات کرتیں تو صدقہ کرتیں سو کیا ان کے لئے ثواب

ہے اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ فرمایا۔ ہاں ۔ (مسلم شریف ص ۳۴۴ جلد ۱)

اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے فلھا اجر ان تصدقت عنھا ولی اجر ۔ تو کیا ان کے لئے ثواب ہے اور میرے لئے ثواب ہے اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ فرمایا۔ ہاں (ابن ماجہ ص ۱۹۵)

(۳) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان امی ماتت افا تصدق عنھا ۔ یا رسول اللہ میری والدہ فوت ہوگئیں ہیں ۔ پس کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ فرمایا۔ ہاں ۔ پھر میں نے عرض کیا۔ پھر کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا۔ پانی پلانا۔ راوی کہتے ہیں فتلک سقایة سعد بالمدینہ ۔ پس یہ حضرت سعد کا کنواں مدینہ منورہ میں ہے ۔ (سنن النسائی ص ۱۳۲ جلد ۲)

اور امام ابو داؤد نے یہ حدیث ان الفاظ میں روایت کی ہے ۔ کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل . یا رسول اللہ سعد کی ماں فوت ہوگئی ہے پس کونسا صدقہ بہتر ہے؟ فرمایا۔ پانی ۔ راوی کہتے ہیں ۔ فحفر بئراً وقال ھذہ لام سعد ۔ پھر حضرت سعد نے ایک کنواں کھودا اور کہا یہ سعد کی ماں کا ہے ۔ (سنن ابو داؤد ص ۲۳۶ جلد ۱، مشکوٰۃ ص ۱۵۱ جلد ۱ وقال رواہ ابو داؤد والنسائی، وقال الجلال السیوطی اخرجه احمد والا ربعه عن سعد بن عبادة رضی الله عنه فی شرح الصدور . ص ۱۲۸)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے ۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میری والدہ وصیت کئے بغیر فوت ہوگئی ہیں ۔ پس اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا وہ انہیں نفع دے گا؟ فرمایا۔ نعم وعلیک بالمآء ۔ ہاں اور تجھ پر پانی لازم ہے ۔ یعنی پانی کا صدقہ لازم ہے ۔ (شرح الصدور ص ۱۲۸)

اور دوسری روایت میں ہے ۔ نعم ولو بکراع شاة محرق ہاں اور اگر چہ وہ

بکری کے جلے ہوئے پایہ کا صدقہ ہی ہو۔ (شرح الصدور ص ۱۲۸)

(۵) حضرت عبدالرحمٰن بن ابو عمرہ انصاری کی والدہ نے کچھ صدقہ کرنا چاہا۔ مگر اسے صبح تک مؤخر کر دیا اور فوت ہوگئیں۔ حضرت عبدالرحمٰن نے قاسم بن محمد سے پوچھا۔ اگر میں اپنی والدہ کی طرف سے غلام آزاد کروں تو کیا انہیں یہ نفع دے گا۔ فرمایا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ میری والدہ فوت ہوگئیں تو اگر میں ان کی طرف سے غلام آزاد کروں تو کیا یہ انہیں نفع دے گا؟ فرمایا۔ ہاں۔ (مشکوۃ شریف ص ۲۶ جلد ۲)

(تنبیہ) حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ تین قسم کی روایات منقول ہیں۔ ایک میں ہے کہ انہوں نے باغ صدقہ کیا، دوسری میں ہے کہ کنواں بنوا کر ام سعد کے نام پر وقف کیا۔ اور تیسری میں ہے کہ غلام آزاد کیا۔ عین ممکن ہے کہ انہوں نے یہ تینوں کام اپنی والدہ کی طرف سے کئے ہوں۔ اور تینوں کے وقت بارگاہ نبوت سے اجازت حاصل کی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۶) حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا میں اپنے باپ کی طرف سے غلام آزاد کروں حالانکہ وہ فوت ہو چکے ہیں؟ فرمایا۔ ہاں۔ (شرح الصدور ص ۱۲۹)

(۷) حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارہ میں مروی ہے کہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی طرف سے غلام آزاد کیا کرتے تھے۔ (شرح الصدور ص ۱۱۹)

(۸) امام قاسم بن محمد اپنی پھوپھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی طرف سے اپنے موروثی مال سے غلام آزاد کیا اس امید پر کہ وہ انھیں نفع دے گا۔ (شرح الصدور ص ۱۲۹)

(۹) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! عاص نے وصیت

کی تھی کہ ان کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں ہشام نے پچاس غلام آزاد کردیئے
ہیں۔فرمایا۔**لاانما یتصدق و یحج ویعتق عن المسلم لو کان مسلماً بلغه** ۔نہیں۔صرف
مسلمان کی طرف سے صدقہ، حج اور غلام کی آزادی ہے۔اگر وہ مسلمان ہوتا تو اسے یہ
چیزیں ضرور پہنچتیں۔(شرح الصدور)

(۱۰) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض
کیا۔یارسول اللہ! میں اپنی والدہ کی طرف سے غلام آزاد کروں؟ فرمایا۔ہاں۔ابن سعد
کہتے ہیں۔ پھر اس وقت سے میت کی طرف سے غلام آزاد کرنے کا رواج قائم
ہوا۔(حاوی للفتاوی)

(۱۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں
سے کوئی شخص نفل صدقہ کرنے لگے تو اسے وہ صدقہ اپنے والدین کی طرف سے کرنا چاہیے
کیونکہ اس کا ثواب اس کے والدین کے لئے ہوگا۔اور اس کے اپنے ثواب سے کچھ کم نہ
کیا جائے گا۔(شرح الصدور۔ص ۱۲۹)

(۱۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص
نے عرض کیا۔میرے باپ فرض حج کیے بغیر فوت ہوگئے ہیں۔آپ نے فرمایا۔اگر تیرے
باپ پر کوئی قرض ہوتا تو کیا اس کی طرف سے تو وہ ادا کردیتا؟ عرض کیا۔ہاں۔فرمایا
پس یہ بھی اس پر قرض ہے اسے ادا کرو۔(شرح الصدور ص ۱۲۹)

(۱۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک خاتون نے نبی علیہ السلام سے
پوچھا۔میرے باپ حج کیے بغیر فوت ہوگئے ہیں۔فرمایا۔**حجی عن ابیک** ۔اپنے باپ کی
طرف سے حج کر۔(نسائی ص ۳ جلد ۲)

(۱۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سنان بن سلمہ جہنی کی بیوی نے
انہیں کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے میرے بارہ میں پوچھیں کہ اس کی ماں حج کیے بغیر فوت
ہوگئی ہے سو اگر وہ اپنی ماں کی طرف سے حج کرے تو وہ اس کی ماں کو کفایت کرے گا
فرمایا۔ہاں۔اگر اس کی ماں پر کوئی قرض ہوتا اور وہ اس کی طرف سے ادا کردیتی تو کیا

یہ اس کی طرف سے کفایت نہ کرتا؟ اسے اپنی ماں کی طرف سے حج کرنا چاہیے۔ (نسائی ص ۳ جلد ۲)

(۱۵) اور انہی سے مروی ہے کہ آپ نے اس خاتون سے فرمایا یہ تو بتا کہ اگر تیری ماں پر کوئی قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا کر دیتی؟ اقضوا اللّٰه فاللّٰه احق بالوفاء ۔ اللہ کا قرض ادا کرو کیونکہ اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔ (بخاری ص ۲۵۰)

(۱۶) اور انہی سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ میری والدہ اس حالت میں فوت ہوئیں کہ ان کے ذمہ پر نذر تھی۔ آپ نے فرمایا۔ اقضه عنها ۔ اس کی طرف سے نذر ادا کرو۔ (بخاری ص ۔ ۳۸۷، ترمذی ص ۲۲۲ جلد ا و قال هذا حديث حسن ۔ نسائی ص ۔ ۱۴۶)

(۱۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ " بلا شبہ اللہ نیک بندے کے لئے جنت میں ایک درجہ بڑھا دیتا ہے، تو وہ نیک بندہ کہتا ہے میرے رب یہ میرے لئے کہاں سے ہے؟ اللہ فرماتا ہے ۔ باستغفار ولدک لک تیرے درجہ کی یہ بلندی تیرے لئے تیری اولاد کی استغفار کے سبب سے ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ بدعاء ولدک لک ۔ یہ تیرے لئے تیری اولاد کی دعاء کے سبب سے ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۲۷)

(۱۸) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

يتبع الرجل يوم القيامة من الحسنات امثال الجبال فيقول انّى هذافيقال باستغفار ولدک لک ۔ قیامت کے دن بندے کے پیچھے پہاڑوں جیسی نیکیاں چلیں گی تو وہ کہے گا، یہ کہاں سے ہیں؟ اسے کہا جائے گا کہ یہ تیرے لئے تیری اولاد کی استغفار کی وجہ سے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۲۷)

(۱۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میت قبر میں ڈوبنے والے کی طرح ہوتا ہے۔ اور وہ اس دعاء کا منتظر ہوتا ہے جو

اسے باپ یا ماں یا اولاد یا سچے دوست کی طرف سے ملتی ہے ۔فاذالحقته كانت احب اليه من الدنيا ومافيها پس جب دعاء میت کو ملتی ہے تو وہ اسے دنیا و مافیھا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے ۔وان اللّٰه تعالیٰ لیدخل علیٰ اهل القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال وان هدية الاحياء الى الاموات الاستغفار لهم اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ قبر والوں پر پہاڑوں کی مثل ثواب زمین والوں کی دعاء سے داخل کرتا ہے ۔اور بلاشبہ زندوں کا اموات کے لئے تحفہ استغفار ہے ۔(شرح الصدور ص ۱۲۷)

(۲۰) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ۔من حج عن ابويه ولم يحجا جزى عنهما وبشرت ارواحهما فى السمآء وكتب عند الله براً ۔جس نے اپنے والدین کی طرف سے حج کیا جب کہ خود انہوں نے حج نہیں کیا تھا تو ان دونوں کی طرف سے اسے ثواب دیا جاتا ہے ۔اور آسمان میں ان دونوں کی روحیں خوش ہوتی ہیں اور وہ اللہ کے نزدیک فرمانبردار لکھا جاتا ہے ۔(شرح الصدور ص ۱۲۹)

(۲۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔جب کسی کے والدین اس حال میں فوت ہو جائیں کہ وہ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کا نافرمان ہو پھر وہ ان کے لئے دعاء مانگتا رہے اور ان کے گناہوں کی معافی طلب کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اسے فرمانبرداروں میں لکھ دیتا ہے ۔(مشکوٰۃ ص ۴۲۱ جلد ۲)

(۲۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ۔يارسول اللّٰه انا نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعو لهم فهل يصل ذالك اليهم ۔یارسول اللہ! ہم اپنے اموات کے لئے صدقہ دیتے ہیں، حج کرتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں تو کیا یہ نیک کام ان کو پہنچتے ہیں ۔فرمایا ۔نعم انه يصل ويفرحون به كما يفرح احدكم بالطبق اذا اهدى اليه ۔ہاں یہ چیزیں انہیں پہنچتی ہیں اور وہ ان کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی اس وقت خوش ہوتا ہے جب کوئی شئے تھال میں اسے تحفہ کے طور پر پیش کی جاتی ہے (رواہ ابوحفص العکبری کذا فی تبیین الحقائق ص ۴۷ جلد ۲ ۔وفتح القدیر، کما نقلہ الشامی)

عنه فی ردالمحتار ص ۳۵۷ جلد۲۔ وحاشیۃ المراقی للطحاوی ص ۳۴۱)

(۲۳) اور انہی سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا" جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے اور اس کے گھر والے اس کی طرف سے اس کی وفات کے بعد صدقہ کرتے ہیں تو جبرائیل ان کے اس صدقہ کو نورانی تھال میں رکھ کر اس کی قبر کے کنارے پر کھڑے ہو کر کہتا ہے۔ یا صاحب القبر العمیق هذه هدیة آهد اها الیک فاقبلها۔ اے گہری قبر والے! یہ تحفہ تیرے خاندان والوں نے تیری طرف بھیجا ہے تو اسے قبول کر۔ فتد خل علیه فیفرح بها ویستبشر ویحزن الجیران الذین لا یهدی الیهم شئی . پھر وہ صدقہ اس کی قبر میں داخل ہوتا ہے تو وہ خوش وخرم ہوتا ہے۔ اور اس کے جن پڑوسیوں کو کوئی شئے تحفۃً نہیں بھیجی وہ غمگین ہوتے ہیں۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط قالہ السیوطی فی شرح الصدور ص ۱۲۹)

(۲۴ اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" میری امت مرحومہ ہے۔ اپنی قبروں میں اپنے گناہوں کے ساتھ داخل ہوتی ہے اور وہ اپنی قبروں سے اس حال میں نکلے گی کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہ ہوگا۔ تمحص عنها باستغفار المؤمنین لها۔ اس کے گناہ اس کے لئے مومنوں کی استغفار کی وجہ سے مٹا دیے جاتے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۲۸)

(۲۵) اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل ہو پھر سورہ یٰسین پڑھے اور اس کا ثواب اموات کو بخشے تو اس دن اللہ تعالیٰ ان سے عذاب میں تخفیف فرماتا ہے اور اسے اٹھا دیتا ہے۔ جس طرح کے جمعہ کے دن اہل برزخ سے عذاب قبر اٹھا لیا جاتا ہے۔ پھر وہ مسلمانوں پر نہیں لوٹتا۔ تو اس پڑھنے والے کے لئے مردوں کی تعداد جتنی نیکیاں ہیں۔ (مراقی الفلاح ص ۳۴۱)

(۲۶) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ من مر علی المقابر فقرأ قل هو اللّٰه احد احدی عشر مرة ثم وهب اجر ها للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات ۔ جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے

پھر اس کا ثواب اموات کو بخشے تو اسے ان کی تعداد جتنی نیکیاں دی جاتی ہیں۔ رواہ
الدارقطنی (مراقی الفلاح ص۲۴۲)

(۲۷) امام احمد بن حنبل حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ بلا شبہ
اموات اپنی قبور میں سات دن تک آزمائے جاتے ہیں۔ **فکانو ایستحبون ان یطعموا
عنھم تلک الایام** ۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام ان سات دنوں میں اموات کی طرف سے
کھانا کھلانے کو مستحب جانتے تھے۔ (حاوی للفتاوی للجلال السیوطی ص ۱۷۸ جلد۲)

(۲۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب قربانی کا
ارادہ کرتے تو آپ دو بڑے موٹے تازے سینگوں والے چتکبرے خصی مینڈھے خرید تے
تھے۔ پھر ایک کو اپنی امت کے ہر اس شخص کی طرف سے ذبح کرتے تھے جو اللہ کی وحدانیت
اور آپ کی تبلیغ رسالت کی گواہی دیتا ہے۔ اور دوسرے کو اپنی اور اپنی آل کی طرف سے
ذبح کرتے تھے۔ (ابن ماجہ ص)

(۲۹) حضرت حنش فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو مینڈھے قربانی
دیتے ہوئے دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا۔ مجھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا تھا کہ
ایک قربانی ان کی طرف سے کروں سو میں ایک قربانی ان کی طرف سے کرتا ہوں۔ (مشکوٰۃ
شریف ص)

(۳۰) حضرت سعید بن ابی سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر میت کے لئے بکری کا
ایک پایہ صدقہ کیا جائے تو وہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔ یعنی اسے ملتا ہے۔ (شرح الصدور ص
۱۲۹)

اس قسم کی احادیث دربارۂ ایصال ثواب کے بارہ میں محقق علی الاطلاق امام کمال
ابن الھمام صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں۔ **فھذا کلہ ونحوہ مما ترکناہ خوف الاطالۃ
یبلغ القدر المشترک بینہ وھو النفع بعمل الغیر مبلغ المتواتر اہ وقال فی مقام آخر فقد
روی ھذا عن عدۃ من الصحابۃ وانتشرت مخرجوہ فلا یبعد ان یکون القدر المشترک
وھو انہ ضحی عن امتہ مشھور أیجوز تقیید الکتاب بما لم یجعلہ صاحبہ اہ وقال فی**

موضع ثالث فهذه الآثار وما قبلها وما فی السنة ایضاً من نحوها عن کثیر قد ترکناه لحال الطول یبلغ القدر المشترک بین الکل وھوان من جعل شیئاً من الصالحات لغیرہ نفعه به مبلغ التواتر اھ

فتح القدیر کی ان عبارات کا مفہوم منظور احمد نعمانی دیوبندی کے الفاظ میں سنیے۔ "مبحث دوم سے لے کر یہاں تک عبادات مالیہ، عبادات بدنیہ اور مرکبہ کے متعلق جتنی احادیث پیش کی گئی ہیں وہ سب اگرچہ بجائے خود باصطلاح محدثین اخبار احاد ہیں اور اگرچہ ان کے مضامین اور متضمنات الگ الگ ہیں۔ لیکن بطور قدر مشترک کے اتنی بات ان سب سے معلوم ہوتی ہے کہ زندہ مسلمان اپنے اعمال خیر کے ذریعے مردہ مسلمانوں کو نفع اور ثواب پہنچا سکتے ہیں اور یہ نفع اور ثواب مردوں کو پہنچنا برحق ہے۔ تو اس مسئلہ کی بنیاد صرف خبر واحد کے درجہ کی ظنی حدیثوں پر نہیں رہی۔ بلکہ قدرِ مشترک والے تواتر سے اس کا ثبوت ہوا اور اہل علم جانتے ہیں کہ تواتر قدر مشترک بھی تواتر اسنادی کی طرح موجب علم و یقین ہوتا ہے۔ نیز اس مسئلہ کو تواتر عملی بھی حاصل ہے۔ یعنی ہر زمانہ میں مسلمانوں کا اس پر عمل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تفصیلات اور جزئیات میں اختلاف کے باوجود نفس اصول مسئلہ میں گویا جمہور اہل اسلام اور تمام آئمہ سلف کا اجماع اور اتفاق ہے۔ جیسا کہ مختلف مکاتیب خیال کے علماء متقدمین و متاخرین کی کتابیں شاھد ہیں اور سب سے بڑی شہادت دوسری صدی ہجری کے جلیل القدر امام حضرت عبداللہ بن مبارک کی ہے۔ جو صحیح مسلم کے حوالہ سے مقالہ ہذا کے صفحہ نمبر ۱۹ پر درج ہو چکی ہے۔ پس کتاب وسنت کے واضح دلائل، صحابہ کے آثار آئمہ سلف کے اجماع و اتفاق اور پوری اسلامی تاریخ کے عملی تواتر کے ہوتے ہوئے یہ دعویٰ کرنا کہ زندوں کے کسی سعی و عمل سے مردوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا ایک حیرت انگیز جسارت ہے۔" (تحقیق مسئلہ ایصال ثواب ص ۳۶)

فقہائے احناف کے ارشادات

ایصال ثواب کے ثبوت میں تیس احادیث مبارکہ پیش کرنے کے بعد ہم فقہائے

احناف کی کتب معتبرہ سے چند عبارات کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ سنی حنفی مسلمانوں کا
ایمان پختہ سے پختہ تر ہو جائے وباللہ التوفیق۔

۱۔ امام برہان الدین مرغینانی فرماتے ہیں۔ "اس باب میں اصل یہ ہے کہ انسان
کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنے عمل مثلاً نماز روزہ اور صدقہ وغیرہا کا ثواب
دوسرے شخص کو بخش دے اور یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ہے کیونکہ نبی علیہ الصلوٰ
والسلام سے مروی ہے کہ انہوں نے دو چت کبرے مینڈھے قربانی دیئے۔ ایک اپنی طرف
سے اور دوسرا اپنی امت کے ان افراد کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضو
ﷺ کی تبلیغ رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔ (ھدایہ ص ۲۹۶ جلد ۱)

۲۔ امام بدرالدین عینی فرماتے ہیں۔ "یعنی ایک مینڈھے کی قربانی کا ثواب اپ
امت کو بخشا اور یہ حضور علیہ السلام کی طرف سے اس بات کی تسلیم ہے کہ انسان کو دوسرے
عمل فائدہ دیتا ہے۔" (رمز الحقائق)

۳۔ امام فخر زیلعی فرماتے ہیں۔ "اس باب میں اصل یہ ہے کہ وہ اپنے عمل مثلاً نماز
روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، قرآن کی تلاوت اور اذکار الٰہی وغیرہا تمام قسم کی عبادات
ثواب دوسرے شخص کو بخش دے۔ یہ اہلسنت و جماعت کے نزدیک ہے۔ اور ان کاموں
ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ اور اسے نفع دیتا ہے۔ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ انسان کو یہ اجازت
حاصل نہیں۔ نہ میت کو ثواب پہنچتا ہے۔ نہ وہ اسے نفع دیتا ہے" (تبیین الحقائق ص ۸۳ جل
(۲

۴۔ امام حصکفی فرماتے ہیں۔ "اصل یہ ہے کہ انسان جو بھی عبادت کرے اس
ثواب وہ دوسرے کو بخش سکتا ہے۔ اگرچہ اس نے اس کی ادائیگی کے وقت اپنے لئے
ثواب کی نیت کی ہو کیونکہ اس مسئلہ کے دلائل کا ظاہر یہی ثابت کرتا ہے۔"
(ردالمحتار۔

۵۔ اور امام بابرتی حنفی فرماتے ہیں۔ "جاننا چاہیے کہ جو شخص نماز پڑھے یا روز
رکھے یا صدقہ کرے۔ پھر ان کا ثواب دوسرے کو بخشے تو یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک

جائز ہے۔" (عنایہ)

۶۔ امام ابوالاخلاص شرنبلالی فرماتے ہیں "سو انسان کے لئے اختیار ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب اہل سنت و جماعت کے نزدیک دوسرے شخص کو بخش دے۔ خواہ نماز ہو یا روزہ یا حج یا صدقہ یا قرآن کی تلاوت یا اذکار الٰہی یا ان کے علاوہ دوسری قسم کی نیکیاں اور ان کاموں کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور وہ اسے نفع دیتا ہے۔ یہ بات امام زیلعی نے باب الحج عن الغیر میں فرمائی ہے۔" (مراقی الفلاح ص ۳۴۱)

۷۔ اور امام سید طحطاوی فرماتے ہیں۔ "پس انسان کو اختیار ہے کہ وہ اپنے اعمال کا ثواب اہل سنت و جماعت کے نزدیک دوسرے کو بخش دے۔ برابر ہے کہ جسے ثواب بخش رہا ہے وہ زندہ ہے یا مردہ۔ دوسرے کو ثواب بخشنے سے اس کے اپنے ثواب میں کچھ بھی کمی نہیں آتی ہے۔" (حاشیہ مراقی الفلاح)

۸۔ اور اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں۔ "جس فعل نیک کا ثواب چند اموات کو بخشا جائے اللہ عزوجل کے کرم عمیم و فضل عظیم سے امید ہے کہ ان سب کو اس کا پورا پورا ثواب ملے۔ اگرچہ ایک آیت یا درود و تہلیل کا ثواب آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام مومنین و مومنات احیاء و اموات کے لئے ہدیہ کرے۔ علمائے اہل سنت سے ایک جماعت نے اسی پر فتویٰ دیا۔ ردالمحتار میں تاتارخانیہ و محیط سے منقول ہے کہ جو شخص فلاں شخص کے لئے صدقہ کرے اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ سب مومنین و مومنات کی نیت کرے، کیونکہ ان سب کو ثواب پہنچے گا۔ اور اس کے اپنے ثواب میں سے کچھ نہ گھٹے گا۔"

(فتاویٰ رضویہ ص ۱۹۸ جلد ۴)

۹۔ امام صدر الشریعہ فرماتے ہیں۔ "رہا ثواب پہنچانا کہ جو کچھ عبادت کی اس کا ثواب فلاں کو پہنچے، اس میں کسی عبادت کی تخصیص نہیں۔ ہر عبادت کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے۔ نماز روزہ، زکوٰۃ، صدقہ، تلاوت قرآن، ذکر الٰہی، زیارت قبور، فرض و نفل عبادت سب کا ثواب زندہ یا مردہ کو پہنچا سکتا ہے۔ اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ فرض کا ثواب پہنچا دیا تو اپنے پاس کیا رہ گیا کہ ثواب پہنچانے سے اپنے پاس سے کچھ نہ گیا۔ لہٰذا فرض کا

ثواب پہنچانے سے پھر وہ فرض عود نہ کرے گا کہ یہ تو ادا ہو چکا اس کے ذمہ سے ساقط ہو چکا ورنہ ثواب کس شئے کا پہنچا تا ہے۔ (درمختار، ردالمختار، عالمگیری) (بہار شریعت ص ۲۴۳ جلد ۱۶)

اور یہی امام فرماتے ہیں "اب رہیں تخصیصات مثلاً تیسرے دن یا چالیسویں دن ایصال ثواب کرنا تو یہ تخصیصات نہ شرعی تخصیصات ہیں اور نہ ان کو شرعی سمجھا جاتا ہے۔ یہ کوئی بھی نہیں جانتا کہ اسی دن میں ثواب پہنچے گا۔ اگر دوسرے دن کیا جائے تو نہیں پہنچے گا۔ یہ محض رواجی وعرفی بات ہے جو اپنی سہولت کے لئے لوگوں نے مقرر کر رکھی ہے بلکہ انتقال کے بعد ہی سے قرآن مجید کی تلاوت اور خیر خیرات کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ اکثر لوگوں کے یہاں اسی دن سے بہت دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ مخصوص دنوں کے سوا دوسرے دنوں میں لوگ ناجائز جانتے ہیں یہ محض افتراء ہے جو مسلمانوں کے سر باندھا جاتا ہے۔ اور زندوں مردوں کو ثواب سے محروم کرنے کی بیکار کوشش ہے۔ (بہار شریعت ص ۲۴۳)

الحمد للہ۔ یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا۔ اس سے روز روشن کی طرح روشن وعیاں ہوا کہ اموات المسلمین کے لئے ثواب ایصال کرنا اہل سنت وجماعت حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ کے نزدیک جائز ہے۔ اعمال خیر کا ثواب اموات کو پہنچتا ہے۔ اور وہ انہیں فائدہ دیتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ میت کا جسم گل سڑ کر ختم ہو جاتا ہے اس لئے اسے ثواب پہنچانا فضول ہے جاہلانہ خیال ہے کیونکہ ثواب میت کے جسم کو نہیں روح کو پہنچایا جاتا ہے۔ اور روح کو فنا ئیت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفار ومنافقین کی روحیں بھی باقی وزندہ ہیں۔ وھذا ما عندی والعلم التام عنداللہ العلام وانا الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری خادم التدریس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس سہنسہ آزاد کشمیر۔ (۱۳ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پینتیسواں مقالہ

غیر خدا کی طرف منسوب شے کی

حلت کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین امابعد!

ان دنوں ہفت روزہ کشمیر مظفرآباد کا شمارہ بابت ۱۰ فروری ۱۹۹۴ء دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس شمارہ کے صفحہ نمبر ۴۰ میں حافظ عبدالوحید اعوان نامی شخص کا ایک مضمون بعنوان " کھانے پینے کے آداب " شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں اعوان صاحب نے غیر خدا کی طرف منسوب شئے کو بھی حرام و ناجائز اشیاء کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ منہ.
بدیں وجہ ہم نے اس مختصر رسالہ میں غیر خدا کی طرف منسوب شئے کی حلت کو تفاسیر و احادیث کے معتبر حوالوں کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق پیش کرنے کی توفیق بخشے اور ہماری اس سعی کو ذریعہء ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

اعوان صاحب کے مضمون کے بحث طلب حصے

اعوان صاحب غیر خدا کی طرف منسوب شئے کو حرام و ناجائز قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ " بعض اوقات ایک شئے شرعاً حلال ہوتی ہے لیکن کسی عارضہ کی وجہ سے اس کا استعمال ناجائز اور حرام ہو جاتا ہے۔ جس طرح چوری کی اشیاء یا غصب شدہ اشیاء ایسی اشیاؤں کے مالکوں کے لئے حلال ہیں لیکن چور اور غاصب کے لئے حرام۔ اسی طرح ایسا کھانا جسے اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی پیرو مرشد کسی جن، پری، فرشتہ، رسول، نبی، شیخ عبدالقادر جیلانی یا کسی بھی زندہ یا مردہ کے نام پر پکایا یا تقسیم کیا جارہا ہو اس کا کھانا ناجائز اور حرام ہے۔ اگرچہ فی نفسہ آٹا چاول، گھی، کھانڈ وغیرہ حلال اور طیب ہیں لیکن اس بناء پر کہ ان کو خالق حقیقی کی طرف منسوب نہیں کیا جارہا ہے بلکہ ان کی نسبت غیراللہ کی طرف ہو گئی ہے۔ اسی طرح میلوں کی مٹھائی، گیارھوں، تیجہ، ساتہ، اور چالیسواں کا کھانا بھی ناجائز ہے۔ " اھ بلفظہ التمام پھر آگے چل کر اعوان صاحب اس کی دلیل میں لکھتے ہیں۔
"وما اھل بہ لغیر اللّٰہ۔ کے ضمن میں ہر وہ کھانا آجاتا ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کی گئی ہو جیسے میلے کا کھانا، عرس کا کھانا، مزاروں کی نذر و نیاز، گیارھویں کا

دودھ اور کھیر، ساتواں، قل، چالیسوں غرض ہر وہ کھانا جس کی نسبت اللہ پاک کی طرف نہیں کی جاتی ہو بلکہ اس قسم کا کھانا پکانے والے خود ان کھانوں کی نسبت اللہ پاک کی طرف نہیں کرتے۔ اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ نے اس قدر احتیاط برتی ہے کہ اگر کوئی شخص شادی اور خوشی کے موقع پر اظہار تفاخر کے لیے ایک دوسرے سے بڑھ کر کھانا پکاتے ہیں ایسے کھانے سے آپ نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کھانا پکانے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں اور نام ونمود کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ کر کھانا پکاتے ہیں۔ ریاء اور فخر کے لئے ان کا کھانا کھانے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔" اہ بلفظہ التمام.

فنقول وبتوفیق اللّٰہ تعالیٰ تنجول .

مضمون نگار نے آیت کریمہ کا مفہوم غلط سمجھا ہے

مضمون نگار اعوان صاحب نے اپنی مندرجہ بالا دو عبارتوں میں جو کچھ لکھا ہے یہ آیت کریمہ **وما اھل بہ لغیر اللّٰہ** کا مفہوم غلط سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ اگر آیت کا مفہوم یہی مانا جائے کہ ہر وہ شئے جو غیر خدا کی طرف منسوب کر دی گئی ہے ناجائز وحرام ہے جیسا کہ مضمون نگار نے سمجھا ہے۔ تو پھر دنیا بھر میں کوئی حلال شئے نہیں ملے گی۔ کیونکہ ہر شئے کسی نہ کسی طرح سے کسی نہ کسی غیر خدا کی طرف منسوب ونامزد ضرور ہوتی ہے۔ مثلاً عرف عام میں کہا جاتا ہے۔ زید کا بکرا، ہندہ کی گائے، اعوان صاحب کا مرغا، حافظ صاحب کا کھیت، بکر کی ماہانہ تنخواہ، مولوی صاحب کی امامت کی کمائی، ولیمہ کا کھانا، سالگرہ کی مٹھائی وغیرہ وغیرہ۔

ذرا غور فرمائیں کہ اگر مضمون نگار کا بیان کردہ یہ قاعدہ کلیہ درست ہے کہ "ہر وہ شئے جس کی نسبت غیر خدا کی طرف کی گئی ہو ناجائز وحرام ہے" تو پھر اس قاعدہ کلیہ کی بناء پر مذکورہ بالا یہ سب چیزیں حرام وناجائز ہی ماننی پڑیں گی۔ حالانکہ مضمون نگار اور اس کے سب ہم عقیدہ لوگ بھی زید کے بکرے، ہندہ کی گائے، اعوان صاحب کے مرغے، حافظ

صاحب کے کھیت کی کمائی، بکر کی تنخواہ، مولوی صاحب کی امامت کی کمائی، ولیمہ کے کھانے اور سالگرہ کی مٹھائی کو حلال وطیب سمجھ کر ہی کھاتے ہیں۔ اور ان اشیاء کے مالکوں کے لئے بھی انہیں حلال وطیب ہی مانتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ میلے کی مٹھائی، عرس کا کھانا، تیجے، ساتویں اور چالیسویں کا طعام اور گیارھویں شریف کی مٹھائی تو غیر خدا کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ناجائز وحرام قرار دی جائے اور ان مذکورہ بالا باقی سب چیزوں کو باوجودیکہ وہ بھی غیرِ خدا کی طرف منسوب ہیں شیر مادر کی طرح حلال وطیب سمجھ کر کھایا جائے آخر کوئی تو وجہ ء فارق ہوگی جسے بیان کرنا مضمون نگار کے ذمہ میں لازم تھا۔

آیت کریمہ کا صحیح مفہوم سمجھنا ضروری ہے

چونکہ مضمون نگار نے غیر خدا کی طرف منسوب شئے کی حرمت ثابت کرنے کے لئے آیت کریمہ وما اھل بہ لغیر اللّٰہ کو دلیل بنایا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس آیت کریمہ کا صحیح صحیح مفہوم لکھ دیا جائے تاکہ حق سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔ وباللہ التوفیق۔

قرآن مجید میں یہ آیت کریمہ چار مقامات پر آئی ہے

آیت کریمہ وما اھل بہ لغیر اللّٰہ۔ قرآن مجید میں چار مقامات پر آئی ہے۔ اور چاروں مقامات پر ایک ہی مفہوم میں آئی ہے۔ ہم قارئین کے لئے چاروں مقامات کی آیت اور اس کا ترجمہ لکھتے ہیں۔ تاکہ اس کا صحیح مفہوم معلوم ہو جائے اور مضمون نگار کی سمجھ کی غلطی ثابت ہو جائے۔ واللّٰہ الموفق للصدق والصواب وھو یھدی من یشآء الی صراط مستقیم ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم.

مقام اول

اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ میں ارشاد فرماتا ہے۔ وما اھل بہ لغیر اللّٰہ۔ (پ ۲ رکوع ۵)

اس کا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فارسی زبان میں بدیں الفاظ لکھتے

ہیں۔ وآن چہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیرِ خدا۔ ترجمہ: اور ہر وہ شئے حرام ہے جس کے ذبح میں غیرِ خدا کی آواز بلند کی جائے۔ (فتح الرحمٰن ص ۳۱)

اور اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ ان لفظوں میں اس کا ترجمہ فرماتے ہیں۔ "اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔" (کنزالایمان ص ۴۰)

دوسرا مقام

اللہ تعالیٰ سورۃ المآئدہ میں ارشاد فرماتا ہے۔ وما اهل لغير الله به۔
(پ ۶ رکوع ۵)

شاہ ولی اللہ کے ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں۔ "وآن چہ نامِ غیر خدا بوقت ذبح اُو یاد کردہ شود " اور ہر وہ چیز (حرام ہے) جس کے ذبح کے وقت غیرِ خدا کا نام یاد کیا جائے۔ (فتح الرحمٰن ص ۱۲۰)

اور اعلیٰ حضرت کے الفاظ یہ ہیں۔" اور وہ جس کے ذبح میں غیرِ خدا کا نام پکارا گیا"۔ (کنزالایمان ص ۱۲۹)

تیسرا مقام

اللہ تعالیٰ سورۃ الانعام میں ارشاد فرماتا ہے۔ او فسقاً اهل لغير الله به ۔ (پ ۹ رکوع ۵) شاہ ولی اللہ کے ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں۔ " یا آن چہ فسق باشد کہ برائے غیرِ خدا آواز بلند کردہ شد وقتِ ذبح اُو،" ترجمہ یا ہر وہ پلید شئے جس پر بوقتِ ذبح غیرِ خدا کے لئے آواز بلند کی جائے۔ (فتح الرحمٰن ص ۱۴۹)

اور اعلیٰ حضرت کے الفاظ یہ ہیں۔ " یا بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیرِ خدا کا نام پکارا گیا۔" (کنزالایمان ص ۲۴۳)

چوتھا مقام

اللہ تعالیٰ سورۃ النحل میں ارشاد فرماتا ہے۔ ومآاھل لغیر اللہ بہ۔ (پ ۱۴ ارکوع ۲۱)

شاہ ولی اللہ صاحب کا ترجمہ اس طرح ہے "وآن چہ ذکر کردہ شد نامِ غیرِ خدا بر ذبحِ وے" (فتح الرحمٰن ص ۳۱۹) ترجمہ: اور ہروہ چیز جس کے ذبح پر غیر خدا کا نام ذکر کیا گیا۔ اور اعلیٰ حضرت کے الفاظ یہ ہیں۔ "اور وہ جس کے ذبح کے وقت غیرِ خدا کا نام پکارا گیا"۔ (کنز الایمان ص ۴۴۶)

آیت کریمہ کے صحیح مفہوم کی وضاحت

قارئین کے سامنے ہم نے چاروں مقامات رکھ دیے ہیں جن میں یہ آیت کریمہ آئی ہے۔ اور ان چاروں مقامات پر اس آیت کا جو ترجمہ ہے وہ بھی ہم نے شاہ ولی اللہ صاحب اور اعلیٰ حضرت بریلوی کے الفاظ میں پیش کردیا ہے۔ اس سے روزِ روشن کی طرح روشن ہوگیا ہے کہ یہ آیت کریمہ ہر نامزد شئے کے بارہ میں نہیں ہے بلکہ صرف جانوروں کے بارہ میں ہے۔ اور جانوروں کے بارہ میں مطلقاً نہیں آئی ہے بلکہ ان کے ذبح کے وقت غیرِ خدا کا نام پکارنے کے بارہ میں آئی ہے۔ لہٰذا جس جانور کو ذبح کے وقت سے پہلے غیرِ خدا کی طرف منسوب و نامزد کیا جائے وہ حرام و ناجائز نہیں ہوتا۔ اور جو شئے ذبح نہیں کی جاسکتی اسے کسی غیرِ خدا کی طرف منسوب و نامزد کرنے سے اس میں کوئی حرمت پیدا نہیں ہوتی۔ یہ آیت صرف اُن حلال جانوروں کے بارہ میں ہے جنہیں اللہ کا نام چھوڑ کر غیرِ خدا کا نام لے کر ذبح کیا جائے۔

جیسا کہ دورِ جاہلیت میں لوگ اللہ کا نام چھوڑ کر لات وعزیٰ کا نام لے کر جانور ذبح کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ذبیحہ کی حرمت بیان کرنے کے لئے ماأُھل لغیر اللہ بہ کے الفاظ ارشاد فرمائے ہیں۔ آیت کریمہ کا یہی مفہوم مفسرین کرام نے بھی لکھا ہے

چنانچہ

(۱) علامہ بیضاوی

لکھتے ہیں ۔وماھل بہ لغیرا للّٰہ ای رفع بہ الصوت عند ذبحہ لصنم اور ما اھل بہ لغیر اللّٰہ سے مراد وہ جانور ہے جسے ذبح کرتے وقت بت کا نام پکارا گیا ہو۔ (تفسیر بیضاوی ص۱۲۳)

(۲) ملا حسین واعظ کاشفی

لکھتے ہیں وحرام کرد آن چہ آواز بردارند در وقت ذبح برائے غیر خدا بنام بتان یا باسم پیغمبر بکشند۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس جانور کو حرام کیا ہے جس کے ذبح کے وقت بتوں کا نام پکارتے ہیں یا جسے نبی کے نام پر قتل کرتے ہیں۔ (تفسیر حسینی ص ۲۸)

(۳) مفسر احمد صاوی

لکھتے ہیں ۔والمعنی ومارفع الصوت عند ذکاتہ بغیر اللّٰہ ای باسم غیر اللّٰہ کما اذا قال باسم الات اوالعزیٰ قال تعالیٰ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللّٰہ علیہ انہ لفسق . وما اھل لغیر اللّٰہ بہ کا معنی وہ جانور ہے جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام بلند کیا گیا ہو۔ مثلاً ذبح کرنے والا لات یا عزیٰ کا نام پکار کر ذبح کرے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور وہ بے شک حکم عدولی ہے۔ (تفسیر صاوی ص ۲۳۱ جلد ۱)

(۴) علامہ خازن اور (۵) امام بغوی

اپنی اپنی تفسیروں میں لکھتے ہیں۔ وما اھل بہ لغیر اللّٰہ یعنی وما ذبح للاصنام والطواغیت۔یعنی ماھل بہ لغیر اللّٰہ سے مراد وہ جانور ہیں جن کو بتوں اور شیطانوں کے لیے ذبح کیا گیا ہو۔ (خازن ومعالم ص ۱۴۰ جلد ۱)

(۶) مفسر عماد الدین بن کثیر

لکھتے ہیں وھو ما ذبح علی غیر اسمه تعالیٰ من الانصاب والانداد والا زلام ونحو ذلک مما کانت الجاھلیة ینحرون له. یعنی ما اھل به لغیر اللّٰه سے مراد وہ جانور ہے جو غیر خدا بتوں، شریکوں اور تیروں وغیرہ کے نام پر ذبح کیا گیا جیسا کہ زمانہء جاہلیت میں لوگ ان کے ناموں پر جانور ذبح کیا کرتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۰۵ جلد ۱)

الحمد للہ۔ ان معتبر چھ تفسیرات کی ان عبارات مبارکہ سے روزِ روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ ما اھل بہ لغیر اللہ سے مراد وہ حلال جانور ہیں جنہیں اللہ کا نام چھوڑ کر غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ لات وعزیٰ وغیرہ بتوں کے نام پر جانور ذبح کیا کرتے تھے۔ ولہٰذا اس آیت کریمہ سے میلے کی مٹھائی، عرس کے کھانے، مزارات اولیاء کی نذر ونیاز، گیارھویں کے دودھ اور کھیر، ساتویں، تیجہ، قل اور چالیسویں کے طعام کو ناجائز وحرام ثابت کرنا سراسر غلطی اور شریعت مطہرہ پر سخت قسم کی افترا پردازی ہے۔ ان کاموں کے لئے مسلمان اگر کوئی جانور ذبح کرتے بھی ہیں تو وہ ذبح کے وقت صرف تکبیر پڑھ کر یعنی اللہ کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں۔ اس وقت غیر خدا کا نام نہیں لیتے ہیں۔ ولہٰذا ان ذبیحوں کا آیت کریمہ ما اھل به لغیر اللّٰه سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ حیرانی کی بات تو یہ ہے کہ مفسرین قرآن اس آیت کا بالاتفاق جو مفہوم مراد لیتے ہیں اس کو ترک کر کے مضمون نگار نے اپنی طرف سے ایک نیا مفہوم مراد لیا ہے۔ اسی کا نام تفسیر بالرائے ہے اور اسی قسم کی تفسیر کی مذمت سرکار مدینہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوا مقعده من النار. جو شخص بغیر علم کے قرآن کا مفہوم بیان کرے اسے دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنانا چاہیے۔ (رواه الترمذی عن ابن عباس وصححه السیوطی فی جامعه الصغیر. ص ۱۷۷ جلد ۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

حلت وحرمت ذبیحہ میں صرف حال وقصدِ ذابح کا اعتبار ہے

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ العزیز لکھتے ہیں "حق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ حلت وحرمتِ ذبیحہ میں حال وقول ونیت ذابح کا اعتبار ہے نہ مالک کا مثلاً مسلمان ذبح کرے تو حلال ہے اگرچہ مالک مشرک تھا۔ یا زید کا جانور عمرو ذبح کرے اور قصداً تکبیر نہ کہے تو حرام ہوگیا اگرچہ مالک برابر کھڑا سو بار بسم اللہ اللہ اکبر کہتا رہے۔ اور ذابح تکبیر سے ذبح کرے تو حلال اگرچہ مالک ایک بار بھی تکبیر نہ کہے۔ ذابح کلمہ گو نے غیرِ خدا کی عبادت وتعظیم مخصوص کی نیت سے ذبح کیا تو حرام ہوگیا اگرچہ مالک کی نیت خاص اللہ عزوجل کے لئے ذبح کی تھی۔ یونہی ذابح نے خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ذبح کیا تو حلال اگرچہ مالک کی نیت کسی کے واسطے تھی۔ تمام صورتوں میں حالِ ذابح کا اعتبار ماننا اور اس شکل خاص میں (یعنی جبکہ غیرِ خدا کے لئے جانور صرف منسوب ونامزد کردیا گیا ہو پھر مسلمان ذابح نے اسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا۔) انکار کرجانا (اور اس ذبیحہ کو ناجائز وحرام قرار دینا) محض تحکم باطل جس پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں ولہٰذا فقہائے کرام خاص اس جزئیہ کی تصریح فرماتے ہیں کہ مثلاً مجوسی نے اپنے آتشکدہ یا مشرک نے اپنے بتوں کے لئے مسلمان سے بکری ذبح کرائی اور اس نے تکبیر کہہ کر ذبح کی حلال ہے۔ کھائی جائے۔ اگرچہ یہ بات مسلم کے حق میں مکروہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری وفتاویٰ تاتارخانیہ وجامع الفتاویٰ میں ہے۔ مسلم ذبح شاۃ المجوسی لبیت نارھم او الکافر لالھتھم تؤکل لانہ سمی اللہ تعالیٰ ویکرہ لمسلم ۔ (سبل الاصفیاء ص۲) یعنی مسلمان نے تکبیر پڑھ کر مجوسی کی بکری ان کے آتش کدہ کے لیے یا کافر کی بکری ان کے بتوں کے لیے ذبح کی تو کھائی جائے کیونکہ اس نے اللہ کا نام لیا ہے اور یہ مسلمان کے لئے مکروہ ہے۔

ذابح کی وقت ذبح کی نیت ہی معتبر ہے

پھر مسلمان ذابح کی نیت بھی وقتِ ذبح کی معتبر ہے۔ اس سے قبل یا بعد کی نیت کا

اعتبار نہیں۔ ذبح سے ایک آن پہلے تک خاص اللہ عزوجل کے لئے نیت تھی ذبح کرتے وقت
غیر خدا کے لئے اس کی جان دی ذبیحہ حرام ہو گیا وہ پہلی نیت کچھ نفع نہ دے گی۔ یونہی اگر
ذبح سے پہلے غیر خدا کے لئے ارادہ تھا مگر ذبح کے وقت اس سے تائب ہو کر مولا تبارک
وتعالیٰ کے لئے اراقۂ دم کی تو ذبیحہ حلال ہو گیا۔ یہاں وہ پہلی نیت کچھ نقصان نہ دے گی۔
ردالمحتار میں ہے۔ اعلم ان المدار علیٰ القصد عند ابتداء الذبح . " (سبل الاصفیاء فی
حکم الذبح للاولیاء ص ۳) جاننا چاہیے کہ ذبح کی ابتداء کے وقت کی نیت پر دارومدار
ہے۔

الحمدللہ۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت نے مسئلہ بالکل واضح کر دیا کہ
غیر خدا کی طرف منسوب و نامزد جانور اس وقت حرام ہو گا جب وقتِ ذبح اس پر اللہ کا نام
چھوڑ کر غیر اللہ کا نام لے کر اسے ذبح کیا جائے گا۔ اور اگر اسے اللہ کے نام پر ذبح کیا
جائے گا تو پہلے کی نامزدگی کوئی نقصان نہ دے گی. واللّٰہ یھدی من یشآء الی صراط
مستقیم.

مطلقاً نسبتِ غیر کو موجبِ حرمتِ ذبیحہ جاننا جہالت ہے

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں۔ " علمائے کرام فرماتے ہیں۔ مطلقاً نیتِ غیر کو موجب
حرمت جاننے والا سخت جاہل اور قرآن وحدیث وعقل کا مخالف ہے۔ آخر قصاب کی نیت
تحصیل نفع دنیا اور ذبائح شادی کا مقصود برأت کو کھانا دینا ہے۔ نیتِ غیر خدا تو یہ بھی ہوئی۔
کیا یہ سب ذبیحے حرام ہو جائیں گے۔ یونہی مہمان کے واسطے ذبح کرنا درست و بجا ہے کہ
مہمان کا اکرام عین اکرامِ خدا ہے۔ درمختار میں ہے۔ لو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ
الخلیل واکرام الضیف اکرام اللّٰہ تعالیٰ ' (اگر کوئی شخص مہمان کے لئے جانور ذبح کرے
اس نیت کی وجہ سے جانور حرام نہیں ہو گا۔ کیونکہ مہمان نوازی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ
السلام کی سنت ہے اور مہمان کی عزت افزائی اللہ تعالیٰ کی عزت افزائی ہے۔) اور
ردالمحتار میں ہے۔ قال البزازی ومن ظن انہ لا یحل لا نہ ذبح لاکرام ابن آدم فیکون ما

اھل بہ لغیر اللّٰہ تعالیٰ فقد خالف القرآن والحدیث والعقل فانہ لا ریب ان القصاب یذبح للربح ولو علم انہ ینجس لا یذبح فیلزم ھذا الجاھل ان لایا کل ماذبحہ القصاب وما ذبح للربح والا عراس والعقیقۃ ۔ (امام بزازی نے فرمایا اور جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ مہمان کی نیت سے ذبح کردہ جانور حلال نہیں ہے کیونکہ یہ بنی آدم کے اکرام کے لئے ذبح کیا گیا ہے خالص اللہ تعالیٰ کے اکرام کے لئے نہیں ولہذا یہ ذبیحہ ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل ہوگا۔ وہ قرآن و حدیث اور عقل تینوں کی مخالفت کرتا ہے۔ کیونکہ بلا شبہ قصائی دنیا کا نفع حاصل کرنے کے لئے جانور ذبح کرتا ہے کیونکہ اگر وہ جانے کہ اس نیت سے اس کا جانور حرام ہو جائے گا تو وہ اسے ہرگز ذبح نہ کرے۔ پس اس جاہل پر لازم ہے کہ وہ قصائی کے ذبیحہ اور شادیوں بیاہوں اور عقیقہ کے ذبیحہ کو بھی نہ کھائے)

دیکھو علمائے کرام صراحۃً ارشاد فرماتے ہیں کہ مطلقاً نیت و نسبتِ غیرِ خدا کو موجبِ حرمتِ ذبیحہ جاننا اور اسے ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل ماننا نہ صرف جہالت بلکہ جنون و دیوانگی اور شرع و عقل دونوں سے بیگانگی ہے۔ جب نفع دنیا کا مخل نہ ہوا تو فاتحہ و ایصال ثواب میں کیا زہر مل گیا اور جب اکرامِ مہمان عین اکرامِ خدا ٹھہرا تو اکرام اولیاء بدرجہء اولیٰ اکرامِ خدا ٹھہرے گا۔" (سبل الاصفیاء ص ٦)

غیر خدا کی طرف منسوب شئے کی حلت کا ثبوت صحیح حدیث سے ہوتا ہے

الحمد للہ۔ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے ہر عاقل پر یہ واضح ہو گیا ہے کہ غیرِ خدا کی طرف منسوب شئے حلال وطیب ہوتی ہیں۔ اور یہ نسبت و نامزدگی اس شئے میں کوئی حرمت پیدا نہیں کرتی۔ یہ بات ایک صحیح حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ فی فضل الصدقہ فصل ثانی میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ان ام سعد رضی اللّٰہ عنھا ماتت فای الصدقۃ افضل ۔ یا رسول اللہ! سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوگئی ہیں تو (ان کے لئے) کونسا صدقہ بہتر ہے؟ فرمایا الماءُ۔ پانی. فحفر بئراً وقال ھذہ لام سعد

سوانہوں نے ایک کنواں کھودوایا اور فرمایا یہ کنواں سعد کی والدہ کا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۱
جلد ۱)

امام جلال الدین سیوطی اس حدیث کے بارہ میں فرماتے ہیں اخرجہ احمد والاربعۃ
عن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل، ترمذی، ابوداؤد، نسائی
اور ابن ماجہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (شرح الصدور ص
۱۲۸)

امام نسائی کی روایت اس طرح ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض
کیا۔ یارسول اللہ! میری والدہ فوت ہوگئی ہیں۔ تو کیا میں ان کی طرف سے صدقہ
کروں۔ فرمایا ہاں۔ پھر میں نے عرض کیا پھر کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا۔ پانی پلانا
راوی کہتے ہیں۔ **فتلک سقایۃ سعد بالمدینۃ** پس حضرت سعد کا یہ کنواں مدینہ منورہ میں
ہے۔ (سنن نسائی ص ۱۳۳ جلد ۲)

مقام غور

ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ
نے کنواں کھودا کر اسے اپنی والدہ کی طرف منسوب و نامزد کردیا۔ اگر یہ نسبت و نامزدگی
کھانے پینے کی اشیاء میں حرمت پیدا کرنے کا سبب تھی تو پھر آپ نے ایسا کیوں کیا تھا؟ اور
آج تک کسی مسلمان نے بھی حضرت سعد کے اس کنوئیں کے پانی کو حرام و ناجائز نہیں سمجھا
پھر کیا وجہ ہے کہ میت کی طرف منسوب تیجے، ساتویں، چالیسویں کے طعام کو مضمون نگار
ناجائز وحرام کہہ رہا ہے۔ اسی طرح حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب
گیارھوں شریف کے طعام کو اور دیگر اولیاء کرام کی نذر و نیاز کو محض اس وجہ سے وہ حرام
ناجائز کہہ رہا ہے کہ ان کھانوں کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کی گئی بلکہ اولیاء اللہ کی طرف کی
گئی۔ بہرحال مسئلہ واضح ہوگیا اور صحیح معتبر حدیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ اگر کسی شئے کی نسبت
غیر خدا کی طرف کردی جائے تو محض اس نسبت و نامزدگی کی وجہ سے وہ شئے حرام و ناجائز

نہیں ہو جاتی۔ حلال وطیب ہی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

وهذاآخر ما اردنا ايراده فى هذه المقالة النافعة تقبلها الله تعالىٰ بسه العظيم ورسوله الكريم ﷺ وانا الفقير ابو الكرم احمد حسين قاسم الحيدرى الرضوى غفر الله تعالىٰ لى ولا حبآء ى واقربآء ى واساتذ تى المدرس بالجامعة الحيدرية فضل المدارس سهنسه من مضافات آزادكشمير . (۲۷ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھتیسواں مقالہ

فرقہ بندی کے خاتمہ کا صحیح طریقہ کار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے سٹوڈنٹس موومنٹ کے زیر اہتمام انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں منعقدہ امن کانفرنس سے بتاریخ 19 نومبر 1997ء خطاب کیا۔ جس میں اس نے کہا کہ " آج لسانی مسلکی اور صوبائی فرقہ واریت نے امن اسلام کو تہ وبالا کر دیا ہے۔ آج کا مسلمان کوئی بریلوی نظر آتا ہے، کوئی دیوبندی، کوئی شیعہ نظر آتا ہے کوئی اہل حدیث۔ مگر نظر نہیں آتا تو مصطفےٰ علیہ السلام کی امت کا جسد واحد نظر نہیں آتا۔ معاشرے کا پڑھا لکھا طبقہ طلباء بھی فرقہ واریت کی جاہلیت میں بٹ گیا۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں الیکشن کے دوران کوئی چوہدری در کر ہے، کوئی گجر، کوئی کچھ اور۔

مسلمانو! محدود وفاداریوں کے یہ سارے بت پاش پاش کر دو۔ تم کچھ نہیں اگر مصطفےٰ علیہ السلام کے غلام نہیں ہو۔ اگر مسلمان نہیں ہو۔ یہی تمہاری سب سے بڑی پہچان ہے۔ رب نے تمہارا یہی نام رکھا ہے۔ هو سمكم المسلمين.

مسلمان کا مسلمان کے لئے سراپا امن ہونا اور بات ہے۔ اسلام کا تصورامن تو یہ ہے کہ مسلمان کل عالم انسانیت کے لئے سراپا امن ہے۔ " (ماہنامہ منہاج القرآن لاہور بابت جنوری ۱۹۹۸ء صفحہ نمبر ۴۳)

مقام حیرت ہے کہ " امن کانفرنس " کے اس تاریخ ساز خطاب میں ڈاکٹر پروفیسر طاہر القادری نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کے پہلے نظریہ کے سراسر خلاف ہے کیونکہ اس سے پہلے پروفیسر سمیت ساری تحریکی برادری کا ایمان تھا کہ مسلمانوں کے سارے مکاتیب فکر صاحب ایمان مسلمان ہیں اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ وہ کسی فرقہ کے ایمان واسلام میں شک وشبہ کرے جیسا کہ عنقریب حوالہ عرض کیا جائے گا۔ مگر مندرجہ بالا عبارت میں صاف صاف کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کے جملہ مکاتیب فکر معاذ اللہ غلامئ مصطفےٰ علیہ السلام سے خالی اور فرقہ واریت میں بنے ہوئے جاہلیت کے بت ہیں جو پاش پاش کرنے کے قابل ہیں۔

پھر اس جبری حکم میں اس بات کی تفصیل بھی بیان کر دی گئی ہے کہ تمام مکاتیب فکر بشمول

بریلوی جماعت کے معاذ اللہ محدود وفاداریوں کے ایسے بت ہیں جو پاش پاش کردینے کے مستحق ہیں۔ **والعیاذباللّٰہ تعالیٰ منہ** .

خدایا آسمان کیوں پھٹ نہیں پڑتا ہے ظالم پر

پھر قابل غور یہ بات ہے کہ طاہر القادری کو آج کل اپنے تحریکی فرقہ سمیت (۱) کسی بھی فرقہ میں مصطفےٰ ﷺ کی امت کا جسد واحد نظر نہیں آرہا ہے۔ اسے کہیں جاہلیت کا بت بریلوی مسلمان کی شکل میں نظر آرہا ہے اور کہیں دیوبندی، شیعہ اہل حدیث وغیرہم کی صورت میں۔ اور مصطفےٰ ﷺ کا کوئی غلام جو ان تمام جاہلیتوں کے بتوں سے پاک ہو وہ اسے اپنے (۲) سمیت کہیں بھی نظر نہیں آرہا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

؎ خدا جب دین لیتا ہے حماقت آہی جاتی ہے۔

بریلوی احباب کے لئے لمحہ فکریہ

پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کے اس "تاریخ ساز" خطاب پر ہمارے ان سنی بریلوی علماء مشائخ واحباب کو توجہ کرنی چاہیے جو تا حال اسے سنی بلکہ بریلوی سمجھ کر اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ مقام تعجب ہے کہ جو شخص پہلے سنی کہلاتا تھا۔ حنفی المسلک ہونے کا دعویدار تھا۔ اعلیٰ حضرت بریلویؒ اور بریلوی علمائے اہل سنت کی ہم مسلکی اور نیازمندی کا دم بھرتا تھا وہ اغیار کی صحبت بد کی وجہ سے آج بریلوی مسلک کو بدعقیدہ فرقوں کی طرح جاہلیت کا ایک بت کہہ رہا ہے جو پاش پاش کرنے کے قابل ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلویؒ سے نسبت رکھنے والا کوئی شخص اگر اب بھی اس شخص کے غیر بریلوی ہونے میں شک وشبہ رکھتا ہے تو اسے ہٹ دھرمی ہی کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

---

(۱) تحریکی فرقہ بھی ایک مکتب فکر ہے اس لئے اس جبری حکم میں یہ بھی داخل ہے۔ کما **لایخفیٰ علی من لہ ادنی فہم**

(۲) طاہر القادری بھی اپنے آپ کو سنی بلکہ حنفی کہتا ہے دیکھو اہم انٹرویو اس لئے یہ خود بھی اس جبری حکم میں شامل ہے

''بریلوی مودودی'' کہنا بھی درست نہیں ہے

ہمارے بعض علماء نے اپنے بیان میں طاہر القادری کو "بریلوی مودودی" کہا ہے۔ یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ جو شخص بریلوی مسلک سے انحراف کر چکا ہے اسے بریلوی مودودی کیسے کہا جا سکتا ہے۔ ہاں "جدید مودودی" یا "ثانی مودودی" کہنا درست ہے کہ یہ شخص ہر بات میں ابو الاعلیٰ مودودی کی نقالی کر رہا ہے۔ کما لا یخفیٰ علی اھل العلم والفھم السلیم واللہ تعالیٰ اعلم۔

تحریکی فرقہ کے نزدیک پہلے تمام مکاتب فکر صاحب ایمان تھے

۱۹ نومبر ۱۹۹۱ء کے مندرجہ بالا تاریخ ساز خطاب سے پہلے تحریکی فرقہ کے نزدیک تمام مکاتب فکر صاحب ایمان مسلمان تھے چنانچہ بتاریخ ۱۹ جون ۱۹۸۸ء ویمبلے کانفرنس سنٹر انگلینڈ میں منعقدہ منہاج القرآن انٹرنیشنل کانفرنس کے اختتام پر جو اعلامیہ ویمبلے ڈیکلریشن کے نام سے جاری کیا گیا تھا اس کی شق نمبر ۵ کے اردو الفاظ یہ ہیں۔

۵۔ "یہ کانفرنس ہر صاحب قبلہ کو صاحب ایمان سمجھنے کی تاکید کرتی ہے اور ہر اس شخص کے مومن اور موحد ہونے کو تسلیم کرتی ہے جو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اور خاتم الانبیآء سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت پر اور اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان لایا اور یہ کہ وہ سب دینی بھائی ہیں بنا بریں کانفرنس اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مذکورہ بالا ایمان اور صاحب ایمان کے بارہ میں کوئی غلط پروپیگنڈا کرے یا اس بات کا دعویٰ کرے کہ وہ اکیلا حق پر ہے۔ نیز کسی مسلمان کو دوسرے مسلمان کے عقیدہ ایمان و توحید میں شک کرنے کا بھی حق نہیں۔" (ماہنامہ منہاج القرآن لاہور بابت فروری مارچ ۱۹۹۲ء صفحہ نمبر ۳۰۲)

ناظرین کرام اس اعلامیہ کے ان الفاظ پر غور و فکر کریں اور سوچیں کہ جو شخص جون ۱۹۸۸ء میں اہل حق و اہل باطل دونوں کے بارے میں اپنا یکساں عقیدہ و ایمان ان

لفظوں میں ظاہر کرتا ہے کیا وہ سنی بریلوی تھا ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ صرف اپنی جماعت بڑھانے کے لئے وہ سنی بریلوی مسلک کی طرف اپنا جھکاؤ ظاہر کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہوشیاروں سے ہمارے سیدھے سادہ مسلمانوں کو بچائے۔ آمین۔

بریلوی مسلک کے انکار پر ایک شہادت

تحریکی لٹریچر میں جا بجا ایسی عبارات ملتی ہیں جن میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ طاہر القادری شروع ہی سے اعلیٰ حضرت بریلوی کے مسلک وعقیدہ کا منکر ہے۔ لیکن بطور نمونہ مشتے از خروارے یہاں صرف ایک عبارت ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔ چنانچہ۔

تحریک منہاج القرآن سے وابستہ محمد ارشد نقشبندی نامی ایک شخص لکھتا ہے۔

"اکابر پر بے جا تنقید کے حوالے سے ایک اور چیز بھی پیدا ہوئی کہ ہر ایک طبقہ نے دوسرے طبقہ کے اکابر علماء مشائخ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور ان کو کافر و مشرک قرار دیا گیا۔ یہاں تک کہ ان کے ناموں کو بگاڑ کر تضحیک کا نشانہ بنا گیا۔ اور ہر مسلک نے دوسرے مسلک کے لوگوں کے اکابر کی طرف بڑھ چڑھ کر غلط چیزیں منسوب کرنا شروع کر دیں اور اس کو خدمت دین سمجھتے ہوئے بہت آگے نکل گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فرقہ پرستی کی آگ مزید بھڑک اٹھی۔ تحریک منہاج القرآن نے کسی کو برا بھلا کہنے اور خصوصاً کسی طبقہ کے اکابر کو برا بھلا کہنے سے روکا ہے۔ (ماہنامہ منہاج القرآن لاہور۔ نومبر ۱۹۹۱ء صفحہ نمبر ۴۱)

اس عبارت کے الفاظ اور ہر مسلک نے دوسرے مسلک کے لوگوں کے اکابر کی طرف بڑھ چڑھ کر غلط باتیں منسوب کرنا شروع کر دیں الی آخرہ پر غور کریں۔ تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلویؒ نے گستاخان خدا اور رسول عزوجل ﷺ کی جو گرفت فرمائی ہے طاہر القادری کے تحریکی طبقہ کے نزدیک یہ بھی قابل مذمت ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ.

کیا مسلمان کہلانا ضروری ہے

مذکورہ بالا تاریخ ساز خطاب میں طاہر القادری نے مسلمان کہلانے اور بریلوی، دیوبندی، شیعہ اہل حدیث نہ کہلانے پر زور دیا ہے۔ اور اس نے آیت کریمہ ھو سمکم المسلمین۔ سے استدلال کیا ہے۔ لیکن مسلمان کہلانے پر زور دینے والے تحریکی خیال کے لوگ خود مسلمان کہلانے کے بجائے القادری، الگیلانی، وغیرھا کہلاتے ہیں۔ مثلاً طاہر القادری اور خورشید احمد گیلانی، اب ان لوگوں سے یہ کون پوچھے کہ جس کام سے تم دوسروں کو روک رہے ہو اسے تم کیوں نہیں چھوڑ سکتے۔ اور اگر سنی، شیعہ کہلانا تفرقہ کا باعث ہے تو القادری، الگیلانی کہلانے سے تفرقہ کیوں نہیں پیدا ہوتا ہے۔ اب ان سوالوں کا جو جواب یہ لوگ دیں گے ہم ان کے اس سوال کہ تم مسلمان کہلانے کی بجائے بریلوی دیوبندی کیوں کہلاتے ہو کے جواب میں وہی جواب عرض کریں گے

مدینہ میں مسلمانوں کا نام مومنین کیوں رکھا گیا تھا

حضور ﷺ جب تک مکہ مکرمہ میں رہے اہل کفر کے مقابلہ میں اہل اسلام مسلمان کہلاتے تھے پھر جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور وہاں منافقین کا ایک نیا فرقہ پیدا ہوا تو سچے عقیدہ والوں کا نام خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنین رکھا اور انھیں یاایھا الذین امنوا کے الفاظ سے مخاطب بنایا۔ اور باطل عقیدہ والے نام نہاد مسلمانوں کا نام منافقین رکھا۔ تاکہ صحیح عقیدہ والے مسلمانوں کا باطل عقیدہ والوں سے امتیاز قائم ہو جائے اس سے یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ اگر اہل حق وقتی مناسبت کی وجہ سے اپنا کوئی اور نام رکھ لیں جس سے ان کا بہتر تشخص ظاہر ہوتا ہو تو اللہ اور رسول عزوجل و ﷺ کی طرف سے انہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اہل بدعات کا ظہور ہوا اور انہوں نے اپنے تشخص کو ظاہر کرنے کے لئے مخصوص نام رکھے جماعت المومنین نے اپنا تشخص ظاہر کرنے کے لیے اپنا نام اہل سنت و جماعت رکھا۔ یہ نام اگرچہ نیا تھا لیکن اس

نام والوں کے عقائد ونظریات پرانے تھے۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر سب فرقے اپنا مخصوص نام چھوڑ دیں تو پھر حق و باطل کے فرق کو کون سمجھے گا۔تحریکی خیال والوں کے نزدیک اگر سب فرقوں والے اہل حق وصاحب ایمان ہیں تو پھر یہ مخصوص نام مٹانے کا کیا فائدہ جیسا کہ حنفی شافعی نام قائم رکھے گئے اسی طرح سنی شیعہ ناموں کو بھی قائم رکھا جانا چاہیے اور اگر بعض اہل حق اور بعض اہل باطل ہیں تو پھر نام مٹا دینے کا کوئی دیر پا فائدہ نہیں ہوگا۔کہ ہر فرقہ اپنے تشخص کو ظاہر کرنے کے لئے پھر کوئی نہ کوئی اپنا نیا نام پیدا کر لے گا۔اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔آمین۔

تحریکی فرقہ کی ایک اور غلط فہمی

یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ بریلوی دیوبندی شیعہ اہل حدیث بننے سے اسلام کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور اگر سب مسلمان کہلائیں تو اسلام کی وحدت پارہ پارہ ہونے سے بچ جائے گی۔ حالانکہ یہ بداہۃً غلط بات ہے۔مسلمانوں کا ہر فرقہ اپنے آپ کو پورے اسلام کا حامل قرار دیتا ہے۔ ہاں بعض کے نزدیک ایک حکم شرع ایک نوعیت کا ہے تو دوسرے فرقہ کے نزدیک اس کی دوسری نوعیت ہے۔مثلاً ایک فرقہ محبوبان خدا کے عطائی علم غیب کا قائل ہے اور دوسرا اس کا منکر ہے۔ جو قائل ہے وہ اپنے طور پر اسلام کے حکم کا حامل ہے اور جو منکر ہے وہ اپنے طور پر اس کا حامل ہے۔ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی بات لازم نہیں آتی۔ فافهم فانه من مزلات الاقدام واللّٰه ولی التوفیق.

اختلاف امت کی نوعیّتوں کی مثال

یہ ہے کہ دو شخصوں کے پاس ایک ہی ساخت کے دو برتن پانی سے لبالب بھرے ہوں پھر ایک کے برتن میں پیشاب کا ایک قطرہ پڑ جائے تو اس کے سبب سے ان دو گلاسوں کے پانیوں کے نام میں تبدیلی آجائے گی۔جس میں قطرہ پڑا ہے اسے ناپاک پانی کہیں گے اور جس میں نہیں پڑا اسے پاک پانی کہیں گے۔ظاہر ہے کہ پاک وناپاک کے اضافہ سے

صرف حکم کا ظہور مقصود ہے نہ کہ پانیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ اسی طرح اہل حق اور اہل باطل فرقوں کے ناموں سے اسلام ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوتا بلکہ حق و باطل میں امتیاز قائم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ایک شئے کے متعدد نام ہو سکتے ہیں

اہل حق کے چند نام ہیں۔ مسلمان، مومن، سنی اور بریلوی اسی طرح اہل باطل کے متفرق نام ہیں۔ جو ایک شئے کے متعدد ناموں کے جواز کا منکر ہے اور وہ ایک شئے کے متعدد نام رکھ دینے کی مذمت کرتا ہے وہ عقل و دانش کا دشمن ہے۔ ناموں کے تعدد سے شئے کی ذات میں تعدد نہیں آتا بلکہ اس کی وحدت اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔ اردو میں جس شئے کا نام روٹی ہے۔ فارسی میں اسی شئے کو نان، عربی میں خبز اور انگریزی میں بریڈ کہا جاتا ہے۔ اب یہ کون عقلمند کہے گا کہ ان چار مختلف ناموں کی وجہ سے روٹی کے چار ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ ایک ٹکڑا کا نام روٹی، دوسرے کا نام نان، تیسرے کا خبز اور چوتھے کا بریڈ ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

فرقہ بندی مٹانے کا غلط طریقہ کار

یہ ہے کہ مسلمانوں سے یہ کہا جائے کہ تم اپنے مخصوص نام سنی شیعہ وغیرھما چھوڑ کر صرف مسلمان کہلانا شروع کردو۔ کیونکہ فرقہ بندی کے خاتمہ کے لئے تمام مسلمانوں کے عقائد ونظریات کی موافقت و یکسانیت شرط ہے۔ جب تک اہل باطل اپنے عقائد باطلہ چھوڑ کر حق اختیار نہیں کریں گے فرقہ بندی مٹ نہیں سکے گی۔ ولہٰذا فرقہ بندی مٹانے کے ٹھیکہ داروں کو اہل باطل سے شب و روز مناظرے کر کے حق کو غالب کرنا چاہیے پھر باطل خود بخود زیر ہو جائے گا۔ اور امت میں اتحاد پیدا ہو جائے گا۔

سواد اعظم کی پیروی اختلاف کے خاتمہ کا ذریعہ ہے

اسلام میں فرقہ بندی قابل مذمت چیز ہے۔ اسی لئے اس سے مسلمانوں کو روکا گیا

ہے اور اختلاف کثیر کے زمانہ میں اتحاد امت کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جو طریقہ بتایا ہے وہ سواد اعظم کی پیروی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار ۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت کی پیروی کرو کیونکہ جو اس سے جدا ہوا وہ دوزخ میں جدا کیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۸)

(۲) اور آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ ایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة ۔ گھاٹیوں یعنی چھوٹے چھوٹے فرقوں سے بچو اور جماعت اور عامۃ المسلمین کی راہ اختیار کرو۔ (مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۸)

(۳)۔ اور آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ من فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الاسلام عن عنقه ۔ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر جدا ہوا اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی اکھیڑ دی۔ (مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۸)

(۴) اور آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین ۔ (جب اختلاف کثیر پاؤ) تو میری سنت اور میرے ہدایت دینے والے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو۔ (مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۷)

(۵) اور آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ من اراد بحبوحة الجنة فلیلزم الجماعة ۔ جو شخص جنت کے وسط میں رہنے کا ارادہ رکھے اسے جماعت کو لازم پکڑنا چاہیے۔ (ترمذی ص ۴۸ جلد ۲)

(۶) اور آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ ان اللّٰه لا یجتمع امتی علی ضلالة وید اللّٰه علی الجماعة ومن شذ شذ الی النار ۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ اور جو جدا ہوا وہ آگ کی طرف جدا کیا جائے گا۔ (ترمذی ص ۹ ۴ ص ۲)

سبحان اللہ۔ نبی غیب دان ﷺ نے ان پیارے ارشادات میں فرقہ بندی کے خاتمہ کا کتنا آسان طریقہ بتایا ہے کہ ہر مسلمان سواد اعظم اہل سنت کے عقائد ونظریات اور

افعال و اعمال کو اپنائے ولہذا فرقہ بندی کے خاتمہ کے ٹھیکہ داروں کو اس طریقہ پر عمل
پیرا ہوکر وحدت امت قائم کرنی چاہیے۔ اس بتائے ہوئے صحیح طریقہ کو چھوڑ کر جو بھی طریقہ
عمل اختیار کیا جائے گا اس سے وحدت امت ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہوگی۔ آج تک کے
مصلحین اور مجددین نے اسی طریقہ کو اپنا کر امت میں پیدا ہونے والے ہر بگاڑ کا ازالہ
کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

سنی سواد اعظم کے حق میں ایک قدیم تحریکی فتویٰ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آج کل کے فرقہ بندی کے خاتمہ کے ٹھیکہ داروں کی چشم
کشائی کے لیے ان کے گھر کا ایک قدیم فتویٰ انہیں دکھایا جائے۔ ممکن ہے کہ اس سے وہ
اپنے غلط طریقہ کار کی اصلاح کر لیں۔ وباللہ التوفیق۔

استفتاء:

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ۔ (ج) ہمارے علماء کرام عموماً دیگر فرقوں
تنقید کرتے رہتے ہیں اور اسلام کے نام کے بجائے شیعہ، سنی اور اہل حدیث وغیرہ کا ورد
ہی کرتے رہتے ہیں مثلاً ہم سنی یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ اسلام کا نام شاذ و نادر ہی لیا جاتا ہے
یوں اسلام کے نام کو ہم خود ہی فراموش کر رہے ہیں۔ اسلام کے داعی یوں آپس میں
دست و گریبان ہیں۔ ہمیں وہ باتیں کیوں نہیں بتائی جاتیں جن پر سب فرقوں کا اتفاق ہے
نیز ہمیں دیگر مذاہب مثلاً یہودیت، عیسائیت وغیرہ کے متعلق کیوں نہیں بتایا جاتا۔ میرے
نزدیک ہمیں اللہ تعالیٰ کی شان سے حضور ﷺ کی شان کو کسی بھی طرح سے بلند ظاہر کرنے کی
گستاخی کرنے سے باز رہنا چاہیے۔ نیز ہمیں شیعہ سنی اہل حدیث وغیرہ کی رٹ چھوڑ کر
اسلام کا نام لینا چاہیے۔ جو حضور ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے ورنہ گستاخ رسول گردانے جائیں
گے۔ اگر میرے خیالات غلط ہیں تو برائے کرام مجھے مطمئن کریں۔ (راجہ حبیب خان محلہ
ماڑی ضلع چکوال۔)

محترم راجہ حبیب خان صاحب سلام مسنون۔

ایسا کرنا اہل سنت کی پہچان ہے۔ اور اہل سنت کوئی فرقہ نہیں۔ یہ مسلمانوں کی وہ عظیم الشان جماعت (سواد اعظم) ہے۔ جس کی پیروی کا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا ہے۔ **فاذارایتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم**۔ سو جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کے ساتھ رہنا اپنے اوپر لازم کرلو۔ (سنن ابن ماجہ، ص ۲۸۳)

اور فرمایا۔ **ان امتی لا تجتمع علی الضلالۃ** ۔ میری امت گمراہی پر ہرگز جمع نہیں ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۸۳)

اور یہی قرآن کریم کے فرمان کا مطلب ہے۔ **ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا** ۔ ہدایت خوب واضح ہونے کے بعد جو شخص اس رسول کی مخالفت کرے اور اہل ایمان کا راستہ چھوڑ کر کوئی راہ اختیار کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جدھر وہ پھر چکا اور اسے جہنم رسید کریں گے اور یہ پلٹ کر جانے کی بری جگہ ہے۔ (النساء ص ۱۱۵)

لہٰذا فرقہ پرست وہ ہے جو مسلمانوں کی عظیم الشان جماعت سے الگ ہو کر الگ ناموں سے اپنے جتھے منظم کرے اور ان میں اختلاف پیدا کرے۔ دریا سے نکلنے والی نالیاں دریا کو افتراق وانتشار کا طعنہ دیں تو یہ باعث تعجب ہوگا۔ لہٰذا نئے ناموں سے جتنے فرقے پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں وہ فرقہ پرست ہیں انتشار پسند ہیں ان سے گذارش کریں کہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد چھوڑ دو اور مسلمانوں کی عظیم اکثریت سے آملو۔

آپ نے جس چیز کو ایک فرقے کی علامت قرار دیا وہ فرقے کی علامت ہرگز نہیں۔ مسلم اکثریت کی علامت ہے۔ دونوں کا فرق اوپر کی تحقیق سے خوب واضح ہوگیا ہے۔ اس کو نظر انداز نہ کریں۔ یہاں فرقہ در فرقہ بننے کا عمل سامراجی سازش اور اس مقصد کے لئے بیرونی سرمایہ دو بڑے اسباب ہیں ان کا سد باب کریں۔

(۵) جب تک اسلام میں گمراہ فرقے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ تب تک الحمد للہ۔ اسلام اور مسلمان کا ہی حوالہ دیا جاتا تھا مگر اسلام کے دشمنوں کی سازشوں اور اپنوں کی نادانیوں سے جب ایک امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا تو علمائے اسلام پر لازم ہوگیا کہ وہ

نت نئے بننے والوں کے عزائم سے امت کو باخبر کریں۔ تاکہ لوگ اپنا ایمان وعمل محفوظ رکھ سکیں۔ ان فرقہ بندیوں کا سبب علمائے اہل حق نہ تھے۔ اسلام کے دشمن تھے۔ ڈاکو اور محافظ دونوں فائرنگ کا تبادلہ کرتے ہیں مگر ایک کی فائرنگ مجرمانہ ہے۔ گناہ ہے۔ ظلم ہے جبکہ دوسرے کی فائرنگ فرض ہے۔ نیکی ہے۔ ظلم سے بچاؤ ہے۔ دونوں کو ایک نظر سے نہ دیکھیں۔ خوارج، روافض، معتزلہ، نواصب وغیرہ گمراہ فرقے جب اسلام کے چشمہ صافی کو اپنے گندے تصورات سے گدلا کرنے لگے تو علمائے اسلام نے ان کا رد کیا آپ دونوں کی کاوش کو ایک قرار نہ دیں۔ ایک جہاد ہے دوسرا فساد ہے۔ حضور علیہ ﷺ کے پاکیزہ دور میں اہل ایمان اور اہل نفاق ایک ہی مسجد میں ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ مگر ایک ہمیشہ باطل پرست کہلائے اور دوسرے اہل حق۔ آپ دونوں کو مجرم بھی نہ قرار دیں اور دونوں کو صحیح بھی نہ بتلائیں۔ فرق مراتب کریں۔ جب تک منڈی میں ایک ہی خالص گھی ہوگا الگ الگ پہچان یا تشخص کی ضرورت نہ ہوگی۔ لیکن جونہی ملاوٹ ہونے لگے گی صحیح مال والے شور مچائیں گے جبکہ ملاوٹ کرنے والے ان کو خاموش رہنے کی تلقین کریں گے۔ اس حقیقت کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔

(۲) الحمد للہ۔ علماء کرام آپ کے مشورے پر ہی عمل پیرا ہیں۔ ہم اپنی تحریر وتقریر میں حتی الوسع اسلام کے حوالہ ہی سے بات کرتے ہیں۔ مگر چودہ صدیوں میں مسلم عوام کو گمراہ کرنے کے لئے شیطان نے نئے نئے برانڈز سے ایسے ایسے شوشے چھوڑ رکھے ہیں۔ اور اسلام کے نام پر اتنی گمراہیوں کو رواج دے رکھا ہے۔ کہ مجبوراً علماء کرام کو بولنا پڑتا ہے۔ واللہ اعلم ورسولہ مفتی عبدالقیوم خان (رئیس دارالافتاء جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن لاہور) (ماخوذ از ماہنامہ منہاج القرآن لاہور بابت مئی ۱۹۹۳ء از صفحہ نمبر ۲۸ تا ۳۰)

سنی سواد اعظم کو تحریکی فضلاء ایک فرقہ سمجھتے ہیں

مفتی عبدالقیوم خان صاحب کے اس مبنی بر صداقت فتویٰ کو پڑھیے اور پھر اس بات

پر تعجب بھی کیجئے کہ جس دارالعلوم کے مفتی صاحب کا یہ فتویٰ ہے اسی دارالعلوم کے فضلاء نے سنی سواداعظم کو بھی ایک فرقہ سمجھ رکھا ہے۔ چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کا ایک شاگرد محمد عمر حیات الحسینی بوسن سے اپنے ایک مضمون میں لکھتا ہے۔ " ہم نے اسلام کو سنی، وہابی، دیوبندی، بریلوی، شیعہ، اہل حدیث اور نہ جانے کس کس خانے تک محدود کر رکھا ہے۔ گویا اسلام کی آفاقیت کو بھی اپنی فکر اور سوچ کے دائرے میں مقید کر دیا گیا ہے۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ تم کسی کے جھوٹے خدا کو بھی جھوٹا نہ کہو۔ مبادا کہ وہ تمہارے سچے خدا کو جھوٹا کہہ دے۔ تو انسان کی انسانیت کو خطرہ ہے۔ نہ فکر کی آزادی نہ سوچ کی آزادی۔ ہر شخص اپنے مخصوص اظہار میں ہے۔ ہر شخص دوسرے کو ناحق کہتا ہے۔ ہر فرقہ اپنے آپ کو جنتی اور دوسرے کو دوزخی کہتا ہے۔ علامہ اقبال نے اسی لئے تو کہا تھا۔

؎ فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

(سہ ماہی الحکیم میر پور آزاد کشمیر بابت یکم جون ۱۹۹۶ء صفحہ ۴۳)

مقام غور ہے کہ طاہر القادری صرف بریلوی تک بات کرتا ہے۔ اور خود سنی بلکہ حنفی بنتا ہے۔ مگر اس کی تعلیم آزادانہ کا یہ نتیجہ ہے کہ اس کے شاگرد سنی تک جا پہنچے ہیں۔ اور مفتی ادارہ منہاج القرآن نے جس جماعت کو سواداعظم قرار دیا تھا یہ اسی کو ایک محدود فرقہ قرار دے رہے ہیں۔ والی اللّٰہ المشتکی ولا حول ولا قوۃ اللّٰہ باللّٰہ العلی العظیم وھذاآخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ النافعۃ تقبلھا اللّٰہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ وانا الفقیر ابو الکریم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللّٰہ تعالیٰ لہ خادم التدریس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس سھنسہ من مضافات آزادکشمیر۔ (۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سینتیسواں مقالہ

تہتر فرقوں والی حدیث

کا صحیح مفہوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی صاحب کا ایک مضمون نوائے وقت راولپنڈی بابت ۲۹ او
۳۰ مارچ ۱۹۸۸ء میں بعنوان " تہتر فرقوں والی حدیث کا حقیقی مفہوم " دو قسطوں میں شائع
ہوا۔ چونکہ اس مضمون میں اس حدیث کا حقیقی مفہوم لکھنے کے بجائے " بناوٹی مفہوم " لکھا گیا
اس لیے ہم نے اس مختصر رسالہ میں اس کا صحیح مفہوم پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے
اللہ تعالیٰ اسے ذریعہء ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی ﷺ ۔

چند ضروری اقتباسات

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صاحبزادہ صاحب کے اس طویل مضمون کے ضروری
اقتباسات ہدیہء ناظرین کردیئے جائیں تاکہ ان کے لئے صاحبزادہ صاحب کا موقف
سمجھنا آسان ہو جائے ۔ وباللہ التوفیق ۔

چنانچہ صاحبزادہ صاحب لکھتے ہیں ۔

(۱) " بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں منقسم ہوئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ
جائے گی ۔ اور ان میں بہتر دوزخ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنتی ہوگا ۔ صحابہ نے عرض
کیا ۔ یارسول اللہ ! ﷺ وہ ایک جنتی فرقہ کونسا ہوگا ؟ فرمایا ۔ جو میرے اور صحابہ کے طریقہ
پر رہا ۔ (الحدیث مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنہ)

یہ وہ حدیث ہے جس کی بنیاد پر فرقہ پرست صدیوں سے برابر ایک دوسرے کو
جہنمی قرار دیئے جارہے ہیں ۔ اور ہر فرقہ اسے اپنے لیے ڈھال اور دوسرے کے لئے
تلوار کے طور استعمال کررہا ہے ۔ کیا واقعی یہ حدیث سنی ، شیعہ اور مقلد وغیرہ کو جنتی یا دوزخی
ثابت کرنے کے لئے ہے یا اس کا کوئی اور مفہوم ہے ؟ جو عقل ، نقل جذبہء خدا خوفی
حالات وواقعات ، روح اسلام اور بنیادی دینی تعلیمات سے مطابقت رکھتا ہے ۔ اس کی
اسی اہمیت کے پیش نظر ہم اپنا استدلال اور نقطہء نظر پیش کریں گے ۔ اور ساتھ ہی غلط

فہیوں بلکہ دُور دراز کار موشگافیوں کی تشریح بھی کریں گے۔ (نوائے وقت بابت ۲۹ مارچ ۱۹۸۸ء)

(۲) "اس سلسلہ میں ہمارا بنیادی استدلال یہ ہے کہ اس حدیث کے مصداق مختلف اسلامی گروہ نہیں بلکہ یہ ہمارے ذوق فرقہ پرستی اور خود پنداری کا شاخسانہ ہے جس نے کفر اور دوزخی بنانے کے فتنوں کو انتہائی سہل بنا دیا ہے"

(۳) "فقہاء و محدثین کی ہمیشہ محتاط رائے یہی رہی ہے کہ کسی میں ننانوے علاماتِ کفر ہوں اور ایک علامتِ اسلام ہو تو اسے مسلمان سمجھا جائے گا۔ لیکن ہمارے یہاں ذوقِ فرقہ پرستی میں ایک علامتِ کفر ڈھونڈنا تو در کنار اگر یہ شائبہ بھی نظر آئے کہ فلاں شخص یا گروہ کا ہمارے مسلک کی جملہ تشریحات سے کلی اتفاق نہیں تو اسے بے دریغ حلقہء اسلام سے باہر کر دیا جاتا ہے۔ جب سوچ کا مرکز یہ بن جائے تو پھر قرآن مجید کی آیات بھی ڈھونڈ لی جاتی ہیں۔ اور احادیث کا اپنا مفہوم بھی بر آمد کر لیا جاتا ہے۔ خواہ وہ آیات کھلم کھلا مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے بارے میں ہوں لیکن انہیں منطبق اپنے مخالف فرقے پر کیا جاتا ہے۔ اور احادیث خواہ تنبیہ و تہدید کی ہوں اور وہ بھی سب کے لئے لیکن انہیں اپنے لیے نوید اور دوسرے کے لئے وعید بنا دیا جاتا ہے۔ اور یہی کچھ بعض مذہبی طالع آزماؤں نے زیر نظر حدیث کے ساتھ کیا اور من پسند مفہوم کے مطابق دوسروں پر اس کا اطلاق و انطباق کر دیا۔ اور نعرہ بلند کر دیا کہ دیکھو فلاں مسلک کے لوگ اس حدیث کی رو سے جہنمی اور ہم جنتی ہیں۔ اور ہماری پوری ملت اسی جنتی اور جہنمی کی خلیج میں لٹک کر رہ گئی ہے۔

(۴) "اس حدیث کے بارے میں ایک تاثر یہ ہے کہ یہ آپ کی پیشن گوئی ہے۔ جو ہر حال پوری ہوگی یا ہونی چاہیے اس لیے ہم کیسے فرقہ بندی کی روک تھام کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تاثر قطعی غلط اور گمراہ کن ہے کیونکہ امت میں فرقہ بندی پورے دین کی بنیادی تعلیمات کے منافی ہے۔ دین تو وحدت پر زور دیتا ہے نہ کہ تفرقہ و افتراق پر۔ نیز قرآن و احادیث میں بے شمار ایسے شواہد و دلائل موجود ہیں جن سے فرقہ بندی کی مذمت سامنے آتی اور وحدت و استحکام کی افادیت ثابت ہوتی ہے تو کیونکر رسول اللہ ایسی پیشن گوئی فرمائیں

گے جس سے فرقہ بندی کا وجود ثابت ہوتا اور اسے فروغ ملنے کا امکان نظر آتا ہے"

(۵) "دوسرے زیرِ نظر حدیث کے الفاظ سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ پیشن گوئی یا خوشخبری نہیں بلکہ مقام عبرت و ندامت اور اظہار نفرت ہے۔ کہ بنی اسرائیل ایسی مغضوب قوم بہتر فرقوں میں بٹ گئی اور آپ کی امت ایک دانہ اوپر تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے۔ یہ خوشخبری ہے یا علی الاعلان اظہار نفرت"

(۶) "ہمارے نزدیک اس حدیث کا یہ مفہوم کہ پیشن گوئی ہے اور اسے ہر حال میں پورا ہونا چاہیے اور اسے پورا کرنے میں مدد دینی چاہیے درست نہیں بلکہ یہ ایک ایسا انتباہ ہے جس سے پوری امت کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ خود کو ایسی صورت سے بچائے جو بنی اسرائیل کی صف میں لا کھڑا کرتی ہے۔"

(۷) "امت سے کیا مراد ہے؟ ہمارے نزدیک رسول اللہ پر ایمان لانے والے افراد بشر سے لے کر قیامت تک جنم لینے والا ہر انسان امت محمدی میں داخل و شامل ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ قیامت تک کی نوع بشر کے ہادی و رہنما اور نبی و رسول ہیں۔ کوئی بھی شخص آپ کی امت کے حلقہ سے باہر نہیں۔ اب کوئی مسلمان ہے یا عیسائی، کوئی ہندو ہے یا سکھ کوئی یہودی ہے یا پارسی اصولی طور پر وہ امت محمدیہ کا فرد ہے کیونکہ رسالت محمدیہ کل کائنات کو محیط ہے اور قیامت تک جاری و باقی۔ اھ ملتقطاً۔

(۸) "امت دعوت اور امت اجابت، امت کی دو قسمیں ہیں امت کی ایک قسم امت دعوت ہے اور دوسری امت اجابت ہے۔ امت دعوت میں نوع انسانی کا وہ گروہ شامل ہے جن تک حضور کا پیغام تو پہنچا ہے لیکن وہ ایمان نہیں لائے یہ لوگ حضور کی امت دعوت کا حصہ ہیں اور دوسرا گروہ وہ ہے جس نے آپ کے پیغام کو اصولی اور بنیادی طور پر قبول کیا۔ ایسے لوگ امت اجابت میں شامل ہیں جنہیں دنیا امت مسلمہ کے معروف نام سے جانتی ہے۔ امت دعوت میں مسلمانوں کے علاوہ تمام مذاہب و مسالک شامل ہیں۔ اور امت اجابت میں مسلمانوں کے تمام گروہ مشرب مسلک اور مکتب فکر شامل ہیں۔ جو ان چودہ صدیوں میں رونما ہوئے۔ اور قیامت تک ہوں گے اور رسالت محمدیہ کے قائل مومن ہوں

گے۔ سو اس اعتبار سے وہ امت مسلمہ کے افراد کہلائیں گے

(۹) "بناء بریں ہمارے نقطہء نظر کے مطابق حضور نے امتِ مسلمہ کے تہتر فرقوں میں تقسیم ہونے کی بات نہیں کی بلکہ پوری امت کے متعلق فرمایا اور یہ بدیہی امر ہے کہ ان صدیوں میں کتنے فرقے اٹھے، فتنے برپا ہوئے اور نوع انسانی کس قدر پارہ پارہ ہوئی اور حدیث کا اشارہ اسی تقسیم وانقسام کے بارہ میں ہے۔ ہر چند امت مسلمہ کا اندرونی افتراق وخلفشار بھی اس کی زد میں آتا ہے اور وہ قطعاً لائق تحسین نہیں پھر بھی اصولی اعتبار سے حضور کا اشارہ شیعہ، سنی یا دیوبندی، بریلوی وغیرہ کی طرف نہیں بلکہ ان فرقوں مذاہب کی طرف ہے جو دنیا میں کثرت سے موجود ہیں۔"

(۱۰) "ہماری ان گزارشات سے واضح ہوا کہ بعض فرقہ پردازوں نے اس حدیث کی آڑ میں اپنے دوسرے مسلمان مکاتب فکر کو جہنمی قرار دینے کا جو فیصلہ سنا رکھا ہے وہ قطعی لغو اور بہت بڑی جسارت ہے۔ جہنمی اور جنتی ہونے کا انحصار بالاتفاق عقیدہء ایمان پر ہے۔ جو شخص کفر پر جیا اور کفر پر مرا وہ قطعی جہنمی ہے اور جو شخص اسلام پر زندہ رہا اور اسلام پر اس کی موت آئی وہ اصولی طور پر مومن ومسلم ہے اور اہل ایمان واسلام پر جنت واجب ہے۔ خواہ کوتاہ اعمالی کی سزا بھگت کر ہی وہ جنت میں داخل ہو۔ دائمی جہنم اہل کفر کا ٹھکانہ ہے اور بالآخر جنت میں جانا اہل ایمان کا حق ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود ہی محفوظ رکھا ہے"

(۱۱) "نجات یافتہ گروہ کی علامت حضور کے اسی ارشاد کا حصہ ہے کہ وہ گروہ جنتی ہوگا۔ جو ہمارے اور ہمارے صحابہ کے طریقہ پر کاربند ہوگا اس کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ آپ کا اور صحابہ کا طریقہ اسلام ہے اور مسلمان کہلاتا ہی وہ ہے جو اسلام کو ماننے والا ہو اس لئے آنجناب نے ایک مقام پر فرمایا جو شخص کلمہء اسلام پڑھے گا وہ ضرور جنت میں جائے گا سو تمام مسلمان اسلام کے پانچ بنیادی عقائد پر ایمان لانے کے بعد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں اور بنیادی طور پر جنت کے مستحق ٹھہرتے ہیں اور امتِ مسلمہ میں تمام مسلمان مکاتبِ فکر حنفی مالکی شافعی سنی، مقلد غیر مقلد وغیرہ آجاتے ہیں اور جنت میں جانے کا ان سبھی کو استحقاق حاصل ہے نہ کہ انہی میں سے بہتر معاذ اللہ جہنمی ہیں اور انہیں میں سے

جنتی ہے۔ (نوائے وقت ۳۰ مارچ ۱۹۸۸ء)

۱) "امت مسلمہ دراصل امت محمدیہ کا ایک گروہ ہے جو ایمان قبول کرنے والی قرار
اور امت محمدیہ کے باقی گروہ امت دعوت کے زمرے میں آئے اور ایمان سے محروم
ہے۔ چنانچہ جنت میں ایک گروہ وہ جائے گا یعنی امت مسلمہ اور ڈھیر سارے گروہ جہنمی
ں گے یعنی امت دعوت کے باقی حصے اور ظاہر ہے کہ وہ بہت سے ہیں ہندو سکھ یہودی،
سی، عیسائی وغیرہ بہتر کا ہندسہ محض کثرت کے لیے استعمال ہوا ہے نہ کہ واقعی ستر اور دو
ا کہ روزمرہ کا محاورہ ہے"

۱۲) "ارشادِ رسول کا ایک پہلو یہ ہے کہ آپ کی امت اپنے اپنے دعوؤں کے مطابق
ٹکڑوں میں بٹ جائے گی اور ان کی توجہ اعمال و اخلاق سے ہٹ کر محض مزعومہ عقائد و
ریات پر جم جائے گی۔ صرف ایک گروہ ہوگا جو عقیدہء اسلام کے ساتھ ساتھ اعمال و
اق کا بھی وہی معیار مضبوطی سے اپنائے رکھے گا جو اسوۂ رسول اور سیرتِ صحابہ سے
وم ہوا اور باقی گروہ نظری بحثوں اور ذہنی کشتیوں میں مصروف رہ کر اعمال و اخلاق
ے بے پرواہ ہو جائیں گے۔ اب معلوم یہ ہوا کہ تمام دھڑوں اور فرقوں میں کچھ خداترس
ے نیکوکار اور پرہیزگار ہوں گے۔ اور کچھ بداعمال اور بدکردار چنانچہ نیکوکار ایک دھڑا
ں گے اور بدکار دوسرا دھڑا۔ نہ یہ کہ ایک پورے کا پورا مسلک برا اور دوسرا پورا فرقہ
ھا قرار پائے گا اس طرح ہر فرقے کے نیکوکار ایک گروہ کی شکل میں جنت کے مستحق ہوں گے
ر ہر فرقے کے بدکردار لوگ دوسرے بے شمار گروہوں کی صورت میں واصل جہنم ہوں
ے برے لوگوں کے بہتر گروہوں کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ کوئی بدکار ہے، کوئی خائن، کوئی
تل، کوئی سود خور، کوئی ظالم، کوئی منافق اور چور غرضیکہ وہ بے شمار جرائم پیشہ گروہ ہیں
ں کو جہنم میں ان کے جرائم کے مطابق سزا ملے گی اس طرح ایک گروہ جنتی اور باقی جہنمی
ار پائیں گے۔" اھ کلامہ ملتقطاً بحسب الضرورۃ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

ہماری گزارشات

تہتر فرقوں والی حدیث کا مفہوم سمجھنے کے لے اب ہماری گزارشات ملاحظہ ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی صاحب نے جس حدیث کا مندرجہ بالا اپنی عبارات میں خود ساختہ حقیقی مفہوم بیان کیا ہے اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لیے اس مضمون سے متعلقہ چند دوسری حدیثوں پر بھی غور کرنا ہوگا۔ اس لئے وہ ہم یہاں پہلے درج کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

اختلاف امت کے بارے میں احادیثِ مبارکہ

(۱) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "یہود اکہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی (سنن ابی داؤد ص ۲۷۵ ج ۲، ابن ماجہ ص ۲۸۷ جلد)

(۲) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "یہود اکہتر فرقوں میں بٹے تو ایک فرقہ جنتی ہے اور عیسائی بہتر فرقوں میں بٹے تو ایک فرقہ جنتی ہے اور اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے ضرور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی تو ایک فرقہ جنتی ہوگا اور بہتر جہنمی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! وہ جنتی فرقہ کون ہے؟ فرمایا (مسلمانوں کی بڑی) جماعت"

(سنن ابن ماجہ باب افتراق الامم ص ۲۸۷)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" بلاشبہ بنی اسرائیل اکہتر فرقوں میں بٹے اور بلاشبہ عنقریب میری امت بہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور وہ سارے جہنمی ہیں مگر ایک اور وہ (مسلمانوں کی بڑی) جماعت ہے" (سنن ابن ماجہ ص ۲۸۷)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مقام جابیہ میں حضرت عمر نے
طبہ دیتے وقت یہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "تم پر جماعت کے ساتھ
ہنا لازم ہے اور فرقہ بندی سے بچو کیونکہ شیطان اکیلے شخص کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ دو
دمیوں سے زیادہ دور ہوتا ہے۔ **من اراد بحبوحة الجنة فليلزم الجماعة**۔ جو شخص
نت کے وسط میں بسنا چاہے۔ اس پر جماعت کے ساتھ رہنا لازم ہے۔ (جامع ترمذی ص
۴ جلد ۲)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا
شبہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی اور اللہ کا ہاتھ جماعت پرہوگا اور جو اس سے الگ
جائے گا وہ جہنم کی طرف الگ کیا جائے گا۔ (جامع ترمذی ص ۳۹ جلد ۲، مشکوٰۃ شریف ص
۲ جلد ۱)

(۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد
مایا "اللہ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے" (جامع الترمذی ص ۳۹ جلد ۲)

(۷) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد
مایا۔ "خبردار تم سے پہلے جو اہل کتاب گزرے وہ بہتر فرقوں میں بٹے تھے اور بلاشبہ یہ
ست عنقریب تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ بہتر دوزخی ہیں اور ایک جنتی اور وہ مسلمانوں کی
ی جماعت ہے۔" (سنن ابی داؤد ص ۲۷۵ جلد ۲)

(۸) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد
مایا **فانه من يعش بعدى فسيرىٰ اختلافاً كثيراً فعليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين
مهديين** ۔ "بلاشبہ تم میں سے جو کوئی میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب اختلاف کثیر دیکھے
۔ سو تم پر میرا طریقہ اور میرے ہدایت دہندہ ہدایت یافتہ جانشینوں کا طریقہ لازم
ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷ جلد ۱)

(۹) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد
مایا۔ بلاشبہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ وہ

سارے دوزخی ہوں گے مگر ایک فرقہ۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! وہ کون ہے؟ فرمایا۔ ما انا علیہ واصحابی۔ وہ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸ جلد ۱)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اتبعوا السوادِ اعظم فانہ من شذ شذ فی النار ۔مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت کی پیروی کرو کیونکہ جو اس سے جدا ہوگا وہ دوزخ میں جدا کیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸ جلد ۱)

(۱۲) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة ۔گھاٹیوں سے بچو اور تم پر جماعت اور عامۃ المسلمین کی راہ لازم ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸ جلد ۱)

(۱۳) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه ۔جس شخص نے جماعت سے ایک بالشت بھر جدائی کی اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی اتار دی۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸ جلد ۱)

احادیث میں مذکور اختلاف سے مراد امت اجابت کا اختلاف ہے

مندرجہ بالا تیرہ احادیث مبارکہ پر غور وفکر کرنے والے ہر عقل مند شخص پر روز روشن کی طرح روشن ہے کہ رسول اللہ نے اپنی امت میں رونما ہونے والے جس اختلاف کو ذکر فرمایا ہے وہ امتِ اجابت کا اختلاف ہے نہ کہ امتِ دعوت کا اختلاف کیونکہ

اولاً امتِ دعوت آپ کے دین پر نہیں ہے اس لئے اس کے اندر رونما ہونے والے اختلاف کی مذمت بیان کرنے کی آپ کو کوئی حاجت ہی نہ تھی اور چونکہ امتِ مسلمہ یا امتِ اجابت کا تعلق آپ کے دین سے ہے۔ اس لیے آپ نے اسی اختلاف کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ کوئی عقلمند یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ سرکار مدینہ ﷺ اپنی امت دعوت کو متفق ومتحد رہنے کا حکم دے رہے ہیں۔ حالانکہ خود آپ اپنے وقت کی امتِ دعوت (کفار و یہود و

نصاریٰ) سے جنگیں فرماتے رہے ہیں۔

ثانیاً آپ کی وفات کے بعد آپ کی امت دعوت (کفار و یہود و نصاریٰ) میں کوئی قابل ذکر اختلاف رونما نہیں ہوا اور اس میں وہی اختلاف قائم رہا جو آپ کی حیات ظاہری میں موجود تھا۔ یعنی یہود کے اکہتر فرقے اور عیسائیوں کے بہتر فرقے اس لیے صاجزادہ صاحب کی پیش کردہ تاویل پر اس حدیث کا معاذ اللہ جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔

ثالثاً آپ نے بیان فرمایا کہ جنتی گروہ سواد اعظم یعنی بڑی جماعت ہے اور اس کی پیروی مسلمانوں پر لازم ہے۔ اب اگر پوری امت محمدیہ (امت دعوت و امت اجابت) کا اختلاف مراد لیا جائے تو لازم آئے گا کہ معاذ اللہ رسول اللہ نے اپنی امت کی سب سے زیادہ تعداد والی جماعت یعنی عیسائیوں کی اتباع و پیروی مسلمانوں پر لازم کی ہے۔ جب یہ ہو نہیں سکتا تو لازماً ماننا پڑے گا کہ احادیث میں اختلاف امت سے مراد امتِ اجابت کا ہی اختلاف ہے اور امتِ دعوت کے اختلاف کا ان حدیثوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

رابعاً۔ یہود و نصاریٰ کے فرقوں کے مقابلہ میں اپنی امت کے فرقوں کو بیان فرمانا ہی اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اس اختلاف سے مراد امت اجابت کا اختلاف ہے نہ کہ امت دعوت کا اختلاف۔ اللہ تعالیٰ حق جاننے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین۔

الحمد للہ۔ ان چار قوی شواہد سے یہ ثابت ہوا کہ تہتر فرقوں والی حدیث کا صحیح مفہوم وہ نہیں جو صاجزادہ صاحب نے پیش کیا ہے بلکہ اس کا مفہوم وہ ہے جو ساری امت نے سمجھا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کی وفات کے بعد نئے نئے فرقے نکلیں گے جو مدعیٔ اسلام ہونے کے باوجود گمراہ ہوں گے اور وہ اپنی گمراہی کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

جنت کا مستحق کون ہے

صاحبزادہ صاحب کا یہ لکھنا کہ حضور کے اسی ارشاد کا حصہ ہے کہ وہ گروہ جنتی ہوگا جو ہمارے صحابہ کے طریقہ پر کاربند ہوگا اس کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ آپ کا اور صحابہ کا طریقہ اسلام ہے اور مسلمان کہلاتا ہی وہ ہے جو اسلام کو مانتا ہے اس لیے آنجناب نے ایک مقام پر فرمایا جو شخص کلمہ اسلام پڑھے گا وہ جنت میں ضرور جائے گا۔ سو تمام مسلمان اسلام کے پانچ بنیادی عقائد پر ایمان لانے کے بعد لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں اور وہ بنیادی طور پر جنت کے مستحق ٹھہرتے ہیں" درست نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ کے زمانے کے منافقین بھی تو اسلام کے پانچ بنیادی عقائد پر ایمان لانے کے دعویدار تھے اور وہ کلمہ طیبہ بھی پڑھتے تھے مگر اس کے باوجود ان کے متعلق ارشاد ہوا ومن الناس من یقول امنا باللہ و بالیوم الآخر وما ھم بمومنین ۔ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان والے نہیں ہیں۔ (البقرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر کلمہ پڑھنے والا اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والا جنتی نہیں ہوتا بلکہ جنتی صرف وہ مسلمان ہوتا ہے جو دین کی سب ضروری باتوں پر ایمان لانے کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھے۔ اور جو کسی ایک بھی دینی ضروری بات کا منکر ہو وہ ہرگز ہرگز مسلمان نہیں اور نہ ہی وہ جنت کا حقدار ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

امتِ اجابت کا اختلاف مراد لینے والوں کے خلاف دریدہ دہنی:

تہتر فرقوں والی حدیث کا جو مفہوم صاحبزادہ صاحب نے پیش کیا ہے چونکہ یہ مفہوم ان سے پہلے کسی نے پیش نہیں کیا ہے اس لیے ساری امت کے اجماع پر صاحبزادہ صاحب کا بدیں الفاظ حملہ کرنا کہ " اس سلسلے میں ہمارا بنیادی استدلال یہ ہے کہ اس حدیث کے مصداق مختلف اسلامی گروہ نہیں بلکہ یہ ہمارے ذوق فرقہ پرستی اور خود پنداری کا شاخسانہ ہے جس نے کفر اور دوزخی بنانے کے فتنوں کو انتہائی سہل بنا دیا ہے"، سخت قسم کی دریدہ دہنی ہے اور اسی طرح ان کا یہ لکھنا کہ" اور یہی کچھ بعض مذہبی طالع آزماؤں

نے زیرِ نظر حدیث کے ساتھ کیا اور من پسند مفہوم کے مطابق دوسروں پر اس کا اطلاق اور انطباق کر دیا" بھی بزرگانِ دین پر ان کی سخت قسم کی الزام تراشی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے دشمنانِ عقل و دانش نام نہاد مفکرین اسلام کے شر سے بچائے۔ آمین۔

اعمال کی بناء پر فرقہ بندی کا قول من گھڑت ہے

صاجزادہ صاحب نے اختلاف امت کے بارہ میں حدیث کی جو دوسری تاویل پیش کی ہے کہ ہر فرقہ کے نیکوکار جنتی ہیں اور بدکار دوزخی یہ بھی ان کی خودساختہ تاویل ہے کیونکہ فرقے عقائد و نظریات کے اختلاف سے بنتے ہیں نہ کہ اعمال کے اختلاف سے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ امت محمدیہ کا وہ حصہ جو امت دعوت کہلاتا ہے اس کے نیکوکار بھی جنتی ہوں اور یہ خود صاجزادہ صاحب کے مسلمات کے بھی خلاف ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم.

ننانوے علامتِ کفر کا قول بھی غلط ہے

صاجزادہ صاحب کا یہ لکھنا " فقہاء و محدثین کی ہمیشہ محتاط رائے یہی رہی ہے کہ کسی میں ننانوے علامتِ کفر ہوں اور ایک علامتِ اسلام تو اسے مسلمان سمجھا جائے گا" ان کی قلت فہم کا نتیجہ ہے، کیونکہ فقہاء و محدثین نے اس بارہ میں جو کچھ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ " جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں۔ ان میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے کہ آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے۔ کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو۔ اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی کفر ہے تو ہماری تاویل سے اسے فائدہ نہ ہو گا۔ وہ عند اللہ کافر ہی ہو گا۔ (تمہید ایمان از اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۳۳)

اور ان میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ جس میں ننانوے علامت کفر ہوں اور ایک

علامت اسلام تو اسے مسلمان سمجھا جائے گا" یہ صاحبزادہ صاحب کا فقہاء و محدثین پر سخت بہتان ہے۔

اب صاحبزادہ صاحب خود سوچیں کہ قادیانی فرقہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ اور کلمہ طیبہ بلکہ نماز بھی پڑھتا ہے اور وہ روزے بھی رکھتا ہے۔ لیکن باوجود اتنی علامت اسلام کے اس میں پائے جانے کے پوری امت کے نزدیک وہ مرتد و کافر ہے اب یا تو صاحبزادہ صاحب اپنے قول بدتر از بول سے توبہ کریں یا پھر قادیانیوں کے مسلمان ہونے کا ہی اعلان کر دیں۔ واللہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم.

الحمدللہ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا اس سے تہتر فرقوں والی حدیث کا صحیح مفہوم واضح ہوگیا ہے۔ مسلمان آج کل کے نئے نئے مفکرین اسلام کے پھیلائے ہوئے دام ضلالت و جہالت سے بچنے کی کوشش کریں۔ وھذا آخر ما اردنا ایراده فی ھذه المقالة المفیدة تقبلها الله تعالیٰ بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر الله تعالیٰ لهٗ خادم التدریس والتالیف بالجامعة الحیدریة فضل المدارس سهنسه من مضافات آزاد کشمیر (۲۶ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اڑتیسواں مقالہ

قیام پاکستان میں

جماعت اسلامی کا کردار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد

سوال: آپ کا نیا شمارہ "پاکستان کے حقیقی معمار" پڑھ کر تحریک پاکستان کے بارہ
کافی واقفیت ہوئی۔ اب ضرورت ہے کہ ایسا شمارہ شائع کیا جائے۔ جس میں دلائل
ساتھ یہ بیان کیا جائے کہ جماعت اسلامی (مودودی جماعت) والوں نے تحریک پاک
میں پاکستان بنانے کی حمایت کی تھی یا نہیں؟ اس کی اشد ضرورت ہے "بینوا توجروا۔

الجواب: مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے بارہ میں مشہور یہی ہے کہ انہوں
تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ پاکستان، قائداعظم، مسلم لیگ اور پاکستان بنا
کوششیں کرنے والے علماء ومشائخ وعوام کی مخالفت میں مودودی صاحب اور ان
آدمیوں نے اس وقت میں بہت کچھ لکھا اور عملاً کیا تھا۔ جسے ان کے سیاسی اور مذہبی حر
آج بھی پیش کر کے مودودی صاحب اور ان کی جماعت کی پاکستان دشمنی ثابت کر
ہیں۔ چنانچہ کوثر نیازی جماعت اسلامی کو چھوڑنے کے بعد اس جماعت کی پاکستان د
قائداعظم دشمنی، مسلم لیگ دشمنی کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ " انہوں نے (مولانا مود
نے) ایک طرف تو کانگرس کی شدید مذمت کی۔ ان علماء کو ہدفِ تنقید بنایا جو آزاد
جدوجہد میں شریک تھے۔ ان کے نظریات کی تردید میں مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش
اول حصہ دوم اور مسئلہ قومیت جیسی کتابیں لکھیں اور دوسری طرف جب مسلمانو
جداگانہ قومیت کے شعور واحساس نے مطالبہ پاکستان کی عملی شکل اختیار کی تو وہ اس کے
بے رحم ناقد بن گئے۔ اور مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم کے نام سے ایک
کتاب لکھ کر انہوں نے مسلم لیگ قائداعظم اور پاکستان کے خلاف بھی جی کھول کر
پردازی کے جوہر دکھائے۔ کانگرس اور مسلم لیگ دونوں سے عوام کو بیزار کرنے کی
کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ مودودی صاحب اپنے طور پر انگریز کے خلاف صحیح خطوط
تحریک منظم کرتے لیکن کسی ایسی تحریک کا اجراء تو ایک طرف رہا بدقسمتی سے ان کی تحریر

نے الٹا انگریز کے ہاتھ مضبوط کیے ۔ کیونکہ ان کے نزدیک ہندوستان کو انگریزی امپریلزم سے نجات دلانے کی جدوجہد کسی قدر قیمت کی حامل نہ تھی " (جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۴۰ مطبوعہ قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور)

اور کوثر نیازی صاحب آگے لکھتے ہیں

'' مودودی صاحب کی خواہش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح آزادی کے لئے مسلم جماعتوں کی تمام کوششیں ناکام ہو جائیں تاکہ وہ انگریزی حکومت کے زیر سایہ بلا خوف و خطر کتب فروشی کا کاروبار جاری رکھ سکیں ۔ اور نہایت فصیح و بلیغ اردو میں غیر ملکی حکمرانوں کو اسلام کی تبلیغ کرتے رہیں ۔'' (جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۶۴)

اور وہ آگے لکھتے ہیں '' مگر ادھر مشکل یہ ہوئی کہ مسلمان قوم مودودی صاحب کو اچھا مذہبی مضمون نگار سمجھنے کے باوجود محمد علی جناح کے گرد جمع ہوگئی اور تاج قیادت ان کے سر پر رکھ دیا گیا۔ مودودی صاحب نے یہ صورت حال دیکھی تو آپے سے باہر ہو گئے ۔ کہاں اب تک مسلم لیگ کی ہم نوائی میں کانگرس اور کانگرسی علماء کو لتاڑ رہے تھے ۔ مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کے مبلغ تھے اور کہاں اب خود مسلم لیگ اس کی قیادت اور جداگانہ قومیت کی بنیاد پر مانگے جانے والے پاکستان پر برسنے لگے اور ایسے برسے کہ برستے ہی چلے گئے ۔ پاکستان کے بننے کے بعد بھی انہوں نے مسلم لیگ کی یہ خطا معاف نہ کی اور ہمیشہ قائداعظم پر ایک حریف کی حیثیت سے وار کرتے رہے ۔ جماعت اسلامی کے لوگ چاہے مودودی صاحب کی اس تنقید کو مصلح کی تنقید کہتے رہیں لیکن آگے چل کر جو اقتباسات سامنے آئیں گے انہیں دیکھ کر ہر شخص یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ ایک مصلح کی تنقید ہے یا حریف کی طرف سے زہر میں بجھے ہوئے تیر " (جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۷۱)

اور وہ آگے لکھتے ہیں

'' مسلم لیگ ، اقبال کے تصور پاکستان اور قائداعظم کے خلاف مضامین کا سلسلہ

مودودی صاحب نے ۱۹۳۹ء اور ۱۹۴۰ء میں جب کہ قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد مسلمانانِ ہند متحد ہو کر آزادی کے لیے جہاد کرنے میں مصروف تھے سیاسی کشمکش حصہ سوم کے نام سے انہیں کتابی صورت میں چھاپ کر برائے فروخت پیش کیا گیا۔ سیاسی کشمکش کے پہلے دو حصے شائع ہوئے تھے تو مسلم لیگ نے انہیں کانگرس کے خلاف استعمال کیا اور جب تیسرا حصہ شائع ہوا تو کانگرس نے اسے مسلم لیگ کے خلاف استعمال کیا۔ ایک مسئلہ میں مولانا نے مسلم لیگ سے موافقت کی اور دوسرے میں کانگرس سے اور چونکہ قیادتِ عظمیٰ ان دونوں بڑی جماعتوں میں کہیں ہاتھ نہ آسکتی تھی اس لیے ۱۹۴۱ء میں کچھ لوگوں کو نئے سرے سے کلمہ پڑھا کر جماعت اسلامی کے نام سے ایک نئی جماعت قائم کر لی اور عوام کے اصرار پر اس کی مطلق العنان امارت کا بوجھ اپنے مضبوط کندھوں پر اٹھا لیا" (جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۷۲)

اور وہ لکھتے ہیں۔ '' ماہنامہ ترجمان القرآن کی فائلوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوم کے جن مضامین کی اشاعت اور جماعت اسلامی کے قیام کے بعد مودودی صاحب نے کانگرس اور کانگرسی خیال کے مسلمانوں کی مخالفت تو چھوڑ دی لیکن قائداعظم مسلم لیگ اور پاکستان کو نشانہ تنقید بنانے کا کوئی موقع انہوں نے ہاتھ سے نہ جانے دیا" (جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۸۶)

اور کوثر نیازی صاحب مزید لکھتے ہیں:

'' سیاسی کشمکش کا تیسرا حصہ ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا اور ۱۹۵۶ء تک برابر شائع ہوتا رہا۔ ایک اندازے کے مطابق قیام پاکستان تک اس کے چودہ ہزار نسخے فروخت ہوئے اور اس طرح قرارداد پاکستان سے لے کر قیام پاکستان تک اور قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۶ء تک مودودی صاحب قائداعظم مسلم لیگ اور پاکستان کے خلاف اپنے خیالات کی اشاعت کرتے رہے۔ جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ مودودی صاحب کو اصل غصہ اس بات کا تھا کہ مسلمانوں کی قیادت غلط ہاتھوں میں کیوں چلی گئی ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنا زور قلم اسی قیادت کے پرخچے اڑانے میں صرف کیا اور بسا اوقات اس کے

لیے ایسا لب ولہجہ اختیار کیا جو اسلامی تو کجا عام شرافت کے معیار سے بھی گرا ہوا نظر آتا ہے۔" (جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۴۷)

اور ماہنامہ طلوع اسلام لاہور میں ہے۔ ''تحریک پاکستان کے خلاف مودودی صاحب کا کردار۔ اگر ہم اس کی تفصیل میں جانا چاہیں تو اس کے لیے ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ مودودی صاحب اس زمانے میں مسلسل اور متواتر اس تحریک کے خلاف لکھتے رہے۔ اور ان کا اس دور کا لٹریچر ان باتوں سے بھرا پڑا ہے" (ماہنامہ طلوع اسلام لاہور بابت دسمبر ۱۹۶۳ء)

اور ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ میں ہے'' انقلابات ہیں زمانے کے منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے۔ تحریک پاکستان سے مودودی صاحب کی بیزاری ولاتعلقی۔ تحریک پاکستان میں قربانی کے وقت جماعت اسلامی (مودودی جماعت) نے مسلم لیگ کی مخالفت کی اور اب کرسی کے لیے اس کی متابعت کی" (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ شوال ۱۳۹۸ھ)

اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب راقمطراز ہیں

" وہ مسلم لیگ کی تحریک کے عروج کا زمانہ تھا اور مسلمانانِ ہند تقریباً متفق ہو کر اس کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن تھے۔ لیکن عین اسی وقت جماعتِ اسلامی مسلم قومیت اور مسلم قوم پرستی پر بے دھڑک تنقید کر رہی تھی۔ " (تحریک جماعت اسلامی بحوالہ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت اگست ۱۹۹۲ء ص ۸۴)

مودودی لٹریچر کے اقتباسات جن سے ان کی مخالفت ثابت کی جاتی ہے

مودودی صاحب کے مخالفین مودودی صاحب اور ان کی جماعت کی پاکستان دشمنی ثابت

کرنے کے لیے ان کے لٹریچر کے جو اقتباسات پیش کرتے ہیں ان سب کو یہاں پیش کرنا ناممکن ہے اس لیے ہم چند اقتباسات پر اکتفاء کرتے ہیں چنانچہ مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

"(۱) افسوس کہ مسلم لیگ کے قائداعظم (۱) سے لیکر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرزِ فکر رکھتا ہو۔ اور معاملات کو اسلامی نقطہ نظر سے پرکھتا ہو۔ یہ لوگ مسلمان کے معنی و مفہوم اور اس کی مخصوص حیثیت کو بالکل نہیں جانتے" (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۳۴ بحوالہ جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۸۷، ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ، ترجمان القرآن ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ از ص ۳۳ بحوالہ ماہنامہ طلوع اسلام بابت دسمبر ۱۹۶۳ء)

(۲) "جنت الحمقاء میں رہنے والے لوگ اپنے خوابوں میں کتنے ہی سبز باغ دیکھتے رہے ہوں لیکن آزاد پاکستان (اگر فی الواقع وہ بنا بھی تو) لازماً جمہوری لادینی اسٹیٹ کے نظریہ پر بنے گا۔" (ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۶ء بحوالہ جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۸۳ اور ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ مذکورہ بالا اور ماہنامہ طلوع اسلام دسمبر ۱۹۶۳ء)

(۳) "ایک حقیقی مسلمان کی حیثیت سے میں دنیا پر نگاہ ڈالتا ہوں تو مجھے اس امر پر اظہار مسرت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ترکی پر ترک، ایران پر ایرانی اور افغانستان پر افغانی حکمران ہیں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے لیے اس مسئلہ میں بھی کوئی دلچسپی نہیں کہ ہندوستان میں جہاں جہاں مسلمان کثیر التعداد ہیں وہاں ان کی حکومت قائم ہو جائے۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے میری نگاہ میں اس سوال کی کوئی اہمیت نہیں کہ

---

(۱) واضح رہے کہ یہ اقتباس ترجمان القرآن ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ کے صفحہ نمبر ۶۲ سے ماخوذ ہے۔ سیاسی کشمکش حصہ سوم کے شروع کے ایڈیشنوں میں بھی یہی الفاظ ملتے ہیں لیکن قیامِ پاکستان کے بعد اس کتاب کے جو ایڈیشن چھپے ہیں ان میں بڑی چابکدستی سے کسی اعتذار کے بغیر قائداعظم کے الفاظ نکال کر لیگ کے بڑے بڑے لیڈروں کے الفاظ شامل کر دیئے گئے۔ (حاشیہ جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۷۸)

ہندوستان ایک ملک رہے یا دس ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے نزدیک یہ امر بھی کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا کہ ہندوستان کو انگریزی امپیریلزم سے آزاد کرایا جائے۔" (ترجمان القرآن ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ بحوالہ طلوع اسلام مذکورہ بالا، مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۳۵ بحوالہ رضائے مصطفےٰ مذکورہ بالا)

(۴) "اس نام نہاد مسلم حکومت کے انتظار میں اپنا وقت یا اس کے قیام کی کوشش میں اپنی قوت ضائع کرنے کی حماقت کیوں کریں جس کے متعلق ہمیں یہ معلوم ہے کہ وہ ہمارے مقصد کے لیے نہ صرف غیر مفید ہوگی بلکہ کچھ زیادہ ہی سدراہ ثابت ہوگی۔" (ترجمان القرآن محرم ۱۳۶۰ھ ص ۶۱ بحوالہ طلوع اسلام مذکورہ بالا، مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۲۲۲ بحوالہ جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۶۵)

(۵) "جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ مسلم اکثریت کے علاقے ہندو اکثریت کے تسلط سے آزاد ہو جائیں اور یہاں جمہوری نظام قائم ہو جائے تو اس طرح حکومت الٰہی قائم ہو جائے گی۔ ان کا گمان غلط ہے دراصل اس کے نتیجہ میں جو کچھ حاصل ہوگا وہ مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی" (ترجمان القرآن محرم ۱۳۶۰ھ بحوالہ طلوع اسلام بابت دسمبر ۱۹۶۳ء، سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۵۷ بحوالہ جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۸۲)

(۶) "یہ لوگ ہندوستان کے ایک ذرا سے کونے میں پاکستان بنانے کو اپنا انتہائی مقصد بنائے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر یہ فی الواقع خلوص قلب سے اسلام کی نمائندگی کے لیے کھڑے ہو جائیں تو سارا ہندوستان پاکستان بن سکتا ہے اور اس سے ایک لادینی جمہوری حکومت یا عوامی پارلیمینٹری حکومت نہیں بلکہ خالص خدا کی حکومت کتاب و سنت کے اصول پر قائم ہو سکتی ہے" (ترجمان القرآن جلد ۳۰ عدد ۶ بحوالہ طلوع اسلام مذکور بالا)

(۷) "ہم اس بات کا کھلے بندوں اعتراف کرتے ہیں کہ تقسیم ملک کی جنگ سے (۱) ہم

---

(۱) یہ کہنا بھی غلط ہے کہ تقسیم ملک کی جنگ میں جماعت اسلامی غیر متعلق رہی ہے" یہ جماعت غیر متعلق نہیں رہی بلکہ اس نے اس جنگ میں شروع سے آخر تک مسلمانوں کی مخالفت کی حتیٰ کہ جب پاکستان آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگ گیا تو اس وقت بھی یہ چیختے پکارتے رہے کہ یہ کیا قیامت برپا ہونے لگی ہے۔ (ماہنامہ طلوع اسلام مذکورہ بالا)

غیر متعلق رہے ہیں۔ اس کارکردگی کا سہرا ہم صرف مسلم لیگ کے سر باندھتے ہیں اور اس میدان میں کسی حصے کے اپنے آپ کو دعویٰ دار نہیں سمجھتے" (ترجمان القرآن نومبر ۱۹۶۳ء بحوالہ طلوع اسلام مذکورہ بالا)

(۸) "ان کے (مسلم لیگ کے) ذمہ دار لیڈروں کی تقریریں، ان کی نمائندہ مجلسوں کی قراردادیں، ان کے کارکنوں کی باتیں۔ ان کے اہل قلم کی تحریریں سب کی سب اس امر کی شہادت دیتی ہیں کہ ان کی دعوت اصل میں ایک قوم پرستانہ دعوت ہے۔ یعنی ان کی پکار اسلام کے نصب العین کی طرف نہیں ہے بلکہ اس طرف ہے کہ ان کی قوم متفق و متحد ہوکر ہندو قوم کے مقابلہ میں اپنے دنیوی مفاد کی حفاظت کرے" (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۱۰۴ بعنوان پاکستانی خیال کے لوگ بحوالہ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت اگست ۱۹۹۲ء ص ۸۶)

(۹) "یہ سب کچھ غیر اسلامی ہے۔ لہٰذا اگر یہ آپ کی قومیت اور یہ آپ کا کلچر ہے اور یہ آپ کے قومی مقاصد ہیں تو آپ اپنی قوم کا جو نام چاہیں تجویز فرمالیں۔ اسلام کا نام استعمال کرنے کا آپ کو کوئی حق نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام آپ کی قومیت اور اس کلچر سے تبرّیٰ کرتا ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ اسلام ہی کا نام استعمال کرنے پر آپ کو اصرار کیوں ہے" (سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۳۷ عنوان نسلی مسلمانوں کے لیے دوراہیں بحوالہ ضیائے حرم مذکورہ بالا) (ترجمان القرآن ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ بحوالہ طلوع اسلام دسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۲۶)

(۱۰) "باقی رہا نظام حکومت وہ پاکستان میں بھی ویسا ہی ہوگا جیسا ہندوستان میں ہوگا۔ مسلمانوں کی کافرانہ حکومت اسلامی نقطہء نظر سے غیر مسلموں کی کافرانہ حکومت کے مقابلہ میں کچھ بھی قابل ترجیح نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ قابل لعنت ہے" (حاشیہ کتاب سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۱۳۱ بحوالہ رضائے مصطفےٰ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ)

(۱۱) "مولانا صاحب کے رفقائے کار نے اپنے جریدے کوثر لاہور میں ۱۳ جون ۱۹۴۷ء اور ۱۷ جون ۱۹۴۷ء کو لنگڑا پاکستان اور پاکستان نہیں فارقستان کے عنوانات سے

بھی دو مضمون شائع کیے تھے ۔ علاوہ ازیں مولانا نے رقم فرمایا " تقسیم ہند کا معاملہ جس طریقے سے طے کیا گیا ہو غلطیوں بلکہ حماقتوں کا ایک مجموعہ تھا " (ترجمان القرآن جولائی ۱۹۴۸ء صفحہ نمبر ۱۳۶ بحوالہ ضیائے حرم مذکورہ بالا)

(۱۲) " یہ تھیں وہ بنیادیں جن پر ہماری قومی تحریک اول روز سے اٹھی اور آخر تک بڑھتی چلی گئی اس کے اجزائے ترکیبی میں مومن اور منافق اور کھلے کھلے ملحد سب شامل تھے ۔ بلکہ دین میں جو جتنا ہلکا تھا وہ اتنا ہی اوپر آیا ۔ اس میں اخلاق کی سرے سے کچھ پوچھ نہ تھی ۔ " (ترجمان القرآن جولائی ۱۹۴۸ء صفحہ نمبر ۱۳۶ بحوالہ ضیائے حرم مذکورہ بالا و ماہنامہ طلوع اسلام لاہور ۔ دسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ نمبر ۲۹)

(۱۳) " مسلم لیگ کی حمایت میں اگر کبھی کوئی لفظ میں نے لکھا ہو تو اس کا حوالہ دیا جائے " یعنی ایک لفظ بھی حمایت میں نہیں لکھا ۔ (ترجمان القرآن جولائی ۱۹۳۸ء بحوالہ رضائے مصطفیٰ شوال ۱۳۹۸ھ)

(۱۴) " اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی جو مختلف جماعتیں اسلام کے نام سے کام کر رہی ہیں اگر فی الواقع اسلام کے معیار پر ان کے نظریات مقاصد اور کارناموں کو پرکھا جائے تو سب کی سب جنس کاسد نکلیں گی ۔ خواہ مغربی تعلیم و تربیت پائے ہوئے سیاسی لیڈر ہوں یا علمائے دین اور مفتیان شرع متین ، دونوں قسم کے راہنما اپنے نظریے اور پالیسی کے لحاظ سے یکساں گم کردہ راہ ہیں ۔ دونوں راہ حق سے ہٹ کر تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں ۔ " (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش ص ۱۲۸ جلد ۳ بحوالہ جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۶۳ ، ماہنامہ رضائے مصطفیٰ شوال ۱۳۹۸ھ)

(۱۵) " جب میں مسلم لیگ کے ریزولیشن کو دیکھتا ہوں تو میری روح بے اختیار ماتم کرنے لگتی ہے " (موجودہ سیاسی کشمکش مصنفہ مودودی ص ۳۷ بحوالہ رضائے مصطفیٰ مذکورہ بالا و ضیائے حرم اگست ۱۹۹۲ء صفحہ نمبر ۸۷)

(۱۶) " مسلم لیگ ، احرار ، خاکسار ، جمعیۃ العلماء اور آزاد کانفرنس سب کی اس وقت کی تمام کاروائیاں حرفِ باطل کی طرح محو کر دینے کے لائق ٹھہرتی ہیں ۔ نہ ہم قومی اقلیت ہیں

نہ آبادی کے فیصد تناسب پر ہمارے وزن کا انحصار ہے۔ نہ ہندوؤں سے ہمارا کوئی قومی جھگڑا ہے۔ نہ انگریزوں سے وطنیت کی بنیاد پر ہماری لڑائی ہے۔ نہ ان ریاستوں سے ہمارا کوئی رشتہ ہے جہاں نام نہاد مسلمان خدا بنے بیٹھے ہیں نہ اقلیت کے تحفظ کی ہمیں ضرورت ہے نہ اکثریت کی بنیاد پر ہمیں قومی حکومت مطلوب ہے " (سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۱۱۰ بحوالہ رضائے مصطفےٰ مذکورہ بالا و جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۲۴)

(۱۷) "اگر ہندوستان کے مسلمانوں نے دین سے بے بہرہ لوگوں کی قیادت میں ایک بے دین قوم کی حیثیت سے اپنا علیحدہ وجود برقرار رکھا بھی (جیسا کہ ترکی اور ایران میں برقرار رکھے ہوئے ہیں) تو ان کے اس طرح زندہ رہنے میں اور کسی غیر مسلم قومیت کے اندر فناء ہو جانے میں آخر فرق ہی کیا ہے۔ " (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۱۴۳ بحوالہ جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۲۴)

اگر مودودی لٹریچر سے پیش کردہ مندرجہ بالا سترہ اقتباسات درست ہیں تو پھر یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ تحریک قیام پاکستان کی مخالفت میں مودودی صاحب اور ان کی منظم تربیت یافتہ پوری جماعت نے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق بخشے۔ آمین۔

قیام پاکستان کی مخالفت سے مودودی صاحب کا انکار

مودودی صاحب کے سیاسی اور مذہبی حریفوں کے پیش کردہ مندرجہ بالا حوالہ جات کے باوجود مودودی صاحب کو اس بات سے انکار ہے کہ انہوں نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی چنانچہ وہ اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ " زیادہ تر اعتراض مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش۔۔۔۔۔۔ کے تیسرے حصے پر کیا جاتا ہے۔ جو میرے ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۰ء تک کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس کے اقتباسات کو سیاق و سباق سے الگ کر کے اور ان حالات کو نظر انداز کر کے جن میں وہ مضامین لکھے گئے تھے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ میں قیام پاکستان کا مخالف تھا۔ حالانکہ اصل معاملہ کچھ اور ہے۔ جسے میں مختصراً بیان کرتا ہوں۔

جس وقت مسلم لیگ نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ ملک کو تقسیم کرانے کے لیے جدو جہد کرے گی اس وقت میرے سامنے دو بڑے اہم سوالات تھے جن پر میں اپنی راتوں کی نیندیں حرام کر کے غور کرتا رہا۔

ایک یہ کہ اگر خدانخواستہ تقسیم کے لیے جدو جہد کرنے کے بعد مسلم لیگ ناکام ہو جائے اور ملک تقسیم نہ ہو سکے پھر مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا۔ اس وقت تو درکنار ۱۹۴۷ء کے آغاز تک یہ امر یقینی نہ تھا کہ پاکستان واقعی بن جائے گا۔ اور یہ بات ایک معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ جو جماعت کسی مقصد کے لیے لڑ کر آخر کار ہار جائے اس کے لیے پھر ملک میں کام کرنے کے مواقع باقی نہیں رہتے۔ اس صورت میں ایک دوسری دفاعی لائن ضروری تھی تاکہ اگر خدانخواستہ اس مقصد میں ناکامی ہو تو کوئی دوسرا گروہ ایسا موجود ہو جو مسلمانوں کو سنبھال سکے۔ اسی غرض کے لیے اگست ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی قائم کی گئی تھی۔ میں نے اگر پانچ چھ سو آدمیوں کو الگ کر کے ایک منظم اور تربیت یافتہ گروہ اس غرض کے لیے تیار کرنے کی کوشش کی کہ بعد میں وہ کام کر سکے تو یہ کوئی گناہ تھا جس کی آج مجھے سزا دی جائے۔

دوسرا اہم سوال میرے سامنے یہ تھا کہ اگر ملک تقسیم ہو جائے تو ہندوستان میں رہ جانے والے مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا۔ اور پاکستان میں اسلام کا کیا حشر ہوگا۔ الی ان قال اس لیے ناگزیر تھا کہ ایسی منظم جماعت موجود رہے جو تقسیم کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کو سنبھال سکے۔ ایسی ہی ایک منظم جماعت پاکستان کے لیے بھی درکار تھی۔ تاکہ تقسیم کے بعد وہ اس قومی ریاست کو اسلامی ریاست میں تبدیل کرنے کی کوشش کر سکے۔ پاکستان کی تحریک میں جو لوگ پیش پیش تھے ان کے اعمال اسی وقت سامنے موجود تھے جن کو دیکھ کر ہر صاحب عقل آدمی یہ سمجھ سکتا تھا کہ یہ لوگ ایک قومی ریاست تو بنا سکتے ہیں مگر ان میں نہ یہ صلاحیت ہے اور نہ ان کے اندر اس بات کی کوئی آمادگی ہی پائی جاتی ہے کہ یہ فی الواقع اسے اسلامی ریاست بنا دیں۔ لازم تھا کہ ایک ایسا گروہ پہلے سے منظم تیار رہے جو اسلام سے انحراف کرنے والوں کا ہاتھ پکڑ سکے اور اس ریاست کو اسلام کی طرف موڑ سکے۔

جو کچھ اس زمانے میں میرے اندازے تھے ان کو میں نے صاف صاف لکھ دیا تھا۔ آج سولہ سال کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جو کچھ اندیشے اس وقت میں نے ظاہر کیے تھے ان میں سے ایک ایک چیز واقعہ کے طور پر لوگوں کے سامنے آگئی۔ جو کچھ ان لوگوں کے ہاتھوں سے اسلام کا حشر ہوا اور جس جس طرح سے اسلام سے فرار کیا گیا۔ اس سے آج کون واقف نہیں ہے۔ اس لئے ان چیزوں کا پیشگی اندازہ کر کے میں نے وہ جماعت تیار کی جس کو آج جماعت اسلامی کی حیثیت سے سب لوگ جانتے ہیں۔ اور میں بجائے اس کے کہ کسی کے الزامات سے مرعوب ہو کر یہ کہوں کہ میں نے غلطی کی تھی۔ میں اللہ کے فضل سے پورے فخر کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ میں نے جو کچھ اندازہ کیا تھا۔ ٹھیک اسی کے مطابق حالات پیش آئے اور وہی کچھ مجھے کرنا چاہیے تھا۔ جو میں نے کیا اور اگر میں یہ نہ کرتا تو غلطی کرتا" (وقت کے اہم مسائل اور ان میں جماعت اسلامی کا موقف مؤلفہ ابو الاعلیٰ مودودی مطبوعہ تحریک اسلامی پبلی کیشنز ۲۔ بی ذیلدار پارک اچھرہ اشاعت اول ستمبر ۱۹۷۰ء)

مودودی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت پڑھنے اور خط کشیدہ مقامات پر غور کرنے سے کم از کم اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ تحریک پاکستان کے وقت مودودی صاحب اپنے پانچ چھ سو منظم تربیت یافتہ آدمیوں کو لے کر مسلم لیگ سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ انہیں پاکستان کے معرض وجود میں آنے یا نہ آنے سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ بلکہ اس وقت ان کا اصل رجحان مسلم لیگ کے قائدین پر نکتہ چینی کی طرف تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وحررہ الفقیر ابوالکرم احمد قاسم الحیدری الرضوی غفر اللہ تعالیٰ لہٗ المدرس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس سہنسہ من مضافات آزاد کشمیر۔ (۲۴ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ)